تذکرہ خاندانِ عزیزی

حکیم سید ظل الرحمٰن

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

تذکرہ خاندانِ عزیزی

حکیم سید ظل الرحمن

ریڈر شعبۂ علم الادویہ

اجمل خاں طبیہ کالج، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

Marfat.com

132436

سنہ اشاعت : ۱۹۷۸ء

طباعت : لیتھو کلر پرنٹرس علی گڑھ

قیمت : 75/- [illegible] روپے

پتہ

شفاء الملک میموریل کمیٹی، دودھ پور علی گڑھ

Marfat.com

محب گرامی حکیم عبدالرزاق صاحب

کی بیش قدر فنی مساعی

کے نام

Marfat.com

فہرست

	صفحہ
مقدمہ	۷
پیش لفظ	۱۶
حکیم محمد یعقوب	۳۱
حکیم محمد یوسف	۴۰
حکیم محمد ابراہیم	۴۱
حکیم محمد اسمٰعیل	۵۹
حکیم محمد مسیح	۸۱
حکیم محمد تقی	۸۶
حکیم محمد حسین	۹۱
حکیم علی رضا	۹۴
حکیم حسن رضا	۹۵
حکیم محمد عبدالعلی	۹۹
حکیم محمد عبدالعزیز	۱۰۸
حکیم محمد عبدالحفیظ	۱۲۶
حکیم محمد عبدالوحید	۱۸۴
حکیم محمد عسکری	۱۹۱
حکیم احمد رضا	۱۹۳
حکیم حسین رضا	۲۰۱
حکیم غلام احمد	۲۰۴
حکیم غنی احمد	۲۰۵
حکیم حسین احمد	۲۰۵
حکیم محمد عبدالولی	۲۰۶
حکیم محمد عبدالقوی	۲۲۱
حکیم محمد عبدالوالی	۲۲۷
حکیم محمد عبدالباری	۲۳۵
حکیم محمد عبدالرشید	۲۳۷
حکیم محمد عبدالحمید	۲۹۲
حکیم محمد عبدالحکیم	۳۴۹
حکیم محمد عبدالحلیم	۳۵۲
حکیم محمد عبدالعلیم	۳۷۱
حکیم محمد عبدالعظیم	۳۷۳
حکیم محمد عبدالمجید	۳۷۵

Marfat.com

حکیم محمد عبدالمعید	۳۸۷	حکیم محمد حبیب رضا	۴۳۸
حکیم محمد عبداللطیف	۴۰۲	حکیم محمد بشیر ابراہیم	۴۴۰
حکیم محمود رضا	۴۲۰	حکیم محمد رفیق ابراہیم	۴۴۴
حکیم محسن رضا	۴۲۴	حکیم محمد عبدالحسیب	۴۴۷
حکیم مسعود رضا	۴۲۵	حکیم محمد عبدالجلیل	۴۵۵
حکیم مشتاق رضا	۴۲۵	حکیم محبوب رضا	۴۵۸
حکیم محمد ہادی رضا	۴۲۶	حکیم صابر رضا	۴۶۳
		ماٰخذ	۴۶۶

مقدمہ

از مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

مسلمانوں کی آمد اور ان کی حکومتوں کی وجہ سے ہندوستان کو اس وقت کی متمدن و ترقی یافتہ دنیا میں جو مرکزیت حاصل ہوگئی تھی، اس کی بدولت اس ملک کو جو علمی و مادی فوائد حاصل ہوئے ان میں ایک وہ نظام علاج و معالجہ بھی ہے، جو طب جدید کی ترقی اور وسعت کے دور سے پیشتر دنیا کا سب سے ترقی یافتہ منظم اور معقول طریق علاج تھا اور جس کو عام طور پر "طب یونانی" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسپین عراق، ایران، ترکستان اپنے دورِ عروج میں اس طب کا سب سے بڑا مرکز تھے۔ اور وہیں قرونِ وسطیٰ میں اس کے امام فن اور محقق پیدا ہوئے۔ ہندوستان میں طاقتور اسلامی سلطنت قائم ہوجانے کے بعد اور شاہانِ ہند کی علوم و فنون کی قدردانی اور اولوالعزمی کی داستانیں سننے کے بعد اس فن کے کاملین اور ماہرین یکے بعد دیگرے اس ملک کا رخ کرتے رہے، یہ سلسلہ ساتویں صدی ہجری سے شروع ہوگیا تھا اور تقریباً بارہویں صدی تک قائم رہا۔ ہندوستان کے ان باکمال مہمانوں اور مجتہد الفن علماء پھر ان کے کامل الفن تلامذہ اور حاذق طبیبوں کی قابلیت و حذاقت، انہماک اور جذبۂ خدمت کی بدولت یہ فن ہندوستان میں اپنے پورے عروج پر پہنچ گیا اور اس کے سامنے تمام قدیم طریق علاج ماند پڑگئے، ہندوستان کا کوئی شہر و قصبہ طبیبوں سے خالی نہیں رہا۔ یہ طریق علاج ارزاں بھی تھا، سہل الحصول بھی تھا۔ ہندوستان

Marfat.com

کے مزاج و طبیعت و آب و ہوا کے مطابق بھی تھا، اور مشرق کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور وسیع طریق علاج تھا۔ اس لئے بہت جلد مقبول ہوا اور سرعت کے ساتھ پھیلا اور اس نے کثیر آبادی کے اس ملک کے باشندوں کی جن کی بڑی تعداد غربا کی ہے گراں خدمت انجام دی۔[1] ہندوستان کے اطبا نے اپنی ذہانت، محنت اور تجربہ سے اس کو چار چاند لگا دیے۔ آخری دور میں دہلی اور لکھنؤ اس کے دو اہم مرکز تھے اور اب ساری دنیا میں ہندوستان ہی اس کا مرکز رہ گیا ہے اور اس کے دم سے اس کی زندگی اور آبرو قائم ہے۔

ان الفاظ میں راقم سطور نے اپنی کتاب "ہندوستانی مسلمان"[2] میں طب یونانی کی آمد، اس کی ترقی و عروج اور حکماء و اطباء کی فنی خصوصیات اور طبی خدمات کا تعارف کرایا اور ان کو خراج تحسین ادا کیا تھا۔ یہ وہ تاریخی حقیقت تھی جس کے اظہار و اعتراف کے بغیر ہندوستان کی کوئی علمی اور تہذیبی تاریخ مکمل نہیں ہو سکتی جس کا آغاز مسلمانوں کی آمد اور واضح طریقہ پر ساتویں صدی ہجری سے ہوتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جس طرح ہندوستان نے بعض دوسرے اسلامی اور مشرقی علوم و فنون کو باہر سے حاصل کر کے ان کو چار چاند لگائے اور ان میں رفتہ رفتہ اس کی ممتاز و انفرادی حیثیت ابھر کر سامنے آگئی اور اس نے ان میں اپنی ذہانت و محنت سے ایسا قائدانہ و مجتہدانہ کردار ادا کیا جس کا اعتراف علمی و عملی طور پر ان اسلامی ملکوں کو بھی کرنا پڑا جو اس میدان میں ہندوستان سے کئی کئی سو برس آگے تھے۔ مثال کے طور پر علم حدیث، فقہ حنفی، اصولِ فقہ، اور معقولات (فلسفہ و منطق) نیز ریاضی کی بعض شاخوں کا نام لیا جا سکتا ہے، جن میں دورِ آخر میں ہندوستان بہت سے اسلامی ملکوں پر سبقت لے جا چکا تھا اور متعدد مردم خیز اور نامی گرامی ملکوں نے ان

---

[1] ہندوستان میں اس فن کی آمد، اشاعت اور ترقی کی تاریخ اور یہاں کے نامور طبیبوں کے نام اور ان کے کارناموں کے لیے ملاحظہ ہو "الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند" مطبوعہ دمشق

[2] صفحہ ۳۰ - ۳۱

علوم و فنون میں اس کا لوہا مان لیا تھا، اسی طرح مختلف سیاسی، تاریخی، جغرافیائی اور تمدنی اسباب کی بناء پر طب یونانی اور فن علاج میں بھی ہندوستانی حکماء نے اپنی حذاقت و مسیحائی اور اس فن میں اپنے اجتہاد و تجدید کا بڑے بڑے ملکوں سے لوہا منوا لیا تھا اور مسلمانوں کی سلطنت و تہذیب کے دور انحطاط بلکہ انگریزی سلطنت کے قیام کے ابتدائی دور میں بھی جو طب جدید اپنے ساتھ لائی تھی اور ایک عظیم اور طاقتور سلطنت کے پورے عزم و وسائل کے ساتھ اس کو ہندوستان کا واحد طریقہ علاج بنانا چاہتی تھی۔ ایسے مجتہد الفن اور مسیحا نفس طبیب پیدا ہوئے جن کو اگر یونان کے وہ حکماء بھی دیکھتے جو اس فن کے بانی مبانی ہیں تو وہ بھی ان کے کمالِ فن کی داد دیتے اور ان کو اپنے فن اور پیشہ کے لئے باعث افتخار سمجھتے۔

راقم سطور کا اپنے خاندان کی جس شاخ سے تعلق ہے اس میں "فن طب" علمی و عملی طور پر کئی پشت سے موروثی چلا آرہا ہے۔ بہت اوپر کا تو علم نہیں لیکن چار پشتوں سے ضرور یہ رگ اس علم کے حامل اور عامل رہے ہیں۔ میرے حقیقی دادا مولوی حکیم سید فخرالدین صاحب خیالی کے جد مادری اور علمی و روحانی مورث مولانا سید محمد ظاہر حسنی رحمتہ اللہ علیہ بھی کامل الفن طبیب تھے اور دادا صاحب مولوی حکیم سید فخرالدین صاحب کی حذاقت کے قصے اور ان کے نسخے ابھی تک خاندان اور قرب و جوار میں مشہور اور معمول بہا ہیں۔ اس خاندان کے تلمذ کا تعلق جھوائی ٹولے کے اطباء کی اس شاخ بزرگ سے ہے جس کے کمالِ فن اور حذاقت کے ڈنکے بجتے رہے ہیں[۱] اور جس نے طب یونانی کے ساتھ (جو خود جوانی کی منزل سے گزر کر پیرانہ سالی اور ضعف و انحطاط کی منزل میں قدم رکھ چکی تھی) مسیحائی کی، اور اپنی ذہانت و دیانت، خلوص و دلسوزی سے

---

[۱] میرے دادا مولوی حکیم سید فخرالدین صاحبؒ حکیم محمد یعقوب صاحب لکھنوی اور میرے والد مولانا سید عبدالحئی صاحب افسر الاطبا حکیم عبدالعلی صاحب اور ان کے فرزند رشید حکیم عبدالولی صاحب نیز حکیم عبدالعزیز صاحب کے عزیز شاگرد تھے۔

اس کے شباب رفتہ کو واپس اور اس کی توانائی و رعنائی کو کچھ عرصہ کے لئے بحال کر دیا
ان کی مشغولیت، خدمت خلق کے جذبہ، پیشہ کے انہماک، اس کے آداب کی رعایت و
حفاظت، امیر و غریب کے درمیان مساوات، ہمدردیٔ خلائق، خودداری و استغنا،
پھر اس سب سے بڑھ کر جذبہ مسابقت نے جو ہمیشہ سے اندرونی صلاحیتوں کو ابھارنے
اور کمال و ترقی کی آخری منزلوں تک پہنچانے کا ذریعہ رہا ہے، طب کے آمادہ زوال
اور رو بہ انحطاط فن کو زندگی کی نئی قسط عطا کی اور اس کے حق میں اسی طرح اکسیر و
تریاق اور جواہر مہرہ کا کام کیا جس طرح بارہا ان کے بے خطا نسخوں نے جن پر وہ پاک
نفس اور خدا ترس "ہو الشافی" لکھ کر صدہا مایوس العلاج مریضوں کو دیا کرتے تھے
اور وہ "قم باذن اللہ" کی غیبی صدا سن کر بستر مرگ سے اٹھ کر تندرستوں میں شامل ہو
جاتے تھے۔ افراد کے مقابلہ میں ایک مریض و خستہ جان فن اور ایک نظام علاج کے حق میں
جس نے کسی زمانہ میں لاکھوں انسانوں کے حق میں چارہ سازی اور دلنوازی کی تھی یہ مسیحائی
ہزار درجہ زیادہ اہمیت اور قدر و قیمت رکھتی ہے۔

میں نے جس زمانہ میں ہوش سنبھالا وہ اس بجھتے چراغ کی (جس کا تیل عرصہ
ہوا ختم ہو چکا اور فتیلہ بہت کچھ جل چکا تھا) آخری تابانی و درخشانی کا زمانہ تھا
لکھنؤ شہر ہی میں نہیں اودھ اور اضلاع مشرقیہ میں جھوائی ٹولہ کے حکماء کا طوطی
بولتا تھا۔ میرے بچپن میں جھوائی ٹولہ کے حکماء میں شفاء الملک حکیم عبد الرشید اور
حکیم عبد الحفیظ صاحب کی حذاقت کا شہرہ تھا۔ پھر جب عمر رواں نے کچھ اور منزلیں
طے کیں تو شفاء الملک حکیم عبد الحمید صاحب کا آفتاب فضل و کمال نصف النہار
پر تھا۔ ان کے آخر زندگی میں حکیم عبد العلیم صاحب اور شفاء الملک حکیم عبد المعید
صاحب کی طرف رجوع عام ہوا۔ اور ہر شخص کی زبان پر ان کا نام تھا۔ اسی طرح خدا
کے "ازلی قانون" کے "اصول و کلیات" کے مطابق جن سے نہ علم الادیان مستثنیٰ
ہے نہ علم الابدان، اس "قرابادین اعظم" کے ورق الٹتے رہے اور طب کے
مطلع پر نئے نئے ستارے جن کا تمام تر تعلق اس خاندان یا اس کے تلامذہ سے

تھا، طلوع ہوتے رہے۔ راقم سطور کے دیکھتے ہی دیکھتے شفاء الملک حکیم عبدالمعید صاحب اور شفاء الملک حکیم عبداللطیف صاحب پھر اس خاندان کے شاگرد رشید جامع علوم و فنون شفاء الملک مولوی حکیم خواجہ شمس الدین صاحب اور شفاء الملک حکیم عبدالحسیب صاحب دریابادی ایک عالم کو اپنی خدمت و حذاقت سے مستفید اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور ان کی چارہ گری کر کے اور نام نیک چھوڑ کر راہی ملک بقا ہوئے، اور زمانہ نے لسان الغیب خواجہ حافظؔ کے الفاظ میں اس طرح ان خاندان خلق اور کاملانِ فن کو داد دی ؎

غلام ہمت آں نازنینم — کہ کار خیر بے روئے و ریا کرد

خوشش باد نسیم صبح گاہی — کہ درد بے نوایاں را دوا کرد

احسان مندی اور منت شناسی کا تقاضہ تھا کہ اس صاحبِ فیض خاندان کی فنی خصوصیات اور طبی خدمات کی روئداد پیش کی جاتی اور ان کے کارناموں کو جو اکثر سینوں اور کمتر سفینوں میں ہیں، قید تحریر میں لا کر ضائع ہونے سے بچا لیا جاتا کہ بقول سعدی ؎

نام نیک رفتگاں ضائع مکن

تا بماند نام نیکت پائیدار

ابھی ان اساتذۂ باکمال کے تلامذہ یا بالواسطہ تلامذہ موجود ہیں، کچھ عرصے کے بعد یہ نسل بھی ختم ہو جائے گی۔ یوں تو بیرون ہند کے اطباء باکمال کے تذکروں، اور طبقات و تراجم کے مقابلہ میں ہندوستان کے اطباء کے تذکرے اور بھی کم ہیں، اور یہ موضوع بہت سی حیثیتوں سے تشنہ چلا آ رہا ہے، لیکن اطباء لکھنؤ اور ان کا رحجانی ... پر تو ہمارے علم میں ابھی تک کسی نے کوئی قابلِ ذکر کام نہیں کیا، حالانکہ ان کا ... حق تھا جنھوں نے براہ راست یا بالواسطہ اس خاندان سے فیض حاصل کیا، اور ان کی تعداد کم نہیں۔ عزیز گرامی حکیم سید ظل الرحمٰن ندوی ان سب حضرات ... مستحق ہیں جن پر اس خاندان کا کسی نہ کسی طرح کا احسان ہے، ... ان کے فضل و کمال

کے معترف ہیں۔ حکیم صاحب موصوف نے شفاء الملک حکیم عبداللطیف صاحب کے سایۂ عاطفت میں تعلیم و تربیت حاصل کی جو اس خاندان کی آخری علمی یادگار اور اس کے کمالات کے وارث تھے۔ ان کو حکیم صاحب مرحوم سے قرب و اختصاص بھی حاصل تھا، ان سے زیادہ اس کام کی تکمیل کے لئے موزوں آدمی ملنا مشکل تھا۔ انکی نظر وسیع ہے، وہ تاریخی و ادبی ذوق رکھتے ہیں، عربی و فارسی کے مآخذ تک بھی ان کی دسترس ہے اور انھوں نے ان سے پوری طرح فائدہ اٹھایا ہے۔ ان کے ماخذ کی فہرست پر ایک نظر ڈالنے ہی سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے یہ کام کس احساس ذمہ داری اور علمی ذوق کے ساتھ انجام دیا ہوگا۔
اس موضوع کے وقار و سنجیدگی، اس کے مزاج اور مصنف کی محنت و دیانت کا تقاضہ تھا کہ اس پر مقدمہ لکھنے کی خدمت کسی کہنہ مشق طبیب اور صاحب فن کے سپرد کی جاتی

ع کہ قدر جوہر شاہ داند یا بداند جوہری

لیکن انھوں نے اس کے لئے ایک ایسے طالب علم کا انتخاب کیا جس کے کیسہ میں "پدرم شاہ بود" کے سوا کوئی سند نہیں ہے۔ اس کے پاس لے دے کے سرمایۂ افتخار اتنا ہے کہ وہ اس خاندان کا ناخلف فرزند ہے جس نے چار پشت تک طب یونانی کو سینہ سے لگا کر رکھا اور اسی کو خدمتِ خلق اور خدمت عیال کا ذریعہ بنایا۔ افسوس ہے کہ یہ سلسلہ زریں میرے برادر معظم ڈاکٹر حکیم سید عبدالعلی صاحب پر ختم ہو گیا جو بالواسطہ جھوائی ٹولہ کے اطباء[1] اور بلا واسطہ مسیح الملک حکیم اجمل خاں کے شاگرد تھے۔ اس کم سواد نے بھی خاندانی روایات کے مطابق طب کی تعلیم شروع کی اور سدیدی یا نفیسی کے چند سبق عم محترم مولانا سید طلحہ صاحب ایم۔ اے استاد اورینٹل کالج لاہور سے پڑھے جو حکیم غلام رضا خاں صاحب شریفی دہلوی کے شاگرد تھے۔ کچھ دن بھائی صاحب کے مطب میں بیٹھ کر نسخے بھی یاد کئے لیکن تھوڑے ہی دنوں میں ارشاد نبوی کے مطابق

---

[1] بھائی صاحب مرحوم نے طب کی کتابیں اپنے والد ماجد مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب سے پڑھیں جن کے تلمذ کا سلسلہ اوپر گذر چکا ہے۔

Marfat.com

اندازہ ہو گیا کہ "کل میسر لما خلق لہ" طبیعت کو اس فن سے مناسبت نہیں ہے اور خدا کو اس سلسلہ میں کچھ اور منظور ہے۔ لیکن اس موروثی تعلق کی بنا پر اس فن شریف کی وقعت خمیر میں داخل ہے، اور یہ کہنا صحیح ہے کہ اس کی محبت گھٹی میں پڑی ہے کہ گھر کا سارا ماحول یہی تھا اور اسی دنیا میں آنکھ کھولی، اور ہوش سنبھالا، اس لئے اگر کسی کو یہ مقدمہ ایک بے علم کی دخل در معقولات معلوم ہو تو اس کی ذمہ داری لکھنے والے پر نہیں جو "ایاز خود قدر را بشناس" کا مصداق ہے، بلکہ مصنف پر ہے جنھوں نے اس کی خواہش و فرمائش کی۔

آخر میں یہ سمجھ کر کہ یہ قابل قدر کتاب ان صدہا فضلاء اور طلبائے علم طب کی نظر سے گزرے گی جن پر اس فن اور پیشہ کی بقا اور اس کے وقار و اعتبار کا انحصار ہے، اپنی ایک تقریر کا اقتباس پیش کرونگا جو ایک بڑے عربی مدرسے کے طلباء کے سامنے کی گئی تھی، جس میں بتایا گیا تھا کہ علوم اسلامیہ اور فن طب کے زوال و انحطاط کا اصل راز کیا ہے؟ شاید یہ کسی بلند ہمت ذہین و ذی استعداد کے لئے مہمیز و محرک بن جائے اور پھر کوئی خدا کا بندہ اپنی ذہانت و محنت اور مجتہدانہ قابلیت سے اس فن عالی میں جو تیزی کے ساتھ انحطاط پذیر ہے، پھر کوئی نئی روح پھونک دے اور پھر اس کا کوئی نیا دور شروع ہو:۔

" میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں، شاید میں اور کوئی مثال دیتا تو اس کے سمجھنے میں دقت ہوتی، یہ دیکھیے کہ ایک زمانہ میں سارے ہندوستان میں طب یونانی کا زور تھا، ہر ہر جگہ مطب کھلے ہوئے تھے۔ اور ہندو اور مسلمان اور نیک و بد، اور جاہل و عالم سب حکما کے پاس جاتے تھے اور ان کے مطب کا یہ حال تھا کہ بس ایک بھیڑ لگی رہتی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ ایک تیر بہدف نسخہ ان کے ہاتھ میں ہے۔ کیا آپ کہیں گے کہ طب یونانی کو زوال اس لئے ہے کہ ڈاکٹری آگئی ہے، ہومیو پیتھک آگئی ہے اور جدید میڈیسن

آ گئی ہے، اس لئے طب یونانی کو زوال ہوا، میں بالکل نہیں مانتا، طب یونانی کو اس لئے زوال ہوا کہ اب اس طرح کے طبیب نہیں پیدا ہوتے۔ اب اس طرح کے ذہین، طباع، ذی استعداد اور مجتہدانہ ذہن کے طبیب نہیں ہیں، اگر آج وہ پیدا ہو جائیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کے پاس ڈاکٹر جائیں، اس میں ذرا مبالغہ نہیں، آپ کے شہر کا سول سرجن جھک مار کر ان کے پاس جائے۔ جب اس کی تکلیف رفع نہیں ہو گی تو کیا کرے گا۔ آپ ایک ایسا طبیب پیدا کر دیجئے۔ میں جالینوس اور بقراط کا نام نہیں لیتا۔ میں حکیم حافظ عبدالولی اور مسیح الملک حکیم اجمل خاں کا ذکر کرتا ہوں، حکیم محمود خاں اور رافع الاطباء حکیم عبدالعلی کا ذکر کرتا ہوں، اگر ان کے پائے کا نہیں ان کے آدھے کمال کا بھی آدمی کوئی پیدا ہو جائے تو طب یونانی کے زوال وغیرہ کی ساری داستان ختم ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ طب یونانی زندہ ہے۔ بات یہ ہے کہ پہلے درس نظامی پڑھ کر لوگ طب کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ جتنے بڑے بڑے علماء ہیں تقریباً سب طب پڑھتے تھے۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مجھے معلوم نہیں، لیکن اکثر علماء، اس زمانے میں طب پڑھتے تھے۔ ان میں سے بعض پیشہ کے طور پر اس کو اختیار کر لیتے تھے اور بعض اس سے اشتغال نہیں رکھتے تھے۔ وہ منطق و فلسفہ پڑھے ہوئے اور اشارات طوسی وغیرہ پڑھے ہوئے، حل کئے ہوئے جب طب کی طرف جاتے تھے

ذہین خاندانوں کے افراد ہوتے تھے، محنت کرتے تھے تو ان کو ایک ایسا ملکہ حاصل ہو جاتا تھا کہ نبض پر ہاتھ رکھا اور اندر تک پہنچ گئے اور ایک ایک رگ و ریشہ کو پہچان لیا۔[1]

دائرہ شاہ علم اللہ حسنیؒ　　　　　　　　ابوالحسن علی ندوی

۲۵ جمادی الآخرہ ۱۳۹۵ھ

۶ جولائی ۱۹۷۵ء

---

[1] "سراغ زندگی" صفحہ ۱۲۸ - ۱۲۹ (میں خفیف ترمیم)

پیش لفظ

تاریخ طب کے موضوع نے گزشتہ پچاس برس کے عرصہ میں غیر معمولی اہمیت اختیار کی ہے اور دنیا کی مختلف زبانوں میں بکثرت معیاری کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان کے ذریعہ طبی تاریخ اور قدیم اطبار کا مطالعہ بہت آسان ہو گیا ہے۔ تاریخ طب کی ان کتابوں کے علاوہ عام تاریخ اور تذکرہ پر عرب مصنفین نے جس کثرت سے کتابیں تصنیف کی ہیں وہ بھی ہماری معلومات کا خاص ذریعہ ہیں۔

تاریخ طب کے طالب علم کو سب سے زیادہ دشواری اطبار ہند کے مطالعہ میں پیش آتی ہے۔ ہندوستان میں ایک ہزار برس کی مدت میں پھیلی ہوئی طب کی نہ کوئی مبسوط تاریخ مرتب کی گئی ہے اور نہ ممتاز اور مشہور اطبار کے سوانحی حالات قلمبند کئے گئے ہیں۔ مولانا مظفر حسین خاں سلیمانی کی کتاب گنجینۂ سلیمانی (جو افسر الاطبار حکیم سید فرزند علی شاہ آبادی کے حالات میں ہے) اور چند دوسری کتابوں کے علاوہ مسیح الملک حکیم اجمل خاں اور خاندان شریفی دہلی کے تعلق سے ضرور کچھ کام ہوا ہے لیکن اس سے ہندوستان کی طبی تاریخ کے عام مطالعہ میں زیادہ مدد نہیں ملتی ہے۔ اس سلسلہ کی کتابوں میں حیات اجمل از قاضی عبدالغفار، سیرت اجمل (ہندوستانی دواخانہ دہلی)، تذکرہ مسیح الملک از شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی، حیات اجمل از شفاء الملک حکیم رشید احمد خاں، تذکرہ خواجگان، (خواجہ عبید اللہ احرار سے نسبی تعلق کی وجہ سے) از حکیم خواجہ احسان اللہ خاں،

Marfat.com

"حکیم اجمل خاں" از حکیم کوثر چاند پوری خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ حکیم کوثر چاند پوری کی کتاب اطباء عہد مغلیہ ایک اہم تصنیف ہے جس میں مغلیہ عہد کے ۱۱۶۹ اطباء کے حالات سپردِ قلم کئے گئے ہیں۔ تذکرہ اطباء عہد عثمانی از حکیم شفا حیدرآبادی میں ریاست حیدرآباد کے صرف میر عثمان علی خاں کے زمانہ کے اطباء کے حالات درج ہیں۔ دیگر تاریخی مقالات کے علاوہ قطب شاہی سلطنت اور دکن کے بعض مشہور اطباء کے تعارف میں حکیم عبدالولی ظہوری کے مضامین بھی قدر کے مستحق ہیں۔

راقم الحروف نے ریاست بھوپال کے اطباء کے حالات اور ان کے طبی کارنامے "ہندوستان کی طبی تاریخ میں بھوپال کا حصہ" میں تفصیل سے تحریر کئے ہیں۔ اسی طرح "حیات حکیم کرم حسین" میں حکیم سید کرم حسین کے علاوہ بعض دیگر اطباء کا ذیلی تذکرہ کیا ہے۔ راقم کی زیر نگرانی حکیم اعظم خاں کی شخصیت اور فن پر حکیم متقی محمد طاہر کشمیری (ایم۔ڈی یونانی علیگ) اور "انیسویں صدی میں علم الادویہ کی رفتار ترقی" کے عنوان سے حکیم احتشام الحق قریشی (ایم ڈی یونانی علیگ، لیکچرر تکمیل الطب کالج لکھنؤ) نے اس صدی کے سو سے زیادہ ماہرین کی کتابوں اور حالات پر تحقیقی کام کیا ہے۔ لیکن یہ چاروں کتابیں ابھی غیر مطبوعہ ہیں۔ حکیم فیروز الدین کی رموز الاطباء (دو جلدیں) حکیم عبدالرحیم جمیل کی رموز حکمت اور شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی کی تذکرۃ الاطباء انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے نصف کے اطباء کے حالات پر اچھی کتابیں ہیں۔ رموز مطب حکیم محمد حسن قرشی اور تذکرۃ الاطباء حکیم صلاح الدین نعمانی بھی اس سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ ان چند کتابوں کے سوا اطباء کے مستقل تذکروں پر کوئی قابل ذکر کتاب ہمارے درمیان نہیں ہے۔

علماء، شعراء اور مشاہیر اہل علم کے جو عمومی یا اتفاقی تذکرے ہندوستان میں لکھے گئے ہیں ان کی تعداد بھی اگرچہ بہت زیادہ نہیں ہے لیکن وہ اس اعتبار سے بہت قابل ہیں کہ ان کے ذریعہ اطباء سے متعلق اہم مواد فراہم ہوتا ہے۔ مشاہیر کے تذکروں میں اطباء کے حالات ان کی علمی و ادبی حیثیت کی وجہ سے قلمبند کئے گئے ہیں یا اگر ان کو طبی لحاظ سے لکھا گیا ہے تو چونکہ اس کی حیثیت ضمنی رہی ہے اس لئے ان کی فنی خصوصیتوں اور طبی

Marfat.com

کارناموں کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ وفیات کے سلسلہ میں تاریخ محمدی مرزا محمد بن رستم مخاطب بہ معتمد خان ایک نہایت کار آمد کتاب ہے۔ ان کتابوں میں سب سے مہتم بالشان مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی کی سات ضخیم جلدوں پر مشتمل نزہۃ الخواطر (عربی) ہے جس میں کافی تعداد میں اطباء کا تذکرہ ضروری تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ان کی دوسری کتاب الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند بھی اس سلسلہ کی ایک قابل ماخذ تصنیف ہے۔ مقامی تاریخوں اور تذکروں میں واقعات کشمیر یعنی (تاریخ اعظمی) خواجہ محمد اعظم، سفینۂ رحمانی حافظ عبدالرحمن کاندھلوی، تاریخ شاہجہاں پور صبیح الدین، تاریخ فرخ آباد مفتی ولی اللہ فرخ آبادی، آئینہ عباسی حکیم محب علی خاں امروہہ، تاریخ ڈھاکہ حکیم عبدالرحمن طیش، آثار الصنادید سرسید احمد خاں، تذکرہ کاملان رام پور احمد علی خاں شوق، تذکرۃ الکرام (تاریخ امروہہ کی دوسری جلد) محمود احمد عباسی سے قابل قدر مواد دستیاب ہوتا ہے۔

تاریخ طب اور تذکرہ اطباء سے اس بے اعتنائی کا نتیجہ یہ ہے کہ کتنے ہی یگانۂ عصر اطباء کے کارناموں سے ہم ناواقف ہیں اور ان میں سے اکثر اطباء گمنامی کی نذر ہو چکے ہیں۔

خاندان اطباء جھوائی ٹولہ لکھنؤ ہندوستان کی طبی تاریخ کا ایک درخشاں باب ہے۔ بدقسمتی سے اس خاندان کی کوئی تاریخ آج تک مرتب نہیں کی جا سکی ماہنامہ تکمیل الطب میں مولوی سید نواب علی کے ایک طویل مضمون کے سوا اس نادر خانوادہ طب پر کوئی کام نہیں کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ نہ صرف اس خاندان کے تفصیلی حالات پیش کیے گئے ہیں بلکہ تاریخ طب ہندوستان کے اس درخشاں باب کو مکمل کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس کے بغیر ہندوستان کی طبی تاریخ نہیں لکھی جا سکتی۔ یہ کتاب محض اطباء جھوائی ٹولہ کے سوانحی حالات پر مشتمل نہیں ہے اس میں ان کے طبی امتیازات، فنی کارناموں طبی تعلیمی اور طبی سیاسی تحریکات اور جد و جہد کی تقریباً پونے دو سو برس کی طویل تاریخ کے علاوہ اس خاندان کے حاذق اطباء کے مطبوں کے نمونے بھی پیش کیے گئے ہیں۔

لکھنؤ کے انداز مطب، ترکیب نسخہ اور فنی حذاقتوں کو بڑی اہمیت کے ساتھ سمجھا

Marfat.com

جا سکے۔ سماجی اور تمدنی جھلکیوں کے ساتھ شعر و ادب اور ملک کی جدوجہد آزادی سے متعلق ان کی خدمات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

دہلی کے بعد لکھنؤ کو ہندوستان میں طبی عظمت کا درجہ حاصل ہوا اور دوسرے صاحبان کمال کی طرح ہندوستان کے مختلف علاقوں سے کھنچ کھنچ کر ذی علم اطباء لکھنؤ پہنچے مشہور شاعر عصامی نے دہلی کے لئے کہا تھا ؎

حکیمان یونان طبیبان روم
ہیں اہل دانش ز ہر مرز و بوم

وہی کیفیت آخری دور میں لکھنؤ کی ہو گئی تھی جہاں حکیم امام بخش کرت پوری، حکیم علی شریف دہلوی (وفات ۱۲۳۱ھ ابن محمد زماں) حکیم ارشد (وفات ۱۲۲۰ھ ابن عبدالباقی دہلوی)، حکیم میر محمد اصغر دہلوی اپنے فنی کمالات کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

لکھنؤ کے طبی خانوادوں میں خاندان جھوائی ٹولہ کو جسے خاندان عزیزی کے نام سے شہرت حاصل ہے غیر معمولی امتیاز حاصل ہوا۔ اور اس کی وجہ سے ایک مستقل طبی اسکول کے طور پر لکھنؤ کی حیثیت قائم ہوئی۔ مفردات پر عبور اور تشخیص و علاج اور نباضی میں انھیں اجتہاد کا درجہ حاصل تھا۔ "بیاض وحیدی" کے مقدمہ میں میں نے اس اسکول کی کچھ خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔ لکھنؤ کا امتیاز دراصل اس میں قائم ہے کہ وہاں کے اطباء نے طب کے قدیم اور بنیادی اصولوں کی روشنی میں فن کو ترقی دینے کا اہتمام کیا۔ بقول شیر واسطی

"حذاق لکھنؤ اپنے مطب میں کبھی اس قسم کی دوائیں استعمال نہیں کرتے جو فوری طور پر مفید معلوم ہوتی ہیں لیکن انجام کار مضر ثابت ہوتی ہیں چنانچہ افیون، بھنگ وغیرہ اسی قسم کی مضر دواؤں میں سے ہیں۔

یہ حضرات اس قسم کی دواؤں کا استعمال بھی ناپسند فرماتے ہیں جو کسی مرض میں مفید ہونے کے باوجود بعض اوقات اس قدر مہلک اور مضر بھی ثابت ہو چکی ہوں کہ ان کی مضرت کی اصلاح طبیب کے بس کی نہ رہی ہو۔

بہ جانشینانِ سلف ان دواؤں کا استعمال بھی مناسب نہیں سمجھتے جو عہد قدیم کے فاضل اور حاذق طبیبوں کے مطب میں مستعمل نہ رہی ہوں یا جن کے بالمزاولت استعمال کا ثبوت کتب معتبرہ طب سے ہاتھ نہ آئے۔"

دفع سرعت اور امساک کے لئے ہندوستان کے عام اطباء مخدرات اور سمی چیزیں نیز کشتہ جات وغیرہ استعمال کراتے ہیں لیکن حذاق لکھنؤ کے مطب میں ان کا استعمال روا نہیں سمجھا جاتا۔

کشتہ جات میں یہی نقائص ہیں۔ چنانچہ بسا اوقات غلط تشخیص یا دیگر موانع کی بناء پر ان کی مضرت اس قدر اہم ہوتی ہے کہ اس کی تلافی ممکن نہیں ہوتی اور یہ بات ثابت کرنا بھی مشکل ہے کہ فاضل اطبائے قدیم نے اپنے مطب میں کشتہ جات کا استعمال اسی طرح جائز رکھا تھا۔

ارکان خاندان عزیزی قدماء کے طریق علاج کے مطابق پہلے مرض کی تشخیص کرتے ہیں اور نوعیت مرض، جنس مرض، زمانہ مرض، عمر مریض وغیرہ کے مطابق مفردات کو ترتیب دے کر علاج کرتے ہیں۔"

استاد شفیق شفاء الملک حکیم عبداللطیف مرحوم ومغفور کے مطابق وہ نہ صرف قدیم بقراطی طب کے علمبردار رہے بلکہ انھوں نے فن نسخہ نویسی کو معراج کمال پر پہنچا دیا۔ مریض کے تمام حالات اور مزاج کا لحاظ کرتے ہوئے مناسب مفردات کو چن کر نسخہ ترتیب دینا ان کا مائیہ ناز فن بن گیا۔ امراض متضادہ میں اس طرح دوائیں تجویز کرنا کہ ایک مرض کی دوا دوسرے مرض کے واسطے مضر ثابت نہ ہو اس میں اطباء جھوائی ٹولہ لکھنؤ نے خاص امتیاز حاصل کیا۔ پھر نسخہ کی ترکیبوں میں نزاکت اور لطافت بھی ان کا طرۂ امتیاز ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی مریض میں سعال بلغمی اور حصاۃ الکلیہ یا مثانہ جمع ہو جائے تو ایسا نسخہ تحریر کرنا جس کی کوئی دوا بھی ایک دوسرے کے واسطے مضر ثابت نہ ہو۔ پتھری کا اصول علاج مفتتات اور مدرات ہے اور سعال بلغمی میں مدرات کا استعمال ممنوع ہے اس صورت پر ایسی دوائیں منتخب کرنا جو سعال کے لئے بھی نافع ہوں اور مدر بول

Marfat.com

بھی ہوں جیسے تخم کتاں، اصل السوس مقشر، تخم حلبہ، ست باروزد، زرد اوند مدحرج، برسیاؤشاں، اہیل وغیرہ، یا مثلاً مرض نزلہ زکام، جرب وفساد خون کے ساتھ جمع ہو جائے تو ان کے اصول علاج میں بھی تضاد ہے۔ عموماً مصفی خون دوائیں مثلاً برگ شاہترہ، سر پھوکہ، چرائتہ وغیرہ نزلہ اور زکام کے لئے مضر ثابت ہوتی ہیں۔ اس صورت میں ایسی دوائیں تجویز کرنا جو دونوں کے لئے مفید ہوں دشوار ہوتا ہے، اسطوخودوس، زرنباد، منڈی عناب، گل بنفشہ ایسے موقع کے لئے نوجھتین ہیں ان میں کی ہر دوا مصفی خون اور نزلہ کے لئے نافع ہے۔

اطبائے لکھنؤ نے ان فنی نزاکتوں اور لطافتوں کو بڑے حسن اور سلیقے سے برتا اور اس میں خوب خوب جدتیں اور ندرتیں پیدا کیں۔ ان کے نسخوں میں اجزاء اور ترکیب کی اس قدر خوبصورتی پائی جاتی ہے کہ بعض وقت محض نسخہ کو دیکھ کر خواہ مخواہ اسے استعمال کرنے کو طبیعت چاہتی ہے مثلاً لطافت اور نزاکت کے لحاظ سے تبرید کا یہ نسخہ مربی انناس
۲ تولہ در ورق نقرہ پیچیدہ ہ اول بخورند عقب آں آب نیشکر ۵ تولہ شربت نیلوفری
۲ تولہ حل کردہ بنوشند۔ یا صداع حار کے لئے گل سدو گل کدو گل نار بخ گل سرخ ہموزن در آب کشنیز سبز سائیدہ روغن کاہو افزودہ ضماد سازند دیگر گل چیدہ گل نارنگی گل اترج گل بید کاہو وزن در آب پالک سبز سائیدہ روغن کدو افزودہ ضماد سازند۔

عبدالحلیم شرر نے لکھنؤ کے مخصوص امتیاز کے بارے میں لکھا تھا: "طب کے نصاب تعلیم پر پورا پورا عمل جیسا اطبائے لکھنؤ نے کیا اطبائے دہلی نہیں کر سکتے۔ پڑھائی وہاں بھی یہی کتابیں جاتی ہیں مگر دہلی میں طبیبوں کا مطب ایک بڑی حد تک ان کی مدونہ طب سے الگ ہو جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے ویدک کی دواؤں کے اختیار کرنے ہی پر اسی قدر نہیں کیا کہ ان اجزا کو اپنے مطب میں داخل کر لیا۔ بلکہ یہ بے احتیاطی بھی کی کہ ان کے داخل کرنے میں اپنے قدیم مدونہ و مسلمہ اصول خصوصاً مزاج کے مباحث سے چشم پوشی کر لی۔ مدرسہ طبیہ (دہلی) کے نصاب میں نسخہ مسیح کے علاوہ ڈاکٹری کے دیگر اصول بھی اس کثرت اور بے احتیاطی سے اختیار کر لئے گئے ہیں کہ اصلی فن طب بجائے ترقی

Marfat.com

کرنے کے بالکل مٹا جاتا ہے۔ یہی سبب ہے احتیاطاً انھوں نے پہلے اصول ویدک کے اختیار کرنے میں کوتاہی کی اور رہی سہی اب اصول ڈاکٹری کے لینے میں ہو رہی ہے۔ برخلاف اس کے لکھنؤ کے تمام طبی خانوادوں خصوصاً حکیم یعقوب مرحوم کے خاندان اور تکمیل الطب میں اصلی اصول طبی کے قائم رکھنے اور ان کو انہی کے دائرہ میں رکھ کر ترقی دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ان کے مذہب اپنے فن اور اپنی کتابوں سے ذرا بھی جدا نہیں ہیں"۔

جس طرح اطبائے لکھنؤ نے پہلے ویدک کے اختلاط اور کشتوں کے استعمال کے سلسلے میں اختلاف کیا (حکیم اجمل خاں کی کتاب التحفۃ الحامدیہ فی الصناعۃ التکلیسیۃ (عربی) کشتہ جات کے استعمال پر اطبائے لکھنؤ کے اعتراض کے جواب میں ہے) اور جو اختلاف آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس کے سلسلہ میں حکیم عبدالعزیز اور حکیم عبدالرشید کے زمانہ میں اپنی انتہا کو پہنچا، اسی طرح یونانی نصاب میں ایلوپیتھی مضامین کی کثرت کے خلاف شفاء الملک حکیم عبدالمجید حکیم عبدالحلیم اور آخر میں شفاء الملک حکیم عبداللطیف نے فن کے بقا و تحفظ کے پیش نظر آواز بلند کی۔

لکھنؤ اور دہلی کے ان اختلافات کا آغاز حکیم محمد ابراہیم لکھنوی اور حکیم محمود خاں دہلوی کے زمانہ سے ہوا اس کے بعد شیخ الہند حکیم عبدالعزیز اور حاذق الملک حکیم عبدالمجید خاں کے درمیان نبض صادق و کاذب کے مسئلہ پر بحث شروع ہوئی اور دونوں طرف سے متعدد رسالے لکھے گئے۔ حکیم عبدالعزیز کے تلمیذ خاص حکیم عبدالوہاب آروی نے تنبیہ الحاذق فی النبض الکاذب والصادق کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں حکیم عبدالمجید خاں کے اعتراضات کے جوابات دیے گئے۔

نبض زمانی کی حس اور عدم حس کے متعلق بھی حکیم عبدالعزیز اور حکیم عبدالمجید خاں میں اختلاف رہا۔ حکیم عبدالعزیز کی تائید میں ۱۲۹۹ھ میں حکیم عبدالوحید نے ایک فارسی رسالہ غایۃ الاستحسان فی حس نبض الزمان لکھا جس میں حکیم عبدالمجید خاں اور انکی تائید میں لکھے گئے حکیم مظفر حسین خاں لکھنوی کے رسالہ نہایۃ الاتقان فی احساس البیان (مطبوعہ ۱۲۹۹ھ) کا جواب دیا۔ حکیم عبدالوحید کے اس رسالہ کی تردید میں حکیم اجمل خاں کے شاگرد

132436

حکیم شفیق الرحمٰن رام پوری نے ۱۸۹۷ء میں عربی میں ایقاظ النعسان فی اغالیط غایۃ الاستحسان لکھا۔

۱۸۹۵ء میں طاعون پر مسیح الملک حکیم اجمل خاں نے ایک اردو رسالہ الطاعون تحریر کیا۔ اس کے مقابلہ میں ۱۸۹۷ء میں شفاء الملک حکیم عبدالرشید نے اردو میں ایک رسالہ "الماعون فی الطاعون" کے نام سے لکھا۔

۱۹۱۱ء میں حکیم اجمل خاں نے رموز الاطباء میں جمہور اطباء سے پانچ مسائل تعیین ایام بحران، عفونت خلط صفراء، خلط صفراء کے تلخ ذائقہ، داخل عروق اخلاط کے تعفن اور غذائے مطلق کے وجود سے اختلاف کیا۔ ان مسائل خمسہ کی تردید میں ۱۹۱۲ء میں حکیم حافظ عبدالمجید لکھنوی نے ابانۃ المحجۃ لمن سلک الطریقۃ المعوجۃ (عربی) لکھا۔ حکیم محمد عبداللہ رامپوری نے ۱۹۱۳ء میں تقویم الاود اور حکیم محمد ایوب اسرائیلی علی گڑھی نے "اقوم الدلائل علی خمسۃ المسائل" فاضل لکھنوی کے جواب میں شائع کیں۔ ان کے علاوہ حکیم عبداللہ نگینوی اور حکیم فرید احمد عباسی نے حکیم اجمل خاں کی تائید میں مضامین شائع کئے۔

۱۹۰۲ء میں حکیم اجمل خاں نے پانی کے جزو بدن ہونے کے متعلق عربی زبان میں ایک رسالہ القول المرغوب فی الماء المشروب تصنیف کیا جس کے جواب میں ۱۹۲۵ء میں استاد شفیق شفاء الملک حکیم عبداللطیف نے عربی میں التحقیق المطلوب فی الماء المشروب لکھا۔

یہ خالص علمی اور فنی چشمکیں تھیں جو ان دونوں جلیل المنزلت خانوادوں میں رہیں لیکن جہاں تک ایک دوسرے کے اکرام و احترام اور علم و فضل کے اعتراف کا تعلق ہے اس میں دونوں طرف سے کبھی کوئی کمی نہیں کی گئی اور پوری فراخدلی کا مظاہرہ کیا گیا۔ شفاء الملک حکیم عبدالرشید ۱۹۱۰ء میں جب دہلی طبی کانفرنس کے سیشن میں شرکت کے لئے گئے تو ان کے قیام کا انتظام خصوصی طور پر شریف منزل میں کیا گیا اور وہ حکیم اجمل خاں کے ذاتی مہمان رہے۔ ۱۹۱۱ء میں جب حکیم اجمل خاں طبی کانفرنس کے اجلاس دوم میں شرکت کے لئے لکھنؤ پہنچے وہ بہت شدید اختلافات کا زمانہ تھا لیکن انہوں نے سب سے پہلے پہنچ کر حکیم عبدالرشید سے حکیم عبدالعزیز کے انتقال پر تعزیت کی۔ آل انڈیا طبی کانفرنس کا لکھنؤ سیشن ... اہتمام ۱۹۱۳

میں شفاء الملک حکیم عبدالرشید نے مسائل طبیہ مختلفہ کو طے کرنے کے لئے اطباء ہند کی جو کمیٹی قائم کی تھی اس میں مسیح الملک حکیم اجمل خاں کو بھی شریک کیا گیا تھا۔ اسی طرح حکیم اجمل خاں نے آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس دہلی کی طرف سے ۱۹۲۶ء میں طبی مسائل کی تنقید و ترمیم کے لئے جو دارالتحقیق قائم کیا تھا۔ مسئلہ ارکان و امزجہ کو اس کمیٹی نے ایک حد تک طے کر لیا تھا۔ مسئلہ اخلاط پر بحث کا سلسلہ جاری تھا اس میں حضرات اطباء لکھنؤ کو بھی چند خاص اور ضروری امور میں مشورہ کے لئے مدعو کیا گیا تھا۔

خاندانِ عزیزی کو مطب اور درس و تدریس سے بہت زیادہ شغف رہا اور یہی دو چیزیں ان کا طرۂ امتیاز بنیں۔ تعلیم کا طریقہ یہ تھا کہ صبح ۸ بجے سے ایک بجے تک مطب کا سلسلہ رہتا تھا جہاں طلباء کو تشخیص و تجویز اور نباضی، براز و بول شناسی اور نسخہ نویسی کی عملی تعلیم دی جاتی تھی۔ ہر طبیب کے مطب میں مرضا کی بھیڑ رہتی تھی اور طلباء کو موزوں مطب کیفیت برتنے اور مرضا پر کامیاب تجربات کے مشاہدہ کا پورا موقع ملتا تھا اور شام کو کتابی اور نظری تعلیم دی جاتی تھی۔ چنانچہ جس طرح مطب میں انھوں نے فنی اعجاز اور مسیحانہ حذاقتوں کا مظاہرہ کیا اسی طرح ان کے حلقہ درس نے اساتذہ متقدمین کے حلقہ ہائے درس کی یاد تازہ کر دی اور ان کے درس سے ہزاروں شاگرد کامل طبیب بن کر نکلے۔ برصغیر ہند و پاک میں شاید ہی کوئی ایسا شہر ہو جہاں اس خاندان کا فیض یافتہ کوئی طبیب موجود نہ ہو۔ مطب اور درس و تدریس کے اس انہماک نے ان حضرات کو (لکھنؤ کے دوسرے اساتذہ کا بھی کم و بیش یہی حال ہے) تصنیف و تالیف کا زیادہ موقع نہیں دیا۔ بانی خاندان حکیم محمد یعقوب سے لے کر حکیم محمد ابراہیم، حکیم محمد اسمٰعیل، حکیم محمد مسیح، حکیم عبدالعلی، حکیم عبدالعزیز، حکیم عبدالولی حکیم حسین رضا، شفاء الملک حکیم عبدالرشید، شفاء الملک حکیم عبدالحمید، شفاء الملک حکیم عبدالمعید جیسے قابل ترین اطباء کی کوئی قابل ذکر تصنیف یادگار نہیں ہے۔

۱۵ر اگست ۱۹۳۰ء کو جب ماہنامہ تکمیل الطب کا پہلا شمارہ نکلا تو ارشادات شفاء الملک کے عنوان سے بزرگ خاندان حکیم محمد عبدالمعید کا درج ذیل پیغام شائع ہوا اس میں بڑے لطیف انداز میں اس کمی کی طرف اشارہ اور اعتراف کیا گیا ہے۔

"یونانی طب کا اہم مرکز لکھنؤ اپنی مشرقی روایات کے ساتھ عرصہ سے فن طب کی خاموش خدمت کر رہا ہے اور اس کے ایثار پیشہ خادموں کی تسکین ضمیر کے لئے یہی بہت ہے کہ ٹھوس علمی قابلیت رکھنے والے اطبا تیار کئے جائیں جو عوام کے لئے حقیقی معنی میں مفید ہوں اور خود اپنے حلقہ میں باوقار اور باعزت ثابت ہوں۔ ادارہ تکمیل الطب اپنے ایسے سینکڑوں فرزندوں پر ناز کر سکتا ہے جو ہندوستان اور بیرون ملک مختلف ممالک میں بپابندی اور ناموری کے ساتھ خدمت خلق میں مشغول ہیں۔ ہمارے بزرگوں کا (اور میں ان کا ہمخیال ہوں) یہ عقیدہ رہا کہ کسی جماعت، طبقہ یا قوم کی بقا صرف عمل، کیرکٹر اور واقعیت پر منحصر ہے، پروپیگنڈہ پر نہیں اس لئے کسی قسم کے اخباری یا اشتہاری طریقے محض بے سود سمجھ کر قابلِ اعتنا خیال نہیں کئے گئے اور اس طرف کوئی توجہ نہیں کی گئی۔

آج صحافت کا معیار بدل رہا ہے۔ بجائے فریب دہی اور تلبیس کے آزادانہ صحافت رواج پا رہی ہے جس میں اما بنعمۃ ربک فحدث کے اصول پر اظہار حقیقت کو پسند کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ تکمیل الطب کے ہونہار جواں سال اور سرگرم اراکین کے اس خیال سے بھی اتفاق ہے کہ ہم صرف علم العلاج ہی پر اپنی توجہات مبذول کئے ہوئے ہیں جس میں مریضوں کی خدمت ہو سکتی ہے لیکن حفظانِ صحت کا شعبہ جو کافی اہم اور طبیب کے فرائض میں بقدر نصف حق رکھتا ہے بالکل پس پشت پڑ گیا ہے اور تندرستوں کو بیماری سے بچانے میں ہمیں کوئی دخل نہیں۔ اس کی صرف یہی صورت ہے کہ ان اصولوں کی عام نشر و اشاعت کی جائے موجودہ تہذیب و تمدن میں پریس کو بہت اہم جگہ حاصل ہے اور اگر نیت درست ہو تو اس سے نہایت مفید اور اعلیٰ کام انجام پا سکتے ہیں۔ پھر آج تنازع للبقاء کے سلسلہ میں تنظیم احتجاج اور باہمی تبادلۂ خیال

Marfat.com

ارتباط کا بھی صرف یہی ایک ذریعہ ہے۔ ان تمام امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے رسالہ تکمیل الطب کا اجراعمل میں آرہا ہے اور ضعیف العمری کے اس دور میں بھی جب کہ فطرتاً آرام و سکون کا انسان متلاشی ہوتا ہے میں نے اس کی نگرانی اپنے فرائض میں شامل کرلی ہے۔ خداوند کریم انسانی کوششوں کو نتیجہ خیز بنا سکتا ہے اور اسی سے تمام امیدیں وابستہ ہیں۔"

جھوائی ٹولہ کو ہندوستان میں ایک اہم ترین طبی اور تدریسی مرکز کی طرح ایک ایسے دارالشفا کی حیثیت حاصل تھی جہاں ایک زمانہ (۱۹۲۵ء) میں بیک وقت آٹھ مطب قائم تھے ان میں سے ہر ایک مطب میں طلبا کی بھیڑ کے علاوہ مریضوں کی وہ کثرت ہوتی تھی کہ جھوائی ٹولہ کی گلیوں میں سے کسی کا بسہولت نکلنا ممکن نہیں ہوتا تھا۔ دور تک ڈولیوں کی قطار لگی رہتی تھی۔ ان اطبا کی سج دھج اور باوقار شخصیت کے ساتھ ان کے مطبوں میں لکھنوی تہذیب کے نمونے دیکھنے کو ملتے تھے اودھ کے تعلقہ دار اور شرفا وہاں آتے تھے ان کے لباس، آداب، طریق گفتگو اور زبان کے وہ چٹخارے جو دوسری جگہ آسانی سے میسر نہیں ہوتے تھے وہاں کے روزمرہ میں شامل تھے۔ وہ طبیبوں ہی کا زمانہ تھا دارالشفا میں داخل ہوتے ہی یہاں شفاء الملک حکیم عبدالحمید (اسی مسند طبابت پر ان سے پہلے شفاء الملک حکیم عبدالرشید اور ان سے پہلے حکیم عبدالعزیز متمکن رہ چکے تھے) سامنے در میں حکیم عبدالحفیظ آخری یعنی غربی در میں شفاء الملک حکیم عبداللطیف اس سے متصل در میں حکیم عبدالحلیم، مشرقی در میں شفاء الملک حکیم عبدالمعید اور سب سے آخری در میں شرقاً حکیم حافظ عبدالمجید کا مطب ہوتا تھا۔ دارالشفا سے باہر حکیم عبدالقوی مطب کرتے تھے جہاں ان سے پہلے حکیم حافظ عبدالولی اور ان سے قبل افسرالاطباء حکیم حافظ عبدالعلی کا مطب رہ چکا تھا۔ ان میں سے ہر ایک پر یہ شعر صادق آتا تھا۔

در اصلاح شاں مطلب طرز قدیم است
حکیم ابن الحکیم ابن الحکیم است

اس خاندان کا جہاں شاہانِ اودھ، محلات، شہزادگان، والیان ریاست اور امرار دولت نصیر الدین حیدر سے واجد علی شاہ تک اور نواب کلب علی خاں نواب مشتاق علی خاں رام پور، مہاراجہ سر سیاجی راؤ گائیکواڑ بڑودہ، نواب شاہجہاں بیگم بھوپال، میر عثمان علی خاں نظام دکن، مہاراجہ گوالیار، نواب مرشد آباد، نواب ڈھاکہ، سر آغا خاں، اور دوسری ریاستوں کے رؤسا سے تعلق رہا، وہاں مشائخ عظام اور علمار کبار سے بھی انھیں خصوصی ارتباط حاصل تھا۔ علمار فرنگی محل کے علاوہ جن سے مولانا عبد العلی بحر العلوم سے لے کر موجودہ عہد کے علماء تک گہرے باہمی تعلقات رہے اطبار جھوائی ٹولہ نے درسیات کی تکمیل علمار فرنگی محل سے کی اور علمائے فرنگی محل میں سے جن لوگوں نے طب پڑھی انہوں نے اطبائے جھوائی ٹولہ کی شاگردی اختیار کی اور یہی صورت علاج و معالجہ میں رہی، فرنگی محل کے کسی بھی فرد سے نہ صرف فیس بلکہ فینس تک کا کرایہ نہیں لیا جاتا تھا) شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ عبد العزیز دہلوی شاہ عبد الرحمٰن موحد لکھنوی، مولوی امیر علی شہید، حافظ سید سلیمان رامپوری مفتی سعد اللہ، شاہ محمد عمر مجددی میاں مشتاق رام پوری، شاہ نظام الدین حسین نیازی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی، مولانا عبد الحق خیر آبادی، حاجی وارث علی شاہ دیوہ، مولانا فخر الدین حسنی، مولانا فاروق چڑیا کوٹی، مولانا لطف اللہ علی گڑھی، شمس العلماء مولانا شبلی، مولانا عبد الحیٔ حسنی، مولانا اشرف علی تھانوی، میاں اصغر حسین دیوبندی، شاہ عین القضاۃ، مولانا عبد الشکور لکھنوی، مولانا شاہ وصی اللہ الہ آبادی، مولانا عبد الماجد دریا بادی وغیرہ سے ان کا خصوصی تعلق رہا۔

استاد شفیق شفاء الملک حکیم عبد اللطیف مرحوم و مغفور اس خانوادہ عالیہ کے آخری جلیل القدر فرد تھے۔ راقم الحروف کو ان سے تلمذ کی ادنیٰ نسبت حاصل ہے۔ ان کی بے پناہ شفقتوں کے اظہار کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ ان سے

Marfat.com

شرف شاگردی کے علاوہ اس خاندان کے اطباء میں حکیم حافظ عبدالمجید اور حکیم عبدالحلیم کی صرف زیارت کا موقع ملا۔ شفاءالملک حکیم عبدالمعید کی خدمت میں متعدد مرتبہ حاضری ہوئی۔ حکیم عبدالحسیب، حکیم محبوب رضا اور حکیم عبدالجلیل سے بے تکلف مراسم رہے اور استاد شفیق کی نسبت اور توجہ خصوصی کی وجہ سے پورے خاندان سے اخلاص و مودت کا گہرا رشتہ قائم ہوا۔ استاد مرحوم کی حیات (۱۹۶۵ء) ہی میں خاندانِ عزیزی کی تاریخ پر کام شروع کر دیا تھا۔ انھوں نے خاندانی بیاضوں کے ساتھ اپنے پاس موجود متعلقہ دستاویزات جن سے اس کتاب کی تصنیف میں مدد مل سکتی تھی عنایت فرمائیں محب محترم حکیم عبدالحسیب سے بھی اس قسم کی کافی چیزیں حاصل ہوئیں جن کے بغیر یہ کتاب تکمیل پذیر نہیں ہو سکتی تھی۔ استاد شفیق شفاءالملک حکیم عبداللطیف مرحوم و مغفور کے انتقال (۱۳ نومبر ۱۹۷۰ء) کے بعد راقم نے نہ صرف تذکرہ خاندانِ عزیزی کی جلد تکمیل کا فیصلہ کیا بلکہ استاد مرحوم کی یادگار میں درج ذیل کتابوں کی ترتیب و تالیف کا ایک جامع منصوبہ تیار کیا۔

۱۔ تجدید طب :۔ کلیاتی مباحث عناصر مزاج اور اخلاط پر شفاءالملک حکیم عبداللطیف فلسفی کے مضامین کی ترتیب۔ اس منصوبہ کی پہلی اشاعت کے طور پر ۱۹۷۲ء میں یہ کتاب طبع ہوئی۔ نظریات و فلسفہ طب کو سمجھنے کے لئے یہ ایک بنیادی کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔

۲۔ مضامین شفاءالملک :۔ تقریباً پچاس سال تک استاد مرحوم نے جو بلند پایہ علمی و طبی مضامین تحریر کئے ہیں اور جو ملک کے مختلف رسائل میں طبع ہوئے ہیں انھیں دو جلدوں میں مرتب کرنے کا کام تکمیل کے قریب ہے۔

۳۔ مجربات و معمولات شفاءالملک :۔ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ۴۳ سالہ مطب کے معمولات ۱۹۲۷ء سے ۱۹۶۱ء تک مختلف سالوں کے

Marfat.com

طلبا، کی مطب یومیہ کی کاپیوں کے ذریعہ پورے دور کی نمائندگی کے لحاظ سے مرتب کئے جانے کے ساتھ ہی وہ مجربات بھی پیش کئے جائیں گے جو استاد مرحوم کی قلمی بیاضوں میں درج ہیں۔

۴۔ سوانح شفاء الملک :۔ شفاء الملک حکیم عبداللطیف کی سوانح عمری جس میں ان کے طبی نظریات، اجتہادات اور فنی خدمات کے تعارف کے علاوہ گزشتہ نصف صدی کی طبی، علمی، تعلیمی اور سیاسی جد وجہد کی تفصیلات شامل ہونگی۔

۵۔ بیاضِ وحیدی :۔ حکیم عبدالوحید کی بیاض جو ان کے اور ان کے بزرگوں کے مجربات پر مشتمل ہے۔ تین قلمی بیاضوں کی روشنی میں ۱۹۷۴ء میں مرتب ہو کر طبع ہو گئی ہے۔

۶۔ مطب مرتعش :۔ بانی خاندان حکیم محمد یعقوب نور اللہ مرقدہٗ کے استاد حکیم میر محمد مرتعش کے مطب کی ترتیب، تہذیب اور ترجمہ۔ یہ مطب ۱۹۷۶ء میں طبع ہو گیا ہے۔

اس وسیع تالیفی منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ۱۹۷۱ء میں علی گڑھ میں پروفیسر خلیق احمد نظامی، پروفیسر حکیم عبدالحسیب مرحوم اور حکیم حافظ محمد اسلم صدیقی کی ہمت افزائی سے شفاء الملک میموریل کمیٹی قائم کی، سات سال کے اس مختصر عرصہ میں یہ چوتھی پیشکش ہے جو استاد مرحوم کی بارگاہ میں بطور خراجِ عقیدت پیش کی جا رہی ہے، جن اصحاب علم نے اس کمیٹی کی رکنیت قبول فرمائی ہے ان میں حکیم شکیل احمد شمسی لکھنؤ، حکیم محمد مختار اصلاحی بمبئی، حکیم رئیس احمد سنبھل، حکیم ضیانت اللہ امروہہ، حکیم محمد انعام اللہ علی گڑھ، حکیم سیف الدین میرٹھ، حکیم ابوالکلام گورکھپور، حکیم راحت علی ندوی راشرک شامل ہیں۔

اس کتاب کی تیاری کے سلسلے میں تقریباً ڈیڑھ سو سے زیادہ وابستگانِ خاندان عزیزی سے خطوط اور ملاقاتوں کے ذریعہ رابطہ قائم کیا گیا۔ چند اصحاب کے سوا جن کے حوالے کتاب میں ملیں گے باقی لوگوں سے استفادہ کا کوئی موقع نہیں مل سکا۔

Marfat.com

ہیں ان حضرات کا شکر گذار ہوں جن کی اعانت کسی درجہ میں بھی مجھے حاصل ہوئی۔

۱۹۷۴ء میں یہ کتاب تقریباً مکمل ہو چکی تھی۔ پروفیسر حکیم عبد الحسیب مرحوم کو اس کی طباعت کی بڑی تمنا تھی۔ انتقال سے دو روز قبل جب وہ لکھنؤ روانہ ہو رہے تھے اس کا مسودہ بغرض طباعت ان کے ساتھ تھا۔ افسوس کہ انکی حیات میں یہ زیور طبع سے آراستہ نہیں ہو سکی۔ اور وہ اس سے قبل رخصت ہو گئے۔

ناچیز کے لئے یہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ استاد گرامی فاضل اجل مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے جن کے بزرگوں کا اس خاندان سے تلمذ اور اخلاص و مودت کا خصوصی رشتہ رہا ہے اس کتاب پر بیش قیمت مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ اس عنایت کے لئے میں ان کی خدمت میں ہدیہ امتنان و تشکر پیش کرتا ہوں۔

عذرا لاج، دودھ پور، علی گڑھ
۱۰ مارچ ۱۹۷۸ء

سید ظل الرحمن

Marfat.com

حکیم محمد یعقوب

طب یونانی اپنے زمانۂ آغاز سے آج تک جن خاندانوں کی گراں بہا طبی خدمات کی رہین منت ہے اُن میں خاندانِ اسقلبیوس، خاندان بختیشوع، خاندان حنین، خاندان قرہ، خاندان زہر، خاندانِ شریفی، خاندانِ بقائی کے ساتھ ہی دودمان یعقوب بھی ہے جو خاندان عزیزی کے نام سے ہندوستان کی طبی تاریخ کے آخری دور کا نہایت اہم اور زرین عنوان ہے۔ لکھنؤ کے اس عظیم المرتبت طبی خانوادہ نے تقریباً پونے دوسو برس اقلیم فن پر حکمرانی کی، اس پوری مدت میں پھیلی ہوئی برصغیر کی تاریخ میں اس کی درخشانی اور گہرے اثرات بیحد نمایاں ہیں۔

سلطنتِ مغلیہ کے ضعف کے بعد ہندوستان میں جو حکومتیں ابھریں ان میں سب سے پرشکوہ اور باعظمت اودھ کی سلطنت تھی جو ۱۱۶۱ھ/۱۷۳۲ء میں برہان الملک نواب سعادت علی خاں کے ہاتھوں قائم ہوئی اور صرف سوا سو برس مشرقی تہذیب و تمدن کی آخری بہاریں دکھا کر ۱۸۵۶ء میں ختم ہو گئی۔

اسی لکھنؤ میں جہاں ہر علم و فن کے بے شمار ماہرین اور اصحاب کمال جمع تھے۔ وہاں طب میں حکیم ارشد شفائی خاں[1]۔ حکیم مرزا پھجو[2]۔ حکیم علی شریف[3]

---

[1] محمد ارشد بن عبد الشافی خاں دہلوی مشہور بہ شفائی خاں، شیخ فاضل

(باقی ص ۳۲ پر)

حکیم الملک حکیم مرزا علی خاں[1] ۔ منتظم الدولہ حکیم مرزا مہدی[2]

(حاشیہ ص گذشتہ) اور طبیب حاذق تھے۔ دہلی سے فیض آباد منتقل ہوئے شجاع الدولہ نے بڑی آؤ بھگت کی۔ نواب آصف الدولہ کے بھی طبیب خاص رہے۔ اودھ کے نہایت بلند پایہ طبیب ہیں۔ فوائد شفائی شرح موجز، شرح اسباب و علامات، شفاء الجبل جراحتہ المعاندین ان کی تصنیفات میں ہیں۔ لکھنؤ کی مرکزیت کے بعد فیض آباد سے لکھنؤ آگئے تھے۔ وہیں ۸۰ برس کی عمر میں ۱۲۰۳ھ میں وفات پائی۔

[2] حکیم الملوک حکیم مرزا علی کے والد گرامی اور شجاع الدولہ کے عہد کے مشہور طبیب ہیں۔ آصف الدولہ کے زمانہ میں کربلائے معلی میں ایک حادثہ میں شہید ہوئے۔

[3] حکیم علی شریف بن محمد زماں لکھنوی دہلوی فاضل اجل اور حاذق معالج تھے۔ علوم متداولہ کی تحصیل مولانا دلدار علی مجتہد سے کی اور طب کی تعلیم لکھنؤ کے اطباء سے حاصل کی۔ معالجہ میں کمال کے علاوہ صاحب تصنیف تھے ان کی کتابوں میں مجموع فی الطب اور حمیات ہیں ۱۲۳۱ھ میں لکھنؤ میں وفات پائی۔

(حاشیہ صفحہ ہذا)

[1] حکیم الملوک حکیم مرزا علی بن مرزا مچھو لکھنوی منطق، حکمت اور طب کے عالم متبحر تھے۔ علوم درسیہ کی تکمیل دوسرے علماء کے علاوہ مولانا دلدار علی مجتہد سے کی تھی۔ اپنے معاصرین میں امراض متشابہہ کی تشخیص اور مشابہ ادویہ کی معرفت میں امتیاز رکھتے تھے۔ آصف الدولہ کے عہد سے نصیر الدین حیدر تک دربار اودھ میں انکی حذاقت کی دھوم رہی۔ مسیح الملک کا خطاب بھی حاصل تھا۔ درس و تدریس سے زندگی بھر شغف رہا۔ ۱۵ر صفر ۱۲۴۹ھ کو انتقال ہوا۔ ناسخ نے اے وائے مرزا علی خاں بہادر" سے تاریخ نکالی۔ نامور طبیب حکیم مسیح الدولہ ان کے صاحبزادے تھے۔

[2] منتظم الدولہ حکیم مرزا مہدی کے والد مرزا صفی کشمیر سے آصف الدولہ کے عہد میں لکھنؤ آئے تھے۔ لکھنؤ میں مرزا مہدی کو غیر معمولی امتیاز نصیب ہوا۔ نواب نصیر الدین حیدر

Marfat.com

حکیم امام بخش کرتپوری[1]، حکیم محمد علی اصم[2]، مسیح الدولہ حکیم مرزا علی حسن خاں[3]، حکیم مرزا محمد جعفر[4]، حکیم محمد علی بنا[5]

اور پھر بعد میں محمد علی شاہ کے وزیر رہے۔ درس و تدریس کا سلسلہ بھی قائم تھا، حکیم مرزا محمد علی ان کے شاگرد تھے۔ ۲۵ دسمبر ۱۸۳۷ء / رمضان ۱۲۵۳ھ کو سفرِ آخرت اختیار کیا۔ لکھنؤ میں ان کی قبر مشہور رہے

سلہ حکیم امام بخش کرتپوری۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کے ماہر اور بے مثل طبیب تھے۔ حکیم محمد اسحٰق دہلوی سے شرفِ تلمذ تھا۔ راجہ ٹکیت رائے مدار المہام نواب آصف الدولہ کے ہاں ملازم رہے۔ کتاب آداب الاطباء (عربی) اور رسالہ خلاصۃ الطب در بیان ستہ ضروریہ (فارسی) انکی تصانیف میں ہیں۔

حکیم امام بخش کو درس و تدریس سے خاص ذوق تھا۔ بڑی تعداد میں لوگوں نے ان سے استفادہ کیا ہے۔ معالجات قانون کے درس میں منفرد سمجھے جاتے تھے۔

سٰہ حکیم محمد علی اصم علمی و عملی فنون میں یکتائے روزگار تھے۔ حذاقت فن کے علاوہ کبار علماء لکھنؤ میں شمار ہوتے۔ علاج کے معاملہ میں کسی امیر اور وزیر کی پروا نہیں کرتے تھے نصیر الدین حیدر کو علاج کے ساتھ جو پرہیز تجویز کیا تھا جب اندازہ ہوا کہ اس نے پرہیز پہ عمل نہیں کیا تو علاج ترک کر دیا۔ دوسرے معالجین کے علاج سے کوئی فائدہ نہ ہونے پر بادشاہ نے وزیر اور دوسرے لوگوں کے ذریعہ ہر چند انھیں طلب کرنے کی کوشش کی مگر وہ آمادہ نہ ہوئے۔ فرمایا کہ تمہاری لوگوں کے اجسام پر حکومت ہے اور میں دلوں پر حکمرانی کرتا ہوں اگر میں جنگل میں بھی مقیم ہونگا تو لوگ میرے گرد جمع ہو جائیں گے۔ پھر گئے اور بادشاہ کو شفا ہوئی۔ طب میں حل المباحث اور دستور العلاج ان کی کتابیں ہیں۔

۶ ذی الحج ۱۲۶۳ھ کو بعمر ۶۸ برس راہی ملک عدم ہوئے۔ سید علی اوسط لکھنوی نے "افسوس طبیب ہائے حاذق افسوس" سے تاریخ نکالی۔

سٰہ سلطان الحکماء حیات الملک حکیم مسیح الدولہ مرزا علی حسن خاں جاوید جنگ (وفات ۱۲۵۸ھ) لکھنؤ کے نامور طبیب تھے۔ لکھنؤ کے طبی خاندانوں میں ان کے خاندان کو بہت

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

حکیم بندہ رضاؒ، جیسے اطباء حاذقین موجود تھے۔ ان میں نہ صرف لکھنؤ بلکہ پورے ملک کی طبی تاریخ کے لئے بہت باعثِ افتخار حکیم محمد یعقوب کی ذات گرامی تھی جن سے ایک جلیل القدر خانوادہ عالیہ کا سلسلہ شروع ہوا اور جس کی بدولت لکھنؤ کو تہذیب، ثقافت، زبان و ادب اور علم و حکمت کی مرکزیت اور دہلی کے مقابلہ میں ایک جدا مکتب فکر کی طرح طب میں بھی اس کے مخصوص نظریات اور امتیازات کی وجہ سے ایک علیحدہ

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) شہرت حاصل ہے۔ شاہی شفاخانہ کے طبیب اعلیٰ رہے۔ ان کے مطب کے متعدد نسخے ہندوستان کے مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ مسیح الدولہ کے صاحبزادے حکیم مرزا مظفر حسین (وفات ۱۲۹۸ھ) حاذق طبیب صاحب درس اور نامور کامیاب مصنف تھے۔ نتائج سبحانی ان کی مشہور کتاب ہے۔ ان کے صاحبزادے حکیم مرزا نظیر حسین خاں بھی اپنے زمانے کے ممتاز طبیبوں میں تھے۔

۲؎ حکیم محمد جعفر حکیم علی شریف کے صاحبزادے اور فن طب کے اساتذہ کبار میں تھے۔ طب کی کتابیں اپنے والد گرامی سے پڑھیں اور مطب حکیم مرزا محمد علی اعظم سے سیکھا اور ایک زمانہ تک ان کی خدمت میں رہے۔ درس و تدریس خاص مشغلہ تھا۔ شاگردوں کی تعداد کثیر تھی۔ آخر محرم ۱۲۹۸ھ کو وفات پائی۔

۳؎ حکیم محمد علی عطا ابن غلام نبی عطار کا تعلق حکیم معالج خاں کے خاندان سے ہے۔ شیخ نور الحق حنفی لکھنوی اور دوسرے علماء سے درسیات کی تحصیل کی۔ ان کے والد نے انھیں حکیم مرزا علی خاں اور حکیم محمد علی اعظم کے مفرد اور مرکب نسخوں کا مجموعہ عطا کیا جسے انھوں نے نہایت انہماک سے پڑھا۔ اس کے علاوہ طب کی دوسری کتابوں کا اس قدر کثرت سے مطالعہ کیا کہ جلد ہی اساتذہ کبار میں شمار ہونے لگے۔ لکھنؤ میں علم و عمل کے اعتبار سے نہایت ممتاز اور سر برآوردہ طبیب تھے۔ درس کا حلقہ بہت وسیع تھا سینکڑوں شاگرد پیدا کئے خود شادی نہیں کی تھی لیکن ان کے خاندان میں عرصہ تک طبابت کا سلسلہ قائم رہا۔ مشہور طبیب شیخ علی محمد ان کے بھانجے اور جانشین تھے۔ بہت طویل عمر پاکر وفات پائی۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

اسکول کی حیثیت حاصل ہوئی۔

اس خاندان کے ۴۵ اطبا، حاذقین میں حکیم محمد یعقوب کی اولاد ذکور میں حکیم محمد ابراہیم، حکیم محمد اسمٰعیل، حکیم محمد تقی، حکیم محمد مسیح، حکیم حافظ عبدالعلی، حکیم حاجی عبدالعزیز حکیم عبدالحفیظ، حکیم عبدالوحید، حکیم عبدالولی، حکیم عبدالقوی، شفاء الملک حکیم عبدالرشید شفاء الملک حکیم عبدالحمید، حکیم عبدالحلیم، حکیم حافظ عبدالمجید، شفاء الملک حکیم عبدالمعید، شفاء الملک حکیم عبداللطیف اور اولاد اناث میں حکیم حاجی حسن رضا، حکیم احمد رضا، حکیم حسین رضا، حکیم حافظ محمود رضا، حکیم ہادی رضا جیسے شہرۂ آفاق طبیب پیدا ہوئے۔

حکیم محمد یعقوب کے اجداد کشمیر کے رہنے والے تھے۔ کشمیر پر احمد شاہ درانی کے قبضہ کے بعد درانیوں نے جب وہاں لوٹ مار شروع کی تو بہت سے لوگ کشمیر چھوڑ کر دوسرے علاقوں میں آباد ہونے پر مجبور ہوئے۔ حکیم محمد یعقوب کے دادا مولوی عبدالصمد محدث بھی ۱۷۵۰ء کے قریب کشمیر سے دہلی تشریف لائے۔ " جہاں انھیں شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۷۰۳ - ۱۷۶۲ء) سے فیض حاصل کرنے کا موقع ملا دہلی قیام کے بعد وہ لکھنؤ رونق افروز ہوئے۔ ایک روایت دہلی میں ان کے انتقال اور ان کے صاحبزادے مولوی غلام نبی کے لکھنؤ منتقل ہونے کی ہے[۱] لیکن شفاء الملک حکیم عبدالحمید کی بیاض سے واضح ہوتا ہے کہ مولوی عبدالصمد خود لکھنؤ تشریف لائے چنانچہ اس کے مطابق ۱۱۹۱ھ میں وہ لکھنؤ میں موجود تھے۔ یہ تاریخ زمین کے ایک بیع نامہ سے معلوم ہوئی جو انھوں نے خرید کی تھی۔ شفاء الملک حکیم عبدالمعید نے مولوی سید نواب علی کو اپنے خاندان کے حالات سے متعلق جو یادداشت عطا کی تھی اس سے بھی مولوی

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ۱۲۸۵ھ میں وہ نوے سال سے متجاوز تھے۔

[۲] بندہ رضا معالجہ میں یکتا تھے۔ مبارک بیگم نواب غازی الدین حیدر کے خصوصی معالج رہے (حاشیہ ص ہٰذا)

[۱] مکتوب شفاء الملک حکیم عبداللطیف بنام راقم

عبدالصمد کے لکھنؤ منتقل ہونے کی تائید ہوتی ہے[1]۔

آصف الدولہ نے فیض آباد کے بجائے لکھنؤ کو دارالسلطنت بنایا اور ۲۹ شعبان ۱۱۸۹ھ/ اکتوبر ۱۷۷۵ء کو مع خدم و حشم فیض آباد سے لکھنؤ فروکش ہوئے۔ مولوی عبدالصمد بھی بعہد نواب آصف الدولہ لکھنؤ تشریف لائے اور محبوب گنج میں کرایہ کے ایک مکان میں مقیم ہوئے۔ لکھنؤ میں اسی زمانہ میں کشمیر کے دوسرے خاندان بھی آکر آباد ہوئے[2]۔

مولوی عبدالصمد نے لکھنؤ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ نواب محبت خاں محبت (وفات ۱۸۰۸ء) ابن حافظ رحمت خاں (وفات ۱۷۷۴ء) کے صاحبزادے کے اتالیق بھی آخر عمر میں مقرر ہوئے اور تقریباً ۹۰ برس کی طویل عمر پاکر غازی الدین حیدر (زمانۂ حکومت ۱۱ جولائی ۱۸۱۴ء/ ۲۲ رجب ۱۲۲۹ھ تا ۱۹ اکتوبر ۱۸۲۷ء/ ۲۷ ربیع الاول ۱۲۴۳ھ) کے ابتدائی عہد میں وفات پائی اور بدر علی شاہ کے تکیہ میں دفن ہوئے۔ مولوی غلام نبی ان کے صاحبزادے تھے۔

مولوی غلام نبی: غلام نبی دہلی میں پیدا ہوئے اور چند سال کی عمر میں والد کے ساتھ دہلی سے لکھنؤ آئے[3]۔ پدر بزرگوار سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دہلی پہونچ کر حضرت شاہ عبدالعزیز (وفات ۷ شوال ۱۲۳۹ھ/ جون ۱۸۲۴ء) کے حلقۂ درس میں شامل

---

[1] ماہنامہ تکمیل الطب فروری ۱۹۴۸ء

[2] کشمیر سے وارد ہونے والے خاندانوں میں حکیم علی رضا کے جد امجد مرزا اوصاف بیگ کے علاوہ ایک خاندان خواجہ کرم اللہ کا تھا۔ خواجہ کرم اللہ نے کشمیر سے لکھنؤ پہنچ کر محلہ سرائے معالی خاں میں قیام کیا۔ خواجہ محمد پناہ کی دو دختر زینت النساء اور زیب النساء یکے بعد دیگرے ان کے حبالۂ عقد میں آئیں۔ خواجہ محمد پناہ بھی کشمیری النسل تھے۔ خواجہ کرم اللہ کی اولاد میں حکیم خواجہ عبدالشکور (کاکوری) تھے۔

[3] مولوی نواب علی نے ان کا مقام پیدائش کشمیر لکھا ہے جو خاندانی کاغذات کی روشنی میں صحیح نہیں ہے۔

ہوئے اور حدیث کی تکمیل کی۔ لکھنؤ میں ان کے درس کی خاص شہرت تھی۔ مولوی عبدالصمد کے انتقال کے بعد نواب محبت خاں کے صاحبزادے کے استاد مقرر ہوئے۔ نواب محبت خاں کے متوسلین میں مشہور شاعر جرأت (وفات ۱۸۰۹ء) بھی تھے جنھوں نے کہا ہے سہ

بس کے گلچیں تھے سدا عشق کے ہم بستاں کے
ہوئے نوکر بھی تو نواب محبت خاں کے

لکھنؤ میں شیخ محمد حسنؒ کی دختر سے ان کا عقد ہوا، درس و تدریس میں آخر عمر تک مصروف رہے۔ واجد علی شاہ کے شروع زمانہ میں (زمانہ حکومت ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۷ء تا ۷ فروری ۱۸۵۶ء) وفات پائی۔ علمائے فرنگی محل چونکہ ان کے علم و فضل کے معترف تھے خصوصاً فن حدیث میں ان کے مرتبہ کا بہت احترام کیا جاتا تھا۔ اس لئے باغ مولوی انوار واقع رکاب گنج میں جہاں بانی درس نظامیہ حضرت ملا نظام الدین (وفات ۹ جمادی الاول ۱۱۶۱ھ) آرام فرما ہیں، دفن ہوئے۔ ان کی قبر مولوی حسن علی محدث لکھنوی کی قبر کے متصل ہے۔ دو صاحبزادے محمد یعقوب اور محمد یوسف انکی یادگار تھے۔

حکیم محمد یعقوب ۱۲۰۵ھ مطابق ۱۷۹۰ء میں بعہد نواب آصف الدولہ (زمانہ حکومت ذی قعدہ ۱۱۸۸ھ/جنوری ۱۷۷۵ء تا ۲۸ ربیع الاول ۱۲۱۲ھ/۲۱ ستمبر ۱۷۹۷ء) لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ ان کے والد مولوی غلام نبی چونکہ خود بھی عالم تھے اور علمائے فرنگی محل سے قریبی ربط رکھتے تھے اس لئے انھیں فرنگی محل درس نظامیہ کی تکمیل کے لئے بھیجا۔ جہاں انھوں نے سلطان العلماء مولانا عبدالرب (وفات ۶ رمضان ۱۳۰۷ھ) ابن مولانا بحر العلوم سے ابتدائی اور درمیانی کتابیں اور مولانا نور الحق (وفات یک شنبہ ۲۳ ربیع الاول ۱۲۳۸ھ) ابن مولانا انوار الحق سے آخری کتابیں پڑھیں۔ مولوی نور الحق جید عالم و

۱؎ حکیم محمد یعقوب کے نانا شیخ محمد حسن کے دو صاحبزادے شیخ محمد یوسف اور شیخ محمد اصغر تھے۔ شیخ محمد اصغر کے صرف ایک صاحبزادہ شیخ محمد اکبر ہوئے۔ شیخ محمد یوسف کے تین لڑکے اور لڑکیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔ شیخ عبدالصمد (لاولد) شیخ محمد جان (لاولد) شیخ احمد جان (ایک صاحبزادی وزیر بیگم) شیخ نبی جان (لاولد) شیخ علی جان (لاولد) شیخ محمد حسین (لاولد) امراؤ بیگم (لاولد) مصاحب بیگم (ایک صاحبزادی الٰہی بیگم جن کے لڑکے مولوی محمد ظہیر اور لڑکی کاظمی بیگم تھیں) امیر بیگم (ایک صاحبزادی آبادی بیگم)

Marfat.com

فاضل کامل تھے۔ مولانا عبدالعلی بحرالعلوم سے شرف تلمذ تھا۔ ان کے شاگردوں میں مشہور علماء شامل ہیں۔ مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی، مولانا فضل رسول بدایونی، مرزا حسن علی محدث، مولانا حسین احمد محدث، مولوی اولاد حسن قنوجی (والد نواب صدیق حسن خاں بھوپال) اسی خرمن علم کے خوشہ چین تھے[۱]۔ مولانا عبدالرب بھی اپنے والد مولانا عبدالعلی بحرالعلوم کے شاگرد تھے۔ تدریس کی طرف خاص توجہ تھی۔ نواب کرناٹک نے سلطان العلماء کا خطاب اور دو سو روپیہ ماہانہ پنشن مقرر کی تھی۔ سرکار انگریزی کی جانب سے بھی پونے دو سو روپیہ بعوض جاگیر ملتے تھے اپنے وقت کے فاضل روزگار اساتذہ میں تھے[۲]۔

حکیم محمد یعقوب بہت ذہین و طباع تھے اٹھارہ سال کی عمر میں بعہد نواب سعادت علیخاں[۱] درس نظامیہ سے فارغ ہوئے۔ جد امجد اور پدر بزرگوار دونوں بقید حیات تھے۔ نواب محبت خاں کے توسل سے اگر وہ چاہتے تو انھیں معقول جگہ مل سکتی تھی۔ لیکن حکیم محمد یعقوب کی ہمت بلند تھی۔ دینداری اور تقویٰ کے ساتھ خدمت خلق کا جذبہ غالب تھا۔ درس نظامیہ میں شامل طب کی کتابوں کے مطالعہ کی وجہ سے حکیم یعقوب کی توجہ طب کی طرف مبذول ہوئی۔ اور فاضل اجل حکیم سید محمد اصغر حسینی دہلوی کے حلقہ درس میں شریک ہوئے۔ حکیم سید محمد اصغر حسینی دہلوی اپنے فضل وکمال کی وجہ سے اپنے عہد کے مشہور اطباء میں تھے۔ دہلی میں ایک طویل عرصہ تک طبی درس دیتے رہے۔ پھر فیض آباد ہوتے ہوئے لکھنؤ پہنچے اور وہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور دہلی میں فن طب کی سیادت و امامت ان پر ختم ہے[۳]۔ شفاء الملک حکیم عبدالحمید کی بیاض میں ان کے نام کے ساتھ اصفہانی درج ہے جس سے ان کی اصفہانی نسبت پہ روشنی پڑتی ہے۔ شفاء الملک مذکور نے والد کا نام محمد ہاشم خراسانی از سادات رضویہ لکھنے کے بعد "مشکوک" لکھا ہے۔ راقم الحروف کے

۱؎ تذکرہ علماء فرنگی محل صفحہ ۱۹۱ و احوال علماء فرنگی محل صفحہ ۷۰
۲؎ تذکرہ علماء فرنگی محل صفحہ ۱۲۶
۳؎ الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند ص ۲۱۰

Marfat.com

مطالعہ میں کسی دوسری جگہ ان کے نام کے ساتھ نیشاپوری بھی آیا ہے۔ حکیم محمد اصغر نے حکیم محمد احمد سے علم طب حاصل کیا تھا۔ صاحب نزہۃ الخواطر کے مطابق وہ ان کے صاحبزادے سید محمد مرتعش، مرزا محمد علی اصم، اور حکیم محمد یعقوب ان کے نامور تلامذہ میں ہیں جو اپنے وقت کے عظیم اساتذہ ہوئے۔ تیرھویں صدی کے اوائل میں انتقال ہوا تذکرہ مہر جہاں تاب میں غالباً حکیم محمد یعقوب کے حوالے سے یہ بیان درج ہے" [۱]

حکیم اصغر حسینی نواب شجاع الدولہ کے زمانہ میں اپنے صاحبزادے میر محمد مرتعش کے ہمراہ دہلی سے فیض آباد آئے۔ اور دو سو روپیہ ماہوار پر طبیب مقرر ہوئے۔ ۱۷۷۵ء میں شجاع الدولہ کے بعد جب آصف الدولہ تخت نشین ہوئے اور انہوں نے پایہ تخت فیض آباد سے لکھنؤ منتقل کیا تو حکیم اصغر حسین بھی فیض آباد سے لکھنؤ آئے۔ آصف الدولہ نے محلہ نواب گنج میں ان کے لئے ایک مکان تعمیر کرایا۔ اسی مکان میں میر محمد مرتعش کا مطب مرجع خاص وعام تھا۔

مولوی نواب علی نے بعض زبانی روایات کی بنیاد پر میر محمد مرتعش کو صفدر جنگ کے متوسلین میں لکھا ہے۔ ان کے مطابق میر محمد مرتعش صفدر جنگ کے ہمراہ دلی سے فیض آباد آئے [۲] مولوی نواب علی نے میر محمد مرتعش کے والد حکیم اصغر حسینی کا سرے سے کوئی ذکر نہیں کیا ہے جبکہ نہ صرف نزہۃ الخواطر بلکہ تذکرہ مہر جہاں تاب میں بھی جو حکیم یعقوب کے نامور شاگرد مولانا حکیم فخر الدین خیالی کی تصنیف ہے حکیم اصغر حسینی کو حکیم یعقوب کا استاد لکھا ہے علاوہ ازیں مولوی نواب علی نے تحقیق و قیاس کی بنا پر میر محمد مرتعش کی ولادت ۱۷۳۲ء اور وفات ۱۸۲۰ء قرار دے کر انکی عمر ۹۵ سال تقریباً کی ہے جب کہ نزہۃ الخواطر اور مہر جہاں تاب کے مطابق ۱۲۵۷ھ مطابق ۱۸۴۱ء

۱۔ نزہۃ الخواطر جلد ۷ ص ۴۸

۲۔ ماہنامہ تکمیل الطب لکھنؤ جنوری ۱۹۸۴ء

میں انکا انتقال ہوا ہے۔ یہ دونوں اہم اور مستند ماخذ یقیناً مولوی نواب علی کے پیش نظر نہیں رہے۔

حکیم محمد اصغر حسینی کے واسطے سے حکیم محمد یعقوب، کاظمی شہنشاہِ آفاق طبیب، حکیم عماد الدین محمود شیرازی سے ملتا ہے۔ درمیانی واسطوں میں حکیم میر محمد قاسم اور حکیم محمد باقر ابن حکیم عماد الدین محمود شیرازی (وفات تقریباً ۱۰۰۰ھ) قابلِ ذکر ہیں۔

حکیم محمد یعقوب حکیم محمد اصغر حسینی کی زندگی کے آخری حصہ میں ان کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے تھے، ان کی وفات کے بعد ان کے نامور صاحبزادے، حکیم سید محمد علی المعروف بہ میر محمد مرتعش سے مطب حاصل کیا۔

حکیم میر محمد مرتعش فن طب کے مشہور علماء میں ہیں۔ انھوں نے اپنے والد سے علم طب کی تحصیل کی اور ایک طویل مدت ان کی صحبت میں گزاری۔ پھر تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور اپنے والد کی طرح درس و افادہ میں مشہور ہوئے۔[1]

حکیم محمد یعقوب اور ان کے بڑے صاحبزادے حکیم محمد ابراہیم کے علاوہ بہت سے علماء نے ان سے تعلیم حاصل کی۔ ان کے ہاتھ میں رعشہ تھا لیکن جب مریض کی شریان پر انگلیاں رکھتے تھے اور نبض ہاتھ میں آتی تو دلائلِ نبض سے احوال بدن ان پر اس طرح منکشف ہوجاتے تھے کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے۔ ہاتھ کے رعشہ کی وجہ سے وہ مرتعش کے نام سے مشہور ہوئے مگر اس رعشہ کا ان کی نباضی پر کوئی اثر نہیں تھا، معاصر اطباء ان کی نبض شناسی کے معترف تھے اور انہیں اس فن میں فردِ کامل تسلیم کرتے تھے۔ لکھنؤ میں اسی طرح دو رعشہ باکمال شخصیت میر زیبدہ علی مرتعش کی گزری ہے۔ یہ نسخ کے ماہر تھے جب قلم ہاتھ میں آتا تھا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کی طرف ہاتھ خوش سے حرکت کیا ہے، در خط پر رعشہ کا کوئی اثر نہیں سے ظاہر نہیں ہوتا تھا۔

---

[1] الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند صفحہ ۲۱۰

[2] نزہۃ الخواطر جلد ششم صفحہ ۲۱۲

۱۸۳۲ء میں جب چوک میں دارالشفا شاہی قائم کیا گیا تو میر محمد مرتعش کی معالجانہ حذاقت کی وجہ سے شاہ وقت نصیر الدین حیدر نے انھیں اس میں طبیب خاص مقرر کرنا چاہا لیکن پیرانہ سالی کا عذر کر کے انھوں نے قبول نہیں کیا۔ اور ذاتی مطب کا عام سلسلہ جاری رکھا۔

حکیم میر محمد مرتعش اپنے شاگرد حکیم محمد یعقوب کو بیحد عزیز رکھتے تھے۔ اس فخر استاد شاگرد کے لیے ان کا یہ فرمانا کہ "میرا نام یعقوب سے زندہ رہے گا" پوری طرح صحیح ثابت ہوا۔ انھوں نے حکیم یعقوب کے استفادہ کے لیے اصول تشخیص اور فن نسخہ نویسی میں ایک کتاب تصنیف کی تھی جس کی ترتیب اطبائے متقدمین کے طریقہ پر تھی۔ افسوس کہ اس کتاب کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔

حکیم میر محمد مرتعش کے دو مطب راقم الحروف کے ذخیرہ میں محفوظ ہیں۔ ایک مطب خود ان کے شاگرد حکیم ابراہیم لکھنوی کا مکتوبہ ہے اور دوسرے مطب کو بھوپال میں حکیم سید سلطان محمود نے ۱۹۲۱ء میں نقل کرایا تھا۔ اس میں حکیم میر محمد مرتعش کو حکیم سید سلطان محمود کا جد امجد لکھا ہے۔ حکیم مرتعش کے کچھ نسخے رام پور میں حکیم سید سلطان احمد رضوی امروہوی کے پاس موجود ایک بیاض میں درج ہیں۔ ان تینوں مجموعوں کے ذریعہ راقم نے "مطب مرتعش" کی ترتیب و تہذیب کے فرائض انجام دیے ہیں۔

تذکرہ مہر جہاں تاب کے مطابق میر محمد مرتعش نے ۱۲۵۷ھ / مطابق ۱۸۴۱ء میں لکھنؤ میں وفات پائی۔

حکیم محمد یعقوب نے پہلے کانپور میں چند سال مطب کیا، پھر لکھنؤ واپس تشریف لائے اور کشمیری محلہ کے قریب جھوائی ٹولہ میں سکونت اختیار کی۔ مطب کے ساتھ درس و تدریس میں اس طرح منہمک ہوئے کہ صاحب نزہۃ الخواطر کے الفاظ میں "درس و تدریس کے لیے اپنے کو بالکل وقف کر دیا۔ صورت و سیرت دونوں لحاظ سے بہترین افراد میں تھے۔" ان کے درس سے کثیر تعداد میں علمائے استفادہ کیا جن میں صاحب نزہۃ کے والد مولانا حکیم سید فخر الدین خیالی بھی تھے [۱]۔

---

[۱] نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۵۳۴

جھوائی ٹولا میں حکیم یعقوب صاحب کے مطب نے جلد ہی مرجعیت حاصل کر لی اور دور دور سے لوگ ان کی خدمت میں علاج کے لئے آنے لگے۔ نواب قدسیہ محل (وفات ۱۵ ربیع الثانی ۱۲۵۵ھ بروز چہارشنبہ مطابق ۲۱ اگست ۱۸۳۹ء بعمر ۲۴ سال) کی ایک تہری کا بچہ جسے کسی علاج سے فائدہ نہیں ہوا تھا، حکیم یعقوب صاحب کے علاج سے صحت یاب ہوا۔ اتفاق سے انہی دنوں شاہ نصیر الدین حیدر کے صاحبزادے بخار میں مبتلا ہوئے چار یا پانچ روز تک اطبائے شاہی علاج میں مصروف رہے مگر بخار اور بدن کے درد میں تخفیف نہیں ہوئی۔ قدسیہ محل بہت پریشان تھیں۔ تہری نے عرض کیا میرے لڑکے کو اسی طرح بخار تھا جسے کہ حکیم محمد یعقوب صاحب کے علاج سے فائدہ ہوا، وہ فقط طبیب ہی نہیں ایک خدا رسیدہ بزرگ بھی ہیں۔ قدسیہ محل خود بھی بیگم بننے سے قبل حکیم صاحب سے واقف تھیں۔ بادشاہ کو جب اطلاع دی تو فوراً چوبدار کو حکم دیا کہ چوبدار لے جاؤ اور حکیم صاحب کو ہمراہ لاؤ۔ شاہی چوبدار کو دیکھ کر حکیم صاحب نے فرمایا، تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے، میں ایک فقیر ہوں بادشاہ نے مجھے یاد نہیں کیا ہوگا۔ چوبدار کے اصرار پر اظہار معذوری کرتے ہوئے فرمایا میرے پاس دربار کے قابل لباس فاخرہ نہیں ہے اس طرح میں بے ادب سمجھا جاؤں گا۔ اس نے کہا مجھے حکم ہے کہ جس حالت میں آپ ہوں لے کر پہنچوں۔ چنانچہ حکیم صاحب معمولی کپڑوں میں استغنا اور اعتماد کے ساتھ روانہ ہوئے محل میں شاہی اطباء موجود تھے۔ چار دن سے بخار نہیں اترا تھا اور وہ عمل (انیما) کی تیاری کر رہے تھے۔ حکیم صاحب نے نبض دیکھی، چہرہ اور آنکھوں پر نظر ڈالی اور غور سے کیفیت مرض کو سنا، بادشاہ نے تشخیص دریافت کی، فرمایا چیچک ہے عنقریب دانے نمودار ہوں گے۔ اور جب تک دانے نہیں نکلیں گے بخار نہیں جائے گا۔ ایسی حالت میں بخار اتارنا خطرناک ہے اور جو علاج ہو رہا ہے وہ مناسب نہیں ہے، یہ سنتے ہی اطباء نے بحث شروع کر دی۔ حکیم صاحب کی تقریر نرم اور انکسار یکایک بدل گیا اور ایک عالی دماغ ماہر فن کی حیثیت سے شیخ الرئیس کے افادات کی سی قابلیت سے بے خوف و خطر بیان کرنے لگے کہ اطبائے شاہی لاجواب ہو گئے۔

Marfat.com

بادشاہ نے فرمایا نسخہ تجویز کیجئے لیکن جب تک دانے نمود ار ہوں آپ محل سے باہر نہیں جا سکتے۔ تشخیص پر اس درجہ اعتماد تھا کہ جب دوبارہ غور کرنے کے لئے کہا گیا تو فرمایا انشاء اللہ باقبال شاہی میری تشخیص درست ثابت ہوگی۔ حکیم صاحب نے حمی جدری کے لئے یہ نسخہ تجویز کیا۔ گل بنفشہ عناب انجیر زرد مویز منقی خاکسی پانی میں جوش دیکر

۳ ماشہ ۳ دانہ ۱ عدد ۵ دانہ ۳ ماشہ

مصری ملا کر صبح و شام پئیں۔ اس سے پہلے زہر مہرہ اور مروارید کھائیں۔

۳ چاول ۱ چاول

دو شبانہ روز حکیم صاحب محل میں مقیم رہے ضروری تدابیر کے علاوہ اوراد و وظائف کا سلسلہ جاری رہا۔ دوسری شب کو تہجد میں دعا کے بعد نیند کا غلبہ ہوا۔ خواب میں اپنے والد ماجد مولوی غلام نبی کو دیکھا فرما رہے تھے یعقوب پریشان نہ ہو شہزادے کے دانے نکل آئے ہیں۔ اس بشارت کے بعد آنکھ کھل گئی۔ علی الصباح مہری آئی کہ حکیم صاحب مبارک ہو، کچھ دانے دکھائی دیتے ہیں۔ بعد میں جب بادشاہ شہزادہ کے پاس گئے اور حکیم صاحب حضوری میں طلب کئے گئے تو بادشاہ نے اظہار مسرت کیا اور حکیم صاحب کو مکان جانے کے لئے ہوادار پر روانہ کیا۔ دو ہفتہ کے بعد شہزادہ کا غسل صحت ہوا، حکیم صاحب کو انعام و اکرام کے طور پر پندرہ سو اشرفیاں اور خلعت عطا کیا گیا۔ نواب قدسیہ محل نے سفارش کی کہ حکیم صاحب کو معافی کی جاگیر بھی عطا کی جائے لیکن حکیم صاحب نے منظور نہ فرمایا اور عرض کیا کہ جاگیر میری اولاد کے لئے سنگ راہ ترقی ہو جائے گی اور وہ تعیش میں مبتلا ہو کر کسب کمال سے دور ہو جائیں گے۔ یہ خبر جب شہر میں مشہور ہوئی تو حکیم اللہ مرزا علی خاں بہادر حکیم صاحب سے کہنے لگے کہ آپ نے اپنی اولاد کے لئے اچھا نہیں کیا۔ حکیم صاحب نے مسکرا کر فرمایا میں اپنی اولاد کا دشمن نہیں ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ بلند ہمتی کے ساتھ زندگی گزاریں۔ بندہ حق ہوں، بندہ زر نہیں ہوں۔

کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوے

کس بے کمال ہیچ نیرزد عزیز من

غرض جب حکیم صاحب نے جاگیر نہ لی تو نواب قدسیہ محل نے دو سو روپیہ ماہوار اپنے صرف خاص سے اور دو سو روپیہ ماہوار شہزادہ کے صرف خاص سے مقرر کیے۔ [1]

شہزادہ کے اس علاج کے بعد حکیم صاحب کا دور عروج شروع ہوا۔ معاصر اطبا کے مقابلہ میں حکیم صاحب کا امتیاز تسلیم کیا گیا اور حذاقت و استغنا کی شہرت کے ساتھ اراکین خاندان شاہی اور محلات میں رسوخ حاصل ہوا اور کثرت سے امرا و رؤسا ان کے زیر علاج آئے۔

اس روایت کے علاوہ حکیم یعقوب کے عروج سے متعلق تذکرہ کاملان رامپور میں دوسری روایت یہ بیان کی گئی ہے کہ حافظ سید سلیمان جو حافظ سید ایوب [2] کے چھوٹے بھائی تھے، رامپور سے لکھنؤ چلے گئے تھے۔ محلہ دوگانواں میں قیام رہتا تھا، سوائے نماز جمعہ و جنازہ کے باہر نہیں نکلتے تھے۔ حکیم یعقوب صاحب اور لکھنؤ کے دوسرے معززین معتقد تھے۔ ایک بار قدسیہ محل سے شاہ لکھنؤ ناراض ہو گئے، حافظ صاحب سے تعویذ منگایا۔ اللہ تعالیٰ نے صفائی کرا دی۔ اس روز سے وہ بہت خدمت کرتی تھیں، مشہور ہے کہ حکیم یعقوب صاحب کا تقرر قدسیہ محل کی سرکار میں آپ ہی کی توجہ سے ہوا۔ محلہ دوگانواں میں آپ کا پختہ مزار ہے۔ [3]

حکیم صاحب پر انعام و اکرام کی بارش ہوتی تھی لیکن وہ زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے، البتہ نہایت سیر چشمی سے اقربا اور غربا و مساکین کی اعانت فرماتے تھے لباس نہایت سادہ تھا یہاں تک کہ دربار سے اجازت حاصل کر لی تھی کہ حاضری کے وقت مقررہ لباس سے مستثنیٰ قرار دیئے جائیں۔

---

[1] مضمون مولوی نور ربانی ماہنامہ تکمیل الطب مارچ ۱۹۴۸ء

[2] حافظ سید محمد ایوب رامپور کے بہت مشہور بزرگ تھے۔ نواب فیض اللہ خاں کے عہد میں لوگوں کا خیال تھا کہ یہ رامپور کے صاحب خدمت ہیں۔ جامع مسجد کا سنگ بنیاد رکھتے وقت بھی شریک تھے۔

[3] تذکرہ کاملان رامپور احمد علی خاں شوق صفحہ ۱۶۴

Marfat.com

اگر جوہر شناسی تیغ عریاں را تماشا کن
بباس کہنہ قدر اہل گوہر کم نمی سازد

اس زمانہ میں لکھنؤ تہذیب و شائستگی کا مرکز تھا۔ شاہی خاندان اور امراء کے ہاں بالخصوص بڑی وضعداری اور رکھ رکھاؤ کا معاملہ کیا جاتا تھا۔ شاہی خاندان کے ایک رئیس نواب رفیق الدولہ بہادر ہوا خوری کے لئے جارہے تھے کہ طبیعت کچھ ناساز ہوئی حکیم یعقوب کے مکان کے قریب سے گزر رہے تھے، فوراً تام جھام رکوایا، حکیم صاحب کو اطلاع کی گئی، حکیم صاحب باہر تشریف لائے اور نبض دیکھ کر نسخہ لکھ دیا۔ ان کے مصاحب نے دو اشرفیاں نذر کے طور پر پیش کیں۔ اس روز کے بعد سے نواب صاحب کا معمول ہوگیا کہ روزانہ شام کو جب تفریح کے لئے نکلتے تو حکیم صاحب کے مطب میں ٹھہر کر نبض دکھاتے، دن بھر کا حال کہتے اور دو اشرفیاں نذر کر کے رخصت ہو جاتے۔ نواب رفیق الدولہ کی طرف سے حکیم صاحب کے تیس روپیہ ماہانہ بھی مقرر تھے۔ ایک دن ایک مصاحب نے عرض کیا کہ روزانہ دو اشرفیوں کے بجائے حکیم صاحب کی ماہانہ رقم میں اضافہ کر دیجئے نواب صاحب نے جواب دیا حکیم صاحب کے قیمتی وقت کے مقابلہ میں یہ دو اشرفیاں کیا حیثیت رکھتی ہیں۔

اسی طرح نواب سرفراز محل (بیگم غازی الدین حیدر زمانہ حکومت ۱۱ر جولائی ۱۸۱۴ء تا ۱۹ر اکتوبر ۱۸۲۷ء) کے علاج کے لئے حکیم صاحب اکثر تشریف لے جاتے تھے۔ ایک روز دوپہر ہوگئی، کھانے کا وقت تھا، سرفراز محل نے ماحضر تناول فرمانے کے لئے کہا۔ حکیم صاحب نے گھر پر متعلقین کے منتظر ہونے کا عذر پیش کیا۔ سرفراز محل نے پھر اصرار نہیں کیا لیکن جب حکیم صاحب گھر پہنچے تو دیکھا کہ دو خوان کھانے کے رکھے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد یہ خوان روزانہ آنے لگے اور اس معمول میں ناغہ نہیں ہوا۔

جھوائی ٹولہ میں حکیم صاحب کے مکان کی پشت پر ایک بغیہ تھی جس میں انھوں نے ایک چھوٹی سی مسجد (یہ مسجد اب بھی موجود ہے) تعمیر کی تھی جس میں وہ عبادت میں مصروف رہتے تھے (اسی زمین موسومہ بغیہ میں بعد میں حکیم عبدالحفیظ نے اپنے لئے مکان تعمیر کرایا تھا) ان کا معمول تھا کہ پچھلے پہر گھر سے مسجد چلے جاتے تھے۔ صبح

Marfat.com

تک اوراد و وظائف اور نماز میں مشغول رہ کر اشراق کے بعد گھر آتے تھے۔ اوراد میں حزب البحر شریف کے عامل تھے۔ ضبط اوقات کا یہ عالم تھا کہ معمولات سے فارغ ہوئے بغیر کبھی باہر تشریف نہیں لاتے تھے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوتا کہ امرار کی طرف سے پے در پے بلاوے آتے لیکن وقت مقررہ سے پہلے برآمد نہیں ہوتے تھے۔ ایک روز شاہ اودھ کے درد گردہ اٹھا حکیم صاحب اوراد و وظائف میں مشغول تھے، کوئی ان کے پاس جانے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ چوبدار پہ چوبدار طلبی کے لئے آرہے تھے لیکن سخت ہدایت کی وجہ سے گھر میں کسی کی مجال نہیں تھی کہ ان کو اطلاع کرتا۔ نماز اشراق کے بعد جب فارغ ہوئے تو اطلاع دی گئی۔ چوبدار سواری لئے باہر کھڑا تھا۔ اپنے معمولات ادا کر کے شاہی محل روانہ ہوئے۔ بادشاہ درد گردہ کی تکلیف میں بے چین اور غصہ میں بھرے ہوئے تھے۔ حکیم صاحب کو دیکھتے ہی فرمانے لگے۔ میری جان کی بھی آپ کو پرواہ نہیں صبح سے درد میں تڑپ رہا ہوں اور آپ کی یہ خیر خواہی ہے۔ یہ سن کر حکیم صاحب کی نازک مزاجی کو ٹھیس لگی۔ فرمایا یہ اوراد و وظائف بھی جہاں پناہ کی جان بچانے کے لئے ہیں، اگر میں انھیں ترک کر دیتا تو آپ کی شفا میں خلل پڑتا۔ بادشاہ اوراد و وظائف کا نام سن کر خاموش ہو گئے۔ علاج شروع ہوا اور خدا کے فضل سے شفا ہوئی۔

حکیم یعقوب صاحب نے ۸۲ برس کی طویل زندگی میں اودھ کی کئی بادشاہتیں دیکھیں۔ وہ آصف الدولہ کے عہد میں پیدا ہوئے، سعادت علی خاں اور غازی الدین حیدر کا زمانہ تیاری و ارتقا میں گزرا، نصیر الدین حیدر کے ابتدائی عہد میں عروج حاصل ہوا۔ اس کے بعد محمد علی شاہ، امجد علی شاہ اور واجد علی شاہ تخت سلطنت پر بیٹھے۔ اس تیس سال کے اندر ہر دور میں وہ معزز و مقبول رہے۔ واجد علی شاہ کے آخری دور میں بادشاہ کے وزیر علی نقی خاں کی وجہ سے ایک واقعہ ایسا پیش آیا جس سے ان کی زندگی خطرہ میں پڑ گئی۔ ۱۸۵۵ء میں جب اجودھیا کے بیراگیوں کے شورہ پشتی سے ۲۶۹ مسلمان مسجد میں شہید کئے گئے اور شاہی فوج دو انگریزوں کی کمان میں کشت و خون نہ روک سکی اور آغائی صاحب ناظم اودھ نے معاملہ لیت و لعل میں ڈال دیا۔

Marfat.com

اور انتظام نہ کر سکے تو قصبہ امیٹھی کے ایک بزرگ مولوی سید امیر علی بطور احتجاج لکھنؤ آئے۔ وزیر علی نقی نے لالچ دے کر انھیں توڑنا چاہا مگر جب ناکام رہا تو ایک مدت مقرر کر دی کہ اتنے عرصہ میں داد رسی ہو جائے گی۔ مقررہ مدت گزرنے پر جب کچھ نہ ہوا تو سید امیر علی اپنے رفقاء کو لے کر اجودھیا چلے۔ شاہی فوج کپتان بارلو کی زیر کمان مانع آئی سخت لڑائی ہوئی اور سید امیر علی مع اپنے ۱۱۳ جانبازوں کے قصبہ رودولی کے قریب شہید ہو گئے۔ رجز کے طور پر یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

مے حب علی در جوش دارم

سر میدان کفن بردوش دارم

بعد میں لوگوں نے تاریخ شہادت نکالنی چاہی تو دوسرے مصرعہ سے پورے ۱۲۷۲ اعداد نکل آئے۔ یہ حادثہ ۱۲۷۲ھ یعنی نومبر ۱۸۵۵ء کو پیش آیا تھا[۱] اور اس کے تین ہی مہینہ بعد ۳ جنوری ۱۸۵۶ء کو ریذیڈنٹ جنرل اوٹرم نے لکھنؤ آتے ہی واجد علی شاہ کو تخت سلطنت سے معزول کر دیا۔

مولوی سید امیر علی شہید سلسلۂ چشتیہ کے بزرگ مولانا شاہ عبدالرحمٰن موحد[۲] لکھنوی (پیدائش ۱۱۶۲ھ/۱۷۴۸ء وفات ۶ ذی قعدہ ۱۲۵۹ھ/۱۸۴۳ء) کے مرید تھے اور حکیم یعقوب بھی انہی سے شرف بیعت رکھتے تھے۔ علی نقی جب واجد علی شاہ کے ہمراہ کلکتہ جانے لگا تو اپنے بعض حریفوں اور چند مشاہیر کو مشتبہ قرار دے گیا۔ ان میں نواب شرف الدولہ اور حکیم یعقوب بھی شامل تھے۔ شرف الدولہ گرفتار ہو کر قتل ہوئے لیکن حکیم صاحب ملیح آباد میں روپوش رہے۔ ملیح آباد میں نواب فقیر محمد خاں کے پاس رہنے کی روایت اس لئے صحیح نہیں ہے کہ نواب فقیر محمد خاں گویا ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۷ء

---

[۱] حالیۃ الشہداء مولوی سید امیر علی کے حالات میں ہے اس میں شہادت کے پورے واقعہ کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

[۲] وحدۃ الوجودی، ان کا مشہور رسالہ کلمۃ الحق ہے۔ ان کا دوسرا رسالہ کاسرۃ الانسان بھی ہے۔ مولانا بحرالعلوم کے شاگرد تھے۔ لکھنؤ کے چھ میدان میں قیام رہتا تھا۔ اسی کے صحن میں مدفون ہیں۔

Marfat.com

ہیں تقریباً دس سال قبل وفات پا چکے تھے۔ غرض کہ حکیم صاحب دیہاتیوں کا بھیس بدلے ایک شلوکہ اور دھوتی پہنے جا بجا کچھ عرصہ پھرتے رہے۔ آخر نواب محسن الدولہ نے حکیم صاحب کی سفارش کی اور وہ اپنے گھر لکھنؤ واپس آگئے۔

مولوی سید امیر علی سے تعلق کے علاوہ حکیم صاحب کے خلاف تحریک آزادی کے دوسرے مجاہدین کی اعانت کا بھی الزام تھا۔ مولوی احمد اللہ شاہ جنھوں نے آزادی کی پہلی لڑائی میں عظیم کردار ادا کیا، انگریزوں کے خلاف اودھ میں قائم ہونے والے محاذ کے وہ روح رواں تھے ان کی شہادت کا واقعہ تاریخ میں محفوظ ہے۔ دلاور جنگ مولوی سید احمد اللہ شاہ مدراسی فیض آبادی (اصل نام سید احمد علی تھا) جب لکھنؤ میں گھسیاری منڈی میں قیام فرما تھے تو دو تین بار حکیم صاحب سے ملنے جھوائی ٹولہ تشریف لائے۔ اسی طرح احمد خاں جو تلوار کے مایہ ناز ماہر مانے جاتے تھے جھوائی ٹولہ کے پاس ہی غالباً محمود نگر میں سکونت رکھتے تھے، برابر حکیم صاحب کی خدمت میں آتے تھے اور ان سے قریبی تعلقات قائم تھے جیسے ہی لکھنؤ کے حالات بگڑے اور واجد علی شاہ کا اختر بھی اپنی شام اودھ پر ناز تھا ڈوبنے لگا اس وقت حکیم یعقوب کی شخصیت بھی خطرہ میں پڑ گئی۔ مولوی امیر علی کے علاوہ مولوی احمد اللہ شاہ اور احمد خاں سے تعلق کی وجہ سے حکیم صاحب پر شبہ کو مزید تقویت ملی جس وقت وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ ملیح آباد میں مقیم تھے تو گوروں اور انگریزی پلٹن نے کئی بار جھوائی ٹولہ کے اس مکان کی تلاشی لی جس میں حکیم صاحب کا قیام رہتا تھا۔ احمد خاں انگریزوں سے ٹکر لیتے ہوئے شہید ہوئے اور مولوی احمد اللہ شاہ نے پوائین میں ۱۵ جون ۱۸۵۸ء کو شہادت پائی۔

حکیم یعقوب صاحب میں تقشف، ظاہر پرستی اور وہ بے جا تعصب جو ...... فقہا کا خاصہ ہے نہ تھا۔ وہ ایک روشن خیال عالم باعمل تھے اور ہر رنگ عقائد و ملت اور محدثین و مجتہدین کے مناظرات سے جن کا اس وقت لکھنؤ اور دہلی میں بڑا زور تھا

Marfat.com

دور رہتے تھے۔ اسی کے ساتھ زاہد خشک بھی نہ تھے۔ دل میں خدمت خلق کا بے ریا جذبہ موجزن رہتا تھا اور جاہ ومنصب سے گریز تھا۔

انتزاع سلطنت اودھ کے بعد نواب خاص محل نے کلکتہ جاتے ہوئے حکیم یعقوب سے ساتھ چلنے کی درخواست کی لیکن انھوں نے پیرانہ سالی کی بناء پر معذرت چاہی اور قرعۂ فال منجھلے صاحبزادے حکیم محمد مسیح کے نام نکلا جو تقریباً ساری عمر کلکتہ میں مٹیا برج میں رہے۔

نواب کلب علی خاں والیٔ ریاست رامپور نے اپنے یہاں طلب کیا مگر حکیم صاحب نے کبرسنی کا عذر کر کے اپنے بڑے صاحبزادے حکیم محمد ابراہیم کو وہاں بھیج دیا۔

نظامت مرشد آباد نے حکیم صاحب کو بلانے کی بہت خواہش کی لیکن حکیم صاحب نے جواب دیا "مجھے حج بیت اللہ درپیش ہے اس لئے معذور ہوں" اور اپنے ایک شاگرد حکیم عترت حسین کو وہاں روانہ کیا۔

حکیم صاحب نے درس نظامیہ کی تکمیل کی تھی جس میں حدیث کی صرف ایک کتاب مشکوٰۃ المصابیح شامل ہے، اس لئے ذوقِ حدیث جو آپ کو ورثہ میں ملا تھا تشنہ رہا تھا، چنانچہ آخر عمر میں مولوی حسین احمد لکھنوی سے جو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد تھے صحاح ستہ کا دورہ پورا کیا۔

خدا نے ان کو علم وفضل کے ساتھ دولت وثروت بھی عطا کی تھی۔ بیٹے اور پوتے جو جوہر قابل ہو رہے تھے ان کے دیدار سے بھی مسرور تھے۔ اب شوق حج وزیارت روضۂ رسول نے بیتاب کر دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب بحری سفر کا باقاعدہ انتظام نہیں تھا حکیم صاحب جس بادبانی جہاز پر سوار تھے وہ ہوا مخالف چلنے کی وجہ سے اس وقت جدہ پہنچا جب زمانۂ حج گذر چکا تھا۔ لیکن پھر واپسی کا ارادہ نہیں کیا بلکہ وہاں ایک سال تک حج کے انتظار میں قیام کو ترجیح دی۔ دوسرے سال حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ نبوی سے مشرف ہو کر واپس ہوئے۔ کعبۂ معظمہ کا غلاف پکڑ کر انھوں نے

تین دعا مانگی تھیں۔ ۱۔ الٰہی میرا خاتمہ بخیر ہو۔ ۲۔ حج کے بعد دنیا میں زیادہ دن زندہ نہ رہوں اور گناہوں سے محفوظ رہوں۔ ۳۔ میری نسل میں طب کا فن شریف عرصہ تک باقی رہے۔

ان کی تینوں دعائیں مقبول ہوئیں۔ حج کے بعد زیادہ عرصہ حیات نہیں رہے اور ان کی نسل میں مشاہیر اطباء اور ماہرین فن پیدا ہوئے جن کا فیض پورے برصغیر میں عام ہوا اور آج بھی یہ سلسلہ قائم ہے۔ انھوں نے ہدایت فرمائی تھی کہ خاندان میں کوئی شخص طبابت کے سوا دوسرا پیشہ اختیار نہ کرے۔ ان کے زمانہ حیات ہی میں خاندان میں متعدد افراد طبیب بن چکے تھے اور جھوائی ٹولہ کو فن کی مرکزیت کا شرف حاصل ہو گیا تھا اور ایک ہی گھر میں باقاعدہ پانچ مطب قائم تھے۔

واپسی حج کے بعد بیرون جات کا سفر بغرض علاج و معالجہ ترک کر دیا تھا اور لکھنؤ کے باہر کہیں نہیں تشریف لے جاتے تھے۔ مختلف شہروں سے طلبی کے وقت اپنے خاندان یا تلامذہ میں سے کسی کو روانہ کرتے اور خود معذرت فرماتے۔

علم و فضل، جاہ و منصب اور آل و اولاد کی ترقی اور مرتبہ کمال کو دیکھ کر لوگ یہ آیت پڑھتے تھے جس کا وہ صحیح مصداق تھے "واتم نعمتہ علیک وعلیٰ آل یعقوب" چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے تقریباً پورا جھوائی ٹولہ ان کے خاندان کی ملکیت میں آ گیا تھا۔ جھوائی ٹولہ میں ایک گلی "حکیم یعقوب صاحب کی گلی" کے نام سے مشہور تھی۔ یہ گلی شفاء الملک حکیم عبدالمعید کے مکان کے چھتہ سے شروع ہو کر حکیم عبدالحسیب کے مکان کے پاس شہید مرد کے طاق تک ہے۔

جھوائی ٹولہ میں حکیم یعقوب نے اپنی رہائش کے لئے ۱۲۶۶ھ میں جو عالی شان مکان تعمیر کرایا تھا وہ ابھی تک موجود ہے۔ اسی مکان میں شفاء الملک حکیم عبدالمعید کی سکونت تھی اس کے کتبہ کے اشعار یہ ہیں ؎

حکیم عصر فلاطون دہر عیسیٰ وقت — بنا نمود مکانے کہ خوب مرغوب است
علیل را شدہ اکسیر خاک درگہ او — مریض را اندر وش مشتِ خاک مطلوب است

Marfat.com

وحید جبت چو تاریخ او خرد گفتہ   دلا شفا بمکانے حکیم یعقوب است
۱۲۶۶ھ

حکیم یعقوب نے تقریباً ۶۰ برس مطب اور درس و تدریس کے فرائض انجام دیئے مطب کے سلسلے میں وہ متقدمین کی روش پہ گامزن تھے۔ مفردات سے علاج کو ترجیح دیتے تھے ان کا نسخہ کم اجزا پر مشتمل ہوتا تھا۔ اسی کی ہدایت اہل خاندان کو تھی۔ آگے چل کر مفرد ادویہ سے علاج کی یہ خصوصیت لکھنؤ اسکول کا طرۂ امتیاز بنی۔

اس زمانہ میں لکھنؤ میں کسی غیر خاندانی طبیب کا مطب جمانا آسان نہ تھا۔ معاصرین میں حکیم مرزا محمد علی خاں حکیم الملوک حکیم مرزا علی خاں، حکیم طبیب الدولہ، حکیم شفاء الدولہ، حکیم مسیح الدولہ، حکیم محمد علی بنا، حکیم پناہ علی اور حکیم بندہ رضا جیسے یگانہ فن اور حاذق الطبیب موجود تھے، دربار شاہی، محلات، امراء سلطنت اور عوام میں ان شیعہ اطبا کا علاجی سکہ رواں تھا اور کسی دوسرے کی رسائی آسان نہیں تھی۔ حکیم یعقوب کے حسن معالجہ، عرفان فن اور تبحر علمی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ جلد ہی سارے لکھنؤ میں ان کی حذاقت و مسیحائی کی دھوم مچ گئی اور بادشاہ سے لے کر عوام تک ان کے حلقۂ مرضا میں داخل ہو گئے۔

حکیم صاحب کے درس کا سلسلہ بہت وسیع تھا۔ بیرون جات کے بکثرت طلبا شریک رہتے تھے۔" ان کے افادات علمی سے صدہا طبیب استفادہ عام کے لئے پیدا ہوئے[۱] حکیم مرتعش کی وفات کے بعد ان کے تلامذہ نے بھی رجوع کیا۔ ہفتہ میں دو دن جمعہ اور منگل تعطیل فرماتے تھے۔ ان کے مشہور تلامذہ میں حکیم معز الدین خاں لصق لوند

---

[۱] الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند صفحہ ۳۱۱

[۲] ریاست بھوپال میں افسر الاطبا رہے۔ نہایت حاذق اور عالم طبیب تھے۔ معالجات تاذن پر عربی میں حاشیہ لکھا ہے۔ جو کشف المکنون کے نام سے ۱۳۰۴ھ میں نواب شاہجہاں بیگم کے حسب امر مطبع شاہجہانی بھوپال سے طبع ہوا ہے۔ ۹ صفر ۱۳۱۶ھ کو وفات پائی۔

حکیم سید اصغر حسین فرخ آبادی[1]، مولانا حکیم محمد نور کریم دریابادی[2]، مولانا حکیم فخر الدین خیالی حسنی[3]، حکیم سید علی حسین خاں جائسی، حکیم عترت حسین خاں[4]، حکیم مرزا محمد نواب لکھنوی، مولانا حکیم سید عبدالحمید عظیم آبادی، حکیم اکرام رضا لکھنوی، حکیم سعد الدین، حکیم میر معصوم علی، حکیم مولوی محمد منیب خاں رامپوری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حکیم یعقوب کے شاگرد حکیم اکرام رضا نے جو نواب رفیق الدولہ بہادر کے ہمشیرزادہ

---

۱ ؎ حکیم اصغر حسین فرخ آبادی (وفات ۱۳۱۳ھ) بھوپال میں افسر الاطباء اور ناظم ریاست تھے۔ غذاء النجاح الی استخراج المزاج، شفاء الوباء، بالادل رسالجات جیک، القوانین الشفائیہ، بحر المحیط، تریاق اکبر، دستور النجات عن مصائب الحمیات، رسالۃ الحقین، رسالہ فی الطبیعتہ، تذکرۃ الیونانی فی علاج الحراق وغیرہ انکی تصانیف ہیں۔

۲ ؎ متعدد اہم طبی کتابوں کے مصنف ہیں۔ انکی ایک کتاب شفاء الامراض پہلی مرتبہ ۱۸۶۸ء/۱۲۸۵ھ میں طبع ہوئی تھی۔ اس کا پانچواں ایڈیشن ۱۸۸۳ء/۱۳۰۰ھ میں مطبع نامی سے نکلا ہے۔ اکسیر القلوب کے نام سے انہوں نے حکیم اکبر ارزانی کی کتاب مفرح القلوب کا اردو ترجمہ بھی کیا ہے۔ دوسری کتابوں کے علاوہ وہ مخزن الادویہ کی دونوں جلدوں کے مترجم بھی ہیں۔ اکتوبر ۱۸۸۵ء میں یہ جلدیں مطبع نول کشور سے دوسری بار طبع ہوئی تھیں۔ حکیم محمد نور کریم (پیدائش ۱۲۱۵ھ/وفات ۱۲۸۸ھ) کے صاحبزادے حکیم عبدالعزیز کا لکھا استخراج مزاج ادویہ پر ایک رسالہ میزان الادویہ کے نام سے ہے جو ۱۲۷۰ھ میں مطبع گلشن احمدی سے طبع ہوا ہے۔

۳ ؎ [illegible] مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کے جد امجد، اپنے زمانہ کے نامور طبیب تھے۔ [illegible] کتابوں کے مصنف تھے۔ [illegible] غلام احمد [illegible] سے ان کے دوستانہ تعلقات تھے۔ [illegible] صاحب کی [illegible]

اور حکیم محمد اسمٰعیل صاحب کے ہم درس تھے۔ اپنی اوائل عمری میں دستور العلاج کے نام سے حکیم یعقوب صاحب کا ایک مختصر مطب مرتب کیا تھا۔ اس کی پہلی اشاعت حکیم یعقوب صاحب کی حیات میں ۱۸۶۴ء میں مطبع مصطفوی لکھنؤ سے طبع ہوئی ہے اور یہ [illegible] صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں حکیم یعقوب صاحب کے مطب کی صراحت نہیں ہے۔ دوسری بار ۱۳۰۱/۱۸۸۳ء میں حکیم یعقوب کے مطب کی صراحت کے ساتھ مطبع عین [illegible] سے اور تیسری بار دستور العلاج یعنی مطب حکیم یعقوب صاحب کے نام سے مطبع قاسمی لکھنؤ سے ۱۹۰۳ء/۱۳۲۱ھ میں طبع ہوا ہے۔ اس کے بعد اس کی اشاعت کی نوبت نہیں آئی۔ موجودہ زمانہ میں تینوں اشاعتیں کم یاب ہیں۔

دستور العلاج کے نسخوں میں حکیم یعقوب صاحب کا وہ مخصوص رنگ نمایاں ہے جو آگے چل کر خاندان کا طرۂ امتیاز بنا اور جسے بالخصوص حکیم محمد ابراہیم، حکیم حافظ عبد العلی اور حکیم احمد رضا نے نہایت خوبی سے نبھایا اور خاندان کے دوسرے اطباء نے اس میں خوب جدتیں اور ندرتیں پیدا کیں۔

حکیم اکرام رضا خاندان یعقوبی کے عاشقوں میں تھے۔ انھوں نے بہت طویل عمر پائی۔ کوئی ہفتہ ایسا ناغہ نہیں جاتا تھا کہ وہ استاد کے خاندان کے ہر گھر میں سلام کے لیے نہ جاتے ہوں۔ یہاں تک کہ بیٹیوں کے گھر بھی جاتے تھے۔ گھروں میں جانے میں حفظ مراتب اور ترتیب کا خاص خیال رکھتے تھے یعنی بڑے بیٹے کے ہاں پہلے اور چھوٹے کے ہاں سب سے آخر میں۔ یہی ترتیب بیٹیوں کے مکان پر جانے میں قائم رہتی تھی۔ حکیم اکرام رضا عید، بقر عید کے موقع پر جب جاتے تھے تو نشست کے کمرہ

(حاشیہ ص ۵۲ سے آگے) ہزار [illegible] ہے۔ انھوں نے دو کتابیں مثنوی ماہ و خورشید [illegible] ۵ ہزار اشعار میں ہے) اور نگارخانہ چین (یہ بھی ماہ و خورشید کے برابر ہے) لکھی تھیں۔ حکیم [illegible] خیالی نے ۶ اکتوبر ۱۹۰۸ء کو وفات پائی۔"

سه نظامت مرشد آباد میں طبیب خاص رہے۔

Marfat.com

ہیں ان کی بیٹھنے کی ایک خاص جگہ مقرر تھی۔ ایک مرتبہ کوئی اور صاحب اس جگہ بیٹھے ہوئے تھے، انھیں اس جگہ سے اٹھایا اور معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میں ہمیشہ اس جگہ بیٹھتا آیا ہوں۔

حکیم یعقوب صاحب کے کتب خانہ کی بعض کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ علم حدیث سے انھیں بہت ذوق تھا۔ بخاری شریف کی شرح فتح الباری کے صفحات پر جا بجا ان کے دست مبارک کے لکھے ہوئے حاشیے ملتے ہیں۔

اصول مطب دقوانین نسخہ نویسی پر ان کی ایک کتاب ہے۔ استاد محترم شفاء الملک حکیم عبد اللطیف مرحوم کے پاس اس کا نسخہ محفوظ تھا۔

طبی کتابوں کے علاوہ مذہبی کتابوں کے مطالعہ سے بھی خاص شغف تھا۔ فن حدیث کی کتابیں خصوصیت کے ساتھ زیر مطالعہ رہتی تھیں۔ ذوق کتب بینی ہی کی وجہ سے طب اور حدیث کا بیش قیمت ذخیرہ ان کے پاس جمع ہو گیا تھا۔ حکیم عبد العزیز کو جو طبی سرمایہ اپنے بزرگوں سے ملا تھا اس میں بیشتر کتابیں حکیم یعقوب کے کتب خانہ سے تعلق رکھتی تھیں۔

زندگی بھر حکیم صاحب کا معمول رہا کہ دونوں وقت صرف قلیہ اور روٹی نوش فرماتے تھے۔ صاحبزادگان کے ہاں جو کچھ پکتا تھا دسترخوان پر دونوں وقت ان کے سامنے رکھا جاتا تھا، تبرکاً ایک ایک لقمہ اس میں سے چکھ لیتے تھے۔ لیکن اصل غذا صرف قلیہ اور روٹی ہی تھی، قویٰ اتنے اچھے تھے کہ موسم سرما میں گرم کپڑوں کی کم ضرورت لاحق ہوتی تھی۔

حکیم یعقوب کی شادی مرزا عظیم بیگ ابن مرزا اوصاف بیگ کی صاحبزادی آبادی خانم سے ۲۶ رمضان ۱۲۳۵ھ کو بعوض مہر مبلغ باون ہزار روپیہ ہوئی تھی[1]۔ چار صاحبزادے حکیم محمد ابراہیم، حکیم محمد اسمٰعیل، حکیم محمد مسیح اور حکیم محمد تقی اور تین صاحبزادیاں، کنیز فاطمہ خانم، زہرہ خانم اور سکینہ خانم اپنی یادگار چھوڑیں۔ چاروں صاحبزادوں کا مطب

---

[1] حکیم یعقوب کا نکاح نامہ محفوظ ہے۔ اس پر غلام نبی اور محمد بنا مکی مہروں کے علاوہ بطور گواہ خواجہ کریم اللہ، میر ہاشم علی اور محمد یوسف صدیقی کے دستخط ہیں۔

ان کی زندگی ہی میں ترقی پر پہنچ گیا تھا۔

بڑی صاحبزادی کنیز فاطمہ کی شادی حکیم محمد حسین سے ہوئی، ان کے تین صاحبزادے حکیم غلام احمد، حکیم غنی احمد اور حکیم حسین احمد تھے۔ حکیم غنی احمد حکیم محمد مسیح صاحب کی تربیت میں رہے۔ وہ کلکتہ میں بھی ان کے ہمراہ تھے۔ کنیز فاطمہ خانم نے بڑی طویل عمر پائی وہ تقریباً ۹۰ سال زندہ رہیں۔ آخر وقت تک بینائی، شنوائی اور صحت دماغی باقی تھی۔ صفائی کی بے حد عادی تھیں، ہمیشہ سفید کپڑے ورق دم زیب تن کئے رہتی تھیں۔ ان کے پیتل کے لوٹے بہت چمکتے ہوئے ہوتے تھے، جو کچھ ان کے نیچے بچھا رہتا تھا وہ سفید اور اس پر چپ شیں نہیں پڑی ہوتی تھیں۔ اگر کسی کے بیٹھنے سے چرشیں پڑجاتیں تو وہ ہاتھ سے صاف کرتی تھیں۔

منجھلی صاحبزادی زہرہ خانم کی شادی حاجی منشی حاجی مظفر حسین سے ہوئی جو طبیب نہیں تھے۔ دو صاحبزادے احمد حسین اور تفضل حسین اور ایک صاحبزادی احمدی خانم ان کی یادگار رہے۔ احمد حسین لاولد رہے۔ تفضل حسین کے صاحبزادے تجمل حسین تھے۔

چھوٹی صاحبزادی سکینہ خانم حکیم حاجی حسن رضا خلف حکیم حاجی علی رضا اپنے ماموں کے ہاں منسوب ہوئیں۔ دو صاحبزادے حکیم احمد رضا اور حکیم حسین رضا خاں اور پانچ صاحبزادیاں زینب خانم، کبریٰ خانم (دونوں یکے بعد دیگرے حکیم عبدالعزیز صاحب کے حبالۂ عقد میں آئیں) حسینی خانم (زوجہ حکیم عبدالوحید صاحب) صغریٰ خانم (زوجہ محمود حسین خسر شفاء الملک حکیم عبداللطیف صاحب) عابدہ خانم (زوجہ حکیم حسین احمد صاحب) ان کی یادگار رہیں۔

حکیم یعقوب صاحب کے انتقال کے تقریباً سات سال بعد ان کی جائداد غیر منقولہ یعنی مکانات کا ترکہ ان کی اولاد نے بتاریخ ۲۷ محرم ۱۲۹۴ھ/مطابق ۱۲ فروری ۱۸۷۷ء کو مکمل کیا۔ اس سلسلہ میں حکیم محمد مسیح صاحب کو اختلاف رہا۔ اور ان کے اختلاف ہی کی وجہ سے یہ کام اتنے عرصے بعد انجام پایا۔ بالآخر ایک فہرست

Marfat.com

تمام ورثا کے دستخطوں سے تیار کی گئی اور حسب حصہ شرعی تقسیم عمل میں آئی۔

حکیم یعقوب صاحب ہر قسم کے اسہال کے علاج میں ید طولیٰ رکھتے تھے، لیکن خود اسہال کبدی میں مبتلا ہو کر ۸۲ سال کی عمر میں ۶ جمادی الثانی ۱۲۸۷ھ مطابق ۱۸۷۰ء کو سفر آخرت اختیار فرمایا۔

قطعات تاریخ وفات

چو یعقوب اسحٰق سیرت بمرد | بر اوج فلک شور ماتم برفت
رقم کرد تسلیم تاریخ فوت | ارسطو منفائے زعالم برفت

۱۲۸۷ھ

ایضاً

شب از ین دار عللی آہ محمد یعقوب | طرف عالم آرام چو گشت تند روان
گفت رضوان بدر خلد بسالش تسلیم | آمده فخر اطبا زجہاں گریہ کناں

۱۲۸۷ھ

ایضاً

طبیب بے مثل بود اکنوں حکیم یعقوب در زماں | اجل چو آمد زدار دنیا سفر نمودہ بسوئے جنت
برائے تاریخ انتقالش دل حزینم چو فکر کردہ | سروش غیبی بگفت اشرف تمام شد دارو ئے حکمت

۱۲۸۷ھ

در تصنیف منشی کالکا پرشاد وجد

اے ہمدم عیسیٰ و سمی یعقوب | داری صورت چو صورت یوسف خوب
آن عالم امت محمد ہستی | کہ ایشاں بودیت دوائے درد ایوب

تتمہ لوٹا مزاد

عالم و حاجی حکیم حضرت یعقوب آہ | کرد بے سیر خلد عزم زدار محن
از دل پرسوز خلق دود الم سر کشید | تیرہ و تاریک شد عالم چرخ کہن

Marfat.com

بسکہ مصیبت ز لب خنداں فراموش کرد | در نظر آمد ہمہ غم کدہ ہمہ انجمن
خامۂ تسلیم سال بر سر تربت نوشت | ہائے ارسطوئے زماں واے فلاطون سخن

۱۲۸۷ھ

نمونہ مطب

از دستور العلاج مطب یعقوبی

وجع مفاصل: گل زوفا ۴ گرام بیخ اذخر ۴ گرام بادیان ۴ گرام آب نیم گرم میں رات کو بھگو کر صبح صاف کرکے شربت بنفشہ ۲۵ گرام حل کرکے پئیں۔

برگ سداب ۱ گرام زعفران ۱ گرام صبر [illegible] ۱ گرام [illegible] گرام آب [illegible] پیس کر ضماد کریں۔

گل بابونہ ۲۰ گرام پانی میں جوش دے کر مل صاف کرکے سرکہ خالص ۲۰ گرام اضافہ کرکے نطول کریں۔

نقرس: تخم کاسنی ۶ گرام گل بابونہ ۶ گرام کشنیز خشک ۴ گرام رات کو عرق مکو ۱۲۵ گرام میں تر کرکے صبح مل صاف کرکے شربت زوفا ۲۵ گرام حل کرکے پئیں۔

۲۔ گل بنفشہ ۳ گرام اکلیل الملک ۳ گرام تخم خطمی ۳ گرام تخم کتان ۳ گرام آب مکو سبز میں پیس کر نیم گرم ضماد کریں۔

۳۔ برگ شبت ۱۲ گرام برگ بابونہ ۱۲ گرام برگ خطمی ۱۲ گرام پانی میں جوش دے کر مل صاف کرکے سرکہ خالص ۱۲ گرام اضافہ کرکے بدستور معمول نطول کریں۔

سوء القنیہ: (۱) تخم خرپزہ ۵ گرام تخم کرفس ۶ گرام بادیان ۶ گرام [illegible] میں بھگو کر صبح مل صاف کرکے شربت انارشیریں ۲۵ گرام حل کرکے پئیں۔

(۲) مصطگی رومی دارچینی آب ترنگل میں پیس کر ضماد کریں۔

بول فی الفراش: (۱) کشنیز خشک ۲ گرام تخم خرفہ ۳ گرام جفت بلوط ا عدد عرق مکو میں بھگو کر مل صاف کرکے شربت بزوری حل کرکے پئیں۔

(۲) شیرۂ خشخاش سفید ۶ گرام شیرۂ کنجد سفید ۶ گرام شیرۂ بزرالبنج ۶ گرام عرق کوکنار میں نکال کر قند سفید حل کر کے پئیں۔

استفراغ الدم: برگ گوندنی ۱۲ گرام برگ ببول ۱۲ گرام برگ کچنال ۱۲ گرام برگ خطمی ۱۲ گرام برگ کوکنار سبز ۱۲ گرام پانی ۷۵۰ گرام میں جوش دے کر مل صاف کر کے کلیاں کریں۔

(۲) بیخ مرجان سوختہ ۱ گرام سنگ جراحت ۱ گرام صمغ عربی ۱ گرام کندر ۱ گرام باریک کر کے منجن تیار کریں۔

از بیاض حکیم عبدالعزیز (قلمی)[1]

حمیٰ دق: ست گلو ۶ گرام زعفران ۱ گرام رب السوس ولایتی ۱۲ گرام طباشیر سفید ۹ گرام کافور قیصوری ½ گرام سرطان محرق ۳ گرام گائے کے دودھ میں جوش دیں اس کے بعد آگ سے اتار کر دہی کا ضامن دے کر بستہ کریں اور بدستور معمول مسکہ تیار کریں اس کے بعد داغ دے کر روغن بنائیں۔ اور مریض کے کھانے میں اس روغن کو استعمال میں لائیں۔

از بیاض وحیدی:

فالج: برگ بادرنجبویہ ۶ گرام سنبل الطیب ۶ گرام اسارون ۶ گرام دارچینی ۶ گرام درونج عقربی ۶ گرام گل گاؤزبان ۶ گرام فلفل سفید ۶ گرام دار فلفل ۶ گرام بادیان ۶ گرام اسطوخودوس ۶ گرام مویز منقیٰ ۲۰ دانہ عاقرقرحا ۶ گرام فلفل مویہ ۶ گرام باریک کر کے شہد خالص میں معجون تیار کریں۔

۲- جہت ابتدا ر فالج: شہد خالص ۶۰ گرام شکر سفید ۶۰ گرام عرق بادیان ۲۵۰ گرام آگ پر قوام کریں اور آگ سے اتار کر تربد مجوف اکبر آبادی جلاپا غاریقون پوست ہلیلہ زرد حب النیل برگ سنا مکی باریک کر کے روغن مغز بادام شیریں

---

[1] بیاض وحیدی میں بھی یہ نسخہ اسی ترکیب کے ساتھ درج ہے۔

میں چرب کر کے قوام میں شامل کریں اور معجون بنائیں۔

خارش رحم۔ گل خطمی برگ کاسنی سبز برگ نیلوفر سبز برگ مکوہ سبز تازہ پانی میں جوش دے کر صاف کر کے مارا لرائب گلاب خالص آب خیار مشوی اضافہ کر کے کافور خالص پیس کر حل کر کے نطول کریں۔

شقیقہ: زنجبیل پانی میں پیس کر ماؤف جانب کی آنکھ میں ڈالیں۔

کثرت بول: جفت بلوط کندر کشنیز خشک گل ارمنی گلنار کنہ مازج باریک پیس کر ۳ گرام کھلائیں۔

احتباس بول: شورہ قلمی ۳ گرام سنگ سرماہی ۳ گرام پانی میں پیس کر ناف میں بھریں اور ناف کے گرد لیپ کریں۔

وجع فم معدہ: پوست بیرون پستہ ۶ گرام زرورد ۶ گرام صندل سفید ۶ گرام عود ہندی ۲ گرام مصطگی رومی ا گرام طباشیر ا گرام عرق گلاب میں پیس کر روغن گل ملا کر طلاء کریں۔

ورم طحال: صبر سقوطری سہاگہ تیلیہ تخم ترب نمک سیاہ باریک کر کے شیرہ گھیگوار میں جنگلی بیر کے برابر گولیاں بنائیں اور ایک گولی نہار منہ کھلائیں۔

Marfat.com

حکیم محمد یوسف

حکیم محمد یعقوب کے چھوٹے بھائی تھے۔ درسیات سے فراغت کے بعد طب کی تعلیم حکیم محمد مرتضیٰ سے حاصل کی اور باقاعدہ مطب شروع کیا۔ مگر طب سے زیادہ ورزش اور فنونِ سپہ گری سے شغف رہا۔ غیر معمولی طاقت کے مالک تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ اپنے احباب میں شرط لگا کر ایک روپیہ کا گھی جو اس زمانہ میں ڈھائی سیر کا ملتا تھا چاٹ گئے، اس کے بعد ورزش کا سلسلہ شروع کیا اور پسینہ کے ذریعہ اسے بہا دیا۔ ہر وقت مقررہ پر ایک پیالی ارہر کی دال اور چپاتی اپنی پوری خوراک کے ساتھ نوش کی۔ ورزش کے لئے بہت اہتمام کرتے تھے بھوانی ٹولہ میں ایک اکھاڑا بنا رکھا تھا۔ ان کے ان اشغال کی وجہ سے حکیم یعقوب ان سے خفا رہتے تھے مگر اس کے باوجود ان کے اخراجات کے کفیل بھی رہتے تھے۔ بڑے بھائی کی زندگی ہی میں زیادہ عمر نہ پا کر قبل شادی انتقال کیا۔

Marfat.com

حکیم محمد ابراهیم

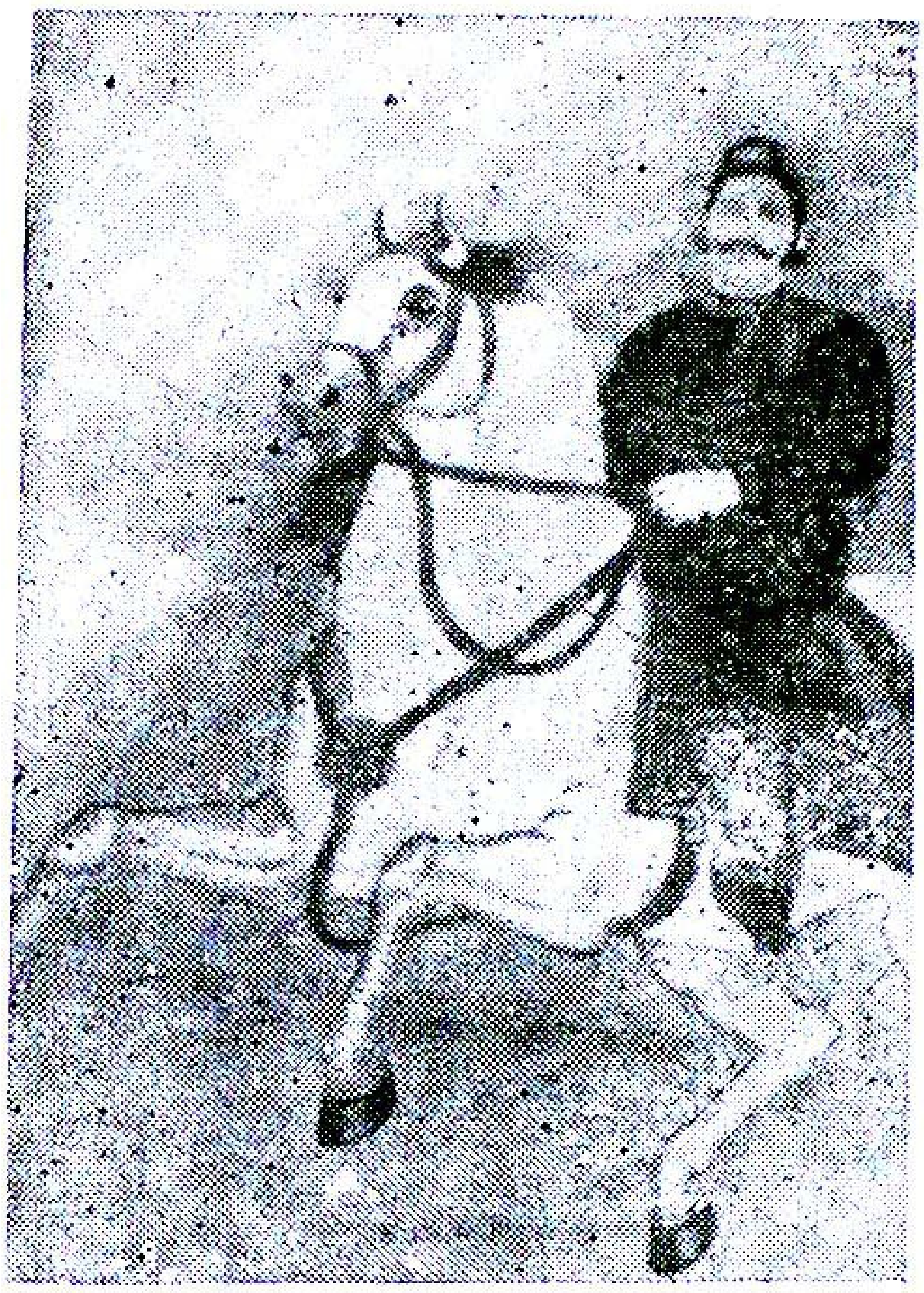

حکیم محمد مسیح

حکیم عبدالعزیز
دائیں سے حکیم عبداللطیف
حکیم عبدالحکیم،
گود میں حکیم عبدالحلیم۔

Marfat.com

حکیم حاجی محمد ابراہیم

حکیم یعقوب کے بڑے صاحبزادے تھے۔ ابتدائی کتب شیخ نواب علی لکھنوی اور اپنے والد کے شاگرد مولوی حکیم نور کریم دریابادی سے پڑھیں۔ مولوی عبدالحکیم (وفات ۲۴ صفر ۱۲۸۰ھ) ابن مولانا عبدالرب فرنگی محلی اور مولانا مفتی نعمت اللہ (وفات ۳ محرم ۱۲۹۰ھ) ابن مولانا نور اللہ فرنگی محلی سے درسیات کی تکمیل کی۔ رامپور کے زمانہ قیام میں مشہور فاضل و مصنف مفتی محمد سعد اللہ مفتی رامپور (ولادت ۱۲۱۹ھ وفات ۱۴ رمضان ۱۲۹۴ھ) تلمیذ شاہ عبدالعزیز دہلوی سے بھی شرف تلمذ حاصل ہوا۔ اپنے بزرگوں کی طرح حدیث سے انھیں خاص لگاؤ تھا، آخر عمر میں شیخ سلامت اللہ جیراجپوری سے جو ان سے طب پڑھتے تھے، حدیث کا درس لیا اس سے پہلے مولانا حافظ ارشاد حسین رامپوری سے بھی حدیث کی بعض کتابیں پڑھی تھیں۔

طب کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور مطب حکیم میر محمد مرتعش دہلوی سے سیکھا[1] حکیم محمد ابراہیم نہایت سنجیدہ، باوقار اور نازک طبع تھے۔ ان کی علمی قابلیت ضرب المثل تھی درس و تدریس اور معالجہ میں کمال رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنے والد

ل نزہۃ الخواطر جلد ہفتم صفحہ

Marfat.com

کی حیات ہی میں اپنی حذاقت و مہارت کی وجہ سے انھیں مرجعیت حاصل ہو گئی تھی۔
لکھنؤ میں شاہی زمانہ کے بڑے بڑے طبیبوں کے مقابلہ میں نہایت معرکہ کے علاج کئے۔ ایک بار کا ذکر ہے کسی محل شاہی میں دردزہ شروع ہوا۔ تمام حاذق اطباءٔ مع ان کے والد ماجد وہاں موجود تھے۔ بہت سی تدبیریں ہو چکی تھیں مگر بچہ پیدا نہیں ہوتا تھا۔ بعض لوگوں نے جو حکیم ابراہیم کے معتقد تھے، انھیں بلانے کی رائے دی۔ یہ طلب کئے گئے۔ آتے ہی انھوں نے کہا کہ میں پہلے ان اطباء کے سامنے نہیں جاؤنگا بلکہ مریضہ کو دیکھوں گا۔ چنانچہ دیکھا اور حمل کے بجائے رجا تشخیص کیا۔ اور تشخیص کے مطابق تدبیر اور علاج سے درد فوراً بند ہو گیا اور کچھ اشیاء خارج ہوئیں۔ اس کے بعد وہ اطباء کی محفل میں آئے اور ان سے گفتگو شروع کی۔ انکی کم عمری کی وجہ سے اطباء نے توجہ نہیں فرمائی اور ہنسنے لگے۔ مزاج میں غصہ بہت تھا۔ جواب دیا کہ اگر طبابت صرف بوڑھے پن پر منحصر ہے تو مجھ سے اور آپ سے زیادہ ایک بوڑھا میرا خدمت گار ہے۔ اسے بہت بڑا طبیب ہونا چاہیئے۔ لیکن اگر علم پر طبابت کا مدار ہے تو دیکھئے وہ بچہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس کے بعد طشت منگوایا گیا اور اطباء کو دکھایا گیا[1]۔

نواب کلب علی خاں (زمانہ حکومت ۲۱ اپریل ۱۸۶۵ء تا ۲۲ مارچ ۱۸۸۷ء) کی دعوت پر رام پور تشریف لے گئے، اور وہاں طبیب خاص اور افسر الاطباء مقرر ہوئے۔

نواب کلب علی خاں کے زمانہ میں رام پور میں اہل علم اور اصحاب فضل وکمال کا جو بے نظیر اجتماع تھا وہ ریاست کی تاریخ کے لئے ہمیشہ سرمایہ افتخار رہے گا۔ علماء میں مولانا عبدالحق خیرآبادی، مفتی سعد اللہ، مولانا ارشاد حسین محدث، مولوی عبدالعلی ریاضی داں، شعراء میں امیر مینائی، حکیم ضامن علی جلال، نواب مرزا

---

[1] دمونۂ الاطباء جلد اول صفحہ ۱۲۳ و ۱۲۴

داغ، آفتاب الدولہ قلق، امیر اللہ تسلیم، اسمٰعیل حسین منیر شکوہ آبادی، اطبار میں حکیم ابراہیم کے علاوہ حکیم حسن رضا خاں، حکیم ہادی حسن خاں، حکیم علی نقی خاں، حکیم علی حسن خاں جیسے یگانۂ عصر اساتذہ موجود تھے۔

منیر شکوہ آبادی (وفات ۱۸۸۰ء / ۱۲۹۷ھ) نے ایک طویل نظم میں اس عہد کے رامپور کی تصویر پیش کرتے ہوئے حکیم ابراہیم کے لئے کہا ہے سہ

فرید تھا حکیم ابراہیم — کرے بقراط جن کی عطاری

صاحب اخبار الصنادید نے لکھا ہے "حکیم ابراہیم خاں جو نصیر الدین حیدر اور قدسیہ محل کے معالج خاص تھے۔ ۲۸ ستمبر ۱۸۶۵ء کو رام پور میں کلب علی خاں سے وابستہ ہوئے ۲ سو سے ۱ ہزار تک ان کا ماہانہ مشاہرہ پہنچ گیا تھا"۵

صاحب تذکرۃ الخواطر کے مطابق نواب صاحب کا تعلق اور اعتماد اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ انھیں کسی طرح حکیم صاحب کی مفارقت گوارہ نہیں تھی اور وہاں نہایت اعزاز اور عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

نواب کلب علی خاں کو پتھری کی وجہ سے درد گردہ کی شکایت تھی۔ اطبار دہلی میں سے حکیم محمود خاں طلب کئے گئے۔ نواب صاحب کا اصرار ہوا کہ میں بنے ہوئے مرکبات استعمال نہیں کروں گا۔ مفردات کا کھلا ہوا نسخہ لکھا جائے جو میرے ہی دواخانے میں تیار ہو۔ چنانچہ حکیم محمود خاں نے دس بارہ نسخے لکھ کر پیش کئے۔ اس کے بعد حکیم ابراہیم کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ آپ بھی نسخے لکھیے جو نسخہ مجھے پسند آئے گا استعمال کروں گا

حکیم ابراہیم نے ریاست کے کسی طبیب کو بلانے کی درخواست کی۔ طبیب کے حاضر ہونے پر حکیم صاحب نے سنگ گردہ کے ۶۴ نسخے لکھوائے۔ جن کو طبیب خاص نے قلمبند کیا۔ تمام نسخے نواب صاحب کے ملاحظہ میں پیش کئے گئے کہ ان میں سے جو نسخہ پسند فرمائیں استعمال کریں۔ ان میں آبزن ضماد اور پینے اور کھانے ہر قسم کے نسخے تھے۔ دو نسخے قابلِ ذکر ہیں۔

۱۔ حجر الیہود ایک ماشہ سفوف کر کے پہلے کھائیں۔ اوپر سے آب اناس

۵ اخبار الصنادید دوم صفحہ ۲۰۸

۲۰ تولہ پئیں۔

۴۔ شراشہ سیب عرق بید سادہ میں خیساندہ کر کے شربت تخم ہلیون حل کر کے پئیں۔

نواب کلب علی خاں کے ولی عہد نواب مشتاق علی خاں مرض سل میں مبتلا ہوئے رمضان کا زمانہ آیا۔ ولی عہد بہادر نے افطار کے لئے دہی بڑے کھانے کی ضد کی۔ حکیم ابراہیم سے دریافت کیا گیا۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ دہی بڑے سے کھانسی اور بخار میں اضافہ ہو جائے گا۔ صاحبزادہ نے کہا کہ یہ تو کبھی اطبا رائے کرتے ہیں۔ آپ سے دریافت کرنے سے کیا فائدہ ہوا کہ آپ دہی بڑے ہی نہیں کھلا سکتے۔ حکیم صاحب نے داروغہ مطبخ کو طلب کیا اور صاحبزادہ سے فرمایا کہ آج شام افطار پر دہی بڑے ضرور نوش کیجئے گا۔ داروغہ مطبخ کو اکھروٹ سے ہدایت کی گئی کہ دال ماش کے تخم باقلا مقشر جو کھانسی کے لئے نہایت مفید ہے، کی دال پیسی جائے اور اس کے بڑے بنا کر روغن مغز بادام شیریں میں بریاں کئے جائیں پھر گدھی کے دودھ کا ضامن دے کر دہی جمایا جائے اور اس دہی میں بڑے بھگوئے جائیں۔ افطار کے وقت یہ دہی بڑے خاصہ پر پیش کئے گئے۔ ولی عہد بہادر نے نہایت لذیذ پا کر نوش کئے اور کھانسی اور بخار میں بھی افاقہ رہا۔

ایک مرتبہ نواب کلب علی خاں کے لئے کوئی عرق کشید کیا گیا، لیکن ممدوح کو اس سے فائدہ نہیں ہو رہا تھا۔ حکیم صاحب ملاحظہ کے لئے تشریف لے گئے۔ عرق کا قرابہ طلب کیا گیا۔ نواب صاحب نے کسی قدر ترش لہجہ میں کہا کہ آپ کے اس عرق سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ حکیم صاحب نے جواب دیا۔ یہ شکایت اس شافی مطلق سے کیجئے جس کے ہاتھ میں صحت و شفا ہے۔ یہ کہہ کر حکیم صاحب اٹھ آئے اور ملازم کو اسباب باندھنے کا حکم دیا۔ سفر کی تیاری ہو رہی تھی کہ نواب صاحب کو اطلاع پہنچی۔ فوراً طلبی کے لئے آدمی بھیجے گئے۔ حکیم صاحب کے جانے میں [illegible] خیر دن تو [illegible] سوار [illegible] کر پہنچے اور حکیم صاحب [illegible] نواب صاحب کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ نواب صاحب نے فرمایا۔ [illegible] لے تنہا چھوڑے جا رہے ہو [illegible]

Marfat.com

تم سے نہ کرتا تو کس سے کرتا۔ یہ بات اتنی ناراضگی کی نہ تھی کہ لکھنؤ کا قصد کیا جاتا۔ مجلد آشیاں کی اس قدر اور عزت افزائی سے حکیم صاحب متاثر ہوئے اور سفر واپسی لکھنؤ منسوخ کیا۔

حکیم ابراہیم صاحب آخر عمر تک رام پور میں مقیم رہے۔ نواب کلب علی خاں جب فریضۂ حج کے لئے روانہ ہوئے تو حکیم صاحب بھی ہمراہ تھے۔ حج بیت اللہ سے واپسی کے بعد مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور رام پور سے لکھنؤ پہونچے۔ سال بھر تک بحالت مرض لکھنؤ قیام کیا۔ رام پور سے ماہانہ وظیفہ آتا رہا جو آخر تک جاری رہا۔ امراض کبد خصوصاً مرض استسقاء کے علاج میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ سینکڑوں مریض صحتیاب ہوئے، لیکن خود استسقاء میں مبتلا ہو کر جانبر نہ ہو سکے۔ آخر میں جب یہ بیماری طاری ہوئی تو کسی قدر حسب ذوق کھانے میں توسع اختیار کیا۔ چنے اور گیہوں ملا کر ان کے پراٹھے اور ہرن کے گوشت کے کوفتے، چکور اور تیتر اکثر استعمال کرتے تھے۔ افضل الدولہ بہادر کے وقت میں ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء میں انتقال ہوا۔ اور خاندانی قبرستان میں اپنے والد کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ خاندان میں حکیم محمد مسیح کے بعد حکیم محمد ابراہیم سے زیادہ صاحب شہرت کوئی نہیں ہوا۔ حکیم ابراہیم نے بہت کمایا۔ انتقال سے پہلے پچاس ہزار روپیہ نقد اپنی بیوی کا مہر ادا کیا اور بہت جائداد اور دولت چھوڑی۔

حکیم ابراہیم کو معالجہ کے ساتھ ہی درس و تدریس سے بھی بے حد شغف تھا اور یہ سلسلہ انھوں نے اپنے والد سے بھی زیادہ بڑھا رکھا تھا۔ ان کے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد رہی ہے[1] ہندوستان میں اس زمانہ میں شاید ہی کوئی ایسا بڑا شہر ہو جس میں ان کے شاگرد نہ موجود ہوں۔ ان کے تلامذہ میں حکیم مولوی عبدالعزیز دریابادی (۱۲۶۱–۱۳۰۴ھ) ابن حکیم نور کریم دریابادی، حکیم مولوی رحیم اللہ بجنوری[2]

---

[1] الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند ص ۳۱۲

[2] حکیم رحیم اللہ بجنوری زبردست طبیب اور عالم تھے۔ منقولات میں مولانا

(باقی ص ۹۰ پر)

Marfat.com

(وفات ۱۴ اگست ۱۹۲۸ء مترجم) حکیم مولوی عبدالسلام ملیح آبادی، حکیم منور علی محدث رامپوری، حکیم ہدایت علی بریلوی، صاحبزادہ علی عباس خاں (صاحب تفسیر سورہ یوسف بے نقط عربی) حکیم عبدالرحیم خاں رام پوری (وفات ۱۹۲۶ء) مولوی بشارت اللہ ابن مفتی محمد سعد اللہ مفتی رام پور، حکیم ارشاد علی (وفات ۱۳۰۲ھ) حکیم حافظ مولوی مظہر علی، حکیم مولوی مرتضیٰ (استاد نواب سید حامد علی خاں والی رامپور) حکیم وارث علی (حیدرآباد میں پانچ سو روپیہ ماہانہ تنخواہ پاتے تھے) حکیم عابد علی خاں لودھی امروہوی، حکیم ناصر علی غیاث پوری، مصنف کتب کثیرہ (وفات صفر ۱۳۰۵ھ در آرہ) حکیم مولوی ہدایت علی عثمانی (مراد آباد) جیسے مشہور اور قابل اطبا رہیں۔

حکیم سید محمد یحییٰ عرف منّا میاں (وفات ۱۳۱۶ھ) حکیم ابراہیم کے ایک بہت خاص شاگرد تھے۔ تذکرہ کاملان رام پور کے مطابق انھوں نے حکیم ابراہیم سے ۲۵ سال پڑھا۔ اور ان کے مطب میں حاضر رہے۔ حکیم ابراہیم کو ان کی لیاقت پر ناز تھا۔ امراض متضادہ کے متعلق اکثر ان ہی سے نسخہ لکھایا کرتے تھے۔ اپنے والد حکیم محمد یعقوب اور استاد حکیم میر محمد معتش کا مطب، تمام و کمال ان کو دے دیا تھا اس میں سے کچھ حصہ انھوں نے حکیم حافظ عبدالعلی خلف حکیم محمد ابراہیم کو نقل کر دیا تھا[1]۔"

حکیم ابراہیم اپنے والد کی تقلید میں ہفتہ میں منگل اور جمعہ دو روز کی تعطیل فرماتے تھے۔ لیکن منگل کے دن چند مخصوص طلباء کے ساتھ کسی نئی غذا کی

---

[1] تذکرہ کاملان رام پور ص ۳۸۲

بقیہ حاشیہ ص گزشتہ) محمد قاسم نانوتوی اور طب میں حکیم ابراہیم کے شاگرد تھے۔ دق کی تشخیص اور علاج میں ان کو خاص ملکہ حاصل تھا اور بخار کے علاج میں وہ اجتہادی شان رکھتے تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ بجنور میں حکیم محبوب الرحمن صدیقی ان کے جانشین ہیں اور قدیم طرز علاج میں انہیں نہایت مہارت حاصل ہے۔

تیاری میں دلچسپی لینے کھانے کا بہت ذوق تھا اور نئی نئی چیزیں ترکیب دیا کرتے تھے، مثلاً انڈے کی کڑھی، بیلا پلاؤ، کچنال کے شامی کباب بالائی کا علوہ وغیرہ۔ نسخہ ترکیب دینے میں ان کا ذہن خوب کام کرتا تھا اور اس کا انھیں بڑا شوق تھا۔ اپنے شاگردوں اور اراکین خاندان کو بٹھا کر نسخہ نویسی کی مشق کراتے اور دوا کے دوائیں بتا کر مختلف تراکیب سے ان اجزاء کا استعمال سکھاتے، اور خود بھی لکھ کر شاگردوں کے ذہن نشین کراتے تھے۔ ان کے شاگرد حکیم سید علی الکریم صاحب قیسولائی نے ان کے طریقہ تعلیم کے متعلق لکھا ہے کہ وہ طلباء کو متضاد امراض تجویز فرما کر نسخہ تحریر کرنے کے لئے حکم دیتے تھے اور پھر جو نقائص واقع ہوتے تھے ان کی اصلاح فرماتے تھے[1]"

ترکیب نسخہ میں ان کی عجیب شان تھی۔ ترکیب کی وہ خوبصورتی نہ صرف دوسری جگہ بلکہ ان کے خاندان میں بھی دیگر لوگوں کے ہاں دیکھنے کو نہیں ملتی۔ صاحبزادہ حکیم عبد السلام اور ہمشیرہ زادہ و تربیت یافتہ حکیم احمد رضا خاں کے ہاں یہ رنگ کسی قدر دیکھا جا سکتا ہے۔ اطباء جھوائی ٹولہ میں حکیم ابراہیم کو اس سلسلہ میں سب سے زیادہ امتیاز حاصل ہے۔ بیاض حکیم عبد العزیز، بیاض عبد الوحید، بیاض حکیم عبد الحمید، مجربات عزیزی حکیم عبد الحلیم اور خاندان کے دوسرے اطباء کی بیاضوں اور نسخوں کے مجموعوں میں سب سے زیادہ انہی کے مجوزہ نسخے تحریر ہیں۔

حکیم نیر واسطی نے لکھا ہے "حکیم ابراہیم کے نسخوں کی ترکیبی خصوصیات عجیب ترین ...ات فن پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اپنے اندر ایک خاص دلربائی کی شان رکھتی ...ہیں"[2]

امراء و والیان ریاست کے علاوہ حکیم صاحب علماء و مشائخین کے حلقہ میں بھی بہت مقبول تھے۔ حضرت شاہ محمد عمر مجددی (وفات محرم ۱۲۹۸ھ/۱۸۷۹ء) حضرت شاہ احمد سعید (ابن حضرت شاہ ابو سعید) کو حکیم صاحب سے

۱۔ رموز الاطباء دوم ص ۲۹۳

۲۔ طب العرب ص ۲۴۲

Marfat.com

خاص تعلق تھا اور وہ ان کے زیر علاج رہتے تھے حضرت شاہ محمد عمرؒ کے صاحبزادہ حضرت شاہ ابوالخیر نے اپنے مکتوب میں جو مولانا عبدالسلام ہسوی خلیفہ حضرت شاہ احمد سعید کو لکھا تھا، ان کے معالجہ کا ذکر کیا ہے[1] شاہ محمد عمر مجددی سے حکیم صاحب کو نسبتِ بیعت بھی حاصل تھا۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی ان کے فضل و کمال کے بڑے معترف تھے۔ حکیم محمد رحیم اللہ بجنوری کے نام اپنے ایک مکتوب میں انھوں نے بڑی محبت اور تعلق سے حکیم ابراہیم کو سلام لکھا ہے اور انھیں "مسیح الزماں" کے لقب سے مخاطب کیا ہے۔ "واما التقرار فی السلام علی مسیح الزمان حکیم محمد ابراہیم خان"[2]

حضرت حسن میاں صاحب سجادہ خانقاہ نیازیہ بریلی نے راقم سے فرمایا کہ حضرت شاہ نظام الدین حسینؒ بھی حکیم ابراہیم سے علاج کے لیے لکھنؤ تشریف لے گئے تھے۔

رام پور میں حکیم غلام اکبر عرف حکیم کھو خاں سے ان کے بہت دوستانہ تعلقات رہے۔ [illegible] حکیم غلام اکبر خاں کے ذریعہ اکثر لوگ ان سے کام نکال لیتے تھے۔ بھی مولانا امتیاز علی خاں عرشی نے رام پور میں راقم الحروف سے تذکرہ کیا تھا کہ ان کے نانا غلام نادر خاں اور پرنانا غلام صفدر خاں کا بھی حکیم صاحب سے خاص تعلق تھا۔ ایک مرتبہ غلام صفدر خاں اپنے صاحبزادے سے ناراض ہوگئے تو حکیم صاحب نے ان کی سفارش کیلئے غلام صفدر خاں کو ایک خط لکھا تھا وہ خط غلام نادر خاں کے صاحبزادے مولوی احمد جان کے پاس محفوظ تھا۔[3]

حکیم ابراہیم نے اپنے بھانجہ حکیم احمد رضا کی مثل بیٹے کے پرورش کی تھی۔ ان کی تعلیم و ذہنی تربیت پر ان کی خاص توجہ تھی حکیم احمد رضا خاں کے شاگرد خاص

---

۱ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے ذخیرہ میں اس مکتوب کی زیارت کا موقع ملا

۲ الخط المقسوم من قاسم العلوم مرتبہ مولانا رحیم اللہ بجنوری صفحہ ۲۷

۳ تذکرہ کاملانِ رام پور صفحہ ۲۸۲

Marfat.com

حکیم مختار احمد امروہوی کے پاس حکیم ابراہیم کی بیاض تھی۔ ان کے گرامی قدر صاحبزادہ حکیم صدیق احمد (بریلوی) کا بیان ہے کہ کوئی صاحب اُن سے لے گئے تھے اور پھر واپس نہیں کی۔ حکیم صدیق احمد صاحب کے پاس حکیم ابراہیم کے کتب خانہ کی کچھ کتابیں بھی محفوظ ہیں۔ راقم الحروف کے پاس حکیم ابراہیم کے مطب کا کچھ حصہ موجود رہا ہے۔ جس میں ان کے کسی شاگرد نے ان کے نسخہ ہائے روزمرہ تحریر کئے ہیں۔ اس میں ایک جگہ ۱۲ ذی قعدہ ۱۲۸۲ کی تاریخ کے علاوہ تاریخ اختتام ۲۲ صفر ۱۲۸۳ھ درج ہے۔ ایک جگہ جناب حکیم صاحب مسیح العلیل سمی الخلیل مدظلہ الظلیل" جیسے لطیف پیرایہ میں ان کا نام لیا گیا ہے (خلیل لقب حضرت ابراہیم) حکیم ابراہیم صاحب کا کتب خانہ مشہور تھا۔ اکثر کتابوں پر حاشیے لکھے ہیں۔ صاحب نزہۃ الخواطر کے مطابق معالجات پر ان کے امالی بعد کے اطبا کے لئے دستوری کی حیثیت رکھتے تھے[1] حکیم عبدالحی نے دستور العلاج کے نام سے ان کی تصنیف کا ذکر کیا ہے۔[2]

حکیم ابراہیم نے اپنے صاحبزادے حکیم عبدالعلی کی تعلیم کے لیے تنشیط الاذہان فی بحث الارکان کے نام سے بھی عربی میں ایک کتاب لکھی ہے۔

حکیم مظفر بن محمد حسینی شفائی کی قرابادین شفائی کا ایک مخطوطہ جو حکیم ابراہیم کے زیر مطالعہ رہا ہے اور محب محترم حکیم عبدالحسیب مرحوم کی عنایت سے مجھے حاصل ہوا ہے۔ اس میں حکیم ابراہیم کے قلم سے جابجا حاشیے ہیں اور کچھ مجرب نسخے تحریر ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی ایک اہم قلمی یادگار جو خوش قسمتی سے میرے پاس محفوظ ہے۔ وہ ان کے استاد حکیم میر محمد مرتعش کا مطب ہے جس میں انھوں نے حکیم مرتعش کے نسخوں کے ساتھ جگہ جگہ اپنے نسخے بھی تحریر کئے ہیں۔

مطب ابراہیمی کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے:

صداع حار:

ضماد: گل بنفشہ، گل نیلوفر، تخم کاہو مقشر، مغز تخم کدو شیریں، برادہ صندل سفید، برادہ صندل سرخ [illegible] گلاب یا [illegible] صبح کا [illegible]

---

۱ نزہۃ الخواطر جلد ہفتم صفحہ ۶

۲ الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند صفحہ ۲۱۲

Marfat.com

کر شربت بنفشہ حل کر کے پئیں۔

ٹکیہ: گل بنفشہ کشمیری تخم کاہو تازہ پانی میں پیس کر ٹکیہ بنا کر یافوخ پر رکھیں۔

ضماد: رسوت زرد مغز تخم کدو شیریں آب تازہ میں پیس کر پیشانی پر ضماد کریں۔

پھایہ: گل کمرک گل تمر ہندی گل لیموں گل نارنگی آب پالک سبز آب کاسنی سبز میں پیس کر روغن گل و سرکہ خالص اضافہ کر کے سب کو خوب ملائیں اور پارچہ تر کر کے یافوخ پر لگائیں۔

لازوق: سفیدی بیضہ مرغ گیرو کتیرا افیون خالص زعفران باریک پیس کر ملا کر شیاف بنائیں اور رکھ لیں۔ ضرورت کے وقت گول سوراخ دار کاغذ پر لگا کر کنپٹیوں پر چپکاں کریں۔

نطول: پوست ملم تخم کاہو تراشہ کدو، دانہ آب تازہ میں جوش دے کر صاف کر کے نیم گرم سر پر نطول کریں۔

تدہین: گل بنفشہ گل نیلوفر گل بابونہ گل مچکن، برگ خیار سبز برگ بادرنجبویہ عرق بید سادہ میں بھگو کر جوش دیں اور روغن گل ڈال کر ہلکی آنچ پر رکھیں یہاں تک کہ پانی جل جائے اور روغن باقی رہے۔ بعد میں آگ سے اتار کر روغن کدو شیریں اور روغن کاہو اضافہ کر کے سر کی مالش کریں۔

از مطب ابراہیم عنایت کردہ حکیم صدیق احمد بریلی۔

ثقل لسان: عاقرقرحا ۱۲ گرام کباب چینی ۱۲ گرام شہد خالص ۴۸ گرام پانی میں جوش دے کر صاف کر کے نیم گرم کلیاں کریں۔

دیگر: عاقرقرحا ۱۲ گرام جائے پھل ۱۲ گرام مصطگی رومی ۶ گرام عرق عنب الثعلب میں جوش دے کر نیم گرم کلیاں کریں۔

درد گوش: آب برگ ترب سبز ۱۲ گرام آب برگ مکو سبز ۱۲ گرام روغن بابونہ نیم گرم کان میں ٹپکائیں۔

Marfat.com

گل بنفشہ ۱۲ گرام پوست کوکنار ۴ عدد پانی میں جوش دے کر کان میں بھپارہ دیں۔

مغز فلوس خیار شنبر ۶ گرام شیر گاؤ ۲۵ گرام آب برگ نیم میں حل کر کے شہد خالص اضافہ کر کے نیم گرم کان میں قطرہ کریں۔

سیلان الرحم: مغز تخم قرطم ۱۲ گرام زیرہ سیاہ ۲۰ گرام خار خسک خرد ۲۵ گرام کنجد سیاہ ۱۲ گرام گلنار فارسی ۶ گرام عود غرقی ۱۰ گرام عفصت بلوط ۱۲ گرام کزمازج ۱۲ گرام عذبہ ۱۲ گرام طباشیر سفید ۶ گرام زرورد ۶ گرام پودینہ خشک ۹ گرام باریک کر کے ترنجبین خراسانی ۶۰ گرام ملا کر سفوف تیار کریں اور ۱۲ گرام روزانہ پانی سے کھائیں۔

از حاشیہ قرابادین شفائی بمقام حکیم ابراہیم

ورم کبد و سرفہ یعنی ضیق النفس: زراوند طویل ۲ گرام ریوند چینی ۲ گرام رب السوس ونانخواہ ۳ گرام مغز بادام شیریں ۳ عدد گل گاؤزبان ۲ گرام تخم قلمی ۱ گرام مویز منقیٰ ۲ گرام آب برگ تنبول مروق میں تین گھنٹہ کھرل کر کے چنے کے برابر گولیاں بنائیں۔

جہت ورم جگر و تپ: زرشک بیدانہ ۱۵ گرام تخم کاسنی ۳ گرام گل سرخ ۳ گرام مرواریدناسفتہ محلول ۳ گرام طباشیر کبود ۲ گرام آب کاسنی سبز مروق میں تین گھنٹہ کھرل کر کے ۲ گرام کی قرص تیار کریں اور استعمال میں لائیں۔

حمی و طحال و ضعف کبد: مغز تخم خیار ۳ گرام مغز تخم خیارزہ ۳ گرام ریوند چینی ۲ گرام تخم کاسنی ۲ گرام گل سرخ ۳ گرام لاک مغسول ۶ گرام زرشک بیدانہ ۳ گرام تخم خرفہ سیاہ ۱۲ گرام مغز تخم خربزہ ۳ گرام تخم ترنجبین ۲ گرام ست گلو ۲ گرام آب برگ کاسنی سبز مروق میں پیس کر دو دو گرام کی قرص تیار کریں۔

کشادگی و فراخی سوراخ بینی: کوکنار ۴ گرام پوست انار ۴ گرام زرورد ۴ گرام مازو ۴ گرام گلنار ۲ گرام حب الآس ۴ گرام عدس مسلم ۱۲ گرام پانی میں جوش دے کر چھان کر کے غرغرہ کریں۔ یہ غرغرہ ناک کے سوراخ کی کشادگی

اور نزلے کو فائدہ دیتا ہے۔

وجع مفاصل: سورنجان ۲ گرام زیرہ سیاہ ۲ گرام زنجبیل ۲ گرام باریک سفوف کرکے کھائیں۔

از بیاض حکیم نجم الدین پٹنہ

برص: مردار سنگ انجیر ولایتی شنگرف خردل افتیمون سرکہ خالص میں پیس کر گولیاں بنائیں۔

اور ضرورت کے وقت ایک گولی گلاب خالص میں گھس کر ضماد کریں۔

جریان ریم از گوش: مور کا پنجہ روغن گندہ سیاہ میں جلا کر صاف کرکے نیم گرم کان میں ٹپکائیں۔

نزول الماء: توتیا سبز شب یمانی نمک سانبھر باریک کرکے شیر زقوم میں ملا کر مٹی کے برتن میں رکھیں اور گل حکمت کرکے پانچ سیر جنگلی اپلوں کی آنچ دیں۔ اس کے بعد کھرل کرکے سرمہ تیار کریں ۲ چاول سرمہ تازہ پانی میں حل کرکے سلائی سے لگائیں یا آنکھ میں ٹپکائیں۔

اطباء خاندان رضویہ امروہہ کی ایک ضخیم قلمی بیاض مرتبہ حکیم خلیل حسن رضوی (ابن حکیم سید ابن حسن) صدیق محترم حکیم سید نعمت اللہ صاحب کے ذخیرہ میں دیکھنے کو ملی اس میں امراض قلب کے تحت خفقان کے لئے حکیم ابراہیم کا مجوزہ شربت گڑھل کا یہ نسخہ تحریر ہے۔

گل تر عنبری ۹ گرام، گل گاؤزبان ۷٫۵ گرام، گل سرخ ۶ گرام، ابریشم خام ۹ گرام، چرائتہ شیریں ۱۰٫۵ گرام

مویز منقی ۷٫۵ گرام، آلو بخارا ۱۰ عدد، مغز تخم کدو ۱۴ گرام، بادرنجبویہ ۶ گرام، رات کو تین پاؤ پانی میں تر کرکے

صبح جوش دے کر صاف کرکے شکر پاؤ بھر ڈال کر قوام کریں۔

Marfat.com

از بیاض حکیم حکمت اللہ خاں صدیقی امروہوی ۱؎

نسخہ مسہل برائے وجع مفاصل حار، جو نزد حکیم ابراہیم لکھنوی برائے حکیم محب علی خاں امروہوی ۲؎

گل بنفشہ	تخم خیارین	برگ شاہترہ	عنب الثعلب خشک		
۶ گرام	۶ گرام	۳ گرام	۶ گرام		
پوست بیخ کاسنی	منڈی	برگ گاؤزبان	تخم کاسنی	عناب ولایتی	تخم خطمی
۶ گرام	۶ گرام	۴ گرام	۶ گرام	۵ دانہ	۶ گرام
برگ جھاؤ	بزیدان	اصل السوس مقشر	[illegible]نجان شیریں		
۶ گرام	۴ گرام	۴ گرام	۱۲ گرام		
برادہ آبنوس	برادہ چوب شیشم	بسفائج فستقی	تربد مجوف اکبرآبادی		
۴ گرام	۴ گرام	۴ گرام	۴ گرام		

رات کو عرق مکوہ میں تر کر کے صبح مل صاف کر کے مغز فلوس خیارشنبر آلو بخارا
۸۷ گرام ۲۰ دانہ

ترنجبین خراسانی ترہندی مقشر علیحدہ مل صاف کر کے گلقند آفتابی میں حل کر کے
۵۰ گرام ۵۰ گرام ۵۰ گرام

شیرہ مغز بادام شیریں ملا کر تخم ریحاں شستہ مقل ازرق پیس کر چھڑک کر پیئیں۔
۶ عدد ½ گرام ۱ گرام

پیاس کے وقت عرق مکوہ، دوپہر کے بعد آب مونگ اور شام کو شلہ کھلائیں۔

۱؎ حکیم حکمت اللہ صدیقی کے نبیرہ اور فاضل طبیب حکیم حمایت اللہ (مرحوم) کے ذخیرہ میں یہ بیاض محفوظ ہے۔ ان کی عنایت سے مجھے اس بیاض کے مطالعہ کا موقع ملا۔

۲؎ حکیم محب علی خاں صاحب آپ عباسی ہیں (وفات ۱۳۲۳ھ) حکیم کفایت اللہ کے

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

ایضاً حبوب : عود بلسان ۱ گرام، حب بلسان ۱ گرام، اسارون ۱ گرام، ایرسا ۱ گرام، مصطگی رومی ۱ گرام، تخم تلمی ۱ گرام، زعفران ۱ گرام، سنبل الطیب ۱ گرام، صبر سقوطری ۶ گرام باریک کرکے عرق بادیان میں پیس کر چنے کے برابر گولیاں بنائیں اور ۶ گرام گولیاں درج بالا مسہل سے قبل کھلائیں۔

ایضاً تبرید : ہلیلہ مربیٰ ۱ عدد گرم پانی سے دھو کر سودنجان شیریں ۱ گرام مقل ازرق ۱ گرام پیس کر ملا کر ورق نقرہ لپیٹ کر پہلے کھائیں۔ اوپر سے تخم خطمی ۶ گرام ابریشم خام ۳ گرام رات کو عرق گاؤزبان ۱ عدد میں تر کرکے صبح مل صاف کرکے شربت بزوری بارد ۲۵ گرام حل کرکے ۲۵۰ گرام پیئیں۔

ضعف باہ : آرد پشت خار دربائی آرد گندم ہم وزن کرکے سات روز تک روٹی کھائیں۔ دوران استعمال مجامعت اور ترشی و بادی چیزوں سے پرہیز رکھیں بہت مجرب ہے۔

ورم چشم و سرخی : رسوت ۲ گرام قرنفل ۱ عدد گلاب میں پیس کر نیم گرم آنکھ پر طلا کریں بہت نافع ہے۔

آخری دو نسخے حاشیہ قرابادین شفائی بقلم حکیم ابراہیم سے منقول ہیں۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) مجاجہ اور داماد خسرے رشتہاں کے بعد دافی رامپور سے مرتبہ اعزازی اور خطاب خانی سے سرفراز کیا۔ غدر کے بعد نواب رامپور کی طرف سے امروہہ میں تحصیلدار رہے شاہ مبارز من نقشبندی (شاہجہاں پوری) سے بیعت تھے۔ طب کی تعلیم حکیم عنایت اللہ (امروہہ) سے حاصل کی (تذکرہ کاملان رامپور ص ۴۰ و خمخانہ جاوید ج ۲ ص ۱۰۱)

حکیم محمد اسمٰعیل

حکیم یعقوب کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ درسیات سے فراغت کے بعد والد ماجد سے طب کی تکمیل کی۔ والد کی حیات ہی میں ان کا مطب عروج پر پہنچ گیا تھا۔ سلطنت اودھ کی تباہی کے بعد حکیم ابراہیم اور حکیم محمد مسیح عمر بھر لکھنؤ سے باہر رہے لیکن حکیم اسمٰعیل کا قیام جھوائی ٹولہ میں رہا۔ اسی لئے والد کے بعد ان کی مسند پر فائز ہوئے اور سولہ برس تک نہایت قابلیت سے جانشینی کے فرائض انجام دیئے۔

فن طب میں مجتہدانہ شان رکھتے تھے۔ مریضوں کا مرجوعہ بہت تھا اور اللہ تعالیٰ نے ہاتھ میں شفا عطا کی تھی۔ نبض اور قارورہ سے تشخیص حمل میں خاص شہرت تھی۔ اصول تشخیص اور فن نسخہ نویسی میں خداداد قابلیت اور حیرت انگیز قوت حافظہ کی وجہ سے منفرد سمجھے جاتے تھے۔ شاہی زمانہ میں اور اس کے بعد اپنے فن میں مشہور اور ممتاز رہے۔ شہزادگان اور محلات بھی ان کے معتقد تھے۔

حکیم صاحب کا قیام اگرچہ ہمیشہ لکھنؤ میں رہا لیکن آس پاس کی ریاستوں اندر اور رام پور وغیرہ کے رؤساان کے زیر علاج رہتے تھے اور ان کی آمدورفت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ نواب کلب علی خاں رام پور اور ان کے چچا نواب عباس علی خاں کے بھی وہ معالج رہے۔ شفاء الملک حکیم عبدالمعید کے

Marfat.com

قائم کردہ یونانی دواخانہ کی فہرست[1] میں معجون لاجورد کے متعلق لکھا ہے کہ یہ معجون ان کے جد بزرگوار حکیم محمد اسمٰعیل نے نواب عباس علیخاں کے لئے تجویز کی تھی۔ حکیم عبدالوحید نے اپنی بیاض میں اس کا نسخہ درج کیا ہے۔ معجون لاجورد کے علاوہ بیاض وحیدی میں حب جدوار کا بھی ایک نسخہ مندرج ہے جو نواب کلب علی خاں کے لئے تجویز کیا گیا ہے[2] بیاض وحیدی میں حکیم اسمٰعیل کے مجوزہ جو دو نسخوں میں سے دو نسخے عباس علی خاں کے لئے تجویز کردہ ہیں۔ مجربات عزیزی میں بھی حکیم عبدالحلیم نے حکیم اسمٰعیل کے متعدد نسخے تحریر کئے ہیں۔

حکیم اسمٰعیل کے درس کا سلسلہ بہت وسیع تھا۔ تمام ہندوستان میں ان کے شاگرد پھیلے ہوئے تھے۔ ہندوستان کے علاوہ دیگر ممالک مثلاً کابل و بخارا وغیرہ کے بھی بہت سے لوگوں کو شرف تلمذ حاصل ہے[3] تلامذہ میں حکیم خلیل الرحمٰن خاں (رئیس بعیت) بہت نمایاں ہیں[4] حکیم خلیل الرحمٰن کے فرزند حکیم سعید الرحمٰن خاں شیخ الہند حکیم عبدالعزیز لکھنوی کے شاگرد رہے تھے۔

حکیم اسمٰعیل کو تعمیرات سے بہت دلچسپی تھی۔ اپنے بڑے صاحبزادہ حکیم عبدالعزیز کے مطب کے لئے عالی شان عمارت جو اب تک جھوائی ٹولہ میں موجود ہے۔ انہوں نے ۱۸۷۷ء/۱۲۹۴ھ میں تعمیر کرائی اسی مطب میں ان کا درس ہوتا تھا اور آج بھی

۱۔ فہرست "یونانی دواخانہ" لکھنؤ (انگلش) مطبوعہ ۱۹۱۸ء

۲۔ بیاض وحیدی صفحہ ۱۰۸ مطبوعہ ۱۹۷۴ء

۳۔ روز حکمت ص ۳۸

۴۔ حکیم خلیل الرحمٰن خاں ذی علم حاذق طبیب اور رئیس بعیت کے رؤسا میں تھے۔ ۱۸۹۱ء میں رانی ... ضلع مرزاپور بنارس کے طبیب خاص مقرر ہوئے اور چند سال وہاں مقیم رہے۔ ان کے خاندان کو اطبائے جھوائی ٹولہ سے تلمذ کی خاص نسبت حاصل رہی۔ حیدرآباد کے مشہور عالم و حاذق حکیم ... خاں بھی اسی خاندان کے رکن تھے۔

Marfat.com

یہ سلسلہ جاری ہے اور یہ عمارت تکمیل الطب کالج لکھنؤ کا ایک حصہ بنی ہوئی ہے۔

چھوائی ٹولہ کی بڑی مسجد بھی حکیم اسمٰعیل کی یادگار ہے کتبہ کے اشعار یہ ہیں۔

حکیم پاک شمائل محمد اسماعیل — کہ کرد جہاد بہ تخلیص این عبادت گاہ

بیادگار نوشتم سنین تاریخ — حرم بقرب شرف لا الہ الا اللہ

۱۲۹۷ھ

ایک اسٹامپ محررہ ۹ اکتوبر ۱۸۶۵ء مطابق ۱۸ جمادی الاول ۱۲۸۲ھ سے معلوم ہوتا ہے کہ حکیم اسمٰعیل نواب خاص محل صاحبہ زوجہ واجد علی شاہ کی جاگیر اور جملہ املاک کے مہتمم بھی تھے۔ حکیم صاحب کو ورزش کا بہت شوق تھا اور روزانہ ایک ہزار ڈنڑ لگاتے تھے اس کے بعد ایک پاؤ بالائی اور چار تیر مال کا ناشتہ فرماتے تھے زندگی بھر کبھی بیمار نہیں ہوئے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ایک ہی مرتبہ جب موت آئے گی تو بیمار پڑوں گا۔ ان کا یہ فرمانا صحیح ثابت ہوا۔ شفاء الملک حکیم عبد الحمید نے اپنی یادداشت میں تحریر کیا ہے کہ حکیم اسمٰعیل اس قدر جفاکش تھے کہ بارش میں نہ کہ ترشح میں مثل سیتل پائی وغیرہ کے اپنے اوپر ڈال کر لیٹ رہتے تھے۔

کھانے کا یہ معمول تھا کہ چھ چپاتیاں شمار کرکے اپنے سامنے رکھ لیتے تھے اور اس میں کمی و بیشی نہیں ہونے دیتے تھے۔ شب کو گھر کا کھانا کبھی نوش نہیں کیا۔ میتھی کی پوری (جس میں دال بھری ہوتی ہے) اور سیخ کے کباب ان کی شب کی غذا تھی گرمی کے زمانے میں کھانے کے بعد برف لگا ہوا فرخ آبادی قسم کا بڑا تربوز ضرور نوش کرتے تھے۔ سہ پہر کو اکثر اپنے دوست اور ہم سبق حکیم اکرام رضا کے ساتھ ناشتہ کرتے تھے کبھی سوا سیر کے پیڑے اور کبھی ۴-۵ سیر تلے ہوئے بوٹ اور پھلیاں دونوں مل کر ختم کر دیا کرتے تھے۔

موسم سرما میں گرم کپڑا نہیں پہنا۔ دسمبر اور جنوری کی سردی میں برآمدہ میں سوتے اور صرف ایک پتلی رضائی جس میں دونوں پیر اور سر کھلا رہتا تھا اوڑھتے تھے۔ روزانہ غسل کے عادی تھے۔ کنویں پر بیٹھ کر خدمتگار ٹھنڈا الٹا

اور بہشتی مشک سے نہلاتا عطر ہمیشہ کپڑوں سے زیادہ بدن پر لگایا کرتے تھے۔ آٹھ روز مرض فواق میں مبتلا رہ کر ۱۳ جمادی الاول ۱۳۰۳ھ/ مطابق ۱۸۸۶ء/ کو چونسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی اور خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے۔ قطعۂ تاریخ وفات

بہند بود مسیحا محمد اسمٰعیل — رواں بخلد بریں شد زعالم ایجاد
برائے سالِ وفاتش دل حزین آختر — بگفت رفتہ بجنت طبیب نیک نہاد

۱۳۰۳ھ

حکیم اسمٰعیل کے ایک عقیدت مند شیخ محمد قاسم یار المتخلص بہ قمر ساکن کٹرا ضلع الہ آباد نے عربی، فارسی، اردو، ہندی، سنسکرت، ترکی، عبرانی، زبان دری ہیربد سے (زبان علما مجوس) زبان پہلوی، زبانِ ترکمانی اور دوسری مختلف زبانوں میں ان کے انتقال پر اپنے تاثرات قلبی ظاہر کئے تھے۔

حکیم اسمٰعیل صاحب کے معاصرین میں حکیم میر باقر حسین، حکیم مرزا مظفر حسین حکیم دولھا صاحب اور حکیم مرزا محمد جعفر جیسے صاحب فن اطباء تھے۔ جن سے ان کے دوستانہ مراسم تھے۔

حکیم صاحب کی شادی صاحب بیگم بنت خواجہ سید محمد ابو خواجہ قادر بخش ابن خواجہ نیاز احمد ابن خواجہ عبد اللہ سے ہوئی تھی۔ زوجہ خواجہ سید محمد کا نام حسن جان بنتِ مرزا زاہد بیگ ولد مرزا الہ وردی بیگ تھا۔

تین صاحبزادے حکیم عبد العزیز، حکیم عبد الحفیظ اور حکیم عبد الوحید اور ایک صاحبزادی عالیہ بیگم تھیں۔ عالیہ بیگم نے والدہ کی حیات میں بعمر ۱۸ سال انتقال کیا۔ حکیم اسمٰعیل کی اہلیہ صاحب بیگم نے ۱۶ جنوری ۱۹۰۸ء مطابق ۱۱ ذی الحج ۱۳۲۵ھ بروز پنجشنبہ وفات پائی۔ اس شعر سے تاریخ برآمد ہوتی ہے۔

بدیں گشت تاریخ شد — پاک دل خدا پرست

۱۳۲۵ھ

Marfat.com

نمونۂ مطب

از بیاض حکیم عبدالعزیز (قلمی)

نسخہ جھاڑ: گل ترئی تلخ صبر زرد مومیہ منقیٰ مصطگی رومی شحم حنظل
۵ گرام ۳ گرام ۵ عدد ۳ گرام ۳ گرام

نمک لاہوری گل سرخ بادیان باؤبڑنگ باریک کرکے زہرہ
۳ گرام ۳ گرام ۳ گرام ۳ گرام

گاؤ میں ملا کر حمول تیار کریں اور استعمال میں لائیں۔

نسخہ معین حمل: برادہ دندان فیل رات کو پانی میں تر کرکے صبح تمام دن کھرل
۲۵ گرام

کریں۔ جب مثل سرمہ ہو جائے تو قند سفید ڈالیں اور قوام کرکے شربت تیار کریں۔ مقدار خوراک ۲۵ گرام ہمراہ آب تازہ۔

از مجربات عزیزی

ظفرہ: انسان کے ہاتھ کے ناخن جلا کر شہد خالص یا روغن گاؤ میں ملا کر شیشہ کی سلائی سے آنکھ میں لگائیں۔

نفث الدم: پوست کوکنار صمغ عربی کات سفید آرد سپستان خشک آرد گوندنی خشک باریک کرکے رکھیں۔ ۱ ور ۱۲ گرام مناسب بدرقہ کے ساتھ کھائیں۔

قلت لبن: ستاور نبات سفید باریک کرکے پہلے کھائیں اوپر سے چنے کا پانی پئیں۔

دیدان: پلاس پاپڑا منقل ازرق تربد مجوف اکبرآبادی افسنتین رومی مغز ختہ شفتالو ریوت زرد صبر سقوطری آب برگ نگکہ وندہ سبز آب برگ شفتالو سبز میں پیس کر چنے کے برابر گولیاں بنائیں۔

Marfat.com

بول الدم: خصوصاً جب وہ گردوں پر سفرار کے انصباب کے باعث ہو۔
آلو بخارا ز زرشک بیدانہ تمر ہندی مقشر گرد سماق تازہ پانی میں بھگو کر صبح مل صاف کر کے شربت انارین حل کر کے آب لیموں کاغذی اضافہ کر کے نیم گرم پیئیں۔

ترمہ الانف: مازو مرمکی زعفران سعد کوفی زرنیخ پھٹکری ہموزن باریک پیس کر ناک میں پھونکیں ناک کے بدبودار زخم کے لئے مفید ہے۔

بواسیر الانف: زنگار توتیا شادر سجی باریک پیس کر شہد میں ملائیں اور فتیلہ آلودہ کر کے ناک کے بڑھے ہوئے گوشت پر لگائیں ناک کے زائد گوشت کو ختم کرتا ہے۔

ضیق النفس: جاوشیر ۲ گرام عرق بادیان میں حل کریں اور تخم حنظل ۲ گرام باریک پیس کر ملا کر گولی بنائیں اور ایک گولی ہمراہ ماء العسل کھائیں۔ دمہ کے مادہ کو خوب دفع کرتا ہے لیکن چونکہ جاوشیر اعصاب کے لئے نہایت مضر ہے اس لئے اس کے کھانے کے دوران کسی گرم روغن کی بدن پر مالش ضرور کرنی چاہیئے۔

دیگر: زراوند مدحرج مرمکی میعہ سائلہ گندہ بہروزہ ہموزن راتینج ان سب کے مساوی توتھ پیس کر روغن گاؤ میں ملا کر گولیاں بنائیں۔ دورہ کے وقت ۲ گولی آگ پر ڈال کر اس کا دھواں ناک اور منہ میں پہنچائیں۔ فوراً دورہ رفع کرتا ہے۔

حکیم حاجی محمد مسیح

حکیم یعقوب کے تیسرے صاحبزادے تھے۔ حکیم ابراہیم نے جن اساتذہ سے لکھنؤ میں درسیات کی تکمیل کی تھی۔ انہی کے سامنے حکیم مسیح نے بھی زانوے تلمذ تہہ کیا۔ البتہ طب کی تعلیم صرف اپنے والد سے حاصل کی۔ تحصیل علوم کا شوق انھیں آخر عمر تک رہا اور وہ ارباب فضل وکمال سے استفادہ کرتے رہے۔ کلکتہ میں ملا باقر ایرانی سے بھی تلمذ تھا۔

۱۸۵۶ء میں انتزاع سلطنت اودھ کے بعد خاص محل اور واجد علی شاہ نے روانگی کلکتہ کے وقت حکیم یعقوب سے ساتھ چلنے کی فرمائش کی۔ انھوں نے معذرت کرتے ہوئے اپنے چاروں صاحبزادوں کے نام پیش کئے۔ قرعۂ فال حکیم مسیح کے نام نکلا۔ حکیم یعقوب کو تامل ہوا اور انھوں نے بڑے اور منجھلے صاحبزادوں میں سے کسی کے انتخاب کے لئے کہا۔ لیکن خاص محل اور واجد علی شاہ (وفات ۱۸۸۷ء/۱۳۱۶ھ) نے انہی کے لئے اصرار کیا اور آخر حکیم مسیح طبیب خاص کی حیثیت سے کلکتہ روانہ ہوئے۔

اس سلسلہ میں ایک دلچسپ واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حکیم مسیح فقرا کو بہت ناپسند کرتے تھے۔ ایک روز وہ اپنے والد کے مطب میں زیر تعلیم بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک فقیر جوان العمر جن کا اسم گرامی ببر علی شاہ تھا مطب کے در میں جہاں حکیم یعقوب کی مسند تھی اور طلباء و مرضا ان کے منتظر تھے، نمودار ہوئے اور سوال کیا، بابا کچھ کھلائے گا؟ حسب عادت حکیم مسیح نے سخت سست کہنا شروع کیا کہ جوان

Marfat.com

پہنے کپڑے ہو کر مانگتے شرم نہیں آتی۔ ایسے ہی بنے ہوئے فقیر گھوما کرتے ہیں۔ ہم نے تو آج تک کوئی فقیر نہیں دیکھا۔ ببر علی شاہ نے کہا اچھا یا تو فقیر دیکھے گا، یہ کہہ کر وہ مطب کے اندر داخل ہوئے۔ اُن کا داخل ہونا تھا کہ حکیم مسیح پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور حالت غیر ہو گئی۔ اپنے کپڑے چاک کرنے لگے۔ شاہ صاحب نے رخصت ہونا چاہا۔ حکیم صاحب نے پکڑ لیا کہ میں نہیں جانے دوں گا۔ شاہ صاحب نے فرمایا اس وقت میں نہیں ٹھہر سکتا۔ شام کو تیرے ساتھ کھانا کھاؤں گا۔ حسب وعدہ تشریف لائے اور کھانا نوش فرمایا۔ اس کے بعد ایک خاص انداز سے دریافت کیا "مسیح تو کیا چاہتا ہے؟" انھوں نے کہا کہ میں پلنگ پر نہیں سونا چاہتا ہوں کہ جب سوؤں تو چاندی کے پلنگ پر لیٹوں۔ شاہ صاحب نے فرمایا خدا نے چاہا تو یہی ہوگا۔ اسی کے کچھ عرصہ بعد خاص محل کے انتخاب کا واقعہ پیش آیا۔

حکیم صاحب خاص محل کے طبیب خاص کی حیثیت سے مٹیا برج کی حراست کے زمانے میں تقریباً ساری عمر کلکتہ رہے۔ وہاں ان کا اقتدار نہ صرف شاہی طبیب کی حیثیت سے بلکہ مشیر خاص کی حیثیت سے سیاسی امور میں بھی تھا۔ بادشاہ اور خاص محل ان کی طبابت اور سیاست دونوں کے معتقد تھے۔ ان کی قدر و منزلت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ان کے ہاں مٹیا برج میں محفل میلاد منعقد ہو رہی تھی کسی شہزادے نے میلاد کی آواز سن کر مخالفت کرنی چاہی اور حکیم صاحب سے سخت لہجہ میں کہا کہ "یہاں مجلس ہوتی ہے میلاد نہیں ہوتا"، حکیم صاحب نے فرمایا یہ رسول کی محفل ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ صاحبزادے نے پھر منع کیا۔ حکیم صاحب ایکدم غضبناک ہو گئے اور ایک چانٹا رسید کیا۔ وہ روتے ہوئے بیگم صاحبہ کے پاس گئے اور شکایت کی۔ بیگم صاحبہ نے شہزادہ کو ڈانٹا اور کہا رسول کی محفل سب کے لیے مشترک ہے اور حکیم صاحب سے کوئی تعرض نہیں کیا۔

کلکتہ میں نہ صرف بیگمات اور واجد علی شاہ ان سے رجوع کرتے تھے

بلکہ وہاں ان کے مطب کا عام سلسلہ بھی قائم تھا۔ خاص کلکتہ اور صوبہ بنگال کے دوسرے شہروں سے برابر مریضوں کا ہجوم رہتا تھا۔ انھوں نے بڑے بڑے ڈاکٹروں کے مقابلہ میں معرکتہ الآرا علاج کئے اور اپنی تشخیص و علاج کا سکہ بٹھایا۔

ایک مرتبہ کسی شہزادی کو سات سال کی عمر میں اسہال کی شکایت ہوئی، جس نے بہت طول پکڑا، اسہال بند ہوتے تو قے شروع ہو جاتی اور قے بند ہوتی تو پھر اسہال جاری ہو جاتے۔ انھوں نے تجویز کیا کہ زہر مہرہ خطائی عرق کیوڑہ میں پیس کر ہر چار گھنٹہ بعد استعمال کیا جائے اور غذا میں صرف وہی دیا جائے۔ اس کے استعمال سے پہلے ہی روز افاقہ ہوا۔

خاص محل کو سنگرہنی یعنی بثورات امعاء کا مرض لاحق ہوا۔ کسی دوا سے آرام نہ ہونے پر حکیم صاحب نے یہ نسخہ تجویز کیا۔ طباشیر، دانہ ہیل کلاں، کہربا شمعی، لیثب سبز محلول، مروارید ناسفتہ محلول مربی بہی شیریں کے ہمراہ پیس کر ورق نقرہ ملا کر پہلے کھائیں اور اوپر سے بہدانہ شیریں کا عرق کیوڑہ میں خلیسا ندہ شربت انجبار کے ساتھ استعمال کریں۔ غذا میں دہی، کیلا اور خربوزہ کے سوا تمام چیزیں بند رکھیں۔ ایک ہفتہ میں صحت کلی حاصل ہوئی۔ خلعت اور انعام سے سرفراز فرمائے گئے۔

واجد علی شاہ کی مسور کی دال سونے کی اشرفی سے بگھاری جاتی تھی اور حکیم مسیح اس اشرفی کو گلانے کے لئے ایک دوا اس میں ڈالا کرتے تھے جس سے اشرفی کے طلائی اجزاء دال میں حل ہو جاتے تھے۔

حکیم صاحب کے علم و فضل، ذہانت و ذکاوت، طبی مہارت اور حسن اخلاق کے مداح علماء کبار بھی تھے جو اس زمانے میں معزول شاہ اودھ کے قیام مٹیابرج کے باعث کلکتہ میں مقیم تھے۔ ان میں مفتی میر عباس مجتہد العصر، سید علی حیدر طباطبائی مجتہد اور مولانا فخر الدین فرنگی محل بھی تھے۔

افسر الاطباء حکیم سید فرزند علی نے ۱۲۹۲ھ میں نواب شاہ جہاں بیگم کے ہمراہ کلکتہ کا سفر کیا تھا۔ وہاں انھیں حکیم مسیح سے بھی ملاقات کا موقع ملا۔ منظور حسن ندیم نے

Marfat.com

سلیمانی نے اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے "کلکتہ میں حکیم سید فرزند علی صاحب نے لکھنؤ کے نامور طبیب حکیم محمد مسیح صاحب سے بھی ملاقات کی[۱] اسی سفر میں نواب صدیق حسن خاں کی واجد علی شاہ سے ملاقات ہوئی تھی۔

کلکتہ میں حکیم صاحب کے درس کا سلسلہ بھی رہتا تھا۔ جامع علوم اور مشہور ادیب و مورخ مولانا عبدالحلیم شررؔ بھی ان کے شاگردوں میں تھے۔ انھوں نے کتب طبیہ کا پورا درس حکیم صاحب سے لیا تھا۔ مولانا شرر کے نانا منشی قمرالدین شاہی قافلہ کے ہمراہ مٹیا برج میں تھے اور شرر کا ابتدائی زمانہ وہیں گذرا تھا۔

حکیم مسیح کلکتہ کے قیام میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور مدینہ منورہ میں کچھ عرصہ مقیم رہ کر روضۂ نبوی پر حاضری اور عبادت و ریاضت میں مصروف رہے۔ شاہی صحبت کی وجہ سے ان کا مزاج بالکل شاہانہ ہو گیا تھا۔ غذا اور لباس میں بہت اہتمام کرتے تھے۔ جسمانی طاقت غیر معمولی تھی۔ روزانہ ورزش اور گھوڑے کی سواری کے عادی تھے، مشاقی کا یہ عالم تھا کہ کلکتہ سے لکھنؤ تک دو تین بار گھوڑے پر سفر کیا تھا۔ ان کی اصل غذا سوا سیر گوشت کے پسندے اور چار سیر گوشت کی یخنی آب انار کے ساتھ ہوتی تھی۔ باقی دسترخوان پر سب کے ساتھ ایک یا دو چپاتی سے زیادہ نوش نہیں کرتے تھے۔

ان کی قوت کا یہ حال تھا کہ مٹیا برج میں ایک چپت خورہ تھا جو مختلف لوگوں سے چپت کھاتا اور اس کے معاوضہ میں اسے کچھ مل جاتا، یہی اس کی قوت لایموت تھی بڑے سے بڑے طاقتور شخص کی چپت وہ برداشت کرتا اور اس پر کوئی اثر نہ ہوتا۔ ایک مرتبہ حکیم صاحب کے پاس اسی مقصد سے آیا کہ چپت کھا کر کچھ وصول کرے۔ حکیم صاحب نے اس سے چپت کا معاوضہ دریافت کیا۔ اس نے کہا ایک روپیہ لیتا ہوں۔ حکیم صاحب نے فرمایا ہم اپنی ایک چپت کے معاوضہ میں پانچ روپیہ دیں گے

---

[۱] گنجینۂ سلیمانی ص ۳۰

Marfat.com

ان کی چپت کھا کر وہ بے ہوش ہو گیا۔ ہوش میں آنے پر انھوں نے اسے پانچ روپیہ سے بھی زیادہ دے کر رخصت کیا۔

حکیم صاحب کی مالی حالت یہ تھی کہ کئی لاکھ روپیہ نقد سرکاری بینک میں اور بہت سے جواہرات اور لکھنؤ کی متعدد عمارتیں ان کی ملکیت میں تھیں۔ خاص محل سے اختلافات کے بعد حکیم مسیح انتقال سے تقریباً پانچ سال پیشتر لکھنؤ واپس آئے اور جب شدید اصرار اور معذرت کے باوجود کلکتہ جانے سے انکار کیا تو خاص محل نے ۶ر دسمبر ۱۸۸۱ء کو اس رقم پر جو بینک میں ان کے نام سے جمع تھی دعویٰ دائر کر دیا دعویٰ کے مطابق یہ رقم خاص محل کی تھی جو حکیم صاحب کے نام سے جمع کی گئی تھی۔ بعد میں خاص محل نے مصالحت بھی چاہی لیکن حکیم صاحب کی طبیعت میں ضد تھی وہ مصالحت کے لئے تیار نہیں ہوئے اور مقدمہ قائم رہا۔ دوران مقدمہ حکیم صاحب نے وفات پائی لیکن مقدمہ جاری رہا۔ ابتدائی عدالت سے حکیم صاحب کے حق میں فیصلہ ہوا۔ اس خوشی میں غربا کو دوشالے تقسیم کئے گئے۔ یہاں تک روایت ہے کہ عدالت سے گھر تک دوشالے بانٹے گئے تھے۔ خاص محل کی جانب سے ہائی کورٹ میں اپیل کی گئی۔ اس زمانہ میں ہائی کورٹ کلکتہ میں تھا اور مسٹر نومری ہائی کورٹ کے جج تھے۔ ان کی عدالت میں آخری مقدمہ کا فیصلہ تھا۔ مسٹر نومری نے خاص محل کی طرفداری کی اور حکیم صاحب کی مخالفت میں فیصلہ سنایا۔ وہ تمام رقم جو حکیم صاحب کے نام سے جمع تھی بذریعہ ڈگری ضبط کر لی گئی۔ اس مقدمہ میں حکیم صاحب اور ان کے ورثا کے ہزاروں روپیہ صرف ہوئے تھے۔ ورثا کی جانب سے حکیم عبدالعزیز صاحب مختار عام تھے۔ پانچ روپیہ کے اسٹامپ پیپر ۱۲ نومبر ۱۸۸۵ء کا لکھا ہوا یہ مختار نامہ راقم الحروف کے ذخیرہ دفاتر کا خاندان عزیزی" میں محفوظ ہے۔ اس پر حکیم مسیح کے دو برادران حکیم محمد اسمٰعیل اور حکیم محمد تقی (حکیم ابراہیم وفات پا چکے تھے) کے دستخط اور ان کی دو بہنوں کنیز فاطمہ اور سکینہ خانم کی علامت نشانی ہے۔ گواہ کی حیثیت سے حکیم غلام احمد اور حکیم عبدالوحید کے دستخط ہیں۔

Marfat.com

حکیم عبدالعزیز مقدمہ کا فیصلہ سننے کے لئے جب کلکتہ جا رہے تھے تو چار باغ ریلوے اسٹیشن پر پہونچنے سے قبل ان کی بگھی کے گھوڑے کچھ بگڑے اور چند منٹ کے لئے انھیں بگھی سے اترنا پڑا۔ قریب ہی ایک گھسیارہ گھاس چھیل رہا تھا وہ انھیں دیکھتے ہی اپنی زبان میں بڑبڑایا "بیکار جات ہو مقدمہ ہر گوا"۔ حکیم صاحب نے کوئی توجہ نہیں کی۔ کلکتہ پہنچنے پر جب خلاف فیصلہ سنا تو واپسی پر اس گھسیارے کو جو حقیقت میں کوئی مجذوب تھا بہت تلاش کرایا مگر پتہ نہیں چلا۔ حکیم عبدالعزیز کے نام حکیم عبدالحفیظ کے مکتوب مرقومہ ۶ فروری ۱۸۹۲ء سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقدمہ کا فیصلہ ۱۸۹۲ کے شروع میں ہوا تھا۔

حکیم مسیح نے ۴ شعبان ۱۳۰۲ھ مطابق ۲۰ مئی ۱۸۸۵ء کو پچاس سال کی عمر میں سفر آخرت اختیار کیا اور خاندانی قبرستان واقع جھوائی ٹولہ میں دفن ہوئے۔

حکیم صاحب نے مٹیا برج ہی میں ایک شیعہ سید خاندان میں نکاح کیا تھا جن سے صرف ایک صاحبزادی آمنہ خانم پیدا ہوئیں۔ آمنہ خانم آغا مہدی حسن خاں (بیٹا) اور آغا ابو صاحب) سے منسوب تھیں۔ آمنہ خانم کے صاحبزادے اچھے صاحب اور صاحبزادی منی بیگم کا قیام کشمیری محلہ لکھنؤ میں تھا۔ حکیم اسمٰعیل کے نام حکیم مسیح کے سات فارسی خطوط خوش قسمتی سے محفوظ ہیں۔ یہ خطوط کلکتہ سے ۱۷ ار ربیع الاول ۱۲۸۷ھ اور ۲۴ جمادی الاول ۱۲۸۷ھ کی درمیانی تاریخوں کے لکھے ہوئے ہیں۔

نمونہ مطب

از بیاض حکیم حسین رضا (قلمی)

مالتی بسنت کے مروجہ نسخہ (سنگ بصری ۱۰ گرام فلفل سیاہ ۲۰ گرام شنگرف ۱ تولہ مرداسنگ اسفیداج ۶ گرام ورق طلا ۶ گرام مکھن میں کھرل کرکے ۳۵ روز آب لیموں کاغذی میں صلایہ کریں) میں حکیم محمد مسیح نے یاقوت رمانی ۶ گرام ورق نقرہ ۶ گرام کا اضافہ کیا ہے اور آب لیموں کے بجائے امراض باردہ میں آب ادرک

شامل کیا ہے۔

از مجربات عزیزی

ذیابیطس: مغز بنبہ دانہ رات کو تازہ پانی میں بھگو کر صبح مل صاف کر کے نبات سفید حل کر کے نیم گرم پئیں۔

ناصور: روغن گاؤ گرم کر کے موم خام اس میں پگھلائیں اور رال سفید شنگرف پیس کر ملائیں۔ ٹھنڈا ہونے پر اکیس بار صاف پانی سے دھو کر حفاظت سے رکھ لیں اور اس مرہم کو کام میں لائیں۔

۲۔

رال سفید	کات سفید	بہروزہ خشک	بورہ سرخ	مردار سنگ
۱۲ گرام	۱۲ گرام	۱۲ گرام	۳ گرام	۳ گرام
نیلا تھوتھا	زنگار	کافور خالص	شنگرف	سیندور
۳ گرام	۳ گرام	۶ گرام	۳ گرام	۶ گرام

باریک کریں پہلے موم خام (۲۵ گرام) روغن گاؤ میں (۶۰ گرام) ڈال کر پگھلائیں اور آگ سے اتار کر ٹھنڈے پانی سے دھوئیں جب نرم اور سفید ہو جائے تو دوبارہ آگ پر رکھ کر پگھلائیں اور درجہ بالا پسی ہوئی دوائیں قدرے قدرے اس میں شامل کر کے مرہم تیار کریں۔

قروح: ہر قسم کے زخموں میں مفید ہے۔ روغن بیدانجیر (۱۲۵ گرام) آگ پر رکھ کر موم خام (۱۲۵ گرام) اور گندہ بہروزہ پگھلائیں۔ اور تخم خطمی (۲۵ گرام) تخم کتان (۲۵ گرام) حلبہ (۲۵ گرام) باریک کر کے قدرے قدرے ڈالیں اور قلعی دار چمچے سے خوب چلائیں جب جم جائے تو زردی بیضہ مرغ ڈال کر خوب

Marfat.com

ملائیں اور مرہم تیار کریں۔

وجع مفاصل : روغن بیدانجیر روغن کنجد سیاہ روغنِ سرسوں روغن مالکنگنی شیر مدار شیر زقوم آب برگ دھتورا سبز مروق ملا کر آگ پر رکھیں جب پانی جل جائے اور روغن باقی رہے تو صاف کرکے رکھ لیں۔ اور مالش کریں۔

زحیر کاذب : لعاب ریشہ خطمی ۶ گرام لعاب اسپغول ۶ گرام شیرہ مغز تخم خیارین ۶ گرام شیرۂ بادیان ۴ گرام شربت آلو ۲۵ گرام حل کرکے تخم کنوچہ مسلم ۴ گرام حب الرشاد مسلم ۴ گرام چھڑک کر پلائیں۔ اگر ضرورت ہو تو روغنِ بیدانجیر ۱۲ گرام اضافہ کریں تاکہ سدہ جلد رفع ہو۔

زحیر صادق : تخم خرفہ سیاہ ۶ گرام تخم بارتنگ ۶ گرام مغز بادام شیریں ۷ عدد بادیان ۴ گرام پانی میں پیس کر صاف کرکے شربت حب الآس ملا کر تخم بالنگو ۶ گرام چھڑک پلائیں۔

ورم طحال : برگ جھاؤ ۶ گرام اشق ۶ گرام سبوس گندم ۴ گرام زراوند مدحرج ۴ گرام انجیر ولایتی ۲ عدد خاکستر مینگنی بز ۶ گرام عرق مکوہ میں پیس کر سرکہ خالص ملا کر دو وقت لیپ کریں۔

Marfat.com

حکیم محمد تقی

حکیم یعقوب کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ علمائے فرنگی محل سے درسیات کی تکمیل کی اور اپنے والد گرامی سے طب کی کتابیں پڑھیں۔ حکیم محمد تقی کا عمومی مطب رجوعات کے لحاظ سے زیادہ کامیاب نہیں تھا، لیکن خاص خاص روسا کی ڈیوڑھیاں ان کی معتقد تھیں اور ان میں علاج و معالجہ کا سلسلہ رہتا تھا۔ نواب امیر جہاں بیگم کے ہاں سے ان کا مستقل ماہانہ مقرر تھا۔ مقامی امرا کے علاوہ اودھ کے دوسرے روسا اور تعلقہ داروں میں بحیثیت طبیب ان کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور ان کے علاج میں وہ بہت کامیاب تھے۔ عوامی مطب سے انھیں دلچسپی نہیں تھی اور مرضا کے زیادہ ہجوم سے گھبراتے تھے۔ چونکہ بیشتر نسخے قیمتی اجزا پر مشتمل ہوتے تھے اس لئے عام لوگ ان سے علاج کے متحمل بھی نہیں ہوتے تھے۔

حکیم محمد تقی کو گھریلو معاملات سے بہت دلچسپی رہتی تھی۔ صنعت و ہنر اور مکانوں کے نقشوں سے خاص شغف تھا۔ خاندان کے تمام لوگ تعمیرات کے متعلق ان سے مشورہ لیتے تھے اور شادی وغمی اور تقریبات کے موقع پر خورد و نوش کا انتظام ان کے سپرد رہتا تھا۔

۲۵ صفر ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۳ جون ۱۹۰۱ء کو جھوائی ٹولہ میں وفات پائی اور خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے۔ ایک صاحبزادہ حکیم محمد عسکری اور تین

صاحبزادیاں نادر جہاں کشور جہاں اور اختر جہاں ان کی یادگار تھیں۔
نادر جہاں کی شادی حکیم عبدالحفیظ سے ہوئی تھی۔ کشور جہاں منشی اصغر حسین سے منسوب تھیں ان کے ایک صاحبزادہ خواجہ الطاف حسین (شفاء الملک حکیم عبدالحمید کے داماد) اور تین صاحبزادیاں شاہ جہاں، قیصر جہاں (والدہ مولانا حکیم اسحٰق حسین سندیلوی سابق استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) اور مغفور جہاں ہوئیں۔
حکیم نقی کی تیسری صاحبزادی اختر جہاں منشی خواجہ شمس الدین سے منکوح تھیں جو لاولد فوت ہوئیں۔

حکیم خواجہ محمد حسین

حکیم یعقوب کے بڑے داماد تھے۔ انہی کے زیر اثر طب کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کی تعلیم و فنی تربیت کی طرف حکیم صاحب کی خاص توجہ مبذول رہی۔ چونکہ فطری طور پر انھیں طب سے خصوصی شغف تھا۔ اس لئے بہت جلد اپنے زمانے کے بہترین طبیبوں میں انکا شمار ہونے لگا اور بحیثیت معالج انھوں نے خوب شہرت پائی۔
حکیم غلام احمد حکیم غنی احمد اور حکیم حسین احمد (ناظر را میورہ) تین صاحبزادے تھے۔

نمونۂ مطب

امساک

شہد گندھک سلاجیت ملاکر قضیب پر طلا کریں۔

دیگر: بیخال کبوتر سفید نمک لاہوری شہد ملا کر طلا کریں۔

دیگر: صندل سفید چوب آکھ سفید طلا کرکے جماع کریں۔

دیگر: گل چنبلی برگ چنبلی سرشف (سرسوں) مجیٹھ شہد میں ملا کر طلا کریں۔

دیگر: تخم آکھ برگ آکھ کافور نترہ تیزک دھتورہ شہد میں ملا کر طلا کریں۔

Marfat.com

تنگیٔ فرج : بیخ کپاس پانی میں جوش دے کر دھونے کے کام میں لائیں

دیگر : دیودار کافور شہد میں ملا کر فرج پر طلاء کریں۔

دیگر : نمک سیاہ کنجد سیاہ خوب باریک پیس کر طلاء کریں۔

قرحہ انف (پینس) لعاب بہدانہ ۳ گرام روغن کنجد ڈھائی سو گرام میں پکائیں
جب تیل باقی رہ جائے تو مغز تخم کدو ۶ گرام مغز بادام شیریں ۶ گرام
صندل سرخ ۴ گرام صندل سفید ۳ گرام سفیدہ کاشغری ۴ گرام
پھٹکری ۴ گرام پیس کر ملائیں اور بتی آلودہ کر کے ناک میں رکھیں

لطلانِ تکلم : (بہ سبب ثقل لسان یا بہ سبب بلغم) : عاقر قرحا نوشادر کباب
چینی پیس کر زبان پر ملیں۔
خولنجان منہ میں رکھنا مفید ہے۔

نبات اسنان : کتھ سفید ۲ گرام کباب چینی ۲ گرام مصطگی رومی ۲ گرام دم الاخوین
۲ گرام پیس کر شہد میں ملا کر مسوڑھوں پر ملیں۔ اگر دانت نکلنے
کے دوران دست آرہے ہوں تو درج ذیل نسخہ استعمال کرائیں۔
تخم بارتنگ ۲ گرام تخم حماض ۲ گرام زرورد ۲ گرام بیلگری ۱ گرام
مصطگی ۲ گرام شربت حب الاس میں ملا کر چٹائیں۔

ورم لب : مکو سبز کشنیز سبز تازہ پیس کر لگائیں۔

Marfat.com

حکیم علی رضا

حکیم علی رضا خاں کے اسلاف وسط ایشیا سے کشمیر آئے، جہاں ایک مدت تک ان کا قیام رہا۔ ان کے بزرگوں کا فوج سے خاص تعلق تھا اور وہ بڑے بڑے فوجی مناصب پر فائز تھے۔ ان کے کسی بزرگ کو ممتاز فوجی خدمات کے صلہ میں اورنگ زیب نے پیش قبض بھی عطا کیا تھا جو ان کے خاندان میں اب تک محفوظ تھا۔ خود حکیم علی رضا کے چھوٹے بھائی توپ خانہ شاہی میں کمیدان تھے۔

حکیم علی رضا کے جد امجد مرزا اوصاف بیگ غالباً مولوی عبدالصمد محدث کے قافلہ کے ساتھ کشمیر سے لکھنؤ منتقل ہوئے۔ دونوں خاندانوں میں قدیم سے قرابت کا سلسلہ قائم تھا۔ حکیم علی رضا کے والد مرزا اعظم بیگ تھے جن کی صاحبزادی آبادی خانم حکیم محمد یعقوب کے حبالہ عقد میں تھیں۔ حکیم علی رضا عمر میں اپنی ہمشیرہ سے چھوٹے تھے اور اپنی بہن اور بہنوئی سے بہت مانوس تھے۔ حکیم یعقوب کی حسب ہدایت طب کی تعلیم کی طرف راغب ہوئے اور حکیم میر محمد مرتعش کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا۔

حکیم علی رضا کا قیام جھوائی ٹولہ ہی میں تھا اور وہیں مطب کرتے تھے۔ شاہی محلات اور روساء کے مخصوص معالج نہیں رہے۔ عام مریضوں کا علاج توجہ سے کرتے تھے اور غرباء کی ان کے مطب میں بھیڑ رہتی تھی۔

مذہبی شغف بہت بڑھا ہوا تھا۔ علماء فرنگی محل سے درسیات کی باضابطہ تکمیل

Marfat.com

کی تھی۔ پا پیادہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ حج سے واپسی پر تقدیم شریف ساتھ لائے تھے۔

خوش نویسی کا مذاق نہایت اعلیٰ تھا۔ ان کی متعدد وصلیاں جو خطاطی کا بہترین نمونہ ہیں۔ لکھنؤ میں احتشام الدین خاں کے پاس محفوظ ہیں۔ ان میں ایک وصلی پر ۴ رجب ۱۲۵۵ھ دوسری پر ۸ شوال ۱۲۵۵ھ درج ہے۔ حکیم علی رضا کی ایک کشتی بھی جو بلخ یا بخارا کی ہے احتشام الدین خاں کے پاس محفوظ ہے۔ ان کی دو وصلیاں ان کے نبیرہ حکیم مسعود رضا خاں (رام پور) نے ۳۱ دسمبر ۱۹۷۵ء کو راقم کو عنایت کی ہیں۔ نامور طبیب حکیم حاجی حسن رضا خاں حکیم علی رضا کے صاحبزادے تھے۔

نمونہ مطب

ضیق النفس

زیرہ گل آکھ مرچ سیاہ نمک لاہوری ہموزن باریک کرکے چنے کے برابر گولیاں بنائیں اور ایک ایک گولی صبح و شام کھائیں۔

داد

کتھ سفید سہاگہ خام رال گندھک ہموزن باریک کرکے گولیاں بنائیں اور ایک ایک گولی صبح و شام کھائیں۔

امساک

عرق ادرک نصف کلو عرق پیاز ڈھائی سو گرام شہد خالص ساڑھے سات گرام قوام کرکے حفاظت سے رکھیں۔ خوراک ۲۵ گرام

سوزاک

نیلا تھوتھا بریاں گیرو خام ہموزن ½ گرام پانی میں ملاکر پچکاری کریں۔

شورہ قلمی ۲۵ گرام پھٹکری بریاں ۲۵ گرام دانہ الائچی کلاں ۶۰ گرام گیرو ۲۵ گرام طباشیر ۶۰ گرام سفوف کریں۔ مقدار خوراک ۶ گرام ہمراہ شیر گاؤ۔ غذا دال مونگ بے روغن یا نان گندم با دودھ چاول۔

حکیم حاجی حسن رضا خاں

حکیم حاجی حسن رضا خاں ۱۸۱۴ء میں جھوائی ٹولہ میں پیدا ہوئے۔ مولانا عبدالحلیم اور دوسرے علمائے فرنگی محل سے عربی کتابوں کا درس لیا۔ طب اپنے پھوپھا حکیم محمد یعقوب سے پڑھی اور ان کے مطب میں بیٹھے۔ تکمیل کے بعد ۵ سال تک لکھنؤ میں مطب کیا۔ محلات شاہی شاہزادگان اور اودھ کے راجاؤں کے معالج رہے۔ راجہ مان سنگھ قائم جنگ تعلقہ دار اجودھیا نے اپنا طبیب خاص مقرر کیا، تین برس تک اجودھیا میں قیام رہا۔ وہاں کے زمانۂ قیام میں حکیم شفاء الدولہ فیض آبادی مشکل معالجات میں ان سے مشورہ کرتے تھے۔ راجہ لال مادھو رئیس امیٹھی نے راجہ مان سنگھ سے اجازت کے بعد آپ کو امیٹھی بلا لیا۔ امیٹھی کے دوران قیام راجہ صاحب بنارس جب علیل ہوئے تو ان کے علاج کے لئے حکیم صاحب طلب کئے گئے، ان کے علاج سے راجہ صاحب کو صحت ہوئی اور دس برس تک وہاں ان کے طبیب خاص رہے۔

نواب کلب علی خاں نے حکیم ابراہیم کے تقرر کے بعد ۱۸۶۵ء ہی میں انھیں بنارس سے بلا کر سو روپیہ ماہانہ پر اپنے ہاں مقرر کیا۔ نواب صاحب کے ہمراہ حج اور زیارتِ نبوی سے بھی مشرف ہوئے اور تادم واپسیں رامپور مقیم رہے۔

علاج میں اللہ تعالیٰ نے دستِ شفا عطا فرمایا تھا۔ وسیع الاخلاق تھے۔ تہجد گزار، پابند شریعت اور امیر و غریب پر یکساں توجہ کرتے تھے۔

Marfat.com

حلقۂ درس بہت وسیع تھا وہ جہاں بھی رہے مطب کے ساتھ درس کا سلسلہ قائم رہا، چنانچہ لکھنؤ کے شاگردوں میں حکیم سجاد موہانی، حکیم مرزا محمد مہدی لکھنوی، حکیم کمال الدین ہندس لکھنوی، حکیم راجہ رائے دین بہادر فیض آباد کے شاگردوں میں حکیم سلطان علی، حکیم راحت حسین، حکیم عبدالشکور، بنارس کے شاگردوں میں حکیم بنارسی داس، حکیم عبدالقیوم، حکیم محمد سلیمان، حکیم رضا علی، حکیم ابن حسن، حکیم آل نبی، حکیم ولی اللہ، حکیم عبدالمجید اور رام پور میں دونوں صاحبزادوں حکیم احمد رضا اور حکیم حسین رضا کے علاوہ حکیم حیدر علی خاں، حکیم فتح علی خاں اور حکیم خورشید حسن معروف ہیں۔

حکیم صاحب کی تصانیف میں قرابادین (فارسی) شرح رسالہ اسحٰق بن سلیمان اسرائیلی، رسالہ علاج ذکور والاناث (فارسی)، اور ایک رسالہ استخراج مزاج نسخہ میں ہے، تذکرہ کاملان رام پور کے مطابق ان کے پوتے حکیم محمود رضا کا بیان ہے کہ قرابادین ان کے چچا حکیم حسین رضا کے پاس تھی، شرح رسالہ اسحٰق بن سلیمان اسرائیلی حکیم حیدر علی خاں مستعار لے گئے تھے۔ وہ ضائع ہو گئی۔ بقیہ رسائل حکیم محمود رضا کے پاس محفوظ رہے۔ ان کا یہ بھی بیان ہے کہ چند رسائل ناتمام نامعلوم الاسم بھی انکی یادگار رہیں[۱]

حکیم حسن رضا نے بحالت ملازمت رام پور ۸ رجب ۱۲۹۸ھ مطابق ۱۸۷۵ء بروز دوشنبہ مرض سل میں بحصول رخصت لکھنؤ جا کر انتقال فرمایا۔ اور جھوائی ٹولہ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ وفات از امیر اللہ تسلیم

ماتم ہے تہ فلک نیا آج — ایک حشر بپا ہے نیا آج
بے مثل حکیم نے صد افسوس — فردوس بریں میں گھر کیا آج
ہر پیر و جواں کو درد غم سے — دیتی نہیں زندگی مزا آج

---

[۱] تذکرہ کاملان رام پور صفحہ ۱۰۶

Marfat.com

لکھی تسلیم نے تاریخ   دنیا سے گئے حسن رضا آج

۱۲۹۸ھ

حکیم حسن رضا کی شادی حکیم یعقوب کی چھوٹی صاحبزادی سکینہ خانم سے ہوئی تھی۔ حکیم احمد رضا اور حکیم حسین رضا دو صاحبزادے اور زینب خانم، کبریٰ خانم، حسینی خانم، صغریٰ خانم اور عابدہ خانم پانچ صاحبزادیاں تھیں۔

زینب خانم کی شادی حکیم عبدالعزیز سے ہوئی اور ان سے شفاء الملک حکیم عبدالرشید اور شفاء الملک حکیم عبدالحمید پیدا ہوئے۔

کبریٰ خانم جو اپنی بڑی بہن کے انتقال کے بعد حکیم عبدالعزیز سے منسوب ہوئیں ان سے حکیم عبدالحکیم، حکیم عبدالحلیم، عبدالعلیم اور حکیم عبدالعظیم تھے۔

حسینی خانم، حکیم عبدالوحید کے عقد میں آئیں شفاء الملک حکیم عبدالمعید اور شفاء الملک حکیم عبداللطیف ان کے صاحبزادے تھے۔

صغریٰ خانم محمود حسین سے منسوب تھیں، ان سے حامد حسین عرف مشرف حسین راضیہ خانم (زوجہ شفاء الملک حکیم عبداللطیف) اور مرتضیٰ خانم پیدا ہوئیں۔

عابدہ خانم کی شادی حکیم حسین احمد (عرف نادر جی) سے ہوئی، ان سے صرف ایک لڑکی رابعہ بیگم (عرف ربو) تھیں۔ ان کی شادی عبدالسلام ایڈیٹر صداقت کانپور سے ہوئی تھی۔ حسین احمد نے دوسری شادی شفاء الملک حکیم خواجہ شمس الدین کی اہلیہ کی بہن سے کی، حکیم مقبول احمد، محبوب احمد اور محمود احمد ان کے بیٹے ہیں۔

نمونہ مطب:

صرع: کندش، خربق سفید، شحم حنظل، برگ بادرنجبویہ ہر ایک ایک گرام باریک کرکے آب کدوئے تلخ میں پیسیں اور دورہ کے وقت ناک میں ٹپکائیں۔

دیگر: دارفلفل، شونیز، اسطوخودوس، گل بنفشہ باریک کرکے دورہ کے وقت ناک میں پھونکیں۔

Marfat.com

دیگر: سر گل بنفشہ ۴ گرام تربد مجوف ۴ گرام عود صلیب ½ گرام مقل ازرق ½ گرام گل سرخ ۶ گرام مویز منقیٰ ۹ دانہ پانی میں پیس کر گولیاں بنائیں۔

ثقل زبان: عاقر قرحا ۱۲ گرام جائے پھل ۱۲ گرام مصطگی رومی ۶ گرام شہد خالص ۵۰ گرام میں جوش دے کر نیم گرم کلیاں کریں۔

جریان: گندھک آملہ سار ½ گرام گیرو ہم وزن باریک کر کے گائے کے دودھ یا تازہ پانی کے ساتھ کھلائیں۔

دیگر: مغز تخم تمر ہندی ۱۲ گرام عاقر قرحا ۶ گرام مصری ۱۲ گرام ملا کر کھلائیں اوپر سے دودھ پئیں۔

بندر کے کاٹے کے لئے:

برگ نیم سبز روغن زرد میں بریاں کر کے مقام ماؤف پر باندھیں۔

از قرابادین رضائی:

فساد دم: برگ حنا سبز ۱۲ گرام آملہ سبز ۴ گرام کشنیز سبز ۴ گرام رات کو ڈھائی سو گرام پانی میں بھگو کر صبح صاف کر کے شربت بزوری بارد حل کر کے پئیں۔ تصفیہ خون کے لئے اکسیر ہے۔

Marfat.com

حکیم حافظ عبدالعلی

حکیم حاجی محمد ابراہیم کے صاحبزادے تھے۔ مولانا عبدالحی (وفات ۲۹ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ) ابن مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی، شمس العلماء مولانا محمد نعیم (وفات ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۱۸ھ) ابن مولانا عبدالحکیم فرنگی محلی اور مولانا فضل اللہ (وفات ۱۱ یا ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۱۲ھ) ابن مولانا نعمت اللہ فرنگی محلی سے درسیات کی تکمیل کی۔ طب اپنے والد حکیم محمد ابراہیم اور دادا حکیم محمد یعقوب سے پڑھی۔

حکیم عبدالعلی کی طبی تعلیم پر بہت توجہ کی گئی، قدرتی طور پر انھیں بھی طب سے بے حد مناسبت تھی۔ علاج کا سلسلہ اپنے والد کی حیات ہی میں شروع کر دیا تھا۔ انھوں نے ان کے مطب کے لئے ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۶ء میں جھوائی ٹولہ میں ایک عالی شان عمارت تعمیر کرائی، اس کے صدر دروازہ پر یہ کتبہ نصب تھا۔

حافظِ قرآن حکیم عبدالعلی — ساخت ایں بہر مطب دولت سرا
گفت انور سال تعمیرش کی ہست — ایں مکان وصحت دارالشفا

۱۲۹۳ھ

ان کے مطب نے تھوڑے ہی دنوں میں شہر کے دوسرے طبیبوں کو ماند کر دیا تھا۔ ایک ایک وقت میں پانچ سو سے زیادہ مریضوں کا مجمع رہتا تھا۔ دست شفا میں

Marfat.com

خاص شہرت تھی۔ ترکیب نسخہ میں مہارت رکھتے تھے۔ نسخوں میں اجزا رکم اور ترکیب نہایت خوبصورت ہوتی تھی۔ نسخہ نویسی میں ان کا رنگ بالکل اپنے والد کی طرح تھا۔ مہارت کے علاوہ انھیں ترکیب نسخہ کا خاص ذوق تھا۔ ممتاز تلامذہ اور اراکین خاندان کو بٹھا کر تین چار دوائیں بتا دیتے تھے اور مشق کے طور پر مختلف ترکیبوں سے نسخے لکھواتے اور خود بھی طبع آزمائی کرتے تھے۔

حکیم ابراہیم کے انتقال کے بعد نواب کلب علی خاں نے انھیں ان کی جگہ طبیب خاص اور افسر الاطبار ریاست مقرر کیا۔ نواب صاحب کو ان سے بہت تعلق تھا اور ان کا بڑا اعزاز و اکرام کرتے تھے۔ ان کی حیات تک حکیم صاحب دربار رام پور سے وابستہ رہے۔ رام پور اس زمانہ میں علماء و فضلا کا مرکز تھا۔ نواب کلب علی خاں بڑے قدر داں، مردم شناس اور فیاض تھے۔ ان کے انتقال کے بعد حکیم عبدالعلی وطن واپس آگئے۔

بعد میں واجد علی شاہ کے علاج کو کلکتہ گئے۔ بادشاہ ان کے بید معتقد ہو گئے۔ اور وہ قدر و منزلت کی جو ان کے دربار میں چند ہی لوگوں کی ہوتی تھی شاہی علاج میں گو کامیابی اس طرح تو نہیں ہوئی کہ بادشاہ بچ جاتے مگر شہرت و عزت کی خاص وجہ یہ ہوئی کہ حکیم صاحب نے دو مہینہ کے ہونے والے عوارض کا ایک نقشہ بنا دیا تھا اور مرض میں تغیر و تبدل بالکل اسی کے مطابق ہوا تھا۔

واجد علی شاہ کے انتقال کے بعد لکھنؤ آکر ایک عرصہ تک مطب کیا، پھر نواب شاہجہاں بیگم والیہ ریاست بھوپال نے انھیں بھوپال بلا لیا۔ جہاں وہ کچھ عرصہ ان کے طبیب خاص رہے اور پھر اگست ۱۸۹۸ء میں افسر الاطبار ریاست کے ممتاز عہدہ پر فائز ہوئے۔[۱]

۲۹ صفر ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۶ جون ۱۹۰۱ء میں نواب شاہ جہاں بیگم کا انتقال

---

[۱] دستور میر ٹھ۔ جلد ۴ شمارہ نمبر ۱۔ ۲۵ / اگست ۱۸۹۸ء

Marfat.com

ہوا۔ ان کے بعد نواب سلطان جہاں بیگم رئیسہ بھوپال قرار پائیں۔ نواب سلطان جہاں بیگم سے حکیم صاحب کے تعلقات خوشگوار نہیں رہتے اس کے علاوہ انتظام جدید کے تحت ریاست کے ہر محکمہ میں تخفیف در پیش ہوئی رفتہ رفتہ صیغہ طبابت کا بھی نمبر آیا اور افسر الاطباء کی تنخواہ جو چار سو روپیہ ماہانہ تھی اب بوجہ تخفیف ڈیڑھ سو روپیہ ماہانہ مقرر ہوئی اور حکیم عبد العلی کی جگہ حکیم سید فرزند علی کو ۷ جمادی الثانی ۱۳۱۹ھ سے افسر الاطباء مقرر کیا گیا۔ حکیم فرزند علی سررشتہ ریاست سے افسر الاطباء کا پروانہ لے کر جب حکیم عبد العلی کی خدمت میں چارج لینے پہنچے تو انھوں نے کہا ”مجھے آپ سے گونہ حجاب ہے کہ میں آپ کی جگہ مقرر ہوا حالانکہ نہ میری یہ نیت اور نہ ارادہ، مجھے آپ کے بزرگوں کی خدمت میں نیاز حاصل ہے حکیم مسیح صاحب سے کلکتہ میں ملا ہوں اور دیگر بزرگوں سے لکھنؤ میں ملاقات کا اتفاق ہوا ہے“ ان باتوں کے جواب میں حکیم عبد العلی صاحب نے کہا کہ حکیم صاحب مجھے آپ سے ذرہ بھر شکایت نہیں، اس تخفیف میں میرا گذارہ نہیں ہو سکتا، جس جگہ پر زیادہ تنخواہ پاتا رہا اب اس جگہ قلیل رقم پر کس طرح رہتا، آئندہ مجھے ترقی کی امید نہیں۔ حکیم عبد العلی صاحب کے صاحبزادے حکیم عبد الولی صاحب بھی اس وقت وہاں موجود تھے[1] حکیم عبد العلی پر بھوپال کی آب و ہوا کا بھی اچھا اثر نہیں تھا۔ حکیم صاحب ۱۹۰۱ء میں بھوپال سے لکھنؤ واپس آئے۔

ریاست جھالرا پاٹن میں راجہ صاحب کے پاس بھی وہ نہایت ہر دلعزیزی کے ساتھ کچھ عرصہ رہے۔ علاج و معالجہ کی شہرت اس قدر تھی کہ ہندوستان کے بڑے بڑے اطباء ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

حکیم عبد العلی کے ایک شاگرد حکیم ہدایت علی عثمانی امیٹھوی (پیدائش ۱۲۸۷ھ) کے تذکرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ریاست جھالرا میں حکیم عبد العلی کا قیام تقریباً دو سال رہا

---

[1] گنجینۂ سلیمانی ۹۷

حکیم ہدایت علی کے متعلق حکیم فیروز الدین نے لکھا ہے کہ "ان کا سلسلہ نسب ملا جیون استاد شہنشاہ عالمگیر تک پہنچتا ہے درسیات کے بعد طب کی تعلیم کے لئے حکیم عبد العلی کی خدمت میں آٹھ سال حاضر رہے اور تمام ضروری طبی کتابوں کو سبقاً پڑھا، مطب کو بغور دیکھا اور ایک ذہین طالب علم کی طرح بہت کچھ حاصل کیا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد حکیم صاحب موصوف کے ہمراہ ریاست جھالرا پاٹن تشریف لے گئے جہاں ان کو زمرۂ اطباء میں یک صد روپیہ ماہوار علاوہ خرچ خوراک وغیرہ ملازم رکھ لیا گیا۔ جب حکیم صاحب موصوف دو سال کے بعد وہاں سے واپس تشریف لائے تو انہوں نے ان کی عدم موجودگی میں وہاں رہنا پسند نہ کیا اور ملازمت چھوڑ کر ان کے ساتھ ہی واپس آ گئے۔ اور ایک سال تک اور ان کی خدمت میں رہ کر معلومات خاصہ سے مستفید ہوتے رہے۔ اور آخر میں حسب ہدایت حکیم صاحب موصوف مراد آباد میں مطب جاری کیا۔ انھوں نے ہدایت العلاج (غیر مطبوعہ) زمانۂ حال کے طرز علاج کو مدنظر رکھ کر ریاست جھالرا پاٹن کے زمانۂ قیام میں لکھی تھی جسے ان کے استاد حکیم عبد العلی نے دیکھ کر بہت پسند کیا تھا۔ مطب جدید (قرابادین کے طرز پر) دستور انسان (جواہر بنانے کی تراکیب، کے علاوہ اس میں قیمتی ادویہ مثلاً کہربا، مروارید، مشک وغیرہ کی ساخت پر بحث کی گئی ہے) ہدایت الصنعت بھی ان کی غیر مطبوعہ تصانیف میں ہیں[۱]"

حکیم عبد العلی کا مطب نہایت شان کا ہوتا تھا۔ جب تک مطب فرماتے ایک باوردی ملازم پیچھے مرچھل لئے بیٹھا رہتا، چاندی کا خاصدان اور حقہ زینت مطب ہوتا۔ معالجہ میں غریب پر امیر کو ترجیح نہیں دیتے تھے۔ جسیم وشحیم اور بارعب شخصیت کے ساتھ

---

[۱] رموز الاطباء دوم ص ۳۹۲

اس کتاب میں حکیم ہدایت علی کا استاد حکیم عبد العلی کے بجائے حکیم ابراہیم کو لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح رموز الاطباء میں جھالرا پاٹن سے اور تذکرۃ الاطباء (ص ۹۶) میں بھوپال سے حکیم ابراہیم کا تعلق دکھایا گیا ہے۔ حالانکہ ان دونوں جگہوں سے صرف انکے صاحبزادہ حکیم عبد العلی کا تعلق رہا ہے۔

ہی ان کی رہائش اور بود و باش بہت رئیسانہ تھی، ریشمی لباس، سنہری تیلو کی ٹوپی، ہاتھ میں چاندی کی شام کا بیت، گھڑی میں سونے کی زنجیر جو گلے میں پڑی رہتی تھی۔ مطب کی طرح باہر بھی امیرانہ شان سے نکلتے تھے ان کی پینس کے چاروں کہار اور خدمت گار باوردی رہتے تھے۔ پوری زندگی رئیسانہ تعیش کا نمونہ تھی۔ موسم گرما میں ساری رات فرشی پنکھا چلتا تھا اور اس خدمت پر دو ملازم مامور تھے۔ اپنے والد کی طرح بہت عمدہ غذا نوش کرتے تھے اور مرغن غذاؤں کے شوقین تھے۔

حکیم عبد العلی فن طب میں بڑے فاضل اور یکتائے روزگار تھے، پوری زندگی طب کی تعلیم و تدریس میں گزاری۔ شاگردوں کی تعداد بے شمار ہے[۱]۔ لکھنؤ کے علاوہ رامپور اور بھوپال کے زمانہ قیام میں بھی درس دیتے رہے۔ قانون شیخ کے درس میں امتیاز حاصل تھا۔ جس زمانہ میں حکیم صاحب بھوپال میں قیام فرما تھے۔ مولانا حکیم سید عبد الحئی (ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ) نے بھی ان سے طبی کتابیں پڑھی تھیں۔ حکیم ڈاکٹر سید عبد العلی حسنی نے لکھا ہے "مولانا عبد الحئی صاحب ۱۳۰۹ھ میں بھوپال تشریف لے گئے۔ وہاں طب کی کتابیں لکھنؤ کے نامور طبیب حکیم عبد العلی صاحب سے جو اس زمانہ میں بھوپال میں افسر الاطباء تھے پڑھیں۔ ان کتابوں میں شرح اسباب اور نفیسی شامل تھیں[۲]"۔

مولانا حکیم محمد منصور علی خاں[۳] (پیدائش ۱۸۳۶ء درمراد آباد) حیدرآباد۔ مولانا

---

[۱] الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند صفحہ ۲۱۲

[۲] یاد ایام اعنی تاریخ گجرات صفحہ ۱۰

[۳] تذکرۂ اطباء محمد عثمانی صفحہ ۱۲۹، یہ علم و فضل اور حذاقت فن میں ممتاز اور عربی علوم میں محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی کے شاگرد تھے۔ دیوبند میں بھی درس دیا۔ ۱۲۹۵ھ میں مولانا قاسم نانوتوی کے ہمراہ سفر حج کیا اور نگوڑیا [illegible] دیا (باقی اگلے صفحہ پر)

حکیم نظام الدین فرنگی محلی (وفات ۱۳۲۹ھ) مولوی حکیم شیخ عبد الجلیل سندیلوی (پیدائش ۱۸۵۷ء وفات ۱۹۰۵) حکیم محمد ایوب اسرائیلی علی گڑھ مترجم اقصرائی اور حکیم سید نعمت رسول (سید پور ضلع بارہ بنکی) حکیم شمس الضحیٰ آردی، حکیم احمد علی (کاکوری) حکیم سید عماد الحسن کانپور (ولادت ۱۸۷۰ء مؤلف کتاب تشریحات الافعال الانسانیہ کتاب علامات، کتاب فارق الامراض ان کے مخصوص تلامذہ میں تھے۔

صاحب تذکرہ علماء فرنگی محل کے مطابق طبیب حاذق مولوی افہام اللہ (وفات ۱۳۱۶ھ) بن مولوی انعام اللہ نے بھی ان سے طب کی تعلیم حاصل کی تھی[۱] خاندان فرنگی محل میں مولوی حکیم ممتاز الحق (وفات ۱۳۲۳ھ) بن مولوی امان الحق کو بھی ان سے تلمذ تھا۔

حکیم عبد العلی کے مسہل کے علاج بہت کثرت سے مشہور رہے ہیں۔ خصوصاً ایک مایوس العلاج مستسقی کے علاج کی اس زمانہ میں بہت دھوم تھی۔ نواب مشتاق علی خاں والیٔ ریاست رام پور کا بچپن میں ورم کبد کا علاج بہت زیادہ اہمیت و شہرت رکھنے والا تھا[۲]

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) مشرف ہوئے۔ مکہ معظمہ میں مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت کی جسٹس محمود کے زمانہ میں علی گڑھ میں نائب ناظم دینیات مقرر ہوئے (مولوی محمد اکبر ناظم دینیات تھے) ۱۳۰۰ف میں حیدر آباد میں سررشتہ طبابت یونانی کے قیام کے وقت مدرسہ طبیہ کا افتتاح ہوا اس کی صدارت کے لئے انھیں بلایا گیا اور ۱۳۰۰ف سے ۱۳۲۵ تک ۲۵ برس مدرسہ کی صدارت اور درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے ۳ محرم ۱۳۲۷ھ کو بعد فراغ حج اسی مقدس سرزمین میں انتقال ہوا اور اپنے شیخ شاہ امداد اللہ کے قریب جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے نواب حکیم مقصود یار جنگ ان کے گرامی قدر صاحبزادے تھے۔

(حاشیہ صفحہ ہذا)

[۱] تذکرہ علماء ہند ص ۱۰۷ [۲] تذکرہ علماء فرنگی محل صفحہ ۲۳

[۳] رموز الاطباء جلد اول صفحہ ۱۲۴

Marfat.com

حکیم صاحب نے ۱۸۹۰ء میں مخزن الادویہ کے نام سے ایک دواخانہ قائم کیا تھا جو لکھنؤ میں طبی دواؤں کا نہایت مستند دواخانہ سمجھا جاتا تھا۔ لکھنؤ میں ضعف، معدہ داسہال کبدی میں اس روز انتقال ہوا جس روز جارج پنجم نے لکھنؤ میڈیکل کالج کا سنگ بنیاد رکھا۔ مولانا حکیم عبدالحئی اس وقت وہیں افتتاحی جلسہ[1] میں شریک تھے۔ انھوں نے یہ اطلاع سنی تو بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا "ان کی وفات سے طب یونانی ختم ہوگئی اور اس کی جگہ طب مغربی نے حاصل کی۔"[2]

حکیم عبدالعلی کا انتقال ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء میں اپنی والدہ کی حیات میں ہوا۔ والدہ کے لئے یہ صدمہ بڑا جانگسل تھا، تقریباً ۶ ماہ بعد انھوں نے بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

حکیم صاحب شاہ نظام الدین حسینؒ ابن حضرت شاہ نیاز بریلویؒ سے شرف بیعت رکھتے تھے۔ چار صاحبزادے حکیم حافظ عبدالولی، حکیم عبدالقوی، حکیم عبدالوالی، اور حکیم عبدالباری اور دو صاحبزادیاں سلطان جہاں اور ممتاز جہاں تھیں، ممتاز جہاں کی شادی ۱۵ رجب ۱۳۱۹ھ کو شیخ محمد نذیر ابن مولوی محمد حنیف (حویلی خاں دوران خاں دہلی) سے ہوئی تھی۔ لاولد رہیں۔ سلطان جہاں کی ایک صاحبزادی زہرہ بیگم ہیں جو کراچی میں سکونت رکھتی ہیں۔

حکیم عبدالعلی کی ایک مفصل سوانح عمری حکیم عبدالولی نے مرتب کرائی تھی افسوس اس کی اشاعت کی نوبت نہیں آئی اور وہ نذر زمانہ ہوگئی۔

---

[1] حکیم منیف علی رعب نے میڈیکل کالج لکھنؤ کی بنیاد پر یہ قطعہ تاریخ کہا تھا

لکھنؤ میں مقدم شاہ پرنس آف ویلز کا — حضرت لاٹ کے دم سے ہوا قائم نشاں

رعب اس کالج کا لکھیئے سالِ آغاز بنا — دستِ عیسیٰ ہی کہ جانبخش جہاں

[2] نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۲۶۰

Marfat.com

نمونہ مطب

از مجربات عزیزی

یرقان: (نسخہ عطاس)

مغز تخم کدوئے تلخ اسطوخودوس کندش مغز ریٹھہ
تازہ پانی میں پیس کر اور کپڑے کا فتیلہ تر کر کے ناک میں ڈالیں۔

ورم طحال: نوشادر مدبر خردل بنارسی باریک کر کے سفوف کریں۔ اور تین گرام
مناسب بدرقات کے ساتھ استعمال کریں۔

سدہ مجری بول: ریوند چینی باریک کر کے کھائیں اوپر سے شیرہ تخم خربزہ، شیرہ
۶ گرام
خار خسک خرد تازہ پانی میں نکال کر شربت بزوری بارد حل کر کے
پیئں۔

کثرت طمث: کندر گلنار فارسی مازو سبز اقاقیا سرمہ سیاہ
سبد احمر شب یمانی تازہ پانی میں پیس کر عانہ پر ضماد کریں۔

خنازیر: ایرسا زراوند طویل زفت رومی مرہم داخلیون میں پیس
کر نیم گرم ضماد کریں۔

ایضاً: زراوند کندش اشق شہد خالص میں پیس کر نیم گرم ضماد کریں۔

سرعت انزال: جوز مالکنگنی زعفران افیون قرنفل بزر البنج
اسپند قنب سوختہ باریک کر کے سفوف تیار کریں۔
اور ½ گرام گائے کے دودھ کے ساتھ کھائیں۔

طلا مسدد: زعفران خالص عاقرقرحا مصطگی رومی میعہ سائلہ
کنجشک نر (چڑے) کے خون میں چنے کے برابر گولیاں بنائیں
ضرورت کے وقت ایک گولی تازہ پانی میں پیس کر ضماد کریں۔

قولنج ریحی: مغز کرنجوہ دار فلفل فلفل سیاہ زنجبیل سہاگہ چوکیہ

Marfat.com

حلتیت خالص باریک کرکے سفوف تیار کریں اور ۲ گرام مناسب بدرقہ کے ہمراہ کھائیں۔

۲۔ خردل زنجبیل مولی کے پانی میں پیس کر نیم گرم ضماد کریں۔

نوٹ: ضماد کا یہ نسخہ حقنہ کے بعد استعمال کرایا جائے۔

دیدان: افسنتین رومی صبر زرد شحم حنظل بیل کے پتہ میں پیس کر نیم گرم میزر پر ضماد کریں۔

از بیاض[1] عنایت کردہ حکیم سید بشیر احمد لکھنوی

آتشک: نسخہ حبوب از حکیم عبدالعلی ۲۹ مئی ۱۹۰۵ء

شنگرف	توتیائے سبز بریاں	عناب ولایتی	سہاگہ	مروڑ پھلی
۴ گرام	۳ گرام	۳ دانہ	۴ گرام	۲۵ گرام

باریک کرکے آب افیون میں گولیاں تیار کریں۔

ترکیب استعمال: صبح ایک گولی کوری چلم میں مع سلفہ کے رکھ کر بیٹھیں اور ایک دری اوڑھ لیں اور دھواں جہاں تک ممکن ہو حلق سے اتاریں اور باقی سارے بدن پر پھونکیں۔ اسی طرح دوسرے اور تیسرے روز کریں۔ غذا تینوں دن صبح چنے کی روٹی خوب گھی لگا کر کھائی جائے اور شام کو قورمہ اور گیہوں کی چپاتی حقہ پینے کے بعد جو سوختہ بچے وہ پیس کر رکھ لیں اور مکھن میں ملا کر زخم پر لگائیں۔ اگر مریض کو نزلہ آجائے تو کچھ حرج کی بات نہیں ہے۔ اسی طرح اگر پہلے دن غذا کی خواہش نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں، اس روز صبح کی غذا بیسنی روٹی نہ دی جائے صرف شب کو قورمہ کھلایا جائے۔

---

[1] یہ بیاض حکیم عبدالولی اور ان کے خاندان کے نسخوں پر مشتمل ہے لیکن باستثنائے چند ان میں کسی حوالہ کے بغیر نسخے تحریر ہیں۔

Marfat.com

شیخ الہند

حکیم حاجی عبدالعزیز

خاندان یعقوبی کے گل سرسبد، یکتائے روزگار اور تاریخ طب کی گرامی منزلت شخصیت خاتم الحکماء شیخ الہند حکیم حاجی محمد عبدالعزیز حکیم محمد اسمٰعیل کے بڑے صاحبزادے تھے۔ یکم محرم ۱۲۷۱ھ مطابق ۱۸۵۵ء کو پیدا ہوئے۔ رسم تسمیہ خوانی عبد امجد اور پدر بزرگوار کے سامنے ہوئی۔ شمس العلماء مولانا محمد نعیم فرنگی محلی (وفات شعبان ۱۳۱۱ھ) اور دوسرے اساتذہ فرنگی محل سے درسیات کی تکمیل کی۔ قانونچہ جد امجد حکیم محمد یعقوب سے اور بقیہ کتابیں عم نامور حکیم محمد ابراہیم سے پڑھیں۔

۱۸۷۷ء/۱۲۹۴ھ سے بالاستقلال مطب شروع کیا۔ حکیم محمد اسمٰعیل نے ان کے مطب کے لئے ایک عالی شان عمارت تعمیر کرائی جو آج تکمیل الطب کالج کا ایک حصہ ہے۔ اس عمارت پر ذیل کا کتبہ نصب ہے ؎

مسیحائے ثانی ہیں عبدالعزیز اب | مطب کے لئے ان کے یہ گھر بنا ہے
لکھی کلک اشرف نے تاریخ ہجری | یہ دار الشفا ہے یہ دار الشفا ہے

۱۲۹۴ھ

بچپن ہی سے علمی شوق بڑھا ہوا تھا۔ مطب کے ساتھ ابتدا سے درس و تدریس پر زیادہ توجہ کی، اور بہت جلد ان کا مطب اور حلقۂ درس انتہائی عروج پر

Marfat.com

پہنچا۔ ایک طرف رؤسا و تعلقداران اودھ اور ہندوستان کے ہر گوشہ کے مریض ان کے مطب کا طواف کرنے لگے۔ دوسری طرف درس کی شہرت کی وجہ سے نہ صرف ہندوستان کے صوبہ سرحد جیسے دور دراز مقامات بلکہ افغانستان، بخارا، ہرات اور حجاز وغیرہ سے طلباء بغرض استفادہ حاضر ہونے لگے۔ حکیم صاحب کا شمار قانون کے حافظوں میں تھا۔ کلیات قانون کے درس میں بے مثل سمجھے جاتے تھے۔ بقول صاحب نزہتہ الخواطر فنون نظریہ میں اپنے معاصرین میں انھیں خاص امتیاز حاصل تھا۔ جوق در جوق طلباء کلیات قانون پڑھنے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے جن میں زیادہ تعداد منتہی فارغین کی ہوتی تھی۔

اکابر علماء ان کے تبحر علم اور طریق تعلیم کے ثناخواں تھے ان کے تفقہ کا یہ عالم تھا کہ مولانا محمد نعیم فرنگی محلی اکثر مسکرا کر سنجیدگی کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ فقہائے حنفیہ کے نزدیک طبیب حاذق کی رائے سے شدید ضرورت کی حالت میں بعض ممنوعات جواز میں آجاتے ہیں میں اس کا مصداق صحیح حکیم مولوی محمد عبدالعزیز کو سمجھتا ہوں۔" مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحئی فرنگی محلی اور مجتہد العصر مولانا سید بچھن حکیم صاحب کو استاذ الہند کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ حکیم صاحب اپنے عہد کے نہ صرف طبیب حاذق بلکہ رئیس الفلاسفہ اور شیخ الحکماء تھے۔ متاخرین میں اتنا بڑا فلسفی طبیب نظر نہیں آتا۔ طب یونانی کے تمام فلسفیانہ مسائل میں ان کو گہری بصیرت حاصل تھی۔

اس زمانہ میں دستور تھا کہ علماء فرنگی محل اپنے طلباء کو ادبیات کی تحصیل کے لئے مجتہدین لکھنؤ کی خدمت میں اور مجتہدین اپنے طلباء کو معقولات کی تکمیل کے لئے علماء فرنگی محل کے پاس بھیجتے تھے۔ حکیم صاحب کے درس میں فریقین کے طلباء ذوق و شوق سے شریک ہوتے تھے اور مجتہدین اور علماء فرنگی محل دونوں حلقوں میں وہ یکساں محترم اور معزز تھے۔

ان کے درس میں طلباء کے علاوہ علماء بھی بڑے شوق سے شرکت کرتے

Marfat.com

تھے۔ استاذ العلماء مولانا لطف اللہ علی گڑھی ایک مرتبہ لکھنؤ تشریف لائے اور حکیم صاحب کا علاج شروع کیا۔ جب افاقہ ہو گیا تو فرمایا "میں نے آپ کے درس کی بہت تعریف سنی ہے کسی وقت خود بھی شرکت کو دل چاہتا ہے"۔ حکیم صاحب نے جواب دیا "آپ جب چاہیں تشریف لائیں مگر علماء کے حضور میرا درس کیا معنی رکھتا ہے"۔ لکھنؤ سے واپسی سے ایک روز قبل بغیر اطلاع کے مولانا ٹھیک درس کے وقت تشریف لائے اور بہت دیر تک سنتے رہے۔ درس کے بعد فرمایا حکیم صاحب جیسا میں نے سنا تھا اس سے کہیں زیادہ پایا۔ میں نے دہلی میں حاذق الملک حکیم عبدالمجید خاں کا درس بھی سُنا ہے، لیکن آپ کے درس کا عالم ہی جدا گانہ ہے یہ طب اور فلسفہ کا گنجینہ ہے"۔[1]

مولانا محمد فاروق چریا کوٹی اپنے وقت میں فلسفہ اور معقول کے استاد کل مانے جاتے تھے زمانہ قیام لکھنؤ میں اکثر حکیم صاحب کا درس سننے تشریف لاتے تھے اور فرماتے تھے کہ حکیم صاحب حکمت و فلسفہ کے بحر ذخار ہیں۔

مولانا عبدالحق خیر آبادی کے ایک عزیز بیمار ہو کر لکھنؤ آئے۔ حکیم صاحب کا علاج شروع ہوا۔ مولانا خیر آبادی اس دوران کئی مرتبہ لکھنؤ تشریف لائے ایک مرتبہ حکیم صاحب کے درس میں شرکت کی خواہش کی۔ درس سننے کے بعد فرمایا "آپ کتابوں کی مشکلات اس طرز سے بیان فرما کر حل کر دیتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معقولات میں آپ کا مذاق کس قدر صحیح ہے۔ میں کسی اہل علم کی تصنع کے ساتھ مدح نہیں کرتا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس وقت ہندوستان میں فخر الحکماء اور تاج الاطباء ہیں۔ آپ کا نظیر آیندہ یہاں مشکل سے ہو گا"۔

یہی حال مولانا شبلی نعمانی کا تھا۔ حکیم صاحب سے فرط تعلق کی وجہ سے وہ تکمیل الطب کے جلسوں میں پابندی سے شریک ہوتے تھے اور ان کی تقریریں

---

[1] تکمیل الطب کالج میگزین اگست ۱۹۴۸ء

Marfat.com

تقریبات کا خاص جزء ہوتی تھیں۔

مولانا حکیم عبدالحیٔ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ تو حکیم صاحب کے تلامذہ میں تھے انھوں نے حکیم صاحب سے کلیات قانون کا درس لیا تھا اور ان کی اعلیٰ علمیت اور فنی بصیرت کے بہت مداح اور معترف تھے۔ حکیم صاحب کی شان میں ان کے ایک عربی قصیدہ سے ان کے جذبات عقیدت نمایاں ہیں[1] قصیدہ کے اشعار ملاحظہ ہوں

"مما مدحت به العلامه زبدة الاذكيا عمدة الحكماء صاحب النفس العيسوى الحكيم محمد عبدالعزيز الكهنوى، دامت له المعالى وطابت له الايام والليالى فان هب عليه قبول القبول فهو غاية المامول ونهاية المسئول"

ياقوتة الحسن ام ذا زاهر الزهر — ام نفثة السحر ام ذى نسمة السحر
ام بارق البرق ام ذى الشمس مصحبة — ام جوذر البدو ام ريم من الحضر
فيروزج اللون رمان النهود ددور — والخدر وكدوحة المخضل بالزهر
كم احتلت فى سماء الحسن بارتبة — بالعطف واللحظ بين الدل والخفر
وماهى الغيد ام اوصاف من كملت — به المزايا وفاق الناس بالفكر
عز الانام بجمال العلم قد وثنا — عبدالعزيز عزيز العلم والنظر
صنديدنا الماهر العريف ذو الفكر — الصحيحة والرائ الصائبة الغرر
ركن العلا وكريم الخلق ابن كرام — الناس مرجعنا من سالف الدهر
غيث الندى ومفيض الجود ذو كرم — ليث الشرى وكمى البحث ذو اثر
شم العرانين مصباح العلوم غدا — انار ليل البهيم الجهل والضرر
يتيمة الدهر لا يلقاك ثانيه — فى الدرس والبحث بالالفاظ كالد

---

[1] یہ عربی قصیدہ خود حکیم عبدالحیٔ کے قلم کا لکھا ہوا راقم الحروف کے ذخیرہ میں محفوظ ہے۔ اس کے آخر میں "ناسج بردہا وناظم عقدہا العبد الفقیر الی مولاہ الغنی سید احمد الشہیر بعبدالحیٔ بن فخرالدین الحسنی اصلح اللہ لہ" تحریر ہے۔

Marfat.com

طود الفخار طویل الباع ذو حذق | فی العلم والفضل والآداب والخبر
له عطایا کماء المزن منہمر | له سجایا کروض الناعم النضر
یا جوہر الفرد یامن زان منطقہ | قانون شیخ رئیس بانغ النظر
لئن منحت بلحظ من مکارمہ | نلنا الثریا وجاوزنا عن القمر
لازالت فی روضۃ الآداب والحلم | غیثا مغیثا لاہل البدو والحضر
لازلت تنزہو علی الروض المطیر وتعلو | علی ذری المجد حیث النسر لم لیطر

لیکن خاندان جھوائی ٹولہ یا لکھنؤ ہی کے لئے نہیں پورے ملک کے لئے مایۂ ناز و افتخار بننے کی اصل وجہ یہ ہے کہ انھوں نے نہ صرف جدید طبی تقاضوں کو محسوس کیا بلکہ اس کیلئے عملی اقدامات بھی کیے، جس کے نتیجے میں ہندوستان کے دوسرے باقاعدہ طبی مدرسہ کا قیام عمل میں آیا۔ دہلی میں اگرچہ حاذق الملک حکیم عبدالمجید کے ہاتھوں مدرسہ طبیہ کے قیام نے ہندوستان میں طب کی تعلیم کو نئے نظام تعلیم سے ہم آہنگ کر دیا تھا لیکن اسکے باوجود اطباء کے انداز فکر اور طبی تعلیم کے عام طرز میں بہت زیادہ تبدیلی نہیں واقع ہوئی تھی اور نہ ایک مخصوص اور بہت محدود طبقہ کے سوا اس کے اثرات عام اطباء پر مرتب ہوئے تھے۔ تکمیل الطب کے قیام کے بعد جدید تعلیمی تحریک کو صحیح معنی میں فروغ ملا اور اس کے زیر اثر یونانی کے ساتھ اطباء کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی۔ یہاں تک کہ اس کے بعد ملک کے مختلف حصوں میں اور خود لکھنؤ میں متعدد طبی مدارس قائم ہوئے اور تعلیم کا قدیم انداز عام طور پر متروک ہو گیا۔ اس طرح مغلیہ سلطنت کے بعد انگریزی دور اقتدار میں جو مشرقی علم و فن کی اس شاخ کے لئے نہایت ناسازگار تھا، حکیم محمد شریف خاں دہلوی اور حکیم محمد یعقوب لکھنوی کے خاندان نے جہاں اپنی حاذقانہ معجز نمائی اور مسیحا نفسی سے ہندوستان میں طب یونانی کے لئے عقیدت کے جذبات پیدا کئے اور عوام کو اس کی افادیت کا معترف بنایا۔ وہاں انھوں نے مدرسہ طبیہ دہلی اور مدرسہ تکمیل الطب لکھنؤ کے ذریعہ طب کو ایک باقاعدہ اور سائنٹفک فن کے طور پر پیش کیا اور اس کے مستقبل کو محفوظ اور تابناک بنانے کے اہتمامات کئے۔

حکیم عبدالعزیز نے طب یونانی میں علم تشریح کے ساتھ ہی اعمال بالید (سرجری)

کمال کو بڑی شدت سے محسوس کیا اور اس احساس کے تحت قیام تکمیل الطب سے قبل دونوں بڑے صاحبزادوں حکیم عبدالرشید اور حکیم عبدالحمید کو لفٹننٹ کرنل جے انڈرسن سول سرجن لکھنؤ سے تشریح اور سرجری کی تعلیم دلائی۔

اطباء کے ہاتھ سے سرجری نکل جانے کا انکیں بہت احساس تھا۔ ۲ جون ۱۹۰۲ء کو انھوں نے اعمال بالید (سرجری) کی اہمیت پر ۸ صفحات پر مشتمل ایک التماس شائع کی جس میں ابتداء میں طب کی مختصر تاریخ بیان کرتے ہوئے اطباء قدیم کی جراحی و کمال کا تذکرہ کیا اور متاخرین کی اعمال بالید سے بے تعلقی کے نتائج اور اثرات دکھاتے ہوئے لکھا "مجھ کو بھی بڑی بڑی بیماریوں میں لائق ڈاکٹروں کی شرکت یا مشورہ کرنے سے اور اپنے خاص زیر علاج بیماروں میں اعمال بالید کی ضرورت داعی ہونے سے بکرات و مرات ایک ایسی کمی محسوس ہوئی جس نے غیرت و حمیت فن نے میرے دل میں یہ خیال پیدا کر دیا کہ اس نقصان کو کسی طرح دفع کروں اور اس فن شریف کو جیسا کہ ہوتا آیا ہے اس کی حالت اصلی کی طرف پلٹا دینے کی کوشش کروں... تب میں نے اپنے دونوں لڑکوں کو سرجری کی تعلیم دلوائی۔ فراغت کے بعد جب وہ دونوں میرے پاس آئے تو امتحاناً میں نے ایک آنکھ ان دونوں سے بنوائی۔ ماشاء اللہ اچھی اور بہت اچھی آنکھ بنائی۔ جب ان لڑکوں کی طرف سے اطمینان حاصل ہو چکا تو میرے دیرینہ خیال کو استحکام ہوا کہ مثل سابق اس فن شریف میں ایک تغیر واقع کرنے کی کوشش کروں جیسے وقتاً فوقتاً تغیر ہوتے رہے ہیں۔ شاید کہ یہ فن پھر اپنی اصلی حالت پر عود کر آئے اور میری سعی کارگر ہو اور بوجہ ترک اعمال بالید جو نقصانات عارض و لاحق ہو رہے ہیں رفع دفع ہو جائیں۔ یہ بات آپ حضرات بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ دو طبیب اعمال بالید کرنے والے تمام ملک کی رفع ضرورت کے واسطے ہرگز ہرگز کافی نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ جو طلباء دور دور سے بغرض تحصیل علم طب میرے پاس آتے ہیں ان کو بھی تعلیم اعمال بالید دی جائے تاکہ وہ لوگ مختلف مقامات پر جا کر اس کی روشنی پھیلائیں۔ لیس میں نے اس مصمم ارادہ کو اپنے سچے اور دلی

دوستوں سے مشورۃً عرض کیا۔ ان حضرات نے بکمال دلچسپی میری رائے کو سن کر نہایت زور شور سے اتفاق فرمایا۔ چونکہ میں اور میرے لڑکے بلا معاوضہ خدمت کرنے کو موجود اور مستعد ہیں اور میرا سارا کتب خانہ بھی حاضر ہے، اس کی بابت نہ چندہ کی ضرورت نہ فکر کی حاجت ہے۔ البتہ واسطے خرید آلات و دیگر ضروریات چندہ درکار ہے، جس کا اندازہ اس وقت پچاس ساٹھ ہزار روپیہ کا ہے۔ بعض عالی حوصلہ حضرات نے کشادہ پیشانی شرکت و اعانت کا وعدہ فرمایا اور اس کے سامان فراہم کر دینے کا مضبوط قول دیا۔ اس اولوالعزمی اور عالی حوصلگی نے مجھے اس التماس کی جرأت دلائی"[۱]

دوسری التماس میں انھوں نے تحریر فرمایا "زمانۂ حال میں اطبائے یونانی کے خلاف اعمال باہیہ کی جانب سے ان کی بے توجہی کے سبب جو شور و غوغا بلند ہو رہا ہے اور اس نے نہ صرف موجودہ طبیبوں کی کساد بازاری کر رکھی اور ان کے سرمایۂ ناز و نازش طب یونانی کی قدر و منزلت عام طور سے گھٹا دی ہے، بلکہ یونانی طریقۂ علاج سے مانوس اور عادی جمہور کو طرح طرح کی تکالیف میں مبتلا کر رکھا ہے۔ جس شخص نے متقدمین کے تبحر علمی اور دستگاہ عملی سے کچھ بھی واقفیت حاصل کی ہے اس کا دل اس شور و شغف سے ضرور پارہ پارہ ہوگا کہ یہ فن شریف جس نے ارسطو و جالینوس کی گودوں میں پرورش پائی تھی۔ آج زمانہ میں اس قدر تحقیر سے دیکھا جا رہا ہے کہ اکثر ناواقف اس پہ نکتہ چینی میں بے باک ہیں اور ہر طرف اس کی بے ابناعتی کا آوازہ بلند ہے۔ پس سوال یہ ہے کہ اس برہمی قلوب کی علت کیا ہے کہ کیوں طب یونانی اس کس مپرسی کی حالت میں ہے اور موجودہ اطبا میں کیا نقص ہے جس نے انھیں مورد الزام بنا رکھا ہے۔

میں نے تو بعد تحقیق انیق و ردّ و قدح بسیار تمام شورشوں کی بنیاد صرف اس بات کو سمجھا ہے کہ بالعموم اس زمانہ کے اطبا کتابی علوم میں تو کماہی واقفیت حاصل کر لیتے ہیں۔ لیکن نہ تشریح کے سامان وافر موجود ہیں اور اس کے آلات بکثرت دستیاب ہو سکتے ہیں۔

---

[۱] التماس اوّل مطبوعہ ۱ جون ۱۹۰۲ء

Marfat.com

اگر طب یونانی کے نام لیوا تھوڑی سی توجہ کریں تو ان پر اب بھی یہ شعر صادق آسکتا ہے۔

فیضِ روح القدس از باز مدد فرماید   دیگراں نیز کنند انچہ مسیحا میکرد

نظر بریں میں نے مستقلاً یہ ارادہ کر لیا ہے کہ اپنے حتی المقدور میں کوشش اس کی کروں گا کہ جو خیال اعمال بالید کو نظر انداز کرنے کا اطباء میں جاری و ساری ہو گیا ہے اور جس کے سبب سے ان پر اجسام انسانی کے علاج و درماں میں ناقص العیار ہونے کا سنگین الزام لگایا جاتا ہے وہ حرف غلط کی طرح مٹ جائے۔ ظاہر ہے نہ ملک کی ضرورت کے واسطے دو ایک عمل بالید کرنے والے طبیب کافی ہو سکتے ہیں اور نہ ایسی انفرادی کوشش اطبائے یونانی کے پورے گروہ پر سے بے کمالی کا داغ مٹا سکتی ہے، لہذا میری ہمت اس بات پر مصروف ہوئی مگر اس مہم کے سرانجام دینے کے واسطے بہت زیادہ سامانوں کی حاجت تھی اور ایک شخص واحد سے اس کا انصرام ہو نہیں سکتا تھا۔ اس لئے میں نے اپنے خاص احباب سے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد ۲ مارچ ۱۹۰۲ء کو ایک جلسہ شوریٰ منعقد کیا۔[1]

حکیم صاحبؒ نے چند سال سے برابر غور فرما رہے تھے کہ جھوائی ٹولہ کی طبی مرکزیت اور تدریسی اہمیت کے پیش نظر ایک باقاعدہ طبی مدرسہ قائم کیا جائے لیکن ہمت نہیں پڑتی تھی۔ آخر میں انھوں نے اپنے پیر و مرشد مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی (وفات ۱۳۱۳ھ) کو خواب میں دیکھا فرما رہے تھے کہ عبدالعزیزیہ مدرسہ قائم کرو اور میری طرف سے یہ چندہ جو ایک اشرفی تھا اس میں شامل کر دو۔ آنکھ کھلتے ہی انھوں نے اپنے برادر خرد حکیم عبدالحفیظ، دو صاحبزادوں حکیم عبدالرشید، حکیم عبدالحمید اور دو برادرزادوں حکیم حافظ عبدالمجید اور حکیم عبدالمعید کو جمع کیا اور خواب کے تذکرہ کے بعد فرمایا کہ اس میں طبی درسگاہ سے متعلق اپنے مجوزہ منصوبہ کو عملی شکل دینا چاہتا ہوں۔ ان احساسات کے ساتھ ۲ مارچ ۱۹۰۲ء کو انھوں نے ایک جلسہ شوریٰ منعقد کیا جس میں ان کے درج ذیل سات احباب شریک تھے۔ مولوی نہال الدین احمد رجسٹرار عدالت عالیہ جوڈیشل کمشنر اودھ، منشی ممتاز علی

---

[1] التماس دوم مطبوعہ ۱۳ دسمبر ۱۹۰۲ء

Marfat.com

سابق نائب ریاست رام پور و معین المہام بھوپال، مرزا فہیم بیگ چغتائی ڈپٹی کمشنر لکھنؤ، مولوی اصغر سب جج اناؤ، منشی احتشام علی رئیس کاکوری، منشی معشوق علی رئیس بگو ڑ، منشی احمد علی بی اے جلسہ میں حکیم صاحب نے اپنے عزائم بہ تفصیل بیان کئے حاضرین نے تعاون کا پوری طرح یقین دلایا اور طے پایا کہ سب سے پہلے سرمایہ جمع کر کے آلات منگائے جائیں۔ غریب مریضوں کے علاج معالجہ کے لئے مع ضروری سامان جگہ کا انتظام کیا جائے۔ اور غیر مستطیع طلبا کے لئے فکر معاش سے بلند ہو کر علم کی تحصیل اور عمل بالید کی مشق کا بندو بست کیا جائے۔

مجلس شوریٰ میں شریک اصحاب کے علاوہ مشاہیر لکھنؤ اور تعلقہ داران اودھ نے بلا تفریق مذہب و ملت اس تحریک میں دلچسپی لی چنانچہ خان بہادر چودھری محمد نصرت علی اسسٹنٹ سکریٹری انجمن تعلقہ داران اودھ، چودھری محمد جان تعلقدار رستد یہ منشی پراگ نرائن مالک نول کشور پریس، کنور رحیم بہادر شاہ رئیس سنگھائی نے خاص طور پر معاونت کی۔ حکیم صاحب کے مخلص دوست ڈاکٹر جے اینڈرسن کا تعاون انھیں ہر قدم پر حاصل رہا۔ رخصت پر ولایت جانے سے قبل قائم مقام سول سرجن کپتان ڈاکٹر مل دل سے انھوں نے حکیم صاحب کے دونوں صاحبزادوں کا تعارف کرایا اور وہ بھی برابر حکیم صاحب کے کاموں میں مدد دیتے رہے۔

اس طرح حکیم صاحب کی کوششوں سے جھوائی ٹولہ میں جولائی ۱۹۰۱ء سے مدرسہ تکمیل الطب قائم ہوا۔ خاندان کے اعیان بغیر کسی معاوضہ کے مدرس مقرر کئے گئے۔ طلبا سے فیس نہیں لی جاتی تھی بلکہ غیر مستطیع طلبا کی اعانت بھی کی جاتی تھی۔ حکیم محمد اسمٰعیل نے مطب کے لئے جو عالیشان عمارت تعمیر کرائی تھی تکمیل الطب کے قیام سے پہلے ہی اس کے ایک در میں خود حکیم عبد العزیز مطب کرتے اور درس دیتے تھے۔ دوسرے دروں میں ان کے دونوں بھائی حکیم عبد الحفیظ اور حکیم عبد الوحید کا مطب و درس ہوتا تھا اور مریضوں کی بھیڑ کے ساتھ ہی طلبا کا ہجوم رہتا تھا۔ درجہ بندی نہیں تھی۔ لیکن باقاعدہ مدرسے کے بعد کتب طبیہ متداولہ کے ذریعہ

Marfat.com

سے جماعت بندی ہوئی اور تین سال کا نصاب مقرر کیا گیا۔ تکمیل الطب کے قیام کے وقت ان کے برادر خورد حکیم عبدالوحید انتقال کر چکے تھے۔ مدرسے میں خود حکیم عبدالعزیز کلیات قانون، حکیم عبدالحفیظ حمیات قانون حکیم عبدالرشید شرح اسباب جلد اول، حکیم حافظ عبدالمجید شرح اسباب جلد ثانی، حکیم عبدالحمید نفیسی و کامل الصناعۃ مقالہ ثانیہ و تاسعہ (تشریح و علم جراحت) حکیم عبدالمعید قانونچہ موجز و اقسرائی پڑھاتے تھے۔ سال اول سے سال آخر تک تمام طلباء کے لئے مطب کی حاضری و نسخہ نویسی ضروری قرار دی گئی تھی۔ دستور قدیم یہ تھا کہ مشاہیر اطباء کے مطبوں سے عطار، کحال، فصاد اور قابلائیں وابستہ رہتے تھے لیکن اب طلباء کو تشریح و جراحت کی طرف متوجہ کیا گیا تھا۔ جلد ہی حکیم صاحب نے طب کی دوسری کتابوں کی طباعت کے ساتھ خلف بن عباس زہراوی کی مشہور سرجری کی کتاب التصریف کی اشاعت کے لئے اپنے دوست خواجہ قطب الدین کو متوجہ کیا اور ان کے حسب ایماء پر نامی پریس سے ۱۹۰۸ء میں طبع ہوئی حکیم صاحب کے انتخاب کے مطابق مطبع نول کشور اور مطبع نامی دونوں سے طب کی بہترین اور اہم کتابیں طبع ہوئیں۔

حکیم عبدالعزیز نے تکمیل الطب کو ہر طرح معیاری بنانے کی کوشش کی۔ انہوں نے جہاں اس کا باقاعدہ نصاب مرتب کیا۔ نظری کے ساتھ عملی تعلیم کی اہمیت پر توجہ دی، بیرونی ممتحنین کے ذریعہ امتحان کے طریقہ کو موثر بنایا، وہاں معیار داخلہ بھی مقرر کیا۔ قوانین دستور العمل متعلقہ طلباء کے مطابق "وہ طلباء بعد اطمینان مہتمم داخل ہو سکتے تھے جو کم از کم منطق میں ملا حسن، فلسفہ میں میبذی اور ہیئت میں تشریح پڑھا چکے ہوں اور کسی مدرسہ کی سند یا اساتذہ کی تحریر پیش کریں"

تکمیل الطب میں حکیم صاحب نے اپنے اصول طب کو ان کے دائرے میں قائم رکھ کر ضروریات زمانہ کو مناسب حد تک ملحوظ رکھتے ہوئے ترقی دینے کی کوشش کی۔ طبی اصولوں کی اہمیت اور طب کی انفرادیت کا انہیں بہت زیادہ خیال تھا اور وہ ایلوپیتھی سے مرعوب ہو کر طب یونانی کو اس کا ضمیمہ بنا کر رکھنا نہیں چاہتے تھے لیکن اسی کے ساتھ

Marfat.com

طب کی کمیوں کو دور کرنا بھی ضروری سمجھتے تھے۔ علم تشریح، علم کیمیا اور علم جراحت کی اہمیت پر انھوں نے مستقل زور دیا ہے، جیسا کہ ان کے بیانات سے واضح ہے۔

تکمیل الطب میں حکیم عبدالرشید اور حکیم عبدالحمید نے آپریشن کا سلسلہ زور شور سے شروع کیا۔ جولائی ۱۹۰۲ء سے دسمبر ۱۹۰۲ء کے آخر تک ۱۰۵ مریضوں کے آپریشن کیے گئے، جن میں ۱۸ نزول الماء (کیٹرکیٹ)، ۵۸ دیگر امراض چشم اور ۲۹ جنرل سرجری کے تھے۔ ڈاکٹر اینڈرسن سول سرجن لکھنؤ کے مشورہ اور وساطت سے ضروری آلات ولایت سے منگائے گئے، اور اپنے دو بھتیجوں حکیم حافظ عبدالمجید اور حکیم عبدالمعید کو بھی انھوں نے اعمال یالید (سرجری) کی باقاعدہ تعلیم شروع کرائی۔

روئداد تکمیل الطب بابت ششماہی اول ۱۹۰۲ء میں حکیم صاحب لکھتے ہیں

للہ الحمد کہ جس کارخیر کو میں نے خدا کا نام لے کر شروع کیا تھا اس میں روز بروز ترقی ہو رہی ہے اور خاطر خواہ کامیابی کے سامان نظر آ رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کون بات ہمت بڑھانے والی ہوسکتی ہے کہ طب یونانی کی کساد بازاری کا جو نقشہ کھینچا گیا تھا اور اس کے فروغ و ترقی کا جو خیالی منصوبہ جمہور کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ اس پر نہ صرف میرے عنایت فرماؤں اور ملکی ہمدردوں نے توجہ فرمائی بلکہ ملک کے سربرآوردہ اخبارات نے بھی اسے بہت اچھی نگاہ سے دیکھا اور نہایت گرم جوشی سے اس کا خیر مقدم کیا اور اس سے بھی زیادہ بین ثبوت اس کی مقبولیت کا یہ ہے کہ میرے ہم پیشہ معاصر نے بھی کروٹ بدلی اور اپنے اپنے طریقہ کی روش پر چلنے کا قصد کیا۔ ان سب سامانوں کو دیکھنے سے مجھے یہ امید ہوتی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد ہمارے گروہ کے دامن سے یہ بے کمالی کا داغ مٹ جائے گا اور زمانہ میں ایسے طبیب نظر آنے لگیں گے جو ایک طرف تو افلاطون و جالینوس کی تحقیقاتوں اور موشگافیوں سے واقف اور دوسری طرف اپنی آنکھوں سے اجسام انسانی کے رگ و ریشہ دیکھے ہوئے، ایک طرف امراض داخلی میں نباض اور دوسری طرف اعمال یالید میں مشاق و تیز دست ہوں گے۔ اور اس وقت ان معترضوں اور حق ناشناسوں کی زبانیں بند ہو جائیں گی

جو یونانی طبیبوں کو ناکارہ محض اور ان کے طریقہ علاج کو بالکل ناقص سمجھ کے نکتہ چیں اور طعنہ زن ہو رہے ہیں اور زمانہ دیکھ لے گا کہ طب یونانی کی اصل تصویر کیسی دلکش و دلآویز ہے۔"

اسی روئداد میں انھوں نے سرجری اور عملی حیثیت سے فن میں کامل اور مشاق ہونے کے علاوہ نسوانی امراض میں محض قابلہ پر اعتماد سے علاج میں جو دشواریاں پیش آتی ہیں ان کی طرف متوجہ کیا ہے اور اطباء کو خود عملی کاموں میں مہارت کا مشورہ دیا ہے۔

جیسا کہ عام دستور ہے جب بھی کوئی اصلاحی کام شروع کیا جاتا ہے مخالفین اور ناقدین کی نکتہ چینی اور حرف گیری کا ہدف بننا پڑتا ہے۔ چنانچہ یونانی اطباء کے لئے سرجری میں دستگاہ کی تجویز پر بھی اعتراضات کئے گئے اور کہا گیا کہ سرجری کے ماہر ڈاکٹروں کی موجودگی میں اگر کچھ یونانی اطباء نے سرجری سیکھ لی تو اس سے حالات میں کیا تغیر ہوگا اور ملک و قوم کو اس سے کیا فائدہ پہنچے گا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے حکیم صاحب نے لکھا ہے "اگر ہمارے ملک میں ایسے اطباء حذاق کا ایک گروہ موجود ہو جائے گا جو علمی و عملی دونوں حیثیتوں سے اپنے فن میں کامل اور مشاق ہوگا تو بیشک اس کا وجود غرباء و امراء دونوں کے فائدے سے خالی نہیں۔ ابھی اس ملک میں ایسے امراء و رؤسا کی ایک بڑی جماعت موجود ہے جو طب یونانی سے حسن عقیدت رکھتے، یونانی طریقہ علاج کو اور سارے طریقوں پر افضل سمجھتے اور یونانی طبیبوں کی سرپرستی کرتے رہتے ہیں۔ لیکن بعض نازک موقعوں پر انھیں یہ مجبوری پیش آجاتی ہے کہ یا تو اپنی جان کسی ڈاکٹر کے سپرد کر دیں یا کسی جراح کے، کیونکہ جو طبیب معالج ہوتا ہے وہ سرجری سے نابلد ہوتا ہے۔ پس اگر ملک میں ایسے طبیب میسر آنے لگیں تو سرجری میں

روئداد ششماہی اول ۱۹۰۳ء صفحہ ۱ و ۲

بھی یہ خیالی رکھتے ہوں تو یہ مجبوری دفع ہو جائے گی۔[1]

بعض لوگوں کا طریقہ کار ذرا زیادہ سخت تھا۔ رفاہ خلائق اور نفع رسانی کے کسی جذبہ کے بجائے وہ اس کام کو ذاتی اغراض اور ذاتی مفاد کے حصول کا ذریعہ قرار دینے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ اسی رویہ اور ان کی طرف روئے سخن کرتے ہوئے حکیم صاحب کے قلم میں ایک جوش پیدا ہو گیا ہے۔ اپنے سینہ میں فن کی بے لوث خدمت کا جذبہ اور اس کی ترقی کا عظیم منصوبہ چھپائے وہ اس قسم کے ناروا اعتراضات پر تڑپ اٹھے۔ لکھتے ہیں "میں نے بعض حضرات کی زبانی یہ بھی سنا ہے کہ انہیں اس بات کے یقین کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ یہ جس قدر کوشش شروع کی گئی ہے شاید نفسانیت سے پاک ہے اور اس میں کوئی غرض ذاتی شامل نہیں ہے۔ ان کے جواب میں میں اتنا ہی تو عرض کروں گا کہ ہر ایک نیک کام جو کوئی شخص حسبۃً للہ کرتا ہے اس کے آغاز میں اس قسم کی بدگمانیاں پیدا ہونا ضروری ہیں مگر چونکہ میری نیت بخیر ہے اس وجہ سے میں ایسے کج اندیش بدگمانوں کی بدگمانی سے نہ ملول ہوتا ہوں نہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے آزردہ جس کام کو میں نے اپنی مرضی سے شروع کیا ہے۔ یہ یقین رکھ کے شروع کیا ہے کہ اسکا نفع بندگانِ خدا کو پہنچیگا۔ پس جب میرا دلی یقین یہ ہے تو مجھے کہنے والوں کی زبان سے کیا باک ہے۔ البتہ اگر کسی کے دل میں نیک نیتی کے ساتھ کوئی خیال پیدا ہوا ہے تو اس کے واسطے اسی قدر اشارہ کافی ہے کہ میں ایک ایسے گھر میں پیدا ہوا ہوں جس میں نفع رسانی خلائق کا پیشہ کئی پشتوں سے متواتر چلا آتا ہے اور میں ابھی خاندانی روش اور اسلاف کی تقلید میں آج بیس پچیس برس سے طالبان علم کو بلا اجرت پڑھاتا اور ہمیشہ بیماروں کا بلا معاوضہ کے علاج کرتا رہا ہوں۔ ہر صبح کو مطب میں میرے بکثرت مریض علاج کے لئے آتے ہیں اور میں ان کے مرض کی تشخیص کرتا ان کے واسطے نسخہ تجویز کرتا اور بعض اوقات اپنے پاس سے بلا قیمت ان کو دوائیں دیتا ہوں اور ہر شام کو میرے حلقۂ درس میں چالیس پچاس طالب علم آتے ہیں اور میں ان کو اجسام انسانی کی تشریح، امراض کے علل و

[1] [illegible] ارشاد شفا [illegible] صفحہ ۳

Marfat.com

اسباب اور علامات و آثار اور ادویہ کی تاثیرات سے متقدمین اور متاخرین کی تحقیقات اور اپنے ذاتی تجربات کی رو سے واقف و مطلع کرتا رہتا ہوں اور پھر جب وہ علمی لیاقت پیدا کر چکتے ہیں تو ان کو اپنے مطب میں بٹھا کر عملی تعلیم دیتا ہوں لیکن میں نہ ان سے کوئی فیس لیتا ہوں نہ کسی قسم کا صلہ چاہتا ہوں۔ اب اگر میری کوشش یہ ہے کہ میں اپنے طالب علموں کو زیادہ واقفکار اور ہوشیار زیادہ مشاق اور دستکار بناؤں اور جو مریض میرے پاس آئیں ان کے واسطے نہ صرف امراض داخلی کے علاج کا سامان میرے یہاں موجود ہو، بلکہ امراض خارجی کا بھی تو اس میں کسی قسم کی ذاتی غرض کا شک و شبہ بھی کیوں پیدا ہو۔ میں نے اس مقصد اعلیٰ کے واسطے اپنی ذات کو وقف کر دیا ہے اپنے دونوں لڑکوں کو اس میں شاغل منہمک کر دیا ہے اور میں اپنے عالی ہمت اہل دولت سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ وہ اتنی دستیاری کریں کہ فراہمی سامان میں مجھے مدد دیں۔ اب بھی یہ طریقہ جاری ہے کہ غریب طالب علم میرے حلقہ درس میں شامل ہوتے ہیں اور ان کے واسطے مجھے یہ سامان کرنا پڑتا ہے پھر اپنے شفیق و عنایت فرما رئیسوں کو تکلیف دیتا ہوں اور وہ حسبتہً للہ اپنے یہاں ان کے واسطے کھانا مقرر کر دیتے ہیں لیکن اس طریقہ میں علاوہ ایک قسم کی رکاکت اور دنائت کے بہت کچھ ضغطے پڑا کرتے ہیں۔ اور طلبا کو اتنی فراغت نصیب نہیں ہوتی کہ وہ دل لگا کے تحصیل علم میں مصروف اور تکمیل فن کو مشغول ہوں۔ اس لئے مجھے اس کی ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ ایسا سرمایہ جمع کیا جائے جس سے حاجتمند اور شوقین طلباء کو وظائف دیئے جا سکیں تاکہ وہ فراغت فارغ دل ہو کے پوری مدت تعلیم تک میرے پاس رہ کے اور دل لگا کر عملی و علمی کمال حاصل کر سکیں اور جب دنیا میں قدم رکھیں تو بندگان خدا کی حاجت روائی کر سکیں پھر مجھے یہ ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ آجکل کے زمانہ میں تحقیقات علمی و عملی کے جو سامان وافر موجود ہو گئے ہیں ان سے اپنے طلباء کو محروم نہ رکھنا چاہیئے۔ لہذا میری کوشش یہ ہے کہ میں اپنے طلباء کو صرف ہزار ڈیڑھ ہزار برس ادھر کے مشاہدات

Marfat.com

وتجربیات اور قیاسات پر قانع نہ رکھوں بلکہ اجسام انسانی کی تشریح خواص اور حرکات اعضا اور مزاج اور تاثیر ادویہ وغیرہ میں جس قدر اضافہ ہوا ہے۔ اس سے بھی مطلع کر دوں اور ان کو شاہراہ تحقیق پر اس طرح لگادوں کہ پھر وہ اپنے مشاہدات وتجربیات سے عمدہ نتائج پیدا کرسکیں اور اس طور پر بنی نوع انسان کے واسطے زیادہ کارآمد ثابت ہو سکیں انہی وجوہ سے مجھے یہ اور بھی مناسب معلوم ہوا کہ ایسا انتظام کیا جائے کہ جس سے مفلس ونادار بیماروں کا علاج کامل نگرانی کے ساتھ کیا جاسکے کیونکہ اس طور سے ایک تو غریبوں بیکسوں کا علاج اہتمام خاص سے ہو سکیگا دوسرے طلباء کو مریض کی حالت اور علاج وتیمارداری اپنے ہاتھ سے کرنے کا موقع ملے گا جس سے ان کا تجربہ بڑھیگا۔ کام کرنے کا سلیقہ پیدا ہوگا اور وہ باتیں معلوم ہو جائیں گی جو کتابوں کو صرف پڑھ لینے سے نہیں معلوم ہو سکتیں۔ اس بیان سے مجھے یقین ہے کہ انصاف پسند حضرات کو معلوم ہو جائے گا کہ مقاصد کس قدر پاک و پاکیزہ ہیں اور ان کے پورا کرنے کی نیت کس قدر خالص اور نیک ہے۔ اگر یہ کارروائی کامیابی سے تکمیل کو پہنچ گئی تو ملک کے واسطے کس قدر مفید وفیض رساں ثابت ہوگی۔ مجھے اپنے خلوص اور نیک نیتی سے پوری امید ہے کہ خداوند کریم میری مدد کریگا اور اس کے فضل و کرم سے وہ کوشش جو ہم اپنے ابنائے جنس کی بہبود کے واسطے شروع کی گئی ہے کامیابی سے ہم آغوش ہوگی۔"

۱۹۰۳ء میں ملک میں طاعون کی وبا پھیلی جس کی لپیٹ سے لکھنؤ بھی محفوظ نہیں رہا اس وقت یونانی اطباء کی حذاقت اور مسیحائی نے بڑا کام کیا۔ تکمیل الطب میں سرجری کی جدید شاخ کھل جانے سے بھی طبی علاج کے علاوہ طاعونی گلٹیوں کے چاک کرنے میں بہت مدد ملی۔ حکیم عبدالرشید اور حکیم عبدالحمید نے اس سلسلہ میں نمایاں خدمات انجام دیں۔

اسی روئداد شمارہ اول ۱۹۰۳ء میں ذکر ہے کہ حکیم صاحب کے دو بھتیجے حکیم حافظ عبدالمجید اور حکیم عبدالمعید جو ۱۹۰۲ء میں تعلیم اعمال بالید کی جانب متوجہ ہوئے تھے وہ دونوں اپنے کام میں ہوشیار ہو چکے ہیں۔ مزید برآں یہ بھی اطلاع ہے کہ تین طالب علموں نے

Marfat.com

اپنی رغبت ظاہر کر کے تعلیم اعمال بالید شروع کر دی ہے۔

روئداد میں کتاب معائنہ کے حوالہ سے ڈاکٹر جے اینڈرسن سول سرجن، ڈاکٹر ل ول سول سرجن، لیڈی ڈاکٹر مس سائکس ایم ڈی کی بہترین رپورٹیں درج ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کرنل جے اینڈرسن اکثر تکمیل الطب پہنچ کر اپنے شاگردوں کا حوصلہ بڑھاتے تھے اور نازک اوقات میں ان کے قیمتی مشورے اور معاونت حاصل رہتی تھی۔

چندہ دہندگان میں چودہ نام ہیں اور یہ سب وہ رؤسا ہیں جن سے حکیم صاحب کے تعلقات ذاتی نوعیت کے تھے۔ ان میں راجہ محمد صدیق حسن خاں تعلقدار نانپارہ، رانی سورت کنور تعلقدار کھیری گڈھ، چودھری محمد جان تعلقدار سندیلہ، راجہ کھوپے اندر بکرم سنگھ سی آئی اے تعلقدار پیاگپور، مولوی نہال الدین احمد رجسٹرار جوڈیشیل کمشنر اودھ، خان بہادر منشی ممتاز علی خاں معین المہام بھوپال، منشی احتشام علی رئیس کاکوری، راجہ پرتھی پال سنگھ تعلقدار سورجپور بہریلا ضلع بارہ بنکی، منشی پراگ نارائن مالک نول کشور پریس لکھنؤ، راجہ اودت نرائن سنگھ تعلقدار رام نگر ضلع بارہ بنکی، خان بہادر چودھری نصرت علی اسسٹنٹ سکریٹری انجمن تعلقداران اودھ، معرفت کپتان رامیشر دت سنگھ اسسٹنٹ ریاست بلرام پور، منشی محمد نسیم ایڈوکیٹ جوڈیشل کمشنر اودھ، چودھری شرف الدین رئیس الھونہ ضلع رائے بریلی ہیں۔

اس ششماہی میں ۲۷۹ سرجری کے مریضوں کی تعداد تھی جن میں ۱۷ نزول الماء، ذکیر کاٹ ۵۴ دیگر امراض چشم اور ۱۰۸ متعلق جنرل سرجری کے تھے۔ اسی سنہ ۱۹۰۳ء کی دوسری ششماہی میں سرجری کے مریضوں کی تعداد ۲۱۲ تھی جن میں پندرہ نزول الماء، ۱۲۷ دیگر امراض چشم اور ۷۰ جنرل سرجری کے تھے۔

سرجری اور تشریح کی اہمیت اور ضرورت پر زور دیتے ہوئے اس دوسری ششماہی کی روئداد میں انھوں نے لکھا ہے "الحمد للہ کہ تکمیل الطب کا کام نہایت کامیابی سے چل رہا ہے اور اس کی قدر شناسی اہل ملک کرنے لگے ہیں۔ حقیقت میں اس مدت قلیل میں جیسی کچھ توجہ اس پر کی گئی ہے وہ میرے حوصلے سے کہیں

Marfat.com

بڑھ گئے ہیں اور میں اس کو قدرِ عظیم سمجھتا ہوں کہ بجائے اس کے کہ لوگ اس جدت کو مسیحائی ارباب زمانہ ایک بدعتِ سیئہ سمجھتے اور اس پر چیں بجبیں ہوتے ہر طرف سے اسے اصلاح اور ضروری اصلاح تسلیم کر کے لوگ اس کو قبولیت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ مجھے روز بروز یہ تجربہ ہو رہا ہے کہ ہمارے اطبا اگر اعمال بالید کی طرف توجہ کریں گے تو گویا ان کے واسطے دن پھرنے کے سامان ہو جاوینگے اور میرے نزدیک یہ ایک فال ہمایوں ہے کہ اس ملک کے باشندوں نے نفاست مزاجی کو جو اس قدر بڑھا رکھا ہے کہ اعمال بالید کو ایک پیشہ ذلیل سمجھ کے اسے جاہل لوگوں کے ہاتھ میں دیدیا تھا۔ اب وہ اپنی حالت پر لیٹ پا رہے ہیں اور پیشہ کو بطور پیشہ کرنے پر راغب ہو چلے ہیں اور اس میں نفاست و لطافت کے خیالات کو دخل نہیں دیتے۔ یہ بالکل ایک سچی بات ہے کہ انسان کے جسم و جان کی بقا و صحت کی کوشش سے بڑھ کے کوئی شریفانہ کام ہو نہیں سکتا اور ایسے اعلیٰ پیشہ کو کسی جبر و اکراہ یا تنفر سے نظر کرنا عین دلیلِ کمینگی طبیعت کی ہے۔ اگر اطبا کا فرضِ منصبی یہ ہے کہ وہ بیماروں کی چارہ سازی کریں تو چارہ سازی کی کسی چھوٹی سی چھوٹی صنعت کو بھی ترک کرنا اطبا کو کبھی کامل فن نہیں بنا سکتا چہ جائیکہ سرجری کو جو اس کا مستقل جزو اعظم ہو ترک کرنا چاہیئے۔ وہ کسی وجہ سے کیوں نہ ہو ضرور طبیب کو ناقص رکھیگا۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ سرجری کو کس طرح ترقی دیں۔ یہ کچھ مشکل نہیں سرجری کی ترقی صرف تشریح کے پڑھنے اور اس کو عمل کرنے اور کسی قدر مشق کرنے سے ہو سکتی ہے۔ دوائیں اور آلات ہاتھ کو استعمال کئے جاوینگے بڑی بات یہ ہے کہ طبیب بدن انسان کے رگ پٹھوں اور اس کے جوڑوں سے واقف آلات کے طریقہ استعمال سے آگاہ اور مشق سے صفائی اور پھرتی پیدا کر چکا ہو[1]

---

[1] روئداد اوّل شفاخانہ ہی آگرہ ۔ ۱۸۶

اس ششماہی میں چونکہ تکمیل الطب کا پہلا سال ختم ہوا، اس وجہ سے امتحان کا قاعدہ بھی جاری کیا گیا۔ چنانچہ ۱۷-۱۸ر شعبان ۱۳۲۱ھ کو تحریری امتحان اور بتاریخ ۱۹ر شعبان ۱۳۲۱ھ کو تقریری امتحان ہوا۔ اور بتاریخ ۲۵ شعبان ایک جلسہ تقسیم انعام منعقد کیا گیا جس میں مولوی عبدالرحمن کاٹھیاواڑی کو پہلا انعام دیا گیا۔ تکمیل الطب کے اس پہلے امتحان میں جو طلباء شریک ہوئے ان کے نام درج ذیل ہے۔

۱۔ مولوی محمد حسین خاں ضلع سیتاپور ۲۔ مولوی شمس الحق ضلع مظفرپور ۳۔ مولوی عبدالرحمن ضلع فتحپور ہسوہ ۴۔ مولوی عبدالرحمن کاٹھیاواڑ ۵۔ مولوی عبدالباری خاں ضلع بجنور ۶۔ مولوی محمد سعید ضلع اعظم گڑھ ۷۔ مولوی الطاف علی خاں ضلع مرادآباد ۸۔ مولوی محمد اسحاق خاں ضلع پٹنہ۔

حکیم صاحب کے حلقۂ درس میں جس قدر طالب علم تھے اگرچہ ان میں سے بہت کم اس وقت تک تکمیل الطب میں داخل ہوئے تھے جس کی وجہ بقول خود حکیم صاحب یہ نہیں تھی کہ "وہ لوگ تکمیل الطب کی ترقی کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتے بلکہ اصلی وجہ یہ ہے کہ وہ آئین و ضوابط کے خوگر کبھی نہیں رہے۔ طبائع پابندی ضوابط سے ہچکچاتی ہیں لیکن مجھے امید ہے کہ جس وقت تکمیل الطب کے طلباء علمی و عملی میدان میں آراستہ ہو کر نکلیں گے وہ ایک عمدہ نمونہ ثابت ہوں گے"۔

دسمبر ۱۹۰۴ء میں لکھنؤ میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس کے انعقاد کا فیصلہ ہوا۔ اس موقع پر ملک کے دانشور طبقہ کے سامنے تکمیل الطب کے اغراض و مقاصد کو پیش کرنا ضروری سمجھا گیا۔ چنانچہ حکیم عبدالرشید اور حکیم عبدالحمید نے ۲۵ر دسمبر کو ایک جلسہ منعقد کیا جس میں تقریباً ایک ہزار افراد افراد شریک ہوئے، شرکاء میں مولانا عبدالحئی فرنگی محلی راجہ علی محمد خاں والیٔ ریاست محمودآباد، منشی محمد نسیم ایڈوکیٹ، مولوی

Marfat.com

سید ظہور احمد وکیل ہائی کورٹ، مولانا شاہ سلیمان پھلواروی، مولانا عبدالحلیم شرر، منشی احتشام علی رئیس کاکوری، راجہ نوشاد علی خاں، نواب علی حسن خاں بھوپال، نواب محسن الملک مہدی علی خاں آنریری سکریٹری مدرسۃ العلوم علی گڑھ و محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس، منشی سید حسین ڈپٹی کلکٹر و پرنسپل اسسٹنٹ محکمۂ زراعت جیسے ممتاز اصحاب شامل تھے۔ صدارت کے فرائض مولانا عبدالحمید فرنگی محلی نے انجام دیئے۔ جلسہ میں مولانا عبدالحلیم شرر نے درج ذیل رزولیوشن نواب محسن الملک کی تائید کے ساتھ پیش کیا۔

رزولیوشن: درسگاہ تکمیل الطب کی جانب سے خاصتہً اور مسلمانان لکھنؤ کی طرف سے عموماً کانفرنس کے آئندہ اجلاس میں ایک رزولیوشن اس مقصد کا پیش کیا جائے کہ اسے تکمیل الطب کے اغراض سے پورا اتفاق ہے اور تکمیل الطب یونانی کی ترقی کا اچھا ذریعہ ہے اور ایجوکیشنل کانفرنس بحیثیت ایک عام قومی جلسہ ہونے کے طب یونانی کو منجملہ ان علوم و فنون کے تصور کرتی ہے جن کی تعلیم مسلمانوں کے واسطے مناسب ہے اور جو بلحاظ فلاح دنیوی و تمدن ان کے حق میں مفید و سود مند قرار دی گئی ہے"۔

اس جلسے کے دو روز بعد کانفرنس کا اجلاس شروع ہوا۔ اور ۲۸ دسمبر ۱۹۰۰ء کے اجلاس میں مولانا عبدالحلیم شرر نے جوش و خلوص کے ساتھ یہ رزولیوشن پیش کیا۔ وقار الملک نے نہایت زور شور سے تائید کی اور بہ اتفاق آراء یہ رزولیوشن منظور ہوا۔ اس اجلاس کانفرنس کے صدر مسٹر تھیوڈور ماریسن پرنسپل علی گڑھ کالج تھے۔ تکمیل الطب کا نصاب تین سال کا تھا۔ ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو پہلا جلسہ تقسیم اسناد و انعام منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں جن حضرات نے شرکت کی ان میں مولانا شبلی نعمانی، خان بہادر چودھری نصرت علی، خان بہادر ڈپٹی ممتاز علی خاں ڈپٹی کلکٹر و معین المہام بھوپال، تاج الدین سب جج، محمد باقر خاں ڈپٹی کلکٹر، ابوالحسن ڈپٹی کلکٹر

Marfat.com

کنور رمبہادر شاہ رئیس سنگھائی، مولانا عبدالحلیم شرر، مولوی ریاض الدین بی اے مالک اخبار ریاض بھوپال، مولانا حفیظ اللہ صدر مدرس ندوۃ العلماء، حافظ قطب الدین احمد مالک مطبع نامی جیسے ممتاز اصحاب تھے۔ چودھری محمد نصرت علی خاں صدر نشین تھے۔ مولانا شبلی کی تقریر پروگرام کا خاص جز رکھتی۔ مرزا محمد عباس ہوش لکھنوی کے قصیدہ کے بعض اشعار ملاحظہ ہوں۔

مگر اس گم شدہ دولت کو جس نے پھر نکالا ہے | وہ ہے حکمت کا پتلا اور مجسم عقل یونانی
وہی سر برآوردہ زمانے کے طبیبوں میں | وہی ہے فخر زہراوی وہی ہے رشک گیلانی
وہ ہے استاد کامل نام ہے عبدالعزیز اسکا | نہ سمجھ شیخ ثانی بلکہ وہ ہے شیخ لاثانی

حکیم عبدالعزیز نے طب یونانی میں علم تشریح، علم کیمیا، اور علم جراحت کی کمیوں کو بڑی شدت سے محسوس کیا تھا۔ انھوں نے لکھا ہے کہ ان اجزاء پر طب یونانی پر آج ہر شخص طعنہ زن ہے اور یہ طب یونانی پر ایک بدنما داغ ہیں اور ان تینوں حصوں کی وجہ سے طب یونانی کو مورد اعتراض بنایا جارہا ہے۔ یہ خیال عام ہو گیا ہے کہ ان کے اصول طب یونانی میں موجود نہیں ہیں۔ حالانکہ یہ ان کی عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔ حکیم صاحب نے علم الکیمیا، تشریح اور جراحت میں اطباء قدیم کے کارناموں اور تصانیف پر ۱۹۰۵ء کی روئداد میں روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے "آج اطباء میں ان مضامین سے تعلق رکھنے والے نہیں ہیں۔ تکمیل الطب کے قیام کا مقصد یہی ہے کہ مدرسہ تکمیل الطب کے سند یافتہ علاوہ اس کے کہ نسخہ لکھنے اور شناخت نبض میں مشاق ہوں علم کیمسٹری اور سرجری میں بھی ایک عمدہ نمونہ متقدمین کا ہوں"[1]

۱۹۰۶ء کی روئداد میں لکھتے ہیں "طب یونانی کے اعلیٰ اور عمدہ تجارب و مشاہدات عوام کے سامنے پیش کرنا اطباء کی لیاقت پر منحصر ہے۔ اور یہ امر

---

[1] روئداد تکمیل الطب مطبوعہ ۱۹۰۵ء

Marfat.com

مسلم ہے کہ ہندوستان میں لائق حکماء کی کمی ہے لہٰذا ایسی حالت میں زیادہ تجربات و مشاہدات اعجاز طب یونانی پیش نہیں ہو سکتے و نیز افلاس علم بھی اس کو مانع ہے۔ اس خیال نے مجھ کو مجبور کیا کہ میں ایک مدرسہ طبیہ مع شفاخانہ قائم کروں اور اجزاء طب یونانی مثل سرجری و کیمسٹری وغیرہ کے جو عرصہ سے متروک ہو گئے ہیں بکرات ان کو از سر نو جاری کروں تاکہ ہندوستان کے مختلف مقامات میں اطباء لائق دستیاب ہو سکیں اور عوام ان سے ایک معتدبہ فائدہ حاصل کریں۔"[1]

اپنے مقاصد کی مزید ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں "جو لوگ طب یونانی کی بعض شاخوں کو مثل تشریح و سرجری و کیمسٹری کے ناقص بتلاتے ہیں یہ محض ان کی ناواقفیت ہے ورنہ درحقیقت اس فن بزرگ کے علمی لٹریچر میں ان فروع کے لئے اصول تمام و کمال ایک اعلیٰ پیمانہ پر موجود ہیں۔ یہ بھی خوب واضح و روشن ہو چکا ہے کہ مذکورہ بالا فروع ثلاثہ جن کی کمی کا طعنہ دیا جاتا ہے ان فروع کے کیسے کیسے ماہر اور عامل گذر چکے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہی طب یونانی جس نے ترقی کا انتہائی عروج حاصل کر لیا تھا بالفعل اس پر جہالت و گمنامی کیوں محیط ہوتی جاتی ہے۔ اس کا سبب سوا اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ جو تعلیمی سہولتیں اس فن شریف کے حاصل کرنے میں اس وقت موجود تھیں اب وہ بالکل مفقود ہو گئیں۔ میں یہاں پر ان طرق تعلیم و وسائل تحقیقات کا مجملاً ذکر کرتا ہوں۔ اس سے آپ حضرات کے ذہن نشین ہو جائیگا کہ وہ کیا ذرائع تھے جن کی وجہ سے طب یونانی کا آفتاب معراج ترقی پر پہنچ گیا تھا۔ شاہنشاہی بغداد کے روشن زمانہ میں اسی طرح درسگاہیں اور مدرسے اس طب کی تعلیم کے لئے کھلے ہوئے تھے جس طرح آجکل یورپ و امریکہ میں یونیورسٹیاں قائم ہیں۔ ان مدرسوں میں نہ صرف حکماء یونان کے مقرر کردہ اصول پر کتابوں کے ترجمے زیر درس تھے بلکہ برابر ان میں نئے اصول و تحقیقات

---

[1] روداد تکمیل الطب مطبوعہ ۱۹۰۷

کی روحیں پھونکی جاتی تھیں انکی تحقیقاتی مشنریاں تمام عالم میں اپنا کام کر رہی تھیں
علم کیمسٹری اور ادویہ جدیدہ کے تحقیقاتی کمیشن دور دراز ملکوں میں دورہ کیا
کرتے تھے۔ اس کمیشن کے ہمراہ مصور ہوتے تھے جو بوٹیوں، شاخوں
پتوں، پھلوں کے فوٹو لیا کرتے تھے اور یہ فوٹو ابتدائے نمو، وسط نمو، کمال
نمو کے ہوتے تھے۔ صرف ابن جلجل اور ابن بیطار نے اطباء یونان کی
تحقیق کردہ ادویہ پر اڑھائی سو (۲۵۰) ادویہ کا اضافہ کیا۔ فن سرجری اور
اختراع آلات کی انتہائی مثال یہ ہے کہ ایسے آلات ایجاد کیے گئے تھے جن کے
ذریعہ خون اپنی اصلی حالت پر ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہو جاتا تھا۔
شیخ الرئیس ابن سینا نے بیان آلات میں جو رسالہ لکھا ہے اس میں اس قسم کے
آلات کی بالتصویر حالت بتائی ہے۔ یہ رسالہ پیرس دار السلطنت فرانس کی نیشنل
لائبریری میں اب تک موجود ہے۔ اسکندریہ کے مشہور طبیب یحییٰ اسکندری
معروف بہ جان فیلقوس نے بلا استعانت آلات اشیاء مسموم و غیر مسموم کے
امتیاز پر ایک مبسوط رسالہ لکھا ہے۔ قسطوس طبیب نے حفظ اجسام میتہ
پر ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ یحییٰ برمکی نے ایک کمیشن ایران، مصر اور ہندوستان
صرف اس غرض سے روانہ کیا تھا کہ وہ ان ممالک میں جا کر وہاں کے طرق علاج
طبی تحقیقات کو قلمبند کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے اس فن کو مکمل
ومدن کیا ہے، انھوں نے صرف اطباء یونان ہی کے اقوال پر وحی منزل
کی طرح یقین اور حصر نہیں کر لیا تھا، بلکہ دنیا کے تمام طرق علاج سے موازنہ کر کے
اس کو غلطت ترجیح دیا تھا۔ جو شخص فن طب کی گزشتہ تاریخ اور اس کے علمی
لٹریچر سے واقف ہے وہ یہ دعویٰ کرنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ آجکل اہل یورپ
وامریکہ کی طبی تحقیقات کا لہ انہی اقوال سے مقتبس ہوتا ہے جن سے ہمارا
طبی لٹریچر منور و لبریز ہے۔

حضرات وہی طب یونانی جس کی حالت آپ کے کوشش سے اب مردنی۔

کس حالت میں ہے بجائے اس کے کہ ایسے اطباء موجود ہوں جن کو اپنے فن کے تمام جزئیات پر مہارت ہو ایسے اطباء بھی شاذ و نادر ہیں جن کو اس بات کا علم بھی ہے کہ ہمارا علمی لٹریچر کس حد تک مکمل و بکار آمد ہے۔ اس گئی گزری حالت میں بھی موجودہ اطباء بعض ایسے امراض کے علاج میں کامیابی حاصل کر لیتے ہیں جن کو دوسرے طرق علاج ناقابل علاج و تدارک بتا چکے ہیں۔ اور بسا اوقات ان تہی دست اطباء کے حق میں ان حریف معالجین کے منہ سے بھی جو علمی و مالی سرمایہ سے بہرہ ور ہیں نعرہ تحسین سننے میں آ ہی جاتا ہے۔ اگر ایسے لائق اطباء کی کمی نہ ہوتی تو پبلک کا ایک عظیم الشان گروہ کم از کم ان امراض سے نجات پا سکتا جن کے دفعیہ میں دوسرے طرق علاج کارگر نہیں ہوتے۔ اور سرجری، کیمسٹری، تشریح کی کمی کا بدنما داغ جو پبلک کی غلط فہمی سے ان پر عائد کیا جاتا ہے دور ہو جاتا۔ اسی تلافی مافات کی ہمت کر کے اس ناچیز نے تکمیل الطب انسٹی ٹیوشن جاری کیا ہے[۱]"

مزید زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں " ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے آخر زمانہ سے ہمارے اطباء نے نفاست کو دخل دیا۔ اور اس فن شریف کو جو سراپا عمل ہے علمی حد کے اندر محدود کر دیا۔ انھوں نے کتب طبیہ کی دقیق شرحیں لکھیں۔ رسالے تصنیف کیے۔ پیچیدہ مسائل حل کیے اور نئی نئی موشگافیاں اور باریکیاں پیدا کیں۔ لیکن اس فن شریف کی دو بڑی شاخوں علم الادویہ (کیمسٹری) جراحی (سرجری) کو علی الترتیب جاہل عطاروں پنساریوں اور بے پڑھے جراحوں کے سپرد کر دیا اور اناٹمی (تشریح) جو ایک حد تک سرجری کا مبنی علیہ بھی اس کی طرف توجہ کم کر دی۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ بعض اصحاب نے سمجھ لیا کہ سرجری اناٹمی اور کیمسٹری سے یہ فن ایک حد تک معرا ہے۔ اور اس طرح ان

---

[۱] روئداد تکمیل الطب مطبوعہ ۱۹۰۶ء

Marfat.com

فروغ ثلاثہ پر کامل طور پر علمی زوال آگیا اور اطباء کی لیاقت صرف نسخہ نویسی تک محدود ہو کر رہ گئی اس میں بھی رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ ایسے لوگوں نے اس فن کو پڑھنا شروع کیا جو کسی طرح تحصیل فن طب کے اہل نہیں ہو سکتے تھے۔ کیونکہ وہ لوگ منطق، ہیئت، جغرافیہ، طبعیات اور فلسفہ کے بعض دیگر اقسام سے جو فن طب کے موقوف علیہ ہیں اور جن کے بدون فن طب کا حصول ناممکن ہے بالکل نابلد تھے۔ اس امر کا الزام میں ایک حد تک اپنے طبی برادران پر بھی دونگا جنھوں نے فارسی اور اردو دان طلاب کو طب پڑھا کر اور کم لیاقت اطباء کی تعداد میں اضافہ کیا۔ ان جہلا کی کثرت سے اطباء کی لیاقت کا امتیاز اٹھ گیا اور ایسے اطباء الشاذ کالمعدوم ہو گئے جو ان عیوب سے پاک صاف تھے۔ ملک طب یونانی کے بدترین نمونہ سے بھر گیا اور جاہل اطباء کی کثرت کی وجہ سے طب یونانی کی نسبت غلط معیار قائم ہو گیا۔

برٹش گورنمنٹ کا جب دور دورہ ہوا تو وہ اپنے ساتھ دوسرا طریقہ علاج بھی لیتی آئی تھی۔ اس نے اسی کو رواج دیا اور حفظانِ صحت کے لئے اس کو پسند کیا اور کچھ تو قومی علم کے امتیاز کی وجہ سے اور کچھ طب یونانی کے غلط قائم شدہ معیار سے متاثر ہو کر اس فن شریف سے بالکل بے التفاتی رکھی۔ امراء پر بھی گورنمنٹ کا اثر پڑا اور وہ بھی اس فن کی سرپرستی سے سبکدوش ہو گئے۔

ان واقعات سے آپ حضرات کو یہ امر بخوبی ظاہر ہو گیا ہو گا کہ ہمارا فن طب موجودہ زمانہ میں کس قدر قابل رحم اور قابل توجہ ہے۔ تاہم اس جہالت و گمنامی کی حالت میں بھی یہی فن اب تک ہندوستان کی (۳۰) کروڑ آبادی میں سے (⅔) دو ثلث آبادی کا ذریعہ علاج بنا ہوا ہے۔ اگرچہ پست ترین حالت اس پر چھائی ہوئی ہے اور یقین ہے کہ اگر یہی حال رہا تو چند دن میں یہ فن

معدوم ہو جائے گا۔

میں نے ان سب امور پر غور کر کے خیال کیا کہ لائق اطباء اگر پھر پیدا کئے جائیں تو پبلک کو جس کی حفظانِ صحت کا بہترین ذریعہ یہی طب یونانی ہے بہت زیادہ راحت ملے اور جاہل اطباء کے ہاتھوں ہلاکت سے نجات ملے لیکن اس کے انتہائے تنزل کو دیکھ کر اولاً حیرت ہوئی اور اس کو چھ میں قدم رکھتے ہوئے ہراس طاری ہوا۔ اور اس کی ترقی کی امید محال نظر آنے لگی۔ لیکن طب یونانی کے علمی لٹریچر کی اس حد تک تکمیل نے کہ جس میں ایسے عمدہ اصول موجود ہیں کہ جن سے ہر جدید تحقیقات کو استنباط کر سکتے ہیں اور ارباب کرم کی قدردانی کی امید نے اس ارادہ کو مصمم کر دیا اور خدا پر بھروسہ کرنے میں نے مدرسہ تکمیل الطب کی بنیاد ڈالی اور اس مدرسہ میں داخلہ کے ایسے شرائط قرار دئیے جس سے وہی اطباء اس میں داخل ہو سکیں جو علوم مذکورہ بالا کے ماہر ہو کر تحصیل طب یونانی کے اہل ہو کر آئے ہوں اور سرجری کیمسٹری اناٹمی میں مہارت پیدا کر سکیں[1]"

تکمیل الطب کے قیام کے سلسلہ میں حکیم صاحب کے پیشِ نظر جو مقاصد تھے ان پر وہ کالج کی ہر سالانہ روئداد میں روشنی ڈالتے رہے۔ ان بیانات کے ذریعہ ان کے ملی خیالات و نظریات کو سمجھنے میں خاص مدد ملتی ہے۔ ۱۹۰۹ء کی روئداد میں انھوں نے لکھا ہے "طب یونانی کے چند مہتم بالشان فروع یعنی سرجری (اعمال بالید) اناٹمی (تشریح) اور کیمسٹری (علم الادویہ) کے علمی حیثیت سے تقریباً مفقود ہو جانے سے اور موجودہ اطباء میں فنی اور علمی حمیت کی بے انتہا کمی کی وجہ سے جو غلط رائے اس فن اعظم کی نسبت گورنمنٹ اور پبلک کے ذہن نشین ہو چکی ہے اس کے نتائج ان سے نہ صرف یہی ایک نتیجہ ہے کہ طب یونانی جس نے دنیا کے اور حصوں سے ہجرت کر کے صرف ہندوستان میں اقامت کر لی تھی اور اس کی شمع زندگانی

---

[1] روئداد تکمیل الطب مطبوعہ ۱۹۰۸ء

Marfat.com

کسی باضابطہ مکمل علمی درسگاہ کے نہ ہونے کی وجہ سے جہالت و گمنامی کی تند و تیز آندھیوں سے دنیا سے بالکل مفقود ہو جانے کے قریب پہونچ چکی ہے بلکہ سب سے بڑا اہم نتیجہ یہ ہے کہ باوجودیکہ موجودہ طبابت کی بقا صرف اس فن کی ایک شاخ یعنی نسخہ نویسی پر ہے اور اس میں بھی عمدہ ادویہ کی قلت کم لیاقت نسخہ نویسوں کی کثرت کے باوجود اطباء یونانی اس کے ذریعہ سے کروڑوں مخلوق خدا کی حفاظت جان کر رہے ہیں۔ اور ہزاروں دردمندان ملک کی حاجت روائی کر رہے ہیں لیکن پبلک کی بے توجہی اطبار کی غفلت اور علمی ذرائع کی کمی سے یہ سلسلہ بھی قریب معدوم ہونے کے ہے۔ اور اس طریقہ کے بھی جاری نہ رہنے سے اہل ملک کو اس طریقہ علاج سے بھی بالکل محروم ہی ہو جانا پڑے گا جس سے پبلک اس وقت تک ایک معتد بہ فائدہ حاصل کر رہی ہے۔ اور بھی عمدا اہل ملک کو ہمیشہ کے واسطے طب یونانی کو خیرباد کہنا پڑے گا۔ پس انھیں وجوہ سے میری حمیت فن اور دینی جوشش نے مجھکو اس امر پر مجبور کیا کہ میں موجودہ طب یونانی کی ترقی کے واسطے کوشش کروں اور جو غلط فہمی پبلک کو بوجہ لاعلمی اس فن شریف کی جانب پیدا ہو گئی ہے اس کو رفع کروں قبل اس کے کہ میں تکمیل الطب انسٹی ٹیوشن کو قائم کروں میں نے طب یونانی کے مسائل ترقی و تنزل پر ایک عمیق نظر ڈالکر یہ رائے قائم کی کہ اس زمانہ میں یونانی طبی محکمہ کا انتظام ایک ایسے آئیڈیل اور معیار پر ہونا چاہیے کہ جس طرح ہمارے متقدمین اطباء نے کیا تھا اور جس پر طب جدید والے یورپ میں آج تک عمل کر رہے ہیں۔ لہذا میں نے ایک ملکی اور قومی خدمت کے خیال سے تکمیل الطب انسٹی ٹیوشن کو قائم کیا مجھکو امید ہے کہ پبلک اس کے فوائد کو محسوس کر کے اس کے ساتھ عملی طریقہ سے ہمدردی کرے گی۔

حضرات یہ امر بھی قابل گذارش ہے کہ منجملہ اور امور کے یہ امر بھی

Marfat.com

تکمیل الطب نے اپنے ذمہ لیا تھا کہ سرجری (اعمال بالید) کو یونانی طریقہ سے اطبائے یونانی میں رائج کیا جاوے تاکہ پبلک کی غلط فہمی رفع ہو۔ چنانچہ بفضلہ اس قلیل مدت میں تکمیل الطب نے اس حیثیت سے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ کیونکہ کتب یونانی متعلق سرجری کا انتخاب اور پھر انکی طبع کا اہتمام اور بعد طبع دار کورس کرکے طلاب مدرسہ کو اس کی علمی و عملی طریقہ سے تعلیم دینا' علاوہ اس کے یونانی ادویہ اعمالِ بالید کو ایجاد کرکے رائج کرنا اور ایک کثیر التعداد امراض کے مشکل آپریشنوں (اعمال بالید) میں پوری کامیابی ہونے پر عام خلائق کا شفاخانہ کی طرف متوجہ کرنا اور فائدہ پہونچانا یہ ایسے امور تھے کہ جن کا انجام پانا نہایت مشکل تھا لیکن بفضلہ نہایت خوشی کا مقام ہے کہ ان امور پر بہت جلد عمل درآمد ہو گیا۔

مگر ہنوز منزل مقصود بہت دور ہے اور پبلک اور ہمدردان طب یونانی کی توجہ کی از حد ضرورت ہے۔ لہذا میں اپنے عالی حوصلہ اور حامیان ملک کو اس جانب خاص طریقہ سے متوجہ کرتا ہوں اور ملتجی ہوں کہ آپ کا وہ سچا اور قدیم یار جو ہمیشہ آپکے درد دکھ میں مسیحائی کا کام کرتا رہا ہے' زمانہ کی نیرنگیوں اور کشمکش سے مجبور ہو کر کچھ اپنی مسیحائی چاہتا ہے اور درحقیقت قابلِ توجہ ہے۔

مجھ کو امید ہے کہ پبلک بہت جلد اس کی جانب توجہ کرکے نہ صرف مجھ کو بلکہ تمام اطبائے یونانی کی آئندہ نسلوں کو مشکور کرے گی۔"

کرنل جی انڈرسن سول سرجن لکھنؤ جو تکمیل الطب کے خاص سرپرستوں میں تھے، جن کے ذریعہ نہ صرف آلات جراحی کی فراہمی کا نظم کیا گیا بلکہ ان کی

Marfat.com

نگرانی کی وجہ سے اعمال جراحی میں تکمیل الطب کو ترقی کا موقع ملا۔ ۱۹۰۹ء میں اپنے وطن لندن واپس ہوئے۔ ۲۶ اپریل ۱۹۰۹ء کو تکمیل الطب میں ان کے اعزاز میں ایک رخصتی تقریب منعقد ہوئی۔ سر راجہ تصدق رسول اور سر راجہ علی محمد خاں والی محمود آباد اور شہر کے دوسرے رؤسا اور عمائدین کے علاوہ شرکا میں مولانا شبلی بھی تھے۔ حکیم حنیف علی رعب کی نظم کے بعض اشعار ملاحظہ ہوں ۔

جلوہ گر اس انجمن میں ہے وہ صاحب احترام — جس کے ہیں مرہونِ منت کیا خاص و کیا عام
جس کے ہیں وصف آشنا پیر و جواں ہر روز و شب — جس کے ہیں مدحت سرا چھوٹے بڑے ہر صبح و شام
کون یعنی وہ یگانہ جس وحید عصر کا — آئی ایم ایس ڈاکٹر کرنل جی ہنڈرسن ہے نام
لشکرِ لطف و کرم کا سرورِ لامکاں — کشورِ علم و حکم کا خسروِ عالی مقام
وہ مبارک مدرسہ وہ دستگاہ علم و فن — جس کا تکمیل الطب ہے آج نام مشہور انام
کیا کہوں اس مدرسہ پر ہے توجہ کس قدر — کس قدر لطف و عنایت کی نظر ہے بالدوام
مدرسہ پر جو ترے الطاف و انعامات ہیں — ان کا شکریہ ادا کرنا ہے مشکل لاکلام
تجھ کو یہ تہنیت، مبارک ہو یہ شان و شکوہ — اور پھر آئے تو ہو اب سے زیادہ احتشام

تکمیل الطب کے سالانہ جلسے بڑی آب و تاب سے منعقد ہوتے تھے۔ صوبہ کا گورنر یا کسی ریاست کا سربراہ صدر نشین ہوتا تھا۔ صدارتی خطبات، روداد اور تقاریر کے علاوہ نظمیں پروگرام کا خاص حصہ ہوتی تھیں۔ ۱۹۰۴ء میں تکمیل الطب سے فارغ ہونے پر حکیم عبدالرحمٰن (کاٹھیاواڑ) نے فصیح و بلیغ عربی خطبہ کے علاوہ ۳۵ اشعار کا قصیدہ پیش کیا تھا۔ ۱۹۰۵ء میں حکیم حنیف علی رعب نے ۱۴۴ اشعار پر مشتمل ترکیب بند موسوم بہ بزمِ عیسیٰ پڑھا، اس کے بعض اشعار ہیں ۔

Marfat.com

میں ہوں ادنیٰ انتیجہ اسکی عقل و رائے کا — علم و حکمت میں ہے جس کی ذات یکتائے زمن

دامنِ مقصود و نحوؤں کا جس نے بھر دیا
جس نے یونان کے فنِ مردہ کو زندہ کر دیا

آج جس کی ذات والا ہے طب کو افتخار — کون ہے یعنی حضرت عبدالعزیز نامدار

اس کو بقراط و ارسطو پہ نہ کیوں ترجیح دوں — نور کے مہ مقابل ہو نہیں سکتی ہے نار

ہند کا اپنے ہے لقمان اور نازش اہلِ عصر — قرشی اپنے وقت کا اور بو علی روزگار

زندہ ہوتے آج بقراط و ارسطو گر — اس کے خوانِ فیض کے ادنیٰ سے ہوتے ریزہ خوار

دوسرا کا میرے دادا ہے اسکا دیدار جمال — زیست کا میری ہے اس کی ذات پر دارومدار

دوسرا وہ مرد ان حکمت ہے جس کے ہوتے ہیں — زندگی بھر تک ہے وابستہ مرا عز و وقار

جس کا ہے اسم گرامی حضرت عبداللطیف — ماہر فن کامل فن شہرہ ملک و دیار

مجھ کو ہے سرمایۂ آرام و راحت اس کی ذات
مرہم زخم جگر میرا ہے اس کا التفات

یہ دونوں سلامت مجھ کو دونوں پر ناز — حق تو یوں ہے میں ہوں بیکس اور یہ بیکس نواز

پوچھیے سچ پوچھیے تو بس ان دو بزرگوں کے طفیل — آج ہے ہندوستاں میں مجھ کو حاصل امتیاز

آج اقطار جہاں میں ان کے شہرے عام ہیں
اب میں ان ناموں کے مرتے کیا مقدس نام ہیں

غازۂ رخسار ہے میرا وہ با شوکت جوان — نام نامی جس کا ہے عبدالرشید نکتہ داں

اک ذکی الطبع جس کا نام ہے عبدالحمید — نور ہے میرے رخ روشن کا وہ روشن لسان

بلبل خوش نغمہ یعنی حافظ عبدالمجید — رنگ ہے میرے گل عارض کا وہ رنگیں بیان

میری ترکیب کے گویا ہیں یہ چاروں عناصر — یا مرے اعضا کے ہیں اخلاط اربع بیگمان

یا سمجھیے یوں کہ یہ چار اور یہ دونوں بزرگ — میرے ہیں اسباب ستہ جو ہیں قائم ہر زمان

لکھنؤ ناگہ اودھ کا شہر ہے میرا مقام
اور بھرائی ٹولہ ہے اس شہر میں جائے قیام

حنیف علی رعبؔ نے ۱۹۰۶ء میں ۱۷۲ اشعار کی طویل فارسی نظم موسوم بہ علاج دل سنائی۔ اس جلسہ میں مولانا شبلی نے بھی تقریر کی تھی۔ رعبؔ کی نظم کے چند اشعار یہ ہیں ؎

بلے آن درسگاہ طب منور در نگاہ آمد ... کہ یک یک ذرۂ تابندہ اش خورشید و ماہ آمد
ندیدم درسگاہے این چنین حکمت فزا ہرگز ... زمین این دعوی و بقراط و افلاطون گواہ آمد
کمین خدمتگزار این ہمایون درسگہ بینی ... کہ از دانش دیار علم و فن را بادشاہ آمد
نوید اے تندرستی آرزو یان مرض مرہون ... کہ او والئ شفا این درگہ صحت پناہ آمد
دلبتانے معاذ اللہ غلط گفتم کہ بستانے ... ہوا شائق سرایش ہر لب برگ گیاہ آمد
ہر آنکو رو بیاورد و از ہمہ دردہا شد این در ... یقینم آنکہ از گمراہی خود رہ براہ آمد
کسے کز جہل خود برتافت سر از این در دولت ... بدانم کز علو جاہ اندر قعر چاہ آمد

خوشا این مدرسہ گنج شفا از مخزن ست آرے
بگر دامان تکمیل الطب و دست من ست آرے

چگویم نام تکمیل الطب لذت بجان بخشد ... مرا این نام جان پرور حیات جاوداں بخشد
ز دور مے سرور آید ز شور نے طرب زاید ... مرا این درسگاہ خوش ہمی بخشد بجاں بخشد
ہمیں شان علم و فن را از پے دلی ہمدم ... ندرت و نگر ز ہمہ حکمت و فن خرد و کلاں بخشد

بخشیدن ندارد بخل استعداد اگر باشد ... بطالب ہر چہ بخشد بہر آنقدر شاں بخشد
صلائے عام ہر کس را زدہ احسان داناں رس ... بہر خرد و کلاں بخشد بہر پیر و جواں بخشد
نہ بینی گو مبین کو را ز روز جود و نوازش را ... نہانش نیست بخشش ہر کرا بخشد عیاں بخشد
زہی خوبیش آبے رفتہ را در جوئے باز آرد ... باہل ہند یعنی حکمت یونانیاں بخشد

یکے دارد تعلق ہم ز نزدیکاں ہم از دوراں
خوشی بخشد بہ غمگیناں شفا بخشد برنجوراں

زہے این درسگاہ طب تو ای اللہ خیر شانش
کہ بانی شد حکیمے حاذقے یکتائے دورانش

حکیمے آں عبدالعزیز آسمان رفعت
برفعت برگذشت از آسمانہا بام ایوانش

حکیمے خوانم اورا یا امامے مرجع حکمت
کہ در حکمت شرف دادست ایزد بر حکیمانش

رسید اندر ہمہ گیتی صلائے فیض عام او
فتاد اندر ہمہ آفاق صیت بذل و احسانش

حکیمے دیگراں عبدالحفیظ دوربیں باشد
کہ شد ایں مدرسہ روشن زمہر رائے تابانش

فروغ یافت ست از نور ذاتش راست میگویم
کہ ہست ایں مدرسہ گلزار و او فصل بہارانش

عجب نبود کہ روزے حکمت آموزد بلقمان ہم
اگر حمقا خورد یک لقمہ از حکمت فزا خوانش

ایا عبدالعزیز اے جان حکمت اے رُوان فن
ایا عبدالحفیظ اے کُنہ بیں اے نکتہ دان فن

شما آرے شما ہستید امروز آفتاب طب
شما آرے شما مستید امروز از شراب طب

شما آرے شما تاباں دو خوش جوہر کہ میدانم
یکے را آفتاب طب و دگر را ماہتاب طب

شما آرے شما شافی دو خوش نسخہ کہ می بینم
یکے را انتخاب طب و دگر را لاجواب طب

شما آرے شما دانید یکدیگر جدا کردن
درست از نادرست طب صواب از ناصواب طب

شما آرے شما فہمید باصد نکتہ پردازی
ہمہ تفصیل باب طب ہمہ شرح کتاب طب

شما آرے شما بنمودہ اید اہل بصیرت را
دریں ہنگام پیری جلوۂ حسن شباب طب

شما آرے شما بحرید بحرے کاندراں زاید
ز فیض ابر نیسان ازل دُرّ خوش آب طب

شما کردید حفظ آبروئے رفتۂ این فن را
شما دادید آب زندگی این مردہ گلشن را

اسی موقع پر اردو میں بھی ۱۰۴ اشعار پر مشتمل انہوں نے ایک نظم موسوم بہ برق بہار بیتیں کی تھی اس کے بعض اشعار ملاحظہ ہوں۔

ہنر کیونکر ہو اجاں بخش عالم اس گلستاں کی
بنا ڈالی ہوئی ہے اک حکیم مصلحت داں کی

حکیم مصلحت داں کون وہ پیر جواں ہمت
ضیا ادنیٰ سی ہے خورشید جسکی رائے تابا۔

مقدس نام ہے عبدالعزیز اس کامل الفن کا
نہیں حاجت ہے جسکے دعوئ حکمت کو برہاں کی

امام فن ہے اپنے وقت کا شیخ زمانہ ہے
قسم کھاتی ہے یکتائی بھی اس یکتائے دوراں کی

بزرگ اک دوسرا ہے ہم صفیر و ہم زباں اسکا
شفا عاشق ہے جسکے نسخۂ صحت نمایاں کی

منظم نام ہے عبدالحفیظ اس کان حکمت کا
چلے کچھ سامنے جسکے فلاطونکی نہ لقماں کی

خدا رکھے سلامت خلق میں ممتاز ہیں دونوں
طبیبوں کیلئے سرمایۂ صد ناز ہیں دونوں

پڑی ہے آج طب کے قالب مردہ میں جاں انسے
بنا ہے رشک یوناں خطۂ ہندوستاں ان سے

سمجھیے شاہ اقلیم فن طب ذات کو ان کی
زمانہ میں ہے سکہ علم ابداں کا رواں ان سے

بھلا حاصل کسی کو کب قیاس و تجربہ ایسا
کریں ہاں اکتساب کاردانی کارواں ان سے

مرض نے کر دیا مایوس عیش زندگی جن کو
سنیں صحت کا مژدہ وہ مریض ناتواں ان سے

جنھیں ہے ادعائے باطل اپنی فن شناسی کا
کریں کچھ روز خدمت ہوں وہ آکر درس خواں انسے

عطا کی ہے بلندی ان کی پابوس مبارک نے
اودھ کی سرزمیں ہے آج رشک آسماں ان سے

ریاض خلد کہئے ان کے اخلاق شگفتہ کو
بنا ہے لکھنؤ گویا چمن زار جہاں ان سے

کمال وفضل کے ہنگامہ آرا ہیں یہی دونوں
جہاں میں منفرد دنیا میں یکتا ہیں یہی دونوں

بہار گلشن طب وہ جوان شوکت آرا ہے
جسے عبدالرشید نامور ہر ایک کہتا ہے

نسیم جانفزا اس تازہ گلشن کی اگر کہیے
تو پیارا نوجواں عبدالحمید نکتہ پیرا ہے

شمیم دلکشا ہے حافظ عبدالمجید اس کی
مسلم جس حقائق داں کی یکتائی کا دعویٰ ہے

نضارت اس چمن زار مبارک کی اگر سنیئے
تو وہ عبدالمعید خوش لقا پاکیزہ سیما ہے

بنا ہے چار گلزار انسے اس گلزار کا صفحہ
جو فصل گل کہوں ان چار کے دم کو تو زیبا ہے

مبارک صورتوں سے انکی ہے علم و ہنر ظاہر
کمال وفضل ان کے پاک چہروں سے ہویدا ہے

رہے گا تا ابد سرسبز اور شاداب یہ گلشن
کہ ان دونوں نے رگوں اور ان چاروں نے سینچا ہے

جولائی ٹولہ میں جس باغ نے نشو و نما پائی
نہ کیوں ہو ہر غنچہ رنگیں ہو اس کی حکمت آرائی

۱۹۰۸ء میں رغبت نے ۱۶۸ اشعار کی طویل نظم موسوم بہ تریاق فاروقی پیش کی، دلچسپی کے لحاظ سے اس کے بھی کچھ اشعار درج کیے جاتے ہیں۔

علم و حکمت کو ہماری ذات پر تھا فخر و ناز — ہم نے بخشا دہر میں فضل و ہنر کا امتیاز
اٹھ چلا تھا صفحۂ ہستی سے حکمت کا نگار — مٹ چلا تھا لوح گیتی سے صناعت کا طراز
ہونے والا تھا ریاضی کا چمن وقف خزاں — آنے والا تھا تباہی میں طبیبی کا جہاز
جہل کے پردہ میں تھے پوشیدہ یونانی علوم — عاجز دستی تھا رخسار حقیقت کا مجاز
الغرض ہم نے نکالے وہ سب گنج کہن — بار دیگر ہم ہوئے ان سے دو تیج دلنواز
اپنی آنکھوں سے نہ چھپی یہاں زمیں کی کوئی شے — اپنی نظروں سے نہ تھا مخفی فلک کا کوئی راز
فن طب تھا ساقط النبض اک مریض ناتواں — ہم توجہ سے ہوئے اس جاں بلب کے چارہ ساز
ہم سے پہنچے عروج شرف تک درجۂ التاج کمال — ہم سے علم و ہنر تھے اوج معراج کمال
کیسے کیسے ایام گزرے ہیں انقلاب آسماں — ہم میں یکتا ایک تھا وحید عصر و یکتائے زماں
اور سنتے ہیں علوم اور کچھ تو بہت سے — ایک فن طب ہی کو لیجئے بہر امتحاں
کیسی کیسی ہم نے دیکھی اس بزم کی آرائشیں — کیسی کیسی ہم نے کیں اس باغ میں گلکاریاں
کچھ وہ آذری کا زمانہ یاد ہے اے دور چرخ — کر دیئے جس نے عیاں اس فن کے سب راز نہاں
بو علی سینا کی وہ عبقری دنیا معلوم ہے — قالب حکمت کو جس کی ذات تھی روح رواں
وہ علاء الدین لقب تھا جس کا ابن نفیس مہر — وہ ابوالقاسم کہ تھا مشہور اہل زماں
ابن بیطار و حسن نو ابن محمود و حسنین — جن سے آئی گلشن طب میں بہار جاوداں

قطب شیرازی فادہ مہر آسمان فن طب
وہ سمرقندی شکر ریز بیان فن طب

ان بزرگوں کے نمونے آج بھی دنیا میں ہیں — کاملوں سے گو ہے خالی پھر نہیں خالی جہاں

Marfat.com

دیکھ لے آنکھوں سے شانِ حضرتِ عبدالعزیز — جس کے دم سے رشکِ یوناں آج ہے ہندوستان

جس کی پابوسی کا ہر یکتائے فن مشتاق ہے
لکھنؤ جس کی بدولت مرجعِ آفاق ہے

رائے پُر انوار اس کی رو کشِ مہرِ منیر — طبعِ گوہر بار اس کی غیرتِ ابرِ مطیر
شوکت و عزّ و شرف میں بے مثال و بے بدل — حکمت و علم و عمل میں بے عدیل و بے نظیر
اس کی فکرِ انتہا رس کنہ داں و کنہ بیں — اس کی عقلِ غور پیما نکتہ فہم و نکتہ گیر
ملکِ حکمت میں وہی ہے صاحبِ چتر و کلاہ — کشورِ فن میں وہی ہے مالکِ تاج و سریر
دیکھ پھر عزّ و علوِّ حضرتِ عبدالحفیظ — دامِ احساں میں ہے جس کے آج اک عالم اسیر
ہر سخن اس کا ہے کیا کیا دلفریب و دلنشیں — ہر کلام اس کا ہے کیا کیا دلپسند و دلپذیر
راحتِ عاجل کی ہے تشخیص اس کی ہم نوا — صحتِ کامل کی ہے تجویز اس کی ہم صفیر

آج یکتا ہیں یہ دنیا میں نہیں ان کا جواب
نسخۂ حکمت میں دونوں انتخابِ لاجواب

یہ سلامت چاہئیں طب کے انیس و غمگسار — تو ہی آ جائے اس اُجڑے چمن میں پھر بہار
اب ہے ان کے جہد سے وابستہ حکمت کا عروج — اب ہے انکی سعی پر طب کی ترقی کا مدار
ان سے ہے فن کو ترفع ان سے دانش کو فروغ — طب کو ان سے ناز ہے حکمت کو ان سے افتخار
وہ میانہ کہ مدرسہ انشیہ پڑی جس کی بنا — ہو گیا تھوڑی سی مدت ہی میں مشہورِ دیار
آجکل جس درسگاہِ علم کی ہے بود و نمود — دیکھیے کچھ روز آگے چل کے اس کا اقتدار
قصر کا اس کے کبھی حسنِ عمارت دیکھنا — جس سے شان و شوکت ان دونوں کی ہے آشکار
بام اس کا ہو گا جیسے حوصلے ان کے بلند — رکن اس کے ہونگے جیسے عزم ان کے استوار

خوب موزوں ہے جو تکمیل الطب اس کا نام ہے
واقعی تکمیلِ طب اس مدرسہ کا کام ہے

تیرے حامی تیرے جامِ عشق سے مدہوش ہیں — جاں نثاری نوجواں تیرے ترقی کوش ہیں

Marfat.com

کون وہ چار سان میں اول صاحب رائے سدید — سرو باغ طب گل گلزار فن عبدالرشید
دوسرا وہ نونہالِ گلشنِ علم و ہنر — نو بہار فضل جس کا نام ہے عبدالحمید
تیسرا وہ صاحب فکر رسا حکمت شعار — نکتہ گستر نکتہ پرور حافظ عبدالمجید
اور وہ چوتھا گوہر بحر لیاقت ذی وقار — آب و تاب چہرہ ذہن و ذکا عبدالمعید
خامشی انکی سراپا گنج معنی کا طلسم — لب کشائی انکی گویا قفل حکمت کی کلید
ان کو کہیئے چرخ عز و جاہ کے مہرِ منیر — ان کو کہیئے بحرِ علم و فضل کے دُرِّ فرید
ان کو ہو جس درسگاہِ طب کا پاس آبرو — وہ ہو گرد آلود ناکامی غلط ہے او ربعید

فخر ان پر مدرسے کو مدرسے پر ان کو ناز
مدرسے ان کو ان سے مدرسے کو امتیاز

لکھنؤ اور دہلی کے درمیان علمی و فنی رقابت و چشمک کا آغاز اگرچہ حکیم محمد ابراہیم اور حکیم محمود خاں کے وقت سے ہو گیا تھا۔ پھر حکیم عبدالعزیز اور حکیم عبدالمجید خاں کے درمیان حس مخ دماغ کے متعلق بحث شروع ہوئی۔ حکیم عبدالمجید کے فتوئی عدمِ حس جوہر دماغ پر حکیم عبدالعزیز نے اعتراضات کئے۔ جس نے مناظرہ کی صورت اختیار کرلی اور دونوں طرف سے مخالفت و موافقت میں رسائل شائع ہوئے، اس کے علاوہ زحیر، کشتوں کے جواز و عدم جواز، طب کی تعلیمی زبان اور ماء مشروب کے جزو بدن ہونے یا نہ ہونے سے متعلق دونوں اسکولوں میں اختلاف رہا۔ لیکن یہ اختلافات اپنے نقطہ عروج پر اس وقت پہنچے جب دہلی میں ۱۹۱۰ء میں آل انڈیا آیورویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس کا قیام عمل میں آیا۔ حکیم عبدالعزیز سر آمد اطباء لکھنؤ تھے۔ انکی سرکردگی میں اطباء لکھنؤ نے یونانی کے ساتھ آیورویدک کے اختلاط پر سخت اختلاف و احتجاج کیا۔ کانفرنس کے پہلے اجلاس منعقدہ نومبر ۱۹۱۰ء میں حکیم عبدالرشید نے حکیم عبدالعزیز کی

نیابت کے فرائض انجام دیتے۔ حیات اجمل اور سیرت اجمل کے مصنفین نے حکیم عبدالعزیز کی شرکت اجلاس کا تذکرہ کیا ہے[1] حالانکہ حکیم عبدالعزیز اس وقت ہندوستان سے باہر حجاز میں مقیم تھے۔ خود کانفرنس کی روئداد سے حکیم عبدالرشید کی شرکت ظاہر ہے۔ حکیم عبدالرشید نے دہلی پہنچ کر کانفرنس کے پلیٹ فارم سے زوردار اختلافی تقریر کی تھی اور یونانی کے ساتھ آیورویدک کے اختلاط پر اطبا لکھنؤ کی طرف سے سخت اعتراضات کئے تھے۔ اس اختلاف نے بعد میں اور زیادہ ناخوشگوار شکل اختیار کی اور لکھنؤ و دہلی کا قضیہ بڑھتا رہا۔ دہلی میں یہ طے ہونے کے بعد کہ کانفرنس کا آئندہ اجلاس لکھنؤ میں منعقد ہو، لکھنؤ کی طرف سے مخالفت میں اور زیادہ شدت پیدا ہوگئی۔ کانفرنس کے جلسہ کی تحریک اور باہمی گفتگو کی غرض سے حکیم اجمل خاں لکھنؤ گئے، حامد حسین بیرسٹر کے ہاں ان کا قیام ہوا، حکیم عبدالعزیز اس وقت تک حج سے واپس تشریف نہیں لائے تھے۔ حکیم عبدالرشید اور حکیم عبدالحمید نے لکھنؤ میں کانفرنس کے انعقاد سے اختلاف کیا بالآخر حکیم صاحب کی حج سے واپسی پر تصفیہ ملتوی رکھا گیا۔ مئی ۱۹۱۱ء میں حکیم اجمل خاں انگلستان چلے گئے اور لکھنؤ و دہلی کے ان اختلافات کو مٹانے کی کچھ عرصہ تک کوئی کوشش نہیں ہوسکی۔ حکیم عبدالعزیز کی مراجعت کے بعد کانفرنس کے جنرل سکرٹری مان سنگھ وید لکھنؤ آئے اور حکیم صاحب سے کانفرنس کے مسئلہ پر گفتگو کی۔ حکیم صاحب نے جو اعتراضات پیش کئے وہ نہایت اہم تھے۔ ان کا پہلا اعتراض یہ تھا کہ کانفرنس کے ممبران ورکنگ کمیٹی میں غالب اکثریت اطبار دہلی کی رکھی گئی ہے۔ جب یہ ایک آل انڈیا تنظیم ہے تو اس میں نمائندگی مساوی ہونی چاہیے۔ دوسرے یہ کہ ویدک اور طب کو باہم ملانے سے طب کو تنزل ہوگا اور اس کی ترقی رکے گی۔ اتفاق سے اس خاندان کے ایک چشم و چراغ حکیم حافظ عبدالولی کانفرنس کی تائید میں تھے۔ ان کی دعوت پر کانفرنس کا اجلاس ۱۲-۱۳-۱۴ نومبر ۱۹۱۱ء کو قیصر باغ بارہ دری میں منعقد ہوا۔ حکیم اجمل خاں نے لکھنؤ پہنچ کر کانفرنس کو کامیاب بنانے کی کوشش کی لیکن کانفرنس جو مخالفانہ ماحول میں شروع ہوئی تھی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکی۔ اور اطبا لکھنؤ کی اکثریت نے حکیم عبدالرشید کی سرکردگی میں اس کا مقاطعہ کیا۔

---

[1] حیات اجمل صفحہ ۸ سیرت اجمل صفحہ ۲۴

حکیم عبدالعزیز اجلاس سے ٹھیک ایک ماہ قبل وفات پاچکے تھے۔ کانفرنس کے سلسلے کے یہ اختلافات حکیم عبدالرشید کے انتقال تک شدت سے قائم رہے، ان واقعات کی تفصیل حکیم عبدالرشید کے تذکرہ میں مرقوم ہے، لیکن اس سارے اختلاف کے باوجود جب حکیم اجمل خاں دہلوی کانفرنس کے اجلاس میں شرکت کے لئے لکھنؤ آئے تو انہوں نے جھوائی ٹولہ پہنچ کر حکیم عبدالعزیز کے انتقال پر حکیم عبدالرشید سے تعزیت کی۔ راقم الحروف کے جد محترم حکیم حاجی قاضی سید محمد کرم حسین رح بھی کانفرنس کے اس اجلاس دوم میں شریک تھے انہوں نے بھی جھوائی ٹولہ تشریف لے جاکر شفاءالملک حکیم عبدالرشید سے تعزیت فرمائی تھی

حکیم عبدالعزیز کو کتب بینی سے انتہائی ذوق تھا۔ نماز ظہر کے بعد عصر تک مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ شروح قانون کا مطالعہ کثرت سے فرماتے۔ تقریباً ۱۰-۱۲ شروح قانون ان کے کتب خانہ میں موجود تھیں مطالعہ کے کمرہ میں تختوں کے چوکے پر صرف ایک دری بچھی ہوتی تھی اور چاروں طرف کتابوں کا ڈھیر رہتا تھا۔ نئی اور نادر کتابیں منہ مانگی قیمت پر خریدتے تھے اور کتاب فروخت کرنے والے کو دوسرا گھر دیکھنے کا موقع نہیں دیتے تھے۔ ان کے کتب خانے میں نہایت بیش بہا قلمی نوادرات موجود تھے۔

طب میں حکیم صاحب کے متعدد رسالے ہیں[1] رسالہ تحفۂ عزیزی[2] (فارسی) میں ادویہ مرکبہ کا مزاج نکالنے اور کمیت دوا کے بڑھنے سے کیفیت دوا کے اثر پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ صاحب نزہۃ الخواطر کے مطابق رسالہ فی ابطال جزء لایتجزیٰ بھی ان کا ایک رسالہ ہے۔ اس کے مسودہ کے کچھ اوراق راقم الحروف کے پاس محفوظ ہیں۔ قانون پر کچھ حواشی تحریر فرمائے تھے۔ اسی طرح اپنے کچھ تجربات بھی جمع کئے تھے دونوں چیزیں نا تمام رہیں اور اشاعت کی نوبت نہیں آئی۔ ان کی یہ بیاض تجربات اور ایک فارسی خط جو ان کے منجھلے بھائی حکیم عبدالحفیظ کے نام ہے راقم کے ذخیرہ کی زینت ہے۔ یہ خط انہوں نے جمعہ ۱۲ محرم ۱۲۹۷ھ کو رامپور پہنچنے پر ۱۳ محرم ۱۲۹۷ھ کو تحریر فرمایا ہے۔

---

[1] الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند صفحہ ۲۱۳

[2] یہ بہ تصحیح و تحشیہ حکیم محمد قاسم یار کرسی مطبع نامی لکھنؤ سے ۱۳۰۴ھ میں طبع ہوا ہے۔

Marfat.com

حکیم صاحب اپنے زمانے کے بے نظیر اساتذہ میں تھے۔ ان کے کلیات قانون کے درس میں دور دور سے طلبار شریک ہونے کے لئے پہنچتے تھے۔ جن میں فارغ التحصیل علمار کی بڑی تعداد ہوتی تھی۔ کلیات کے درس میں ان کے کمال کا یہ عالم تھا کہ حکیم حافظ عبدالمجید نے مسلسل چودہ برس ان کے درس میں شرکت کی، ان کا بیان تھا کہ ہر مرتبہ کلیات کے درس میں ایک نئی تقریر سننے میں آتی تھی اور وہ عجیب نکتے اور تعبیرات پیش کرتے تھے۔ ان کے شاگردوں میں ہندوستان کے نامور اطبار شامل ہیں۔ جن میں حکیم عبدالوہاب آرہ، حکیم ریاض الحسن مونگیر، حکیم حنیف علی رعب، حکیم ہدایت الحسن، حکیم رکن الدین دانا (مصنف المنطق و الفلسفہ) حکیم محمد حسین خاں باباپوری، حکیم حافظ مولوی محمد حسین خاں (بنارس۔ یہ نواب محمد علی خاں والیٔ ریاست ٹونک کے جو بنارس میں نظر بند تھے مشیر طبی کے علاوہ رانی صاحبہ ریاست بریر کے بھی طبیب تھے) حکیم عبدالغنی رمضان پوری (مترجم قانونچہ) حکیم خلیل الرحمٰن خاں پیلی بھیت، حکیم محمد حسن خاں، حکیم سعید الرحمٰن خاں، حکیم مقصود علی پیلی بھیت، حکیم اشفاق رسول بھوپال، حکیم خواجہ کمال الدین لکھنؤ (فارغ ہونے کے نو سال بعد تک استاد کے مطب میں رہے۔ استاد بار بار اپنا علیحدہ مطب کرنے کے لئے فرماتے ہر مرتبہ جواب میں عرض کرتے کہ ابھی میری سیری نہیں ہوئی ہے) مولانا حکیم سید احمد گل بخاری، مولانا حکیم سید اکبر خاں (سرحد) مولانا حکیم حفیظ اللہ (باجوڑ) مولانا حکیم محمد یوسف کابلی، حکیم کمال الدین احمد پوری، حکیم سید عثمان شاہ ندوی (شیخوپورہ، مونگیر) حکیم سلامت اللہ خاں شاہجہاں پوری، مولانا حکیم حبیب اللہ خاں کابلی، مولانا حکیم مزمل خاں ہراتی

لہ مجموعۂ فضائل و کمالات موسوم بہ خزینہ رباعیات کے نام سے انھوں نے فارسی شعرار کا ایک انتخاب مرتب کیا ہے جو ۱۳۵۶ھ میں طبع ہوا ہے، نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن خاں شروانی کے نام یہ منسوب ہے حکیم صاحب کی ایک کتاب غزلیات فارسی بھی طبع ہو چکی ہے۔

Marfat.com

افسرالاطبا سید انعام علی (اورنگ آباد ضلع سیتاپور) حکیم حبیب الرحمٰن خاں شاہجہاں پور، حکیم جلیل احمد راجپوری، مولانا حکیم عبدالباری پٹنہ، مولوی حکیم نفیرالحق فرنگی محلی، حکیم دلاج الحق فرنگی محلی حکیم عبدالوہاب پرتاب گڑھ، حکیم نیاز احمد ظاہری (تشخیص الامراض، قانون العلاج، کتاب المجربات) مولانا حکیم عبدالحق مرشدآبادی حکیم سید عبدالرحیم (طبیب خاص ریاست چھتاری، تکمیل الطب کے قیام سے قبل ۱۸۸۷ء میں تعلیم حاصل کی) پروفیسر سید محمد رضا سلطان المدارس، حکیم علی ظفر عرف ننھے آغا آفتاب لکھنوی، حکیم سید عماد الحسن (نیوتنی) حکیم الطاف علی خاں (مرادآباد) حکیم سید قاسم یار (کٹرہ مانک پور) حکیم سید ہادی علی عرف بڑے حکیم صاحب (مفتاح الطب، مصباح الطب) (گیا) حکیم حافظ غلام حیدر (سیتاپور (چھ سال مسلسل تعلیم حاصل کی) حکیم مولوی محمد مصطفٰی بجنوری میرٹھ[1] حکیم چودھری بشیر احمد نگرام، حکیم محمد علی ایڈیٹر مرقع عالم ہردوئی، ابوالحذق حکیم سید شاہ محمود گوبند پورم (میسور) حکیم محمد محمود غازی پوری، سید مظفر علی سہسوان (مصنف رسالہ العصمۃ عن الخطاء فی علاج الوبار (اردو) اور تلخیص کتاب غنی) مولانا حکیم سید وجیہ الدین اشرف سجادہ نشین درگاہ کچھوچھہ شریف مولانا حکیم صادق الیقین (کرسی) حکیم اخلاق حسین (سندیلہ) حکیم عبدالمجید (ٹینہ) حکیم رشید النبی (ٹینہ) نواب سکت یار جنگ بہادر حیدرآباد، مولانا حکیم عبدالصمد مونگیر، حکیم محمد سعید عظیم آبادی جیسے مشاہیر اطبا رہیں۔ حکیم رائے دین دیال آنریری مجسٹریٹ لکھنؤ بھی ان کے شاگرد تھے اور انھوں نے طب حکیم صاحب سے عربی میں پڑھی تھی اور اس قدر قابلیت پیدا کی تھی کہ حکیم صاحب خود ناز فرمایا کرتے تھے۔

---

[1] حکیم عبدالعزیز کے علاوہ حکیم رحیم اللہ بجنوری تلمیذ حکیم محمد ابراہیم سے بھی انھوں نے طبی تعلیم حاصل کی۔ میرٹھ کے مشہور طبیبوں میں شمار تھا حکیم بنیاد علی تکمیلی ان کے جانشین ہیں اور دواخانہ مصطفائی کے نام سے میرٹھ میں ان کا دواخانہ ہے۔

اپنے تلامذہ کے علاوہ دوسرے اطباء کی قدر اور فلاح کا بھی انھیں خاص خیال رہتا تھا اور وہ ان کے ساتھ بہت اخلاص اور مودت کا معاملہ رکھتے تھے۔ پنجاب کے مشہور طبیب "حکیم عبدالعزیز سیالکوٹی ۱۹۰۸ء میں جب لکھنؤ کے اطباء کے مطبوں کو دیکھنے کے لئے گئے تو حکیم عبدالعزیز مرحوم بڑی نوازش سے پیش آئے اور اپنے قیمتی اوقات درس کو ملتوی فرما کر کئی دن ان کے ساتھ فنی گفتگو میں گزارے۔[1]

حکیم صاحب کا مطب ۹ بجے سے شروع ہو کر تقریباً ۱ بجے ختم ہوتا تھا۔ مریضوں کے ہجوم کا یہ عالم ہوتا تھا کہ ایک بجے کے بعد بڑی تعداد محروم رہ جاتی تھی۔ جو دوسرے دن اول وقت میں حاضر ہونے کی کوشش کرتے تھے۔ مطب میں دورویہ طلباء بیٹھے رہتے تھے۔ حکیم صاحب بآواز بلند نسخہ بولتے، تمام طلباء اپنی کاپیوں پر تحریر کرتے اور ان میں سے ہر طالب علم باری باری نسخہ لکھ کر ان کے آگے پیش کرتا اور وہ ایک نظر ڈال کر اس کو مریض کے حوالہ کرتے۔ اس طرح کی تعلیم سے طلباء جز عملی اور نسخہ نویسی میں کافی استعداد پیدا کر لیتے تھے۔ اس قسم کا ایک مطب یومیہ جسے ۱۹۰۲ء اور ۱۹۰۳ء میں شفاء الملک حکیم عبدالحمید نے نسخہ نویسی کی تعلیم کے دوران لکھا ہے خوش قسمتی سے محفوظ ہے۔

حکیم صاحب بہت نازک مزاج اور خوددار واقع ہوئے تھے۔ مطب میں رعب و جلال کا یہ عالم رہتا کہ بڑے سے بڑے آدمی کی پیش کی ہمت نہیں ہوتی تھی اوقات مقررہ کے علاوہ مریض کی ان تک پہنچ مشکل تھی۔ اسی کے ساتھ طبیعت میں ایثار اور خلق کی خدمت کا جذبہ موجزن تھا۔ غریب مریضوں کی حتی الوسع امداد کرتے تھے۔ درس و تدریس اور مطب میں اس قدر انہماک تھا کہ علاج کی غرض سے باہر بہت کم تشریف لے جاتے تھے۔ تعلقداران اودھ میں سے

---

[1] رموز الاطباء دوم صفحہ ۶۹۶

جو ان کے معتقد تھے وہ بھی لکھنؤ آ کر علاج کراتے تھے۔

حکیم صاحب کی فیس اس زمانہ میں شہر میں سولہ روپیہ، صوبہ میں پانچ سو روپیہ اور صوبہ کے باہر ایک ہزار روپیہ یومیہ تھی۔ ان کے خط کے ایک مسودہ سے جو کسی ریاست سے طلبی پر وہاں کے ذمہ دار کے نام تحریر ہے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ انھیں اپنے اور اپنے خاندانی وقار اور مرتبہ کا کس درجہ پاس و لحاظ رہتا تھا اور مقررہ فیس اور اعزاز کی ذرا بھی کمی انھیں گوارا نہیں تھی۔

"در عنایت فرمائے بندہ مولوی مجیب اللہ صاحب وکیل زاد الطافکم۔

تسلیم۔ مزاج شریف محبت نامہ آپ کا مورخہ ۔۔ [1] پہنچا۔ اس کو دیکھ کر کمال متحیر ہوا کہ سلاطین کے طلبی اطباء کے واسطے اس طریقے سے نہیں ہوتے ہیں۔ آپ کے صفائی معاملہ اور بھی زیادہ پریشان کنندہ ہوئے۔ ہماری خاندان کا طریقہ سلاطین سے یہ رہا کہ کبھی یومیہ کا ذکر کبھی نہیں آنے پایا ہے۔ ایسے صفائی تو غرباء سے کی جاتی ہے نہ سلاطین سے یہ حضرات خود کملا کے قدردان ہوتے ہیں بقدر اپنی ہمت و حوصلہ کے بروقت رخصتی پیش کیا کرتی ہیں۔ ماشاء اللہ یومیہ جو تحریر فرمایا جو میں اس ضلع کے تعلقداروں سے لیا کرتا ہوں۔ یہ سب ایسے اسباب ہیں جس کی وجہ سے میں نہایت حیرانی و پریشانی کے حالت میں جواب تحریر کر رہا ہوں اگر واقعی حضور پر نور دام اقبالہ کو طلبی میری منظور رہی تو اپنی عزت و اکرام کے موافق فرمائیں۔ اور میری اعزاز خاندانی جو سلاطین اودھ سے مرحمت ہوا ہی اس کا لحاظ بھی ہر امر میں رکھنا ضرور ہوگا۔"

(۱)
حکیم صاحب نواب شاہجہاں بیگم کے زمانہ میں ایک ہزار روپیہ یومیہ پر بھوپال تشریف لے گئے تھے تین روز وہاں قیام رہا تھا۔

---

[1] جگہ چھوٹی ہوئی ہے۔

Marfat.com

مہاراجہ گائیکواڑ بڑودہ[1] نے انھیں علاج کے لئے طلب کیا۔ مولوی حاجی سید نواب علی اس زمانہ میں بڑودہ کالج میں فارسی کے استاد تھے۔ انھوں نے حکیم صاحب کے پہلے سفر بڑودہ کے متعلق لکھا ہے "مہاراجہ سرسیاجی راؤ گائیکواڑ کے بڑے صاحبزادے کی شراب کی کثرت کی وجہ سے صحت خراب تھی۔ عقد ہو چکا تھا مگر کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ مہارانی بیٹے کی صحت کی طرف سے سخت پریشان تھیں۔ انھوں نے مہاراجہ سے عرض کر کے حکیم صاحب کو ایک ہزار روپیہ روزانہ فیس پر بلوایا تھا۔ ایسی بڑی ریاست میں جس کی آمدنی اس وقت تین کروڑ روپیہ تھی اور برٹش دربار میں حضور نظام کے بعد مہاراجہ صاحب کی کرسی ہوتی تھی' دو ملازم کچھ دوائیں اور کتابیں ساتھ لے کر نہایت سادگی سے بڑودہ پہنچے۔ راج محل کے ایک پر فضا گوشے میں حکیم صاحب مہمان ٹھہرائے گئے۔ صبح کو مہارانی کی نبض دیکھی، نسخہ لکھا۔ کچھ نسوانی شکایتیں تھیں دو ہی دن میں فائدہ محسوس ہوا۔ تب انھوں نے صاحبزادہ کو دکھایا اور واقعات بیان کئے۔ علاج شروع ہوا۔ ایک ہفتہ کے بعد حکیم صاحب نے فرمایا امید ہے حسب دلخواہ مریض کو فائدہ ہو جائیگا (یہاں یہ واضح رہے کہ مہاراجہ سیاجی راؤ سے پہلے کے مہاراجہ کھانڈے راؤ کے بھی کوئی اولاد نہیں تھی اور سیاجی راؤ ان کے متبنّی تھے) پورے تدارک کا میں یہاں انتظام کئے جاتا ہوں۔ اپنا ایک شاگرد لکھنؤ سے بھیج دوں گا۔ مہارانی نے فرمایا حکیم صاحب اتنی عجلت کیوں۔ آپ ایک ماہ تو ٹھیریں۔ مہاراج کی بھی نبض دیکھئے۔ دوسرے دن مہاراجہ کے حضور حکیم صاحب نے بتیں ہوتے بغور دیکھ کر فرمایا کہ ابتدائی میں یہ امراض تھے جن کا خمیر اتر ہے۔ کوئی خاص مرض نہیں ہے جس کا میں اس وقت علاج کروں ہاں اگر حکم ہو تو کچھ مفرحات لکھ دوں۔ مہاراجہ بڑے مردم شناس اور سنجیدہ تھے اس وقت خاموش ہو گئے۔ بعد میں مہارانی سے دریافت کیا کہ تم نے میرا حال حکیم صاحب سے کہا تھا۔ انھوں نے انکار کیا۔ صبح مہاراجہ حکیم صاحب سے نہایت

[1] حکیم احسن اللہ خاں دہلوی اور وہاں کے حکیم وارث علی خاں، حکیم کاظم علی خاں، حکیم سید ہاشم علی خاں جیسے مشہور زمانہ اطباء اس ریاست سے وابستہ رہ چکے تھے۔ حکیم وارث علی خاں بارہ ہزار روپیہ ماہانہ مشاہرہ پاتے تھے

خندہ پیشانی سے ملے اور فرمایا آپ واپسی وطن کے لئے اس قدر عجلت کیوں کر رہے
ہیں کیا یہاں آپ کی مرضی کے مطابق کچھ عمل نہیں ہو رہا ہے۔ حکیم صاحب نے شکریہ
ادا کرتے ہوئے اپنے مطب کے مریضوں اور درس و تدریس کی وجہ سے معذرت کی۔
بڑودہ کے قیام میں حکیم صاحب نہ وہاں کے عمائدین سے ملے اور نہ سیر و تفریح کے
لیئے ادھر ادھر نکلے۔ راج محل کے پُر فضا چمن میں بس شغل کتب بینی رہتا تھا۔ حافظ
نے خوب کہا ہے ۔ فراغتے و کتابے و گوشہ چمنے

لکھنو واپس آکر حکیم صاحب نے اپنے ایک شاگرد حکیم محمد حسین خاں باباپوری[1]
کو بڑودہ بھیجا جہاں وہ حسب ہدایت معالج رہے[2]

رموز الاطباء کے مطابق سفر بڑودہ سے قبل ۱۹۰۰ء سے پہلے خود مہارانی
گائیکواڑ بیمار ہو کر بغرض علاج لکھنو آئی تھیں اور حکیم صاحب سے علاج کرایا تھا۔
دو ماہ کے علاج کے بعد انھوں نے واپسی کا ارادہ ظاہر کیا چونکہ ہنوز طبیعت بالکل
درست نہیں ہوئی تھی اور علاج جاری رکھنا تھا اس لئے حکیم صاحب کی تحریک
پر حکیم محمد حسین مہارانی کے ہمراہ بڑودہ گئے[3]

---

[1] حکیم محمد حسین ابن شیخ ضامن حسین باباپور ضلع سیتاپور کے رہنے والے تھے۔ قیام تکمیل الطب
سے قبل حکیم عبدالعزیز کی شاگردی کا فخر حاصل کیا۔ ان کی طبی تعلیم کے آغاز سے تین سال بعد
تکمیل الطب جاری ہوا سب سے پہلے جس طالب علم کا نام رجسٹر مدرسہ میں درج ہوا وہ یہی
تھے۔ دو سال وہاں پڑھ کر تکمیل کی اور سند اجازت مطب لے کر پہلے دو ایک جگہ مطب
کیا پھر اپنے وطن سیتاپور چلے گئے۔ حکیم عبدالعزیز کی تحریک پر دو سو روپیہ ماہانہ پر
مہارانی کے ہمراہ بڑودہ گئے اور پھر وہاں مستقل ملازم ہو گئے (رموز الاطباء اول
صفحہ ۴۴۲) اور عرصہ تک وہاں رہے۔ آخر میں پنشن پا کر اپنے وطن واپس آئے اور تاحیات
انھیں پنشن ملتی رہی۔ ان کی متعدد کتابوں میں لمعۃ النبی۔ الاسلام والتوحید۔ تسہیل القواعد
عقد بیگمات اور نقشہ جات وغیرہ ہیں۔

[2] تکمیل الطب کالج میگزین [3] رموز الاطباء اول ۴۴۲

عندالضرورت کبھی کبھی حکیم صاحب بھی بڑودہ تشریف لے جاتے تھے۔ جنوری ۱۹۰۹ء کے کاغذات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں مستقل طور پر حکیم صاحب کے پانچ سو روپیہ ماہانہ ریاست بڑودہ سے مقرر ہو گئے تھے جو انھیں گھر بیٹھے آخر عمر تک ملتے رہے۔

حکیم صاحب جب رجواڑوں یا دوسرے رؤسا کے ہاں جاتے تو اپنے دو ایک تلامذہ کو خاص طور پر ساتھ رکھتے تھے اور وہاں ان کے لئے حلقہ بنانے میں انھیں خاص مسرت محسوس ہوتی تھی۔ کلکتہ میں جب مس ڈیوڈ (یہودی دولت مند خاتون) کے علاج کے لئے گئے تو حکیم ہدایت الحسن ہمراہ تھے اور انھیں وہیں علاج کے لئے رکھوا دیا تھا۔ معالجہ کی غرض سے دوسری ریاستوں کے علاوہ راجہ صاحب کدورا، راجہ صاحب محمود آباد، راجہ صاحب جہانگیر آباد وغیرہ کے ہاں ان کا اکثر جانا رہتا تھا۔

حکیم صاحب علاج میں مجتہدانہ رائے رکھتے تھے ان کے معرکتہ الآراء علاج کے قصے کثرت سے سننے میں آتے ہیں۔ ایک مرتبہ لکھنؤ کے ایک نوابزادہ کو چیچک نکلی، جس میں حالت بہت خراب ہو رہی تھی۔ اطباء اور ڈاکٹر جمع تھے۔ حکیم صاحب نے نسخہ میں کافور خالص کا اضافہ فرمایا، جس پر اطباء متحیر ہوئے اور کہا کہ حمی جدری میں کافور کا استعمال مضر ثابت ہوگا۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ اس حمی جدری میں تو رۂ حمی شدید اور تسمم غالب ہے، اس واسطے فوری تریاق کی ضرورت ہے تاکہ سمیت میں کمی اور شدت حمی میں تخفیف واقع ہو یہ کافور اسی مصلحت سے دیا گیا ہے۔ چنانچہ دوسرے ہی دن سے مطلوبہ فوائد حاصل ہوئے۔

رابعہ خانم کو دق ہوئی، مختلف لوگوں کے علاج کے بعد حکیم صاحب کی خدمت میں لایا گیا، تین دن تک وہ انھیں برابر دیکھتے رہے۔ پھر ایک نسخہ لکھا اور اس سے انھیں شفا ہوئی آخر میں ایک عرق کا نسخہ لکھا اور وہ بالکل تندرست ہو گئیں۔

سوزاک کے علاج میں انھیں بڑی کامیابی حاصل تھی۔ ایک سفوف استعمال کراتے تھے اور وہ نہایت موثر ثابت ہوتا تھا۔

حکیم وہاب الحق بانی وہاجیہ طبیہ کالج (واقع پل فرنگی محل لکھنؤ) کا بیان ہے کہ

Marfat.com

ان کے استاد حکیم عبدالعزیز مرحوم کے مطب میں ایک مہاجن کا ۸ سالہ لڑکا آیا جو بغیر دستہ کے چاقو کا پھل نگل گیا تھا۔ مگر تین روز تک ڈاکٹروں کے علاج کے باوجود پھل نہیں نکلا اور لڑکے کا شدید درد اور بےچینی میں مبتلا رہا۔ تیسرے روز ڈاکٹروں نے آپریشن تجویز کیا مگر لالہ جی تیار نہیں ہوئے اور حکیم صاحب کی خدمت میں اسے لے کر حاضر ہوئے۔ انھوں نے ایک چھٹانک پارہ دودھ میں پلوایا اور چہل قدمی کا حکم دیا۔ آدھ گھنٹہ تک بچہ ٹہلتا رہا اور درد لحظہ بلحظہ نیچے سرکتا رہا جس وقت ناف کے قریب درد محسوس ہونے لگا تو انھوں نے عمل احتقان کا حکم دیا۔ تین دفعہ عمل (حقنہ) کیا گیا۔ تیسری دفعہ عمل کے پانی کے ساتھ پہلے چاقو کا پھل اور پھر پارہ نکل پڑا۔ انھوں نے فوراً دودھ پلوایا (یا شاید حقنوں کے درمیان پلوایا تھا)"

چاقو کے پھل کا ایک معرکہ کا علاج حکیم عبدالوحید کا بھی ہے۔

نقلی ادویہ کی روک تھام، ادویہ مرکبہ کی صحیح اجزاء کے ساتھ تیاری، ادویہ کا معیار، معائنہ ادویہ کا نظم، طبی اجازت نامہ، دوا فروشی کے لئے لائسنس جیسے مسائل جن کا اس جدید ترین دور کے اہم طبی مسائل میں شمار ہے اور جن کے حل کے لئے حکومت کی جانب سے اعلیٰ سطح پر اہتمامات کئے جا رہے ہیں۔ صرف آج کے تعلیم یافتہ ذہن کی فکر سے تعلق نہیں رکھتے ہیں۔ نہ صرف قدیم یونانی اور عربی عہد میں ان کی طرف توجہ دی گئی تھی، بلکہ آج سے سو سال پہلے غیر سرکاری طور پر رفاہِ عام کی انجمنوں کے سامنے بھی عوام کی صحت اور فلاح کے خیال سے یہ مسائل رہتے تھے۔ انجمن رفاہِ عام لکھنؤ نے اس سلسلہ میں ایک سوالنامہ مرتب کر کے حکیم عبدالعزیز اور بعض دیگر ماہر اطباء کی خدمت میں ان کی رائے معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ اس دور کے طبی اور سماجی شعور کو واضح کرنے کے لئے وہ سوالنامہ مع حکیم عبدالعزیز کے جواب کے یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

"حسب تجویز ممبران کمیٹی رفاہ عام آپ لوگوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ بہ سبب خراب فروخت ہونے ادویہ کے اور علاج نیم حکیموں اور جاہلوں کے

Marfat.com

اور بوجہ خراب فروخت ہونے روغن زرد کے ہزاروں بندگانِ خدا کی جانوں کو نقصان پہنچتا ہے اور مال (یعنی قیمت ادویہ و روغن زرد) اگرچہ کم صرف ہوتا ہے مگر فضول اور بے محل صرف کیا جاتا ہے۔ پس ان نقصانات کا رفع کرنا تا امکان لازم ہے۔ اس جہت سے کہ قومی حالت ہم لوگوں کی مقتضی اس کے نہیں ہے کہ باتفاق نقصانات مذکورہ کو روک سکیں۔ لہذا استمداد گورنمنٹ سے ضروری معلوم ہوئی نظر بوجوہ بالا آپ لوگوں کی رائے بذریعہ سوالات ذیل دریافت کی جاتی ہے۔ امید کہ آپ برائے ہمدردی قومی اپنی رائے سے اطلاع دیں گے۔

سوال ۱۔ آیا ممکن ہے کہ آپ ایک روز (جو معین کیا جاویگا) کمیٹی رفاہ عام میں تشریف فرما ہوں اور باتفاق یا کثرت آرا اس انتظام کی بابت کوئی عمدہ تدبیر قرار دیں تاکہ مطابق اس کے ہم لوگ اس کے انتظام میں استمداد گورنمنٹ سے کریں۔

سوال ۲۔ اگر آپ کمیٹی رفاہ عام میں نہیں جمع ہو سکتے تو اپنی رائے تحریری سے آپ کمیٹی کو بجواب سوالات مصرحۂ ذیل اطلاع دیجئے اور اس پر دستخط آپ کے ثبت ہوں۔

سوال ۳۔ اس تجویز سے آپ کو اتفاق ہے کہ شہر لکھنؤ میں دو یا زیادہ طبیب گرد اور بمشاہرہ مناسب مقرر کئے جاویں اور یہ لوگ اکثر اوقات میں دکانوں پہ عطاروں کی دورہ کیا کریں۔ اور خراب ادویہ کو تلف کیا کریں۔ یا خدمت میں صاحب مجسٹریٹ بہادر لکھنؤ کے بھیجدیا کریں اور صرف لائسنس دار لوگ ادویہ فروخت کیا کریں۔ یا کوئی دوسرا انتظام آپ اس بارے میں تجویز کرتے ہیں۔ اگر دوسرا انتظام تجویز ہو تو اس سے کمیٹی کو اطلاع دیں۔

سوال ۴۔ دربابِ مرکب ادویہ کے مثل عرق اور شربت وغیرہ کے جو لائسنس دار فروخت کریں گے۔ آپ کو اس رائے سے اتفاق ہے کہ یہ لوگ ایسی مرکب دوائیں مکان پہ اطباء گرد اور کے بنایا کریں اور ایسی ادویہ کے چھوٹے پیمانہ حسب رائے اطباء گرد اور مثل پیمانہ ایک تولہ واسطے شربت کے رو برو طبیب گرد اور

Marfat.com

کے بنا کر ان پر مہر طبیب کے ہو جایا کرے۔ اور وہ سر بمہر فروخت ہوا کریں۔ ممکن ہے کہ اگر خریدار دو تولہ کا خواہاں نہ ہو تو دو پیمانے یا اس سے زیادہ لیا کرے۔ اور اسی طرح عرقیات بھی فروخت ہوں اور جہاں تک ممکن ہو پیمانہ کم مقدار کے ہوں تاکہ خریدار کا نقصان نہ ہو اور نیز جہاں تک ہو سکے پیمانہ کم قیمت چیز کے ہوں مثل کوزہ ہائے گلی کمہار کے۔ یا آپ لوگوں کی رائے میں کوئی دوسرا انتظام ہونا چاہیئے۔ اگر دوسرا انتظام آپ تجویز کریں تو اس سے کمیٹی کو آپ اطلاع دیں۔

سوال نمبر ۵: بجز ان طبیبوں کے جن کے پاس آپ لوگوں کے یا دیگر حکمائے سابق کے سارٹیفکٹ لیاقت و اجازت ہوں یا اب حاصل کرنے کی لیاقت رکھتے ہوں اور لوگ پیشہ طبابت سے ممنوع کئے جاویں اور صرف وہ لوگ آئندہ سارٹیفکٹ طبابت کا دے سکیں گے جن کے سارٹیفکٹ میں فی الحال آپ لوگ علاوہ اجازت طبابت کے مرکی اختیار اور لائق طبیبوں کو سارٹیفکٹ دینے کا بوجہ ان کے علم اور اعتماد کے دیں اور لوگ سارٹیفکٹ دینے سے ممنوع ہوں گے۔ اس انتظام سے پہلے آپ لوگ اتفاق کرتے ہیں یا کوئی دوسرا انتظام آپ کی رائے میں نہایت مناسب ہے۔ اگر کوئی دوسرا انتظام مناسب آپ کو معلوم ہو اس سے آپ کمیٹی کو اطلاع دیں۔

سوال ۶: درباب فروخت روغن زرد نمبر اب کے اس انتظام سے آپ کو اتفاق ہے یا نہیں کہ مثل ادویہ فروشوں کے روغن فروش پہلے صرف لائسنس دار ہوں اور اطبائے گرد اور رجوع کی نسبت امید کی جا سکتی ہے کہ بوجہ اپنے علم اور تجربہ اور علم تحقیق متقدمین حکماء کے فرق خالص اور غیر خالص کر سکیں گے دورہ میں اس کی جانچ کیا کریں اور درصورت خراب یا مضر ہونے روغن زرد کے ایسا مال خدمت میں صاحب مجسٹریٹ کے بھیج دیا کریں۔ یا کوئی دوسرا انتظام آپ کی رائے میں مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اگر دوسرا کوئی انتظام آپ تجویز کرتے ہیں

Marfat.com

اس سے کمیٹی کو اطلاع دیں۔

سوال نمبر ۷۔ سنا گیا ہے کہ خمیرہ یا مرکب روغن زرد سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں آپ کی رائے میں یہ امر صحیح ہے یا نہیں۔ فقط راقم آثم

از دفتر کمیٹی رفاہ عام صوبہ اودھ — احمد علی خاں سکریٹری رفاہ عام اودھ

مرقوم مئی ۱۸۷۹ء — بقلم سید علی نقی خاں سررشتہ دار کمیٹی

مکرر یہ ہے کہ آپ کی عنایت سے امید ہے کہ قبل از ۱۳ مئی ۱۸۷۹ء یوم جلسہ کے اس کا جواب باصواب مرحمت فرمائیے گا۔ فقط

حکیم عبدالعزیز کے کاغذات میں اتفاق سے اس کے جواب کا مسودہ محفوظ ہے

جواب ۱ و ۲ بشرط فرصت و اطلاع تاریخ ہم کمیٹی میں آسکتے ہیں۔

جواب ۳ معین ہونا اطبا گرداور کا فی الواقع نہایت مناسب ہے مگر اطبا گرداور کو نہایت درجہ معتبر و ہوشیار ہونا چاہیے تاکہ دوا ناقص اور عمدہ کو بخوبی تمام امتیاز کر سکیں اور سازش ہمراہ عطاروں کے نہ کریں۔ اور دربارۂ تعداد اطبا گرداور یعنی کتنے ہونا چاہیے بعد منظوری گورنمنٹ کے رائے لکھی جاوے گی۔

جواب ۴ فی الحقیقت جو رائے کمیٹی کی دربارہ فروخت ہونے ادویہ مرکبہ مثل عرق و شربت وغیرہ کے قرار پائی ہے۔ نہایت عمدہ ہے اور اس رائے سے ہم اتفاق کرتے ہیں اور بلاشک باعث رفاہ عام و نفع تام ہے۔ مگر اس میں بھی اطبا کا اعتبار و تدین درکار ہے۔

جواب ۵ : رائے کمیٹی دربارہ سارٹیفکٹ و ممنوع ہونے اطبا ناقصین کے پیشہ طبابت سے نہایت عمدہ ہے اور ہم اتفاق کرتے ہیں کہ فی الواقع یہ امر نہایت مناسب ہے کیونکہ فن طب نہایت فن شریف و مشکل ہے اور فی زمانا اس کے حاصل کرنے میں لوگ بالکل کوشش اور مشقت نہیں کرتے بلکہ بسبب اپنی قلت فہم کے نہایت آسان جانتے ہیں اور باوجود نقص علم و عمل کے علاج میں جہلا شہر کے

مشغول ہوتے ہیں اور صدہا خون کرتے ہیں۔ بلکہ اس شہر میں صدہا جاہل لوگ مثل عطار و جراحوں کے علاج وغیرہ کرتے ہیں۔ پس رائے کمیٹی جو اس میں قرار پائی ہے واقع باعث ترقی فن طب و رفاہ عام ہے اور یقین ہے کہ بسبب اس کے ہر شخص حاصل کرنے میں اس فن کے کوشش و محنت کامل کرے گا اور اپنے تئیں مرتبۂ کمال میں پہنچا دے گا۔

جواب ۶: دربارہ فروخت ہونے روغن زرد کے جو رائے کمیٹی کے قرار پائی ہے اس سے ہم متفق ہیں اور ہر آئینہ باعث رفاہ عام ہے بلکہ اگر کمیٹی دوبارہ خراب فروخت ہونے گوشت بکری کے بھی استمداد گورنمنٹ سے طلب کرے تو میرے نزدیک نہایت درجہ باعث صحت خلائق کا ہوگا کیونکہ منجملہ ستہ ضروریہ کے یہ بھی ہے اور صحت بدن انسان موقوف اعتدال ستہ ضروریہ پر ہے۔ پس اس میں بھی توجہ کمیٹی کو ضرور چاہیئے تاکہ علیل و ضعیف بکری کا گوشت نہ فروخت ہو کہ موجب مرض عامہ خلائق کا ہو۔

جواب ۷: بلاشبہ خراب روغن زرد و ناقص ادویہ کا استعمال باعث امراض ہوتا ہے۔

حکیم صاحب کو بچپن سے گہرا مذہبی شغف تھا۔ اپنے والد حکیم محمد اسمٰعیل کی یادگار مسجد کی اپنے ابتدائی زمانہ ۱۲۹۷ھ میں انھوں نے از سر نو تعمیر کرائی۔ قطعہ تاریخ تعمیر ؎

ہیں جو عبدالعزیز حاکم عصر
ہوئی راہ ثواب ملے ادن سے

کہنہ مسجد بنائی از سر نو
تاکہ عالم میں یادگار رہے

لکھو اشرف یہ مصرعۂ تاریخ
حق جزا ادن کو امر خیر کی دے

۱۲۹۷ھ

حکیم صاحب مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی[۱] سے بیعت تھے۔ بیعت

---

[۱] مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کے والد شاہ اہل اللہ مولانا سید عبدالرحمٰن لکھنوی

Marfat.com

کا واقعہ یہ ہے کہ ان کے صاحبزادے شفاء الملک حکیم عبد الحمید سات آٹھ سال کی عمر میں سخت علیل ہوئے۔ ضیق النفس، سوء القنیہ، اور اسہال کا عارضہ تھا۔ بچنے کی کوئی توقع نہیں تھی۔ ماں کے انتقال کی وجہ سے باپ کو بیحد شغف تھا۔ حکیم صاحب چونکہ فلسفیانہ دماغ رکھتے تھے اور جھاڑ پھونک کے قائل نہیں تھے۔ جب بیٹے کی طرف سے مایوسی طاری ہوئی تو ان کے عزیز دوست منشی احتشام علی کاکوری نے مشورہ دیا کہ دنیاوی تدابیر سب ختم ہو چکیں اب اس بچہ کو مولانا فضل رحمٰن کی خدمت میں لے جائیے۔ منشی احتشام علی پہلے سے مولانا گنج مرادآبادی کے معتقد تھے ابتداءً میں حکیم صاحب ٹالتے رہے آخر میں گنج مرادآباد صاحبزادے کو لے کر روانہ ہوئے۔ راستہ میں پہلا واقعہ یہ پیش آیا کہ اس زمانہ میں اناؤ سے گنج مرادآباد تک بیل گاڑیوں پر سفر ہوتا تھا۔ حکیم صاحب کی گاڑی کا پہیا نکل گیا۔ مولانا مراقب تھے اسی حالت میں اپنے صاحبزادے احمد میاں کو آواز دی اور فرمایا لکھنؤ کے بڑے حکیم آرہے تھے ان کی گاڑی کا پہیا نکل گیا، آدمی بھیجو۔ چنانچہ آدمی روانہ کئے گئے اور گاڑی درست کر کے خانقاہ تک لائے۔ کھانے کے وقت دسترخوان پر حکیم صاحب کو یاد کیا گیا، تنہا تشریف لائے۔ ارشاد ہوا بچہ کو لائیے وہ بھی ہمارے ساتھ کھائے گا۔ حکیم صاحب نے عرض کیا اس کو یخنی بھی ہضم نہیں ہوتی اور یہ معمول کا کھانا تو مدتوں سے ترک ہے۔ فرمایا سب ہضم ہو جائے گا۔ چنانچہ صاحبزادہ دسترخوان پر آئے۔ حضرت نے اپنے پاس بٹھایا ان کے ہاں روزانہ ماش کی دال کی کھچڑی کا معمول تھا، لیکن پڑوس کا ایک بنیا جو حضرت کا بیحد معتقد تھا وہ دسترخوان پر جب مہمان آتے تو کچھ کھانا از قبیل پوری کچوری وغیرہ ضرور بھیجدیتا تھا۔ دسترخوان پر یہ سب چیزیں موجود تھیں

(بقیہ ص ۱۵۶ سے آگے) کے مرید تھے۔ حکیم عبد العزیز کو مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے شرف بیعت حاصل تھا اور ان کے جد امجد حکیم محمد یعقوب مولانا عبد الرحمٰن لکھنوی کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے۔

Marfat.com

بچہ کو حکم دیا کہ یہ سب کھاؤ۔ مدتوں سے غذا ترک تھی تمام ثقیل اور مضر اشیاء بڑے شوق کے ساتھ خوب کھائیں۔ پانی مانگنے پر حضرت نے اپنی سبز تسبیح پانی میں ڈبو کر پلوایا۔ کھانے سے فراغت کے بعد خوب غفلت کی نیند آئی اور اسی وقت سے تمام عوارضات میں افاقہ شروع ہوگیا اور ضعف و نقاہت کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہی حکیم صاحب اس روز سے اولیاء اللہ اور خصوصاً مولانا گنج مراد آبادی کے بہت معتقد ہوگئے تھے اور مولانا سے ان کا تعلق بہت بڑھ گیا تھا۔ نماز مغرب کے بعد دلائل الخیرات کے وظیفہ کا معمول تھا جس کی اجازت مولانا سے ہی سے حاصل تھی۔

حکیم صاحب اپنی صاحبزادی خدیجہ بیگم (زوجہ حکیم حافظ عبدالمجید) کی شادی میں روپیہ کی وجہ سے کچھ تامل فرما رہے تھے۔ شب کو حضرت مولانا کو خواب میں دیکھا۔ فرما رہے تھے تاریخ مقرر کردو روپیہ کا انتظام ہو جائیگا۔ دوسرے ہی دن صبح ریاست بڑودہ سے ایک ہزار روپیہ لیے میں یہ طلبی ہوئی۔ اور مہارانی کے اصرار پر بیس یوم وہاں قیام کرنا پڑا اور یہ مرحلہ خوش اسلوبی سے طے ہوگیا۔

رمضان ۱۹۱۰ میں حکیم صاحب نے حج کا ارادہ فرمایا اور عید بعد پہلے جہاز سے اپنے دو ملازموں الہ بخش اور محمد علی کو ہمراہ لے کر عازم سفر ہوئے۔ (الہ بخش حکیم محمد اسمعیل کے وقت کا بہت پرانا ملازم تھا۔ ۹۵ برس کی عمر میں انتقال ہوا اور خاندان عزیزی کے قبرستان میں اس کی تدفین عمل میں آئی) اہل عرب نے غیر معمولی جوش و تپاک کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ نمائدین ملک اور خود شریف نے نہایت گرم جوشی کے ساتھ ملاقات کی اور جب تک ارض حجاز میں اقامت پذیر رہے طبی فیضان جاری رہا[۱]۔ فریضہ حج اور حاضری روضۂ نبوی کے بعد حکیم صاحب بیت المقدس تشریف لے گئے۔ مقامات مقدسہ کی زیارت کے بعد مصر گئے اور مشہور درسگاہ جامع ازہر اور دوسرے علمی مراکز کا معائنہ فرمایا۔ ہندوستان

۱؎ خادم الاطباء جلد ۱ نمبر ۲ جون ۱۹۱۹ء

Marfat.com

واپسی پر بمبئی میں ان کا زبردست خیر مقدم کیا گیا۔ اطراف ملک سے ان کے تلامذہ استقبال کے لئے پہنچے تھے، ان میں حکیم خلیل الرحمن خاں پیلی بھیت، حکیم محمد حسین خاں بڑودہ، حکیم ہدایت الحسن کلکتہ، حکیم رکن الدین دانا پور، حکیم حنیف علی رعب وغیرہ تھے۔ ان کے علاوہ شفاء الملک حکیم عبدالرشید اور خاندان کے دوسرے افراد اور بچے جن میں شفاء الملک حکیم عبداللطیف (بعمر ۱۱ سال) بھی تھے بندرگاہ پر موجود تھے۔ بمبئی سے لکھنؤ تک جگہ جگہ اسٹیشنوں پر ان کا استقبال کیا گیا۔ ۲ اپریل ۱۹۱۱ء بروز اتوار لکھنؤ پہنچنے پر چارباغ اسٹیشن پر اس قدر کثرت سے لوگ خوش آمدید کہنے کے لئے موجود تھے کہ پورا پلیٹ فارم آدمیوں سے بھرا ہوا تھا۔ جب ان کی لینڈو نخاس پہنچی تو طلباء اور اساتذہ نے بإصرار گاڑی کے گھوڑے کھول دیئے اور خود کھینچ کر دولت خانہ تک لائے۔ ایک خاص وجد کے ساتھ وہ یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

مژدہ اے دل کہ مسیحا نفسی می آید　　　　کز انفاس خوشش بوئے کسی می آید

تمام راستے سجے ہوئے تھے، جھنڈیاں، دروازے اور خوب روشنی کی گئی تھی۔ مختلف شعراء نے قصیدے اور تہنیت نامے پیش کیے۔ گنیش پرشاد کانپور کا تہنیت نامہ جو نثر میں ان کے پرخلوص جذبات کا آئینہ ہے نقل کیا جاتا ہے۔ یہ تہنیت نامہ نہایت خوبصورت کاغذ پر لکھ کر ان کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا

جناب حکیم صاحب مسیحائے زماں ارسطوئے دوراں حاجی الحرمین الشریفین جناب عبدالعزیز صاحب زاد اللہ حکمتہ جناب من حضور کے مکہ معظمہ سے آج صحیح و سالم واپس آنے سے جو خوشی ہم لوگوں کو حاصل ہوئی وہ لا بیان ہے جس روز کہ حضرت برائے حج بجانب مکہ شریف روانہ ہوئے تھے اس روز بہت لوگوں کا آپ کے خیر اندیشوں میں سے یہ حال تھا کہ گویا تاب اون سب کے منہ میں ہنتے تو جان و دل ہمراہ رکاب حضور سفر کر گئے تھے وہ اپنے تئیں

Marfat.com

زندہ در گور نہیں تو مرض مفارقت جناب میں لب گور سمجھتے تھے باوجودیکہ فرزندار جمند جناب والا سے ہر طرح کی تسکین و امید کی جاتی تھی لیکن درد مفارقت جناب کے علاج سے وہ بھی معذور رکھتے گو کہ فوائد سفر دریا بقول شیخ رحمۃ اللہ کہ ع بدریا در منافع بے شمار است سمجھائے جاتے تھے ۔ ثواب حج کی مہر ثبت کی جاتی تھی مگر خیر خواہان مذکور کا عمل مصرعہ ثانی پر تھا یعنی یہ کہ اگر خواہی سلامت بر کنار است المختصر شب و روز بدرگاہ مجیب الدعوات دعائے دلی بحق جناب کی جاتی تھی کہ حضور بخیریت منزل مقصود پر پہنچیں واپس تشریف لائیں الحمد للہ دعائے بیچارگان منظور و مقبول ہوئی و جناب والا کی ذات اقدس و بابرکت سے سرزمین ہند از سر نو مفتخر و ممتاز ہوئی "

حکیم حنیف علی رعب نے ۲۶ اشعار کا فارسی قصیدہ پیش کیا ۔ اس قصیدہ کا تاریخی نام "خبی مراجعت" ہے بعض اشعار ملاحظہ ہوں ۔

همیں نشاط ہما نا بجاطرت جوشید ۔ کہ قبلہ تو پس از حج کعبہ آمد باز

شتر دگی قبلہ حکمت بزرگ کعبہ من ۔ برند حکمت و فن پیش او ز شوق نماز

بلند مرتبہ عبد العزیز روشن رائے ۔ سپہر مہر نشاں آفتاب ذرہ نواز

شہ قلمرو تحقیق فن کہ جالینوس ۔ کند بدرگہ او اعتراف عجز و نیاز

باہتزاز در آرد روان رازی را ۔ اگر نسیم بیانش وزد بہ گلشن راز

بزم وصف کمالش ز صاحب قانون ۔ اگر ز در سخنی ہست شور کاسہ نواز

زبان کنم کہ بگویم کہ لکھنؤ از وے ۔ نجیب را ست سمرقند و قطب را شیراز

شہا کمال بنا بانجستہ درگاہا ۔ کہ از تو مملکت فن بود بزینت و ساز

توئی کہ بردہٴ از نیر حقیقت فن ۔ دریں زمانہٴ ظلمت اثر کسوف مجاز

بمسندت کہ ندید ست مسندت ہرگز — چو شمع ذات تو مسند فروز صد اعزاز
ز فیض رشح سحاب توجہ تو بود — کہ آب رفتۂ حکمت بجوے آمد باز
نہ کس بجاہ و جلالت مقابل و ہمسر — نہ کس بفضل و کمالت مساہم و انباز
بعہد جود و سخائے تو پیش اہل لغت — مرادف آمدہ معنی وعدہ و انجاز
شود ز فیض ثنا خوانی تکلّم تو — کلام مدح طراز تو رو کشِ اعجاز
تبارک اللہ ازیں روز دلفروز طرب — کہ باز دیدۂ خدام شد بہ دیدن تو باز
ہزار تہنیت باد از غلامانت — کہ خرّم آمدی از سیر بوستانِ حجاز
و درانِ حریم تمنّا فزا لفوزِ مرام — خود از خدائے شنیدی بشارت قد فاز
ہزار مژدہ ترا باد صد ہزار نوید — کہ بودۂ بحرمگاہ قرب خاص مجاز
زنیکہ بعد حج اے کعبۂ فنِ حکمت — بہند از حرمین آمدی چنیں ممتاز
مپرس از طرب ما کہ صد طرب بخشد — لقا کہ دست دہد بعد انتظار دراز

حکیم صاحب ورزش کے عادی تھے۔ آخر عمر میں بھی مگدر ہلایا کرتے تھے۔ حج بیت اللہ سے مراجعت کے کچھ ہی عرصہ بعد حسبِ معمول مگدر ہلا رہے تھے کہ فالج کا حملہ ہوا اور صاحب فراش ہو گئے۔ منجھلے بھائی حکیم عبد الحفیظ کے زیر علاج رہے۔ کچھ دن بعد لکڑی ٹیک کر چلنے پر قادر ہو گئے تھے، لیکن دورانِ علالت فرمایا کرتے تھے کہ چار ماہ دسویں دن اس کا بحران واقع ہوگا اگر اس سے نجات ہو گئی تو صحت کی امید ہو سکتی ہے۔ یہ پیشنگوئی صحیح ثابت ہوئی اور ٹھیک چار ماہ دسویں دن دس گیارہ بجے صبح جب وہ یخنی پلاؤ نوش فرما رہے تھے فالج کا دوسرا حملہ ہوا اور بے ہوش ہو گئے۔ اسی دن بعد مغرب داعی اجل کو لبیک کہا اور شب جمعہ ۱۹ شوال ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۱ء کو تقریباً ۶۵ سال کی عمر میں یہ شیخ الرئیس ہند چل بسا۔ ہندوستان بھر میں ان کے انتقال کا سوگ منایا گیا۔ شعرائے عصر نے طویل مرثیے اور قطعات تاریخ کہے۔ بعض قطعاتِ وفات کے منتخب اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔

Marfat.com

از نتیجۂ فکر مولوی عظیم الدین مضطر جگوری

شد ز عالم آں حکیم حاذق و فخر زمن — یافتہ کز وے زمانہ حکمت و عقل و تمیز
مصرعہ سال وفاتش مضطر محزوں نوشت — رفت از دنیا حکیم نامور عبد العزیز

بشیر احمد صدیقی وارثی (بھوپال) کے تین فارسی قطعات میں سے ایک قطعہ ملاحظہ ہو۔

لکھنؤ خالی شد از طب حسرتا — رفت چوں عبد العزیز از حاذقاں
آں حکیم پر حذاقت بغتتہ — کام زد در راہ گزید از حاذقاں
آں نہ خود رفتہ ز عالم بلکہ او — جان شیریں برد نیز از حاذقاں
چوں رسید آوازۂ مرگش بدہر — ہر یکی شد اشک ریز از حاذقاں
کی نہ ہر سیہ نہند امراض را — گم شدہ آں نقد چیز از حاذقاں
ہر کہ دمہ از شرار سوگ تفت — چوں لبشد صاحب تمیز از حاذقاں
گفتم از روئے الم سال وفات — مرد ہی عبد العزیز از حاذقاں

۱۳۲۹ھ

از حکیم سرور شاہ لال خان پور (بہاولپور)

اوخ شگفتہ شد پروبال ہمای طب — از جسم حکمت آہ کہ جان عزیز رفت
عبد العزیز رفتہ بہ تنہا ز لکھنؤ — ہوش و حواس از ہمہ تنہا ش تیز رفت
صحرا نمود لکھنؤ از رفع حکمتش — صحرا فغاں نمود کہ عبد العزیز رفت

۱۵۳۰ - ۲۰۱ = ۱۳۲۹ھ

بی روئی رنج فکر رسمت ندادہ دست — سرود زسمع واقعہ عقل و تمیز رفت

۲۱۶۸ - ۲۰۰ = ۱۹۶۸ بکرم

تشریح استخراج تاریخ (۱) مصرعہ صحرا فغاں نمود کے اعداد ۱۵۳۰ ہیں
تمام عبد العزیز کے اعداد ۲۰۱ منہا کر دیے

۲- آخری مصرعہ کے تمام اعداد ۲۱۶۸ سے حرف اول لفظ رنج (ر) کے

Marfat.com

دو سو اعداد نکال دیے تو سمت ۱۹۶۸ بکرمی حاصل ہوا۔

از باقر حسن شہرت (طویل قطعہ تاریخ سے انتخاب)

حکیم حاذق اون کو کیوں نہ کہتے لوگ عالم میں ۔ وہ ایسے تھے جہاں میں حکمت ان پہ خود بھی نازاں تھی
بیان دشوار ہے کل اون کے اوصاف حمیدہ کا ۔ کوئی ثانی نہیں تھا آپ ہی تھے وہ نظیر اپنی
سنیں سب سامعین پھر حال غم تحریر کرتا ہوں ۔ مہ شوال کی اٹھارہویں تاریخ جب آئی
ہوئی انیسویں شب دن گزر کر پنجشنبہ کا ۔ میان ہشت و نہ ساعت اجل نے جان ہی لے لی
بوقت دفن اودھر ہجری سنین کا مجھکو دھیان آیا ۔ ادھر الجھن نے ڈھونڈھ کر ساری محنت رائیگاں کر دی
ہوا تاریک نظروں میں جو عالم منہ سے یہ نکلا ۔ چھپا کیا آفتاب حکمت آنکھوں سے زمانہ کی

از عبد المجید طبیب رمضان پوری بہار (۵۰ اشعار میں سے چند اشعار)

آج ملک اودھ ہوا ویران ۔ لکھنؤ آج ہو گیا سنسان
کیوں نہ کروں میں نالہ شبگیر ۔ کیوں نہ لاؤں میں لب پہ آہ و فغاں
گئے عبد العزیز دنیا سے ۔ موڑ کر منہ سوئے باغ جناں
ہائے جس سر میں ہو دماغ طب ۔ اس پہ فالج گرے خدا کی شان
مر گئے آج حاجی الحرمین ۔ گل ہوا چراغ ہندوستان
ہائے فخر الاطباء آج مرے ۔ فن حکمت کی آج نکلی جان
آج لکھنؤ پہ آ گئی نکبت ۔ آج اٹھا یہ تخت یونان
حیف صد حیف بادشاہ طب ۔ مر گیا کل من علیہا فان
جمعہ کی شب اونیسویں شوال ۔ قفس تن سے نکلا طائر جان
سن ہجری تھا تیرہ سو انتیس ۔ جس سن و سال سے ہوئے یہ رواں
عالم طب کو خاک کر ڈالا ۔ کیا کیا تو نے گردش دوراں
فخر رازی و بو علی سینا ۔ فخر یونان و تاج ہندوستان
تیرے دم سے تھی رونق لکھنؤ ۔ تیرے دم سے تھا لکھنؤ یونان

Marfat.com

از دوار کا پرشاد افق (طویل مرثیہ سے انتخاب)

تھا مسیحائی کا شہرہ عالم ارواح تک
اس لئے جنت میں روح پاک بلوائی گئی

ہو گیا لقمان کے طبی علم و فن کا خاتمہ
بو علی کی فطرت افلاطون کی دانائی گئی

لکھنؤ میں غل ہے دنیا سے مسیحا اٹھ گیا
زندگی تھا نام جس کا ہو گئی آئی گئی

حضرت علیٰی سے تاریخ بولے ای افق
ہائی دل کو آج یہ غم ہے مسیحائی گئی

۱۳۲۹ھ

از کامل لاہوری۔ ۴ ۱۲ اشعار میں سے ایک بند پیش ہے۔

حیف دنیا سے بند تجھ سے صاحب علم و حکمت
فخر تھا حکمت کو جس سے طب پہ تھا جسکا کرم

آج وہ کنج لحد میں سو گیا بے رنج و غم
یاد جس کی چاک کرتی ہے جگر کو دم بدم

آسماں سو سال کا سو بار چکر کھائے گا
پھر عزیز ایسا کوئی مشکل سے بن کر آئیگا

رباعی از سید عباس حسن شمامت

گزرا وہ فصاحت اک طبیب لائق
اوروں سے جو تھا عزو شرف میں فائق

اندوہ سے سر اٹھا کے ہجری تاریخ
لکھ دیجئے اٹھ گیا حکیم حاذق

۱۳۲۹ھ

حکیم عبدالعزیز کی شادی انیس برس کی عمر میں ۱۰ ذی قعدہ ۱۲۹۰ھ مطابق ۳۱ دسمبر ۱۸۷۳ء بروز چہارشنبہ اپنے پھوپھا حکیم حاجی حسن رضا کی صاحبزادی زینب خانم سے ہوئی۔ اس زمانہ میں شادی کے مطبوعہ دعوت نامے کے بجائے مدعوین کی فہرستیں ہوا کرتی تھیں اور یہ رواج اب تک بھی مقامی مدعوین کے لئے بہت سی جگہ قائم ہے حکیم عبدالعزیز کی شادی کے موقع پر ان کے والد حکیم محمد اسمٰعیل نے مختلف محلوں کے لئے علیحدہ علیحدہ مدعو حضرات کی فہرستیں تیار کی تھیں۔ خوش قسمتی سے اُن میں سے نو محلوں کی فہرستیں محفوظ ہیں۔ ان کو خوبصورت بنانے کے لئے ان پر جگہ جگہ طلائی پنیاں لگائی گئی ہیں۔

سبحان اللہ و بحمدہٖ از خچینیں موسم بہار رہ اکہ گلشن روزگار را

Marfat.com

آبیاری اطفال باغبان حقیقی بہ سرسبز و شادابی رسیدہ و غنچہ سربستہ از نسیم نو
وانبساط بہ شگفتگی در آمدہ الحمد للہ والمنۃ کہ بہمیں ایام فرخندہ جام یوم برات
تقریب شادی برخوردار با تمیز محمد عبدالعزیز مد عمرہ بتاریخ دہم ماہ ذی قعدہ
۱۲۹۰ھ مطابق ۳۱ دسمبر ۱۸۷۳ء روز چہارشنبہ تقرر یافتہ لہذا این عاصی
حکیم محمد اسمٰعیل از جملہ صاحبان موصوفہ ذیل التماس داشتہ امیدایں دارد کہ بتاریخ
معہودہ بروقت شام تشریف شریف ارزانی فرمودہ مرہونِ منت ہا فرمایند"

تاریخی اہمیت کے پیش نظر فرنگی محل کی فہرست کے اسماء پیش کیے جاتے ہیں
اس زمانہ کا فرنگی محل کیسے کیسے علماء کا مسکن تھا اور اس میں بیک وقت کتنے فضلائے
عصر موجود تھے۔ ۱۔ حاجی محمد نعیم مع صاحبزادہ۔ ۲۔ حافظ محمد ابراہیم۔ ۳۔ مولوی
حافظ فخرالدین مع صاحبزادہ۔ ۴۔ مولوی محمد یعقوب۔ ۵۔ مولوی عبدالحی۔ ۶۔
مولوی حمید اللہ مع صاحبزادگان ۷۔ مولوی مسیح اللہ ۸۔ مولوی غلام مرتضیٰ
مع صاحبزادگان ۹۔ مولوی رحیم اللہ ۱۰۔ مولوی احمد اللہ ۱۱۔ مولوی محمد مہدی مع
صاحبزادہ۔ ۱۲۔ مولوی عبدالوہاب مع برادر ۱۳۔ مولوی عبدالرزاق مع صاحبزادگان
۱۴۔ مولوی فقیر اللہ۔ ۱۵۔ مولوی محمد شرافت اللہ ۱۶۔ مولوی ظہیر اللہ۔ ۱۷۔ مولوی
امان الحق مع برادر و صاحبزادہ۔ ۱۸۔ مولوی احسان اللہ ۱۹۔ مولوی [illegible]
۲۰۔ مولوی فضل اللہ۔ ۲۱۔ مولوی عبدالحلیم مع صاحبزادگان ۲۲۔ مولوی جمال [illegible]

زینب خانم نے شادی کے بیس سال بعد ۲ شوال ۱۳۱۰ھ کو وفات پائی "خاتون
اشرف حمد گو" ۱۳۱۰ھ سے تاریخ وصال برآمد ہوتی ہے۔ دو صاحبزادے [illegible] حکیم
عبدالرشید اور شفاء الملک حکیم عبدالحمید اور ایک صاحبزادی خدیجہ بیگم عرف [illegible] بیگن
پیدا ہوئیں۔ خدیجہ بیگم ۲۵ ربیع الثانی ۱۲۹۹ھ میں پیدا ہوئیں۔ حکیم حافظ عبدالمجید
سے منسوب تھیں۔ پہلی ولادت میں ۱۱ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ مطابق ۲۲ اپریل [illegible]
بروز جمعہ اپنے والد اور دادی کی حیات میں وفات پائی۔ ان کے چھوٹے بھائی
شفاء الملک حکیم عبدالحمید پر ان کے انتقال کا غیر معمولی اثر تھا۔ ان کی [illegible]

ایک پورا مضمون ان کے حالات میں درج ہے۔

زینب خانم کے انتقال کے بعد حکیم صاحب کی دوسری شادی ان کی چھوٹی بہن کبری خانم سے ہوئی۔ جن سے چار صاحبزادے حکیم عبدالحکیم، حکیم عبدالحلیم، حکیم عبدالعلیم اور حکیم عبدالعظیم اور دو صاحبزادیاں اکبری خانم عرف بنی بیگم اور اصغری خانم پیدا ہوئیں کبری خانم کا انتقال نومبر ۱۹۱۸ء میں ہوا۔

اکبری خانم کی شادی ۱۹۱۲ء میں کانپور میں شیخ مبارک علی سے ہوئی۔ ایک صاحبزادہ خواجہ بارک علی ان کی یادگار ہیں۔ اکبری خانم نے ۱۹۱۸ء میں اپنے والد کی حیات ہی میں ان کے انتقال سے چند ماہ پیشتر وفات پائی۔

چھوٹی صاحبزادی اصغری خانم ۱۹۰۰ء میں شفاء الملک حکیم عبدالمجید سے منسوب ہوئیں۔ چار صاحبزادیاں سلطان جہاں، نور جہاں، احتشام جہاں اور سہیلہ ان کی یادگار ہیں۔

حکیم عبدالعزیز ۱۲۹۲ھ تک منتظم تعمیر امام باڑہ منجانب حکیم محمد مسیح رہے۔ ۱۸۰۲ء کو انھوں نے اسی سے استعفیٰ دیا۔ حکیم صاحب ممبر کمیٹی تیاری قواعد اشیاء رسمیہ منعقدہ مارچ ۱۹۰۴ء منجانب گورنمنٹ بحیثیت وکیل جماعت اطباء یونانی مقرر ہوئے اور نہایت آزادی سے اطباء کی جانب سے ادویہ رسمیہ کے متعلق بحث فرمائی۔

حکیم عبدالعزیز کے یہاں علمی و فنی مصروفیات کے ساتھ ہی شب کی نشستیں بھی رہتی تھیں۔ ان کی شبینہ نشستوں کے بے تکلف احباب میں حکیم نواب نخشے زیدان شاکر تھے۔ آغا حیدر نواب محمد زاہد علی خاں تھے جو تقریباً روزانہ شریک ہوتے تھے۔ نشست عشاء کے بعد سے تقریباً ۱۰ بجے تک رہتی تھی۔ حقہ اور پان کا دور چلتا۔ موسم سرما میں چائے اور موسم گرما میں شربت سے تواضع ہوتی۔ گرمیوں میں زنانخانے کے بیرونی چبوترے پر تختوں کا چوکا جس پر سفید چاندنی اور چاروں کونوں پر میر فرش رہتے تھے اور فرشی پنکھا چلتا رہتا تھا۔

سردیوں میں زنانخانے کے بیرونی حصہ کے کمرہ میں جس میں آج کل حکیم

عبدالجلیل صاحب کی نشست رہے ، نشست رہتی تھی۔ اسی کمرہ میں بعد نماز عصر کلیات قانون کا درس ہوتا تھا۔

حکیم صاحب کے خصوصی احباب میں منشی احتشام علی رئیس کاکوری، ڈپٹی نہال الدین ڈپٹی کلکٹر، مولوی محمد نسیم ایڈوکیٹ (پروفیسر محمد حبیب صدر شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے والد گرامی) راجہ دین دیال، چودھری سید حسین ڈپٹی کلکٹر، سید محمد جعفر وکیل، ممتاز علی خاں ڈپٹی کلکٹر وغیرہ تھے۔

حکیم صاحب صبح ناشتہ میں چار شیر مال، بالائی اور انڈے کی دو زردیاں استعمال کرتے تھے۔ سہ پہر کو نمکین چائے لیتے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ شب کو سوتے وقت ۱۱ بادام ۵ کالی مرچیں مصری یا منقی کے ساتھ ضرور نوش فرماتے تھے۔ پان اور تمباکو کا ذوق تھا۔ حقہ کبھی نوش نہیں فرمایا۔

پرانے زمانہ کی مخملی بصناوی ٹوپی اور اچکن جس میں کمر توئی لگی ہوتی تھی ان کا خاص لباس تھا۔ کبھی کسی موقع پر سیاہ عبا بھی زیب تن فرماتے تھے۔ کالی وارنش کا جوتا کھسوے دار اور ہاتھ میں عصا ہوتا تھا۔

حکیم صاحب تاحیات اپنے والد حکیم محمد اسمٰعیل کی برسی کرتے رہے۔ جس کا یوم وصال پر بعد نماز ظہر خاندانی قبرستان میں قرآن خوانی بعدہٗ قرآن خوانی غرباء و مساکین کو تقسیم طعام کراتے تھے اور اکثر ان احباب کو بھی مدعو کرتے تھے۔

ان کے تین مخصوص ملازم تھے، اللہ بخش، سالار بخش یہ دونوں ملازم ان کے والد کے وقت سے چلے رہتے تھے جن کو انہوں نے ساری زندگی نبھایا۔ تیسرے محمد علی تھا ان ہی کے وقت میں ملازم ہوئے اور آخر تک برقرار رہے۔ ان میں دو ملازم اللہ بخش اور محمد علی ان کے رفیق حج بھی ہیں۔

طریقہ علاج کلی از مطب حکیم عبدالعزیز

امراض دماغیہ (بطور نمونہ)

مسکنات: گل بنفشہ، گل نیلوفر، آملہ خشک، کشنیز خشک، تخم کاہو، تخم خرفہ، برادہ صندل سفید، آب برگ پالک سبز، آب برگ خرفہ سبز، آب برگ کاسنی سبز، آب برگ بید سادہ سبز، آب برگ دوب سبز، تراشہ کدو، تراشہ خیار، تراشہ خیار زہ، جو مقشر، روغن گل، روغن کاہو، روغن خشخاش، سرکہ خالص، شیر زنان، اسپغول مسلم، بہدانہ شیریں، سفیدی بیضہ مرغ۔

منقیات: مہندی برگ، بادرنجبویہ، بسفائج، ایرسا، سلیخہ، عود بلسان، حب بلسان، حب ایارج، اسطوخودوس، رمیثہ، کندش، ناس تمباکو، صبر زرد، مرزنجوش، جند بیدستر، سرکہ خالص، روغن بید انجیر، عاقرقرحا۔

مقویات: مغز تخم کدوئے شیریں، مغز تخم پیٹھہ، مغز تخم تربز، مغز بادام شیریں، مغز چلغوزہ، آملہ خشک، اسطوخودوس، گل گاؤزبان، مغز فندق، روغن کدوئے شیریں، روغن بادام، حیوانات کے دماغ۔

محللات: گل بابونہ، گل مکھن، مرزنجوش، زعفران، مصطگی رومی، مرمکی، لادن، روغن گل۔

مدانعات: نزلہ آبریشم خام مقرض، اسطوخودوس، گل گاؤزبان، کشنیز خشک، بلیلہ جات، عناب ولایتی، سر گل بنفشہ، گل اسطوخودوس، برگ بادرنجبویہ، مغز تخم کدوئے شیریں۔

منفثات: سرگل بنفشہ، نمک لاہوری، دارچینی، قنطوریون، بیخ اذخر، بیخ بادیان، بیخ کرفس، بیخ سوسن، اصل السوس، بادیان، عرق بادیان، ماء العسل۔

مرطبات: خشخاش سفید، خشخاش سیاہ، تمام مغزیات۔

Marfat.com

نمونہ مطب:

۱۹۰۲ء

از مطب یومیہ بقلم شفاء الملک حکیم عبدالحمید تیار ہ تیخ ۷ ذی قعدہ ۱۳۲۰ فروری

حصاۃ کلیہ: شورہ قلمی ۳ گرام حجرالیہود ۳ گرام سنگ سرماہی ۳ گرام تخم ہلیون ۳ گرام حب القلت ۳ گرام خار خسک خرد ۳ گرام تخم خربزہ ۳ گرام تخم خیار ۳ گرام تخم خیارزہ ۳ گرام حب کاکنج ۳ گرام قشر خربزہ ۳ گرام تخم کرفس ۳ گرام خار شتر ۳ گرام باریک کرکے سفوف تیار کریں۔ تین گرام یہ سفوف ہمراہ ۳ گرام شکر سفید کھا کر اوپر سے شیرہ خار خسک ۱۲ گرام تازہ پانی میں حاصل کرکے آب برگ ترب ۴۸ گرام روغن بادام شیریں ۱۲ گرام ملا کر شربت بزوری بارد ۲۵ گرام حل کرکے پیئیں۔

بتاریخ ۲۹ مارچ ۱۹۰۲ء

بواسیر: رسوت زرد ا گرام مقل ازرق ½ گرام مصطگی رومی ½ گرام باریک کرکے گولی بنائیں اور رات کو سوتے وقت کھائیں۔ بعد کی تاریخوں میں یہ نسخہ بطور کاسر ریاح رسوت زرد ا گرام مقل ازرق ½ گرام اور ریوند چینی ½ گرام کی ترکیب کے ساتھ استعمال کرایا گیا ہے۔

سیلان لعاب: پھٹکری ۲ گرام پانی ا کلو میں حل کرکے بار بار غرغرہ کریں۔

بتاریخ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

نفث الدم: لک مغسول ا گرام رب السوس ولایتی ا گرام دم الاخوین ا گرام صمغ عربی ا گرام شکر تیغال ا گرام کہربا شمعی ا گرام گل ارمنی ا گرام باریک کرکے شربت بنفشہ ۲۵ گرام ملا کر تدریے چاٹیں۔

Marfat.com

از مطب یومیہ بقلم حکیم مولوی نجم الدین پٹنہ؎

مورخہ ۲۱ راگست ۱۹۰۳ء

حمی بلغمی وسعال: بادآورد ۳ گرام تخم خطمی ۳ گرام مویز منقی ۱۰ دانہ بادیان ۴ گرام مغز تخم نیمکولی ۶ گرام رات کو عرق گاؤزباں میں بھگو کر صبح مل چھان کر شربت بنفشہ حل کرکے پئیں۔

طحال وسعال: برگ جھاؤ ۴ گرام تخم کشوث در صرہ بستہ ۴ گرام افسنتین رومی ۴ گرام بادآورد ۳ گرام عرق گاؤزباں ۶۰ گرام میں خیساندہ کرکے صبح صاف کرکے آب برگ عنب الثعلب سبز مروق اضافہ کرکے پئیں۔

کثرت بول: بہمن سفید ۱ گرام تخم تمرہندی ۱ گرام ستاور ۱ گرام سفوف کرکے پہلے کھائیں اوپر سے عرق گاؤزباں ۶۰ گرام اور عرق بکوہ ۲۰ گرام پئیں۔

بثورات بر تمام بدن: (ضماد) کمیلہ ۶ گرام کاث سفید ۶ گرام رسوت زرد ۶ گرام مردار سنگ ۶ گرام مغز تخم کدوئے شیریں ۶ گرام سفیدہ کاشغری ۶ گرام گل نیم ۶ گرام پانی میں پیس کر روغن گل اضافہ کرکے پھنسیوں پر ضماد کریں۔

ایضاً: آلو بخارا ۱۰ دانہ برگ شاہترہ ۴ گرام برادہ صندل سفید ۶ گرام تخم کاہو ...

؎ حکیم مولوی نجم الدین پٹنہ (وفات ۱۰ اپریل ۱۹۵۱ء) تکمیل الطب کے پہلے زمانے کے طالب علم تھے۔ ۱۹۰۲ء میں انھوں نے سند فراغت حاصل کی تھی۔ حکیم عبدالعزیز کے مطب یومیہ کی کاپی ان کے صاحبزادہ حکیم اکرام الدین شمسی (وفات فروری ۱۹۷۱ء) کے پاس محفوظ تھی۔ حکیم اکرام الدین مرحوم کو مجھ سے بڑا خصوصی تعلق تھا۔ انتقال سے کچھ عرصہ قبل انھوں نے اسی مطب کے کچھ اوراق نقل کرکے بھیجے تھے۔ یہاں ان میں سے ایک روز کا مطب درج کیا گیا ہے۔

Marfat.com

عرق گاؤزبان ۱۲۵ گرام خیساندہ کرکے صبح صاف کریں اور نباتِ سفید حل کرکے پیئیں۔

تقویت معدہ و جگر: مصطگی رومی بہمن سفید طباشیر کبود مغز تخم تمر ہندی مقشر باریک کرکے پہلے کھائیں اوپر سے شربت انار ولایتی عرق بادیان عرق گلاب میں حل کرکے پیئیں۔ (مغز تخم تمر ہندی مقشر کسی خاص حالت کی بنا پر لکھا گیا ہے)

سعال مع بلغم خارج نہ ہونے کی صورت میں) خمیرہ بنفشہ ۱۲ گرام صمغ عربی مملول ۱ گرام اضافہ کرکے پہلے کھائیں اوپر سے عناب ولایتی ۵ دانہ آبریشم خام مقرض ۳ گرام برگ گاؤزبان ۴ گرام تخم خطمی ۶ گرام سپستان ۱۰ دانہ عرق گاؤزبان ۱۲۵ گرام میں جوش خفیف دے کر شربت بنفشہ ۲۵ گرام حل کرکے نیم گرم پیئیں۔ (صبح)

تخم خیارین ۶ گرام گل سیوتی ۴ گرام برگ گاؤزبان ۴ گرام مغز تخم پیٹھہ ۶ گرام مویز منقیٰ ۱۰ دانہ عرق گاؤزبان ۱۲۵ گرام میں خیساندہ کرکے صاف کرکے ترنجبین خراسانی ۵۰ گرام علیحدہ سے خیساندہ کرکے حل کرکے پلائیں۔ (شام)

عظم الطحال: (مرہم) موم خام ۴۸ گرام بیر ضبر ۳۷ گرام روغن زیتون ۱۲۰ گرام میں ڈال کر پگھلائیں۔ صبر زرد ۱۲ گرام سہاگہ ۱۲ گرام گندھک ۱۲ گرام مقل ازرق ۱۲ گرام اشق ۱۲ گرام باریک کرکے ملائیں مرہم تیار ہے۔ کپڑے کے ٹکڑے پر اسے لگا کر طحال کے مقام پر چپکائیں اور ۴۸ گھنٹے کے بعد اس کی تجدید کریں (روزانہ)

سوزاک: حجر الیہود ۱ گرام ست بار زد ½ گرام کات سفید ½ گرام باریک کرکے سفوف بنائیں اور اسے پہلے کھا کر اوپر سے شیرہ خار خسک ۶ گرام شیرہ بادیان ۴ گرام آب تازہ میں نکال کر شربت بزوری بارد ۲۵ گرام ملا کر پیئیں۔

ورم رحم: ریوند زرد ۶ گرام گل سرخ ۳ گرام مویز منقیٰ ۳ عدد تخم خطمی ۳ گرام گل بابونہ ۳ گرام باریک کرکے برگ عنب الثعلب سبز کے نچوڑے ہوئے پانی میں

ملائیں اور شہد خالص اضافہ کر کے کام میں لیں۔

برائے ہضم طعام و تقویت معدہ: (سکنجبین) آب ادرک ۶۰ گرام آب برگ پودینہ ۶۰ گرام گلاب خالص ۶۰ گرام عرق بادیان ۶۰ گرام آب ارنڈ خربوزہ ۶۰ گرام آب نیشکر ۶۰ گرام عرق نعناع ۱۲۰ گرام آب نارنج ۶۰ گرام آب انار شیریں ۶۰ گرام قلعی دار دیگچی میں ڈال کر قند سفید ۲۵۰ گرام حل کر کے قوام بنائیں۔

مصطگی رومی ۳ گرام عود غرقی ۳ گرام جاوتری ۳ عدد زیرہ سفید ۳ گرام فلفل سیاہ ۳ گرام باریک کر کے قوام میں داخل کریں۔ سکنجبین تیار ہے۔

قلاع: برگ گاؤزباں سوختہ گل سیوتی طباشیر سنگ جراحت باریک کر کے منہ میں چھڑکیں۔

حبس بول: شورہ قلمی ۱ گرام دار چینی ½ گرام ست بارزد ½ گرام حجر الیہود ½ گرام باریک کر کے پہلے کھائیں۔ اوپر سے ماء الرائب ۱۲۰ گرام شربت بزوری بارد ۲۵ گرام حل کر کے پئیں۔

ریح البواسیر: ریوند زرد ۱۲ گرام (عرق گلاب میں مقطر شدہ) مقل ازرق ۶ گرام زنجبیل ۶ گرام مغز نیم کولی ۶ گرام مغز تخم بکائن ۶ گرام پوست ہلیلہ زرد ۶ گرام ہلیلہ سیاہ ۶ گرام ہلیلہ کابلی ۶ گرام گل سرخ ۶ گرام زیرہ سفید ۱ گرام مویز منقی ۱۲ گرام تخم سورج مکھی ۶ گرام بادیان ۶ گرام باریک کر کے آب برگ تنبول میں چنے کے برابر گولیاں بنائیں مقدار خوراک ایک گرام ہمراہ عرق بادیان ۶۰ گرام۔

جریان: بہمن سفید ۱ گرام مصطگی رومی ۱ گرام تخم تر ہندی مقشر ۱ گرام خولنجان ۱ گرام باریک کر کے پہلے کھائیں اوپر سے خارخسک خرد ۶ گرام تخم خیارہ ۶ گرام تخم کاسنی ۶ گرام عرق گاؤزبان میں خیساندہ کر کے صاف کر کے شربت انار شیریں ۲۵ گرام حل کر کے پئیں۔

Marfat.com

سفوف ہاضم طعام : نمک سلیمانی نمک ترب بادیان زیرہ سفید زیرہ سیاہ مصطگی رومی باریک کر کے سفوف تیار کریں اور اس میں سے دو گرام کھانے کے بعد کھائیں۔

از بیاض قلمی بقلم حکیم عبدالعزیز

ضیق النفس : پہلے آنبہ ہلدی ۱۲ گرام کے ٹکڑے ٹکڑے کریں۔ اس کے بعد گانجہ ۴ گرام مٹی کے آبخورہ میں رکھیں اور اس کے اوپر تھوڑے آنبہ ہلدی کے مذکورہ ٹکڑے رکھیں۔ دوبارہ پھر گانجہ ۴ گرام اس پر رکھ کر آنبہ ہلدی کے تھوڑے ٹکڑے رکھیں۔ تیسری بار پھر اس پر گانجہ ۴ گرام رکھ کر اس کا ڈھکنا اچھی طرح بند کر دیں اور تین مرتبہ گل حکمت کر کے خشک کریں اور ایک رات تنور میں ڈال دیں صبح آنبہ ہلدی کے ان ٹکڑوں کو نکال کر باریک کر کے حفاظت سے رکھ لیں۔ اور ایک سے دو چاول تک ہمراہ پان بنگلہ صبح و شام کھائیں۔

سعال مزمن : بھیڑ کی آنکھ خشک کر کے شکر سفید کے ساتھ پیس کر کھائیں۔

سرفہ : افیون مرمکی علک البطم باریک کر کے لعاب بہدانہ میں گولیاں بنا کر چوسیں۔

نزلہ : زعفران بذر البنج افیون صمغ عربی بیخ الفاح لباسہ رب السوس ولایتی ہموزن باریک کر کے چنے کے برابر گولیاں بنا کر منہ میں رکھیں۔

بحوحت صوت : آب برگ کرم کلہ شہد خالص میں حل کر کے پئیں۔ آواز کھولنے میں مفید ہے۔

برائے تسہیل ولادت : شاخ بید انجیر نرم تازہ روغن بید انجیر میں چرب کر کے شیافہ کریں فوراً اسقاط ہوتا ہے۔

قرحہ پستان : عذبہ ۱۲ گرام گل نوفل ۹ گرام گلنار فارسی ۵ عدد باریک کر کے گلاب خالص ۱۲۵ گرام میں جوش دے کر مل صاف کر کے روغن کنجد ۶۰ گرام

Marfat.com

اضافہ کرکے آگ پر رکھیں۔ جب پانی جل جائے اور روغن باقی رہے تو پھر اس روغن مذکور میں موم خام ۱۲ گرام ڈال کر پگھلائیں۔ اس کے بعد کات سفید ۳ گرام کافور ۱ گرام دم الاخوین ۳ گرام ملا کر مرہم تیار کریں اور دودھ پلاتے وقت پستان میں عارض ہونے والے زخم پر لگائیں۔

برائے اخراج جنین مردہ: حلبہ خرما ہندی پانی میں جوش دے کر بڑے طشت میں رکھیں اور اس میں عورت کو بٹھائیں۔ اگر بچہ مردہ ہوگا تو باہر نکل آئے گا۔

انسان کے سر کے بال جلائیں اور اس کی دھونی دیں۔

برائے اسقاط: صبر سقوطری ۶ گرام نوشادر ۳ گرام سجی ۴ گرام بول فیل میں پیس کر دھنی ہوئی روئی میں لت کر کے حمول کریں۔

برائے استقرار ضمانت حمل: اسگند ناگوری ۶ گرام دارشیشعان ۶ گرام مرمکی ۳ گرام نوشادر ½ ۱ گرام باریک کر کے شکر ۲۵ گرام ملا کر سفوف بنائیں۔

بیاض چشم: ساذج ہندی ۱ گرام زنگار ½ گرام کف دریا ½ گرام پھٹکری بریاں ۱ گرام فلفل سیاہ ½ گرام پوست بیضہ مرغ ۱ گرام پیخال کبوتر جنگلی ۱ گرام اقلیمیا نقرہ ۱ گرام باریک کر کے مثل سرمہ کریں اور بیاض چشم یعنی پھلی پر لگائیں۔

برص: نوشادر باریک کر کے روغن بیضہ مرغ میں ملا کر ضماد کریں۔

دیگر: تخم تنباکو ۱۰۰ گرام بابچی ۲۵ گرام تخم حنا ۳۱ گرام بذریعہ کولھو روغن نکالیں اور ضماد کریں۔

تمدد، تشنج و درد اعصاب: قسط ۹ گرام میعہ سائلہ ۱۲ گرام اشنہ ۹ گرام شونیز ۹ گرام عاقرقرحا ۹ گرام روغن چنبیلی ۵۰ گرام روغن بابونہ ۵۰ گرام میں جوش

Marfat.com

دے کر صاف کر کے موم خام ۳ گرام پگھلا کر قیروطی تیار کریں۔

ثقل سماعت: گل بابونہ ۱۲ گرام روغن بادام ۲۵ گرام روغن گل ۲۵ گرام میں ملا کر صاف کر کے کان میں ٹپکائیں۔

وجع الاذن: آب برگ کمو ۲۵ گرام آب برگ نیم ۲۵ گرام آب برگ صد برگ ۲۵ گرام روغن گل ۱۲ گرام شہد خالص ۱۲ گرام ملا کر کان میں ٹپکائیں۔

سعال: زہر مہرہ خطائی ۲ گرام کہربا شمعی ۲ گرام تخم گاؤزبان ۲ گرام صمغ عربی ۲ گرام کتیرا ۲ گرام شکر تیغال ۲ گرام دم الاخوین ۲ گرام باریک کر کے شربت بنفشہ ۲۵ گرام میں ملا کر قدرے قدرے چاٹیں۔

یا لخورہ: تازہ جونک روغن کنجد تلخ میں جلا کر صاف کر کے مالش کریں اور مصطگی رومی ۳ گرام مغل ازرق ۳ گرام بیخ اذخر ۳ گرام تخم کتان ۳ گرام گل بابونہ ۳ گرام آب کمو سبز میں پیس کر روغن گل ۱۲ گرام اضافہ کر کے ضماد کریں۔

Marfat.com

حکیم عبدالحفیظ

حکیم محمد اسمٰعیل کے منجھلے صاحبزادے تھے۔ ۱۵ ذی الحج ۱۸۵۷ء کو پیدا ہوئے۔ درسیات کی تکمیل مولانا محمد نعیم فرنگی محلی سے اور طب کی تعلیم عم مکرم حکیم محمد ابراہیم سے حاصل کی۔

حکیم عبدالحفیظ کو طب کے جز عملی: تشخیص و نسخہ نویسی سے خاص شغف تھا مفردات پر بڑا عبور رکھتے تھے۔ ان کے اکثر نسخے چند دواؤں سے زیادہ اجزا پر مشتمل نہیں ہوتے تھے۔ مگر اسی کے ساتھ مفردات کے نسخوں میں نئی نئی ترکیبیں وضع کرتے تھے اور طبیعت کی روانی میں ماء اللحم، معاجین اور دوسرے مرکبات کے برجستہ طویل نسخے نئی ترکیب کے ساتھ ایک سانس میں بول دیتے تھے جنھیں تلامذہ قلمبند کرتے تھے۔ شفاء الملک حکیم عبدالمعید نے لکھا ہے "اگر ان کے ترکیب دیئے ہوئے نسخوں کو طبی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ ایسے سلیقے اور فرزانگی کے ساتھ نسخہ ترتیب دینا صرف ان ہی کا حصہ ہے"[۱]

مفردات پر مہارت کا یہ عالم تھا کہ اگر نسخہ کی پہلی دوا مثلاً برگ ہے تو پورا نسخہ برگ پر مشتمل ہوتا تھا، اسی طرح گل، شگوفہ اور بیخ وغیرہ

[۱] خادم الاطباء جلد ا شمارہ جون ۱۹۱۹ صفحہ ۲۵

Marfat.com

نبات کے کسی ایک ہی جز سے ترکیب نسخہ میں انھیں کمال حاصل تھا۔ طول نسخہ اور نبات کے کسی ایک ہی جز پر ترکیب نسخہ کی یہ خصوصیت حکیم عبدالحلیم میں بھی منتقل ہوئی تھی۔

مطب نہایت عروج پر رہا۔ مریضوں کا ہجوم رہتا تھا، اللہ تعالیٰ نے ہاتھ میں شفا بھی عطا کی تھی۔ نبض دیکھ کر بہت صحیح تشخیص کرتے تھے۔ قارورہ کے بھی ماہر تھے اور اس سے بھی تشخیص میں خاص مدد لیتے تھے۔ ان کے اجتہاد فن کے متعلق معاصرین رطب اللسان تھے۔ لکھنؤ کے مشہور ڈاکٹر بھی امراء کے ہاں جہاں حکیم صاحب بھی طلب ہوتے تھے ان کی صائب رائے کی ہمنوائی کرتے تھے۔ حکیم صاحب سول سرجن کی توڑ پر علاج کرتے تھے، جس مریض کو سول سرجن جواب دے دیتا اس کا علاج بہت توجہ سے کرتے تھے اور

پردیکھنے کی فیس سول سرجن سے دوگنی لیتے تھے، اس کی فیس اس زمانہ میں سولہ روپیہ تھی۔ حکیم صاحب بتیس روپیہ لیتے تھے۔ مولانا کامل جگراماوی کا بیان ہے کہ ڈیڑھ دو سال کی عمر میں انھیں سرسام ہوگیا تھا۔ سول سرجن اور دوسرے بڑے ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تھا۔ ان کے والد مولانا محمد اسلم فرنگی محلی حکیم صاحب کے پاس گئے، حکیم صاحب نے فرمایا میں دیکھونگا۔ مولانا نے جواب دیا سب ڈاکٹر جواب دے چکے ہیں۔ آکر ملاحظہ کیا فرمایا دماغ کے پردوں پر ورم آچکا ہے۔ حالت خطرناک ہے۔ مکان خالی کرا کے جہاں کوئی آواز نہ پہنچے رکھنے کی ہدایت کی اور کوئی دوا تجویز فرمائی اور کہا کہ اگر ۲۴ گھنٹے یہی حالت رہی تو بچہ بچ جائے گا۔ ان کی ہدایات پر عمل کیا گیا اور وہ صحت یاب ہوگئے۔

حکیم حافظ عبدالمجید کا بیان ہے کہ خاندان کی ایک مریضہ جو ۲۹ دن سے سرسام میں غافل پڑی تھی اور کسی طرح ہوش نہیں آتی تھی حکیم صاحب کے علاج سے شفا یاب ہوئی۔

حکیم صاحب دستور خاندان کے خلاف مطب میں نذرانہ قبول کرتے تھے۔ اور

Marfat.com

ہر مریض سے اس کا پیشہ دریافت کرکے اس سے متعلق فرمائش کرتے۔ لطیفہ ہے کہ معمول کے مطابق ایک مریض سے اپنے مخصوص لہجہ میں دریافت کیا "جناب کا پیشہ" اس نے دست بستہ عرض کیا "حضور گورکن ہوں، قبر کھودتا ہوں" یہ سن کر حکیم صاحب نے سکوت اختیار فرمایا۔

ان کے علاج کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ مریض کو فاقہ بہت دیتے تھے اور فاقہ کے لئے ان کے پاس بہت سے مترادفات تھے۔ کسی سے فرماتے "اس وقت ٹال جائیے" "رات کو ناغہ کر جائیے" "صبح منقی لے سکتے ہیں دن کو فاقہ کر ڈالئے"۔ مولانا محمد شفیع فرنگی محلی کا بیان ہے کہ وہ تقریباً ہر مریض سے فرماتے تھے "آج تو آپ کھائیں گے نہیں کل غرہ ہے پرسوں فاقہ، نرسوں خالی پیٹ آکر نبض دکھائیے"۔

مولانا ہاشم میاں (ابن مولانا صبغۃ اللہ شہید فرنگی محلی) ایک دلچسپ لطیفہ سنایا کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حکیم صاحب کی خدمت میں اپنے بچہ کو لے کر حاضر ہوئی۔ حکیم صاحب نے معائنہ اور تجویز کے بعد فرمایا اسے غذا نہیں دی جائے گی۔ عورت نے عرض کیا کہ شیر خوار ہے حکیم صاحب نے فرمایا تو پھر اس کی ماں کو فاقہ۔ اس نے کہا کہ ماں کا نہیں یہ بکری کا دودھ پیتا ہے۔ یہ سن کر حکیم صاحب نے فوراً جواب دیا تو پھر اس بکری کو فاقہ۔ عورت نے کہا حضور وہ بکری مولانا سلامت اللہ کی ہے (مولانا سلامت اللہ فرنگی محل کے بڑے رعب اور اثر کے آدمی تھے) حکیم صاحب کے منہ سے برجستہ نکلا تو پھر مولانا سلامت اللہ کو فاقہ" یہ لطیفہ کسی نے خود حکیم صاحب اور مولانا سلامت اللہ کو بھی سنایا اور دونوں بہت محظوظ ہوئے۔

حکیم صاحب کو درس و تدریس کا بہت شوق تھا۔ تکمیل الطب کے قیام سے پہلے سے درس دیتے تھے۔ تکمیل الطب کے قیام کے بعد یہ ادرم معظم حکیم عبدالعزیز کی طرح مطب کی عالی شان عمارت میں ایک در میں ان کا درس ہوتا تھا۔ کلیات قانون کے درس میں منفرد تھے۔ مقامات بہت یاد تھے تقریر میں برجستہ ان کے حوالے دیتے تھے۔ علمی گفتگو اور مرضا کے حالات پر تفصیلی بحث کی وجہ سے قابل اور عربی مدارس

Marfat.com

کے منتہی طلباء ان کے مطب میں بیٹھنا پسند کرتے تھے۔ طلباء سے مذہبی گفتگو بھی فرماتے تھے۔

علمی مباحث سے بہت دلچسپی تھی۔ کوئی بحث چھیڑ کر دو آدمیوں کو بھڑا دیتے اور خود محظوظ ہوتے اور مختلف ترکیبوں سے اس سلسلے کو طول دیتے۔ یہ صرف طبی مسائل تک منحصر نہیں ہوتا تھا۔ فلسفیانہ اور مذہبی مباحث بھی تفریح طبع کے لئے چھیڑ دیتے اور ان کے مجادلہ سے لطف اندوز ہوتے۔

حکیم سید ظہور الحسن سندیلوی، حکیم خواجہ کمال الدین لکھنوی، مولانا حکیم ابو الخیر غازی پوری، حکیم سید شاہ محمد حمید فردوسی (بانی مدرسہ طبیہ گیا) حکیم سید محمد احسن (بہار شریف) حکیم ابو الفضل حکیم فضل الٰہی لاہور، حکیم محمد عبدالرحمن چرکھاری، مولانا حکیم عبدالقادر (دیوبند) مولانا حکیم عبدالخالق ہوشیارپوری، حکیم مقبول احمد بستوی، حکیم عبدالشکور (پٹنہ)، حکیم محمد یوسف حیدرآبادی[1] حکیم اسحٰق کھٹوروی، مولانا محمد عمر (پرنسپل جامعہ طبیہ دارالعلوم دیوبند) ان کے مخصوص شاگردوں میں ہیں۔

معائنہ مرضا اور درس کے علاوہ حکیم صاحب اندرون خانہ ہی تشریف رکھتے۔ گھر پر نشست وغیرہ کا کوئی اہتمام نہیں تھا۔ بیرونی احباب سے تعلقات محدود اور خانگی معاملات سے اپنے چچا حکیم محمد تقی کی طرح دلچسپیاں زیادہ تھیں۔ خاندان کی شادی اور غمی کے موقع پر ان کا خاص حصہ رہتا، تقریبات کے انتظام خصوصاً طعامیات کے منتظم رہتے تھے۔ گھریلو اخراجات بہت شاہانہ تھے۔ خوش خوری، خوش ذائقگی اور تنوعات روز رہتے تھے۔ مکان کے دو طرف ایک باغ تھا جس کے لئے ایک مالی مقرر تھا اور اس کی صفائی کا خاص خیال رہتا تھا۔

حکیم صاحب نہایت عابد اور متقی تھے۔ جمعہ کی تیاری کا بہت اہتمام فرماتے تھے خط بنواتے، غسل کرتے، جوڑا تبدیل کرکے عطر لگاتے اور بہت پہلے مسجد تشریف لے جاتے

---

[1] تذکرہ اطباء عہد عثمانی ۲۰۹

Marfat.com

تھے۔ قبرستان میں خاندانی مسجد میں افطار روزانہ اور ختم کا انتظام کرتے اور پانچ آدمیوں کا ہی کھانا تقسیم کراتے جو خود نوش فرماتے تھے۔ ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹۱۳ء میں انھوں نے خاندانی مسجد کی توسیع بھی کرائی۔ مسجد کے بیرونی حصہ پر یادگار کے طور پر یہ کتبہ نصب ہے۔

حکیم حافظ عبدالحفیظ عالی جاہ | خود بدل ترمیم این عباد گاہ
بہر لبست مرعب طراز سین تہجش | حرمگہ حرم کبریا تعالی اللہ

۱۳۳۱

۱۳۲۷ھ میں انھوں نے ایک عالی شان گھر تعمیر کیا تھا اس کا قطعہ تاریخ ہے ۔ سد

یہ بنائے نو مبارک ہو مبارک ہو تمہیں | حضرت عبدالحفیظ وحافظ عبدالمجید
خوشنما خوش رنگ دلکش نو شگفتہ بیت | جانفزا جانبخش جاں پرور نہ ہے قصر مشید
لکھیے تاریخ بنائے کلک رنگیں نقش رسب | دلکشا و لجسپ، دلکش دل ربا گھر اجساد ید

۱۳۲۷ھ

حکیم صاحب چشتی سلسلہ کے ایک بزرگ شاہ محمد عظیم (بخارا) سے بیعت تھے۔ شاہ صاحب کا مزار اطبا ئے بھوانی ٹولہ کے خاندانی قبرستان میں حکیم حافظ عبدالعلی کے سرہانے ہے۔ حکیم حافظ عبدالعلی بھی انہی سے بیعت تھے۔

خاندان کے دوسرے اراکین کے برخلاف مزارات پر حاضری اور قوالی کا بہت ذوق تھا۔ دسویں پندرھویں اپنے مکان پر بھی بزم قوالی منعقد کرتے اور قوالوں کو رقم کثیر پورے خاندان سے وصول کراتے۔

بڑے بھائی کو چونکہ فالج ہوا تھا اس لئے آخر عمر میں فالج کے خوف سے تسلیل غذا پر عامل تھے۔ موسم سرما میں روزانہ لکو دسبز ورق ہمراہ شہد استعمال کرتے لیکن اس کے ساتھ موسم گرما میں برف کا نیز ٹھنڈا پانی نوش کرتے تھے اور برف کے پانی میں ذرا بھی ٹھنڈک کم ہونے پر زیادہ برف کی فرمائش کرتے تھے۔ ایک روز بعد مغرب گھر میں نشست فرما رہے تھے۔ صاحبزادہ حکیم حافظ عبدالمجید، نواسہ داماد خواجہ عبدالعلی اور سابعہ نادر جہاں ہم نشین تھے۔ یکایک چھینک آئی اور بیہوش ہو کر گر گئے۔ خاندان کے اطباء

جمع ہوئے اور مرض فالج جس سے وہ ہمیشہ خوفزدہ رہتے تھے تجویز کیا گیا۔ تقریباً سال بھر مبتلا رہے۔ صاف تکلم اور چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہو سکے ایک رات دوسرا دورہ پڑا اور ۳۱ دسمبر ۱۹۲۸ء کو جاں بحق ہو گئے۔

حکیم صاحب کی شادی ۱۹ برس کی عمر میں چھوٹے چچا حکیم محمد تقی کی بیٹی صاحبزادی نادر جہاں کے ساتھ ہوئی تھی۔ صرف ایک صاحبزادہ حکیم حافظ عبدالمجید اور دو صاحبزادیاں سکندر جہاں (پیدائش ربیع الاول ۱۲۹۷) اور بلقیس جہاں تھیں۔

سکندر جہاں کی شادی حکیم حافظ عبدالولی سے ہوئی۔ بلقیس جہاں شفاء الملک حکیم عبدالرشید سے منسوب تھیں۔ بلقیس جہاں کی صاحبزادی انیس جہاں کو حکیم صاحب نے گود لے لیا تھا اور ان سے بےحد محبت کرتے تھے ابتدائے عمر سے شادی کی رخصت تک کفیل رہے۔ انیس جہاں کی شادی کانپور میں خواجہ عبدالعلی ایڈوکیٹ سے ہوئی تھی۔

حکیم صاحب کے تبرکات میں ان کا ایک مکتوب مرقومہ ۶ فروری ۱۸۹۲ء جو برادر معظم حکیم عبدالعزیز کے نام ہے محفوظ ہے۔ یہ خط اردو میں ہے اور کلکتہ سے لکھا گیا ہے۔

نمونہ مطب :

مطب یومیہ از مولانا حکیم محمد عمر دیوبندؒ[1]۔

وجع الورک : مقل ازرق ریوند چینی باریک کرکے گولی بنائیں، اوپر سے سورنجان شیریں ۴ گرام تربد مجوف اکبرآبادی ۴ گرام برگ سنا مکی ۶ گرام، تخم قرطم ۴ گرام بوزیدان ۴ گرام پوست بیخ کاسنی ۴ گرام پانی میں جوش دے کر شہد خالص ۲۵ گرام

---

[1] مولانا حکیم محمد عمر پرنسپل جامعہ طبیہ دارالعلوم دیوبند کی مطب یومیہ کی کاپی سے یہ نسخے نقل کئے گئے ہیں ان کی زمانہ طالب علمی کی اس کاپی میں جنوری ۱۹۲۵ء سے جون ۱۹۲۵ء تک چھ ماہ کے دوران مختلف تاریخوں کے حوالے کے ساتھ حکیم عبدالحفیظ کے مطب کے نسخے درج ہیں۔

Marfat.com

حل کرکے آب برگ ترب سبز مروق ۵۰ گرام اضافہ کرکے پلائیں اور روغنِ مالکنگنی کی مالش کریں۔

ورم کبد: گل غافث ۴ گرام تخم کشوث ۴ گرام مویز منقیٰ ۱۰ دانہ انجیر ولایتی ۲ عدد جوش دے کر شربت بنفشہ ۲۵ گرام حل کرکے پئیں۔

انقلاب خم رحم: گل ترئی تلخ شحم حنظل جوکھار نمک لاہوری نبات سفید باریک کرکے بکری کے پتہ کے پانی میں ملاکر فتیلہ تیار کریں۔ اور استعمال میں لائیں۔

جریان دم از دماغ بوجہ ضربہ: برگ گاؤزباں ۴ گرام تخم خطمی ۶ گرام سپستاں ۹ دانہ مغز تخم کدو شیریں ۴ گرام خیساندہ کرکے شربت خشخاش ۲۵ گرام حل کرکے پئیں۔

مرغ
خسریان: بستاور بہمن سفید خولنجان قشر اخروٹ قشر اندرونِ بیضہ باریک کرکے کھائیں اوپر سے عرق بادیان عرق گاؤزباں شربت بنفشہ ملاکر پئیں۔

صرع: صبر زرد ۳ گرام جدوار شیریں ۳ گرام کچلہ مدبر ۱ گرام دارچینی ۳ گرام باریک کرکے شہد میں چنے کے برابر گولیاں بنائیں۔

وجع الاضلاع: پارہ سنگھا محلول ۳ گرام زنجبیل تازہ ۳ گرام تازہ پانی میں پیس کر ضماد کریں۔

وجع الصدر: پارہ سنگھا محلول ۳ گرام قرنفل گلدار ۳ عدد تازہ پانی میں پیس کر نیم گرم ضماد کریں۔

تشنج یابس بشکل اسفل: بوجہ انصباب مادہ سوداویہ از دماغ۔ چوب چینی زردی تراشہ حب بلسان اسارون ایرسا تربد سفید ہر ایک چار گرام تازہ پانی میں جوش دے کر شہد خالص ۲۵ گرام حل کرکے پئیں۔

سیلان رحم مزمن: برادہ دندانِ فیل صمغ عربی مازو سبز ہر ایک ۳ گرام باریک کرکے ململ کی پوٹلی بنائیں اور کام میں لائیں۔

Marfat.com

ریگ مثانہ : حب القلت جواکھار ریوند چینی ایک ایک گرام باریک کر کے کھائیں اوپر سے تخم کاسنی ۴ گرام عرق بید سادہ میں رات کو بھگو کر صبح ۱۲ بار صاف کر کے شربت بزوری معتدل ۲۵ گرام حل کر کے پلائیں۔

قرحہ قرنیہ : دم الاخوین چاکسو نشاستہ لعاب تخم کتاں میں پیس کر آنکھ پر ضماد کریں۔

قرحہ انف : آب برگ کشنیز سبز ۳۶ گرام توتیا سبز محلول ½ گرام کافور خالص ۱ گرام ملا کر ناک میں ایک ایک قطرہ ٹپکائیں۔

استسقاء زقی : مع زحیر معوی۔ لک مغسول صمغ عربی دم الاخوین کھریا مصطگی باریک کر کے پہلے کھائیں اوپر سے بیخ اجبار تخم کشوث درونج بستہ افسنتین سنبل الطیب تخم خرفہ سیاہ عرق بادیان میں جوش دے کر شربت بزوری حل کر کے پلائیں۔

اختلاج قلب[۱] : مرباے گاجر ۱۲ گرام نیم گرم پانی سے دھو کر ہمراہ خمیرہ گاؤزبان ۴ گرام ورق نقرہ ایک عدد ملا کر کھائیں اوپر سے شربت بزوری ۱۸ گرام عرق آبریشم ۶ گرام عرق بید مشک ۲۶ گرام صندل سفید ۳ گرام حل کر کے پئیں۔

---

۱ جناب حکیم محمد اشرف کریم پرنسپل گورنمنٹ طبی کالج پٹنہ کی عنایت سے ایک کاغذ حاصل ہوا جس پر اختلاج قلب کے تین نسخے حکیم عبدالولی کے اور ایک نسخہ حکیم عبدالحفیظ کا تحریر ہے۔ یہ نسخے دلدار حسین نامی ایک مریض کے لئے ۲۰ دسمبر ۱۹۱۳ء میں لکھے گئے ہیں۔ اس سے ایک مریض کے علاج میں دو نامور گرامی منزلت طبیبوں کے ترکیب نسخہ اور انداز طب کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ حکیم عبدالولی کے مجوزہ نسخے ان کے تذکرہ میں درج ہیں۔

Marfat.com

حکیم عبدالوحید

حکیم محمد اسمٰعیل کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ ۲۷ جمادی الاول ۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹ء کو پیدا ہوئے۔ درس نظامیہ کی تکمیل مولانا محمد نعیم فرنگی محلی سے کی اور طب کی کتابیں عم محترم حکیم محمد ابراہیم اور برادرِ کلاں شیخ الہند حکیم حاجی عبدالعزیز سے پڑھیں۔ مطب چچازاد بھائی حکیم حافظ عبدالعلی اور برادر بزرگ حکیم حاجی عبدالعزیز سے حاصل کیا۔

ذکاوت و ذہانت کی وجہ سے کمسنی میں فارغ ہو کر علوم طبیہ میں امتیاز اور مطب و درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ فن طب سے قدرتی مناسبت اور نباضی میں خاص ملکہ تھا۔ ان کے نسخوں کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ ان میں اجزا کم ہوتے تھے اور زیادہ تر مفرد ادویہ سے کام لیتے تھے چونکہ خاندان کے بہترین ارکان سے تعلیم و استفادہ کا موقع ملا تھا اس لئے خاندان کی طبی روایات اور مطب کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ غربا پر خاص توجہ فرماتے اور بڑی ہمدردی اور دلسوزی سے ان کا علاج کرتے۔ اسی کا اثر تھا کہ ان کے دست شفا اور حسن اخلاق کا جلد ہی دور دور شہرہ ہوا۔ روز بروز شہرت اور حلقۂ مرضا میں عام اضافہ کے ساتھ ہی تعلقہ داران اودھ بھی ان کے زیر علاج آئے۔ شہر اور بیرونجات کے مریض اس کثرت سے آتے تھے کہ بعض مرتبہ ان کے مطب میں چار چار سو مریضوں کا مجمع ہو جاتا تھا

انھوں نے بڑے معرکتہ الآرا علاج کئے اور اپنی تشخیص و تجربے سے ہزاروں انسانوں کو فائدہ پہنچایا۔ ان کے معالجے کے بہت سے قصے مشہور ہیں۔

ایک شخص ایک چھوٹا چاقو دانت کریدنے میں نگل گیا۔ جس کی وجہ سے پیٹ میں شدید درد تھا۔ حکیم صاحب نے سفوف مقناطیس کچھ مناسب بدرقہ یعنی لعاب دار ادویہ کے ساتھ استعمال کرایا اور اس کے بعد روغن بیدانجیر کا شیر گاؤ کے ساتھ جاب دیا۔ وہ چاقو بذریعہ اسہال خارج ہوگیا۔ اس پر مقناطیس کے ذرات چپک گئے تھے جس کی وجہ سے خراش نہیں پیدا ہوسکی۔

ایک مریض کو جریان الدم ناک، کان، منہ، پیشاب، پاخانہ کے راستہ شروع ہوگیا جو کسی طرح بند نہیں ہوتا تھا، انھوں نے صرف برگ مہندی سبز اور فلفل سیاہ تازہ پانی میں پیسوا کر اور کپڑے میں چھنوا کر استعمال کرایا جس سے فوراً خون بند ہوگیا۔

ایک مریضہ کو شہدیہ (سر گنج) کی شکایت تھی۔ حکیم صاحب نے رسوت زرد دہی میں پیسوا کر ضماد کرایا، چند دن میں مرض زائل ہوگیا۔ اور بال اگنے شروع ہوگئے

ایک مریضہ جس کے چہرہ پر سیاہ دھبے (کلف) پڑ گئے تھے اور کسی علاج سے دور نہیں ہورہے تھے۔ اس کے لئے مولی کے عرق اور سوئے کی پتی کے عرق کا شکر ملا کر روزانہ طلاء کرنا تجویز کیا۔ دو ہفتہ میں داغ دھبے صاف ہوگئے۔

حکیم صاحب کی حیات میں تکمیل الطب قائم نہیں ہوا تھا، خاندان کے ہر طبیب کا مطب ایک "طبی مدرسہ" تھا، جس میں مرضا کے علاوہ طلباء کا ایک ہجوم رہتا تھا۔ تشخیص و تجویز اور نبض و قارورہ کی عملی تعلیم مطب میں دی جاتی اور گھر پر کوئی وقت درس و تدریس کے لئے مقرر ہوتا، جہاں طلباء نظری تعلیم حاصل کرتے، حکیم صاحب کے مطب میں بھی مرضا کے علاوہ طلباء موجود رہتے تھے۔ ان کے تلامذہ میں حکیم خواجہ کمال الدین (شفاء الملک حکیم خواجہ شمس الدین کے برادر اکبر) شفاء الملک حکیم عبد الحسیب دریابادی، حکیم وہاج الحق بانی و ہاجیہ طبیہ کالج لکھنؤ (حکیم حاجی محمد یعقوب کے استاد

Marfat.com

مولانا انوار الحق فرنگی محل کے پڑپوتے، حکیم امتیاز الحق (برادر حکیم وراج الحق) حکیم محمد حسین خاں بابا پوری، حکیم ہدایت الحسن، حکیم ریاض الحسن، حکیم عبدالرحمٰن کاٹھیاواڑی، حکیم مولوی عبدالاحد کسمنڈوی، حکیم سید وجیہ الدین اشرف جیسے مشہور اطباء شامل ہیں۔[1] صاحب احوال علماء فرنگی محل کے مطابق حکیم مولوی ممتاز الحق (ابن مولوی امان الحق فرنگی محل) بھی ان کے شاگرد رہے تھے۔[2]

حکیم صاحب نے اپنی مختصر بیالیس سالہ زندگی میں مطب اور درس کی مصروفیتوں کے ساتھ تصنیف و تالیف پر بھی توجہ کی۔ مخ دماغ کی حس یا عدم حس کے بارے میں حاذق الملک حکیم عبدالمجید خاں دہلوی اور شیخ الہند حکیم عبدالعزیز لکھنوی کے درمیان ایک علمی بحث شروع ہوئی تھی جس میں دونوں جانب سے موافقت و مخالفت میں لکھا گیا۔ حکیم عبدالوحید نے حکیم عبدالعزیز کی تائید میں ۵۶ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ غایۃ الاستحسان فی حس مخ الانسان تحریر فرمایا۔ اس رسالہ میں حس دماغ کے متعلق اکثر اطباء و حاذقین کے کلاموں کو نقل کر کے انہوں نے خود رائے قائم کی ہے اور حاذق الملک حکیم عبدالمجید خاں اور حکیم مظفر حسین خاں لکھنوی کے نظریات کی تردید کی ہے۔ قطعہ تاریخ اشرف علی اشرف سے

ہیں طبیب بے بدل عبدالوحید نیض سے ان کے ہر اک ہے بہرہ مند
کیا رسالہ یہ لکھا ہے لاجواب ایک کوزے میں کیا دریا کو بند
اشرف اس کی طبع کی تاریخ لکھ یہ وحید العصر نسخۂ دلپسند

۱۲۹۹ھ

حاذق الملک حکیم عبدالمجید کا بیان ہے کہ والد مرحوم جب مجھے طب کی تعلیم دیتے

---

[1] مبانی ومبادی ص ۱۵

[2] احوال علماء فرنگی محل ص ۱۵

[3] مطبوعہ انوار محمدی لکھنؤ ۱۲۹۹ھ

Marfat.com

تھے تو ایک رسالہ "قانون وحید فی افادۃ المعید" کے نام سے قلمبند فرماتے جاتے تھے ان کے انتقال کی وجہ سے یہ رسالہ نا تمام رہا۔"

حکیم عبد الوحید کے شاگرد حکیم مولوی عبد الاحد کسمنڈوی جو ایک صاحب حال صوفی تھے، ان کی ایک بیاض مولوی حاجی سید نواب علی کے پاس تھی۔ نواب علی کے بیان کے مطابق اس بیاض میں ایک مختصر رسالہ کا عنوان تھا "مختصر طریقہ علاج کلی جمیع امراض از حکیم عبد الوحید صاحب" اس میں مختلف امراض کے منتخب نسخے ایک خاص ترتیب کے ساتھ درج تھے۔ مثلاً امراض دماغیہ میں از مسکنات از منقیات از محللات از نافعات نزلہ از منفخات از مرطبات وغیرہ۔ افسوس کہ اس بیاض کا سراغ نہیں مل سکا۔

حکیم سید وجیہ الدین اشرف سجادہ نشین خانقاہ کچھوچھہ شریف کی ایک بیاض میں جس کا تعلق ان کے زمانہ طالب علمی سے ہے حکیم عبد العزیز کے مطب کی مروجہ و معمولہ دوائیں نقل ہیں۔ یہ دوائیں مطب کی تعلیم کے دوران طلباء کو املا کرائی جاتی تھیں۔ ان مستعملہ ادویہ کی ترتیب تقریباً مفردات عزیزی کے طرز پر ہے۔ حکیم سید وجیہ الدین اشرف حکیم عبد العزیز کے علاوہ حکیم عبد الوحید کے بھی شاگرد تھے۔ بیاض کے آخر میں "طریقہ علاج کلی مؤلفہ مرتبہ جناب استادی حکیم عبد الوحید صاحب لکھنوی مدظلہ العالی" کے عنوان کے تحت حکیم عبد الوحید کا طریقہ علاج کلی تحریر ہے۔ تیرہ صفحات پر مشتمل اس طریقہ علاج میں مختلف نظام کے امراض کی دوائیں ایک خاص ترتیب سے بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً امراض راس کے تحت از مسکنات، از منقیات از مقویات از محللات وغیرہ۔ اسی طرح امراض راس سے شروع ہو کر [illegible] تک تمام نظام ہائے بدن کے امراض کی دوائیں تحریر کی گئی ہیں۔ آخری صفحہ پر دستخط کے ساتھ ۱۰ رجب المرجب ۱۳۱۷ھ کی تاریخ مرقوم ہے۔ بیاض وحیدی کی اشاعت کے بعد حکیم سید وجیہ الدین کی یہ بیاض میرے مطالعہ میں آئی جس کے لئے میں ان کے نبیرہ سید ظفر الدین اشرف سجادہ نشین درگاہ کچھوچھہ شریف اور عزیزی حکیم سید مودود اشرف لیکچرار طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا شکر گزار ہوں۔ یہ دراصل

Marfat.com

طریقۂ علاج کلی یہ وہی رسالہ ہے جس کا حکیم عبدالاحد کسنڈوی کے حوالہ سے اوپر ذکر کیا گیا ہے اور جس کا میں نے بیاض وحیدی کے مقدمہ میں بھی تذکرہ کیا ہے۔ یہ طریقہ علاج کلی جسے حکیم عبدالوحید نے مرتب کیا ہے اور جسے وہ دوران تعلیم طلبا کو نقل کراتے تھے درحقیقت ان کا خاندانی طریقہ علاج ہے چنانچہ میں نے طریقہ علاج کلی از مطب حکیم عبدالعزیز کے تحت مثلاً امراض دماغیہ کا جو نمونہ پیش کیا ہے اس میں اور حکیم سید وجیہ الدین اشرف کی بیاض میں منقول "طریقہ علاج کلی مؤلفہ حکیم عبدالوحید" میں صرف فرق نہیں ہے۔ حکیم عبدالوحید کا امتیاز اسی قدر ہے کہ انھوں نے اس خاندانی طریقہ علاج کو مرتب کرنے کی کوشش کی جس طرح کہ مفردات عزیزی اور مجربات عزیزی کی شکل میں حکیم عبدالحلیم کی کوششیں مطبوعہ صورت میں آنے کی وجہ سے اہل فن کے شکریہ کی مستحق ہیں۔

حکیم عبدالوحید کی بیاض کا ایک مخطوطہ ان کے گرامی قدر صاحبزادہ استاد شفیق شفاء الملک حکیم عبداللطیف سے اور دوسرا مخطوطہ ان کے نواسہ محب محترم پروفیسر حکیم عبدالحسیب سے راقم الحروف کو حاصل ہوا۔ ان بیاضوں کے نسخے ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور یہ دونوں خود حکیم عبدالوحید کے قلم کی یادگار ہیں۔ ان کے نسخوں کا تیسرا مجموعہ امروہہ میں محبی حکیم صیانت اللہ صدیقی کی عنایت سے ملا۔ اس مجموعہ کی حیثیت معمولات مطب کی ہے جسے ان کے کسی شاگرد نے مطب میں حاضری کے دوران قلمبند کیا ہے۔ کسی بھی قلمی کتاب کی ترتیب، تہذیب اور تدوین کے علمی اصولوں کے مطابق ان تینوں نسخوں کی مدد سے راقم الحروف نے ان کی بیاض مرتب کی جو بیاض وحیدی کے نام سے ۱۹۰۴ء میں طبع ہو چکی ہے۔

حکیم عبدالوحید راجہ صاحب ملاپور کے علاج کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ واپسی میں حلق میں درد اور بخار کی شکایت ہو گئی۔ اس زمانہ میں طاعون شدت سے چل رہا تھا۔ ان کے بخار کو ابتدا میں تپ وبائی تجویز کیا گیا لیکن چند دن کے بعد انھوں نے خود اپنے مرض کی تشخیص ظاہر کرتے ہوئے خناق تجویز کیا۔ اس کا علاج شروع ہوا۔ لیکن جانبر نہیں ہو سکے اور ۴۳ سال کی عمر میں ۱۹ شوال ۱۳۲۰ھ مطابق

Marfat.com

۱۹۰۲ء کو سفر آخرت اختیار کیا۔

راہی جنت ہوئے انیسویں شوال کو — کان حکمت جان طب فرزند من عبدالوحید
تلخ کامان مرض کو نوش صحت کون دے — چل ابسا وہ عیسٰی شیریں سخن عبدالوحید
مصرعۂ تاریخ رعب نے رو کر پڑھا — اٹھ گیا دنیا سے لو یکتائے فن عبدالوحید

حکیم صاحب کو ورزش کا شوق تھا، جس کی وجہ سے ان کا جسم بہت متناسب اور تندرست تھا۔ کھانے کے بیحد شائق تھے خصوصاً مچھلی اور کباب بہت پسند کرتے تھے۔ لباس بہت صاف ستھرا پہنتے اور روزانہ مطب جانے سے قبل عطر ضرور لگاتے تھے۔ شطرنج اور پچیسی کا شغل بھی آخر کی اوقات میں جاری رہتا تھا۔

حکیم صاحب کی شادی حاجی حسن رضا کی صاحبزادی اور حکیم حاجی محمد یعقوب کی نواسی حسینی خانم سے ہوئی تھی۔ حسینی خانم کا انتقال ۱۶ مارچ ۱۹۴۶ء بروز سنیچر لکھنؤ میں ہوا۔[1] تین صاحبزادے حکیم عبدالمعید حکیم عبداللطیف اور عبدالاحد (انھوں نے کم عمری میں وفات پائی) اور چار صاحبزادیاں اقبال جہاں، امتیاز جہاں، اشفاق جہاں اور آفاق جہاں تھیں۔ آفاق جہاں نے ۱۳۲۶ھ میں بعمر ۔ سال مرض کزاز میں انتقال کیا۔ قطعہ تاریخ وفات ہے

در شب پانزدہم آہ ز ماہ رمضان — رفت آفاق جہاں بیگم از آفاق جہاں
رعب غمدیدہ رقم زد پے تاریخ وفات — وہ کہ آفاق جہاں رفتہ بگلزار جناں

۱۳۲۶ھ

امتیاز جہاں بعمر ۱۴ سال فوت ہوئیں۔ اقبال جہاں کی شادی شفاء الملک حکیم عبدالحمید سے اور اشفاق جہاں کی شادی حکیم حافظ محمود رضا سے ہوئی۔

نمونہ مطب از بیاض وحیدی

وجع مفاصل: سورنجان شیریں ۶ گرام بوزیدان ۳ گرام گل سرخ ۶ گرام پوست ہلیلہ زرد ۶ گرام تم بد مجوف اکبر آبادی ۴ گرام ریوند چینی ۴ گرام عرق بادیان میں پیس کر چنے کے برابر گولیاں بنائیں مقدار خوراک ۶ گرام۔

---

[1] بیاض وحیدی میں ان کا سنہ وفات ۱۹۳۹ء غلط طبع ہو گیا ہے۔

Marfat.com

۲۔ سورنجان تلخ ۲۵ گرام برگ حنا سبز ۲۵ گرام روغن چنبیلی میں جوش دیں۔ جب سوختہ ہو جائے تو صاف کر کے عطر دار چینی ا گرام عطر اگر ایک گرام ملا کر نیم گرم مالش کریں۔

خارش بہ سبب یبوست: برگ حنا سبز ۱۲۵ گرام تخم خشخاش سفید ۳۷ گرام برگ شاہترہ ۶۲ گرام تازہ پانی میں پیس کر تمام بدن پہ مالش کریں۔

داد: خستہ تمر ہندی ۱۲ گرام خوبانی ۱۲ گرام رسونت زرد ۶ گرام آب برگ مکوہ سبز میں پیس کر ضماد کریں۔

ام الصبیان: عود صلیب جدوار خطائی عرق بادیان میں پیس کر پلائیں۔

دیگر: کاسہ سر انسان جلا کر سنگھائیں۔

عصابہ: کافور ۱/۲ گرام روغن گل ۳ گرام میں حل کر کے درد کی جانب والے نتھنے میں دو ر وز ڈالیں۔ اگر آرام نہ ہو تو ریٹھا اور زعفران پیس کر بطور ناس سنگھائیں۔

دیگر: ریٹھہ پانی میں پیس کر ناک میں ڈالتے رہیں۔

سبل: سماق ۳۷ گرام جوش دے کر مل چھان کر پکائیں۔ یہاں تک کہ اس کا قوام گاڑھا ہو کر گولیاں بنانے کے لائق ہو جائے۔ اس کے بعد اس میں سفیدہ کاشغری ۴ گرام کتیرا ۲ گرام کافور ۱ گرام پیس کر ملا کر شیاف بنائیں اور ضرورت کے وقت یہ شیاف گھس کر لگائیں۔

Marfat.com

حکیم محمد عسکری

حکیم محمد نبیؒ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ طب کی تعلیم خاندان کے بزرگوں سے حاصل کی لیکن مطب کبھی نہیں کیا۔ بلکہ صاحب جائداد رہ کر رئیسانہ زندگی گزاری موضع کروندی (ضلع لکھنؤ) انھیں اپنے والد سے ورثہ میں ملا تھا۔ نخاس کے ایک بڑے مکان کے علاوہ اور بہت جائداد تھی جس کی کثیر آمدنی ان کے وسیع اخراجات کے لئے کافی ہوتی تھی۔

حکیم صاحب کثرت سے ورزش کرتے تھے۔ پانچ سو ڈنڈ اور پانچ سو بیٹھکیں روزانہ کے معمول میں شامل تھیں۔ انھوں نے ایک مقررہ غذا پر زندگی بھر اکتفا کی چوبیس گھنٹہ میں صرف ایک وقت غذا نوش کرتے تھے جس میں ۱/۲ سیر گوشت کا قورمہ ۸ پراٹھے اور پاؤ بھر بالائی اصل غذا کے طور پر ضروری تھا۔

بٹیر کے شکار کے بہت شوقین تھے، اپنے گاؤں میں جال لگوا کے بٹیر پکڑتے تھے اور خاص شوق سے لڑنے والوں کی طرح پالتے اور رکھتے تھے لیکن لڑانے سے کبھی دلچسپی نہیں رہی۔ آم کے بیحد رسیا تھے، خود ان کے گاؤں میں آم کا بڑا باغ تھا فصل کے موقع پر وہیں قیام کرتے تھے۔

حکیم صاحب نے نفث الدم میں مبتلا ہو کر تقریباً ۶۵ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ صرف ایک صاحبزادہ محمد ذکی تھے جنھوں نے ان کی حیات ہی میں ۲۴ سال

Marfat.com

کی عمر میں وفات پائی۔ اس جواں مرگی کا انھیں بیحد غم تھا۔ دو صاحبزادیاں یادگار رہیں۔ بڑی قمر جہاں جن کی شادی حکیم حافظ عبدالمجید سے ہوئی اور چھوٹی وزیر جہاں جو عبدالقوی فانی استاد شعبۂ عربی و فارسی لکھنؤ یونیورسٹی سے منسوب تھیں۔ عبدالقوی فانی کے انتقال کے بعد ان کا دوسرا عقد حکیم بشیر ابراہیم سے ہوا لیکن ان سے بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

Marfat.com

حکیم احمد رضا

حکیم حسن رضا کے بڑے صاحبزادہ اور حکیم محمد یعقوب کے نواسہ تھے۔ ۱۸۵۱ء میں جھوائی ٹولہ میں پیدا ہوئے۔ عربی کتابیں مفتی محمد سعد اللہ رامپوری، مولانا محمد نعیم فرنگی محلی، مولوی عبدالعلیم خاں ریاضی داں رامپوری، شمس العلماء مولانا عبدالحق خیرآبادی، مولوی محمد ظہور حسین رام پوری اور مفتی عبدالقادر رامپوری سے پڑھیں۔ حدیث کے لئے سید حسن شاہ محدث کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ طب اپنے والد اور مشہور استاد حکیم محمد ابراہیم سے حاصل کیا۔ حکیم ابراہیم نے اپنے بیٹے کی طرح ان کی پرورش کی اور بڑے شوق اور محنت سے انھیں فن نسخہ نویسی کی تعلیم دی۔

والد کی حیات ہی میں رام پور میں مستقل مطب شروع کر دیا تھا۔ طبی قابلیت اور معالجانہ کمال کی وجہ سے جلد ہی بحیثیت طبیب انھوں نے غیر معمولی اقتدار حاصل کیا۔ تذکرہ کاملان رام پور کے مطابق رام پور میں ایسی شہرت کسی طبیب کو نہیں ہوئی۔ تقریباً کل رام پور ان کی طرف رجوع تھا۔ مطب میں ہر وقت سینکڑوں مریض جمع رہتے تھے۔ پانچ چھ نسخہ نویس حاضر رہتے تھے اور وہ نسخہ لکھتے رہتے تھے۔ رات کے دس بجے تک مریضوں سے مہلت نہیں ملتی تھی اور دن میں صبح سے دو بج جاتے تھے۔ شام کو گھروں پر پالکی میں مریضوں کے معائنہ کے لئے جاتے تھے۔ پالکی

میں مجربات کے دو صندوقچے رکھے رہتے تھے اور پالکی کے لئے آٹھ کہار ملازم تھے شہر کے امیر و غریب سب کو ان کے دستِ شفا پر اعتقادِ کلی تھا۔ کبھی کبھی عملی جراحی بھی کرتے تھے۔ افسر الاطباء ریاست کے ممتاز عہدہ پر فائز رہے، رام پور کے تمام یونانی شفاخانے ان کے تحت تھے[1]

نبض و قارورہ میں خاص مہارت تھی ان کے معالجہ اور تشخیص کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ نواب کلب علی خاں کی بیگم کو لو کا اثر ہوا۔ جس میں انھوں نے دوا کھانے سے انکار کیا، حکیم احمد رضا خاں طلب کئے گئے۔ انھوں نے تکیے پر گلاب و کیوڑا اور دوسری بارد دوائیں چھڑکوا کر پنکھا جھلوایا اور کمرہ میں بھی بارد اور خوشبودار دوائیں چھڑکوائیں۔ ان کی یہ ترکیب نہایت کامیاب ثابت ہوئی۔

نواب مشتاق علی خاں کی بیگم حضور عالیہ کے کان میں غسل کے بعد درد شروع ہوا اور اس کی شدت سے بخار کی شکایت بھی لاحق ہوئی۔ مختلف اطباء نے دیکھا، ڈاکٹر نے آپریشن تجویز کیا۔ حکیم احمد رضا نے معائنہ کے بعد نواب صاحب سے کہا کہ یہ فوراً ٹھیک ہو جائیں گی۔ باہر نکل کر مقطع چنے گرم گرم منگوائے اور انھیں چبانے کی ہدایت کی۔ ان کے چبانے سے بیگم کا درد جاتا رہا۔ تشخیص یہ ظاہر کی کہ کان میں پانی جمع ہو گیا تھا چنے چبانے سے کچھ جبڑے ہلے کچھ انہوں نے جذب کئے۔

حکیم صاحب دوا سازی کے بڑے ماہر تھے اور اس پر بہت توجہ دیتے تھے یونانی معالجہ میں اس شعبہ کی اہمیت کو جس طرح نظر انداز کیا گیا ہے اسے شدت سے محسوس کرتے تھے۔ انھوں نے بہت سی مرکب دوائیں تیار کی تھیں اور تیاری ادویہ کے سلسلے میں ان کا تجربہ بہت وسیع تھا۔ حکیم ابراہیم کے اثر کے تحت تراکیب نسخہ میں فردِ تے نسخہ نویسی کا وہ حسن حکیم احمد رضا کے یہاں بھی ملتا ہے۔

حکیم صاحب کے درس کا سلسلہ بہت وسیع تھا۔ معروفیت اور ذہن کی حاضری کا

---

[1] تذکرہ کاملانِ رام پور ص ۱۲

Marfat.com

یہ عالم تھا کہ ایک طرف مریضوں کو نسخہ دوسری طرف ملازمین کو ہدایات اور تیسری طرف طلبا کو درس بیک وقت یہ تینوں سلسلے جاری رہتے تھے ہندوستان کے مختلف شہروں میں ان کے شاگردوں نے مطب میں امتیاز پیدا کیا۔ ان میں حکیم محمد رضا خاں رامپوری عرف حکیم جھنڈا خاں (ان کے پاس حکیم صاحب کی بیاضیں موجود تھیں) شمس العلما مولانا حکیم محمد منور دہلوی (حکیم شکیل احمد شمسی لکھنؤ ان کے نواسہ ہیں) حکیم مولوی محمد یوسف خاں[۱] حکیم مفتی محمد فضل اللہ (نبیرہ مفتی محمد سعد اللہ رامپوری) حکیم مختار احمد امروہوی ممتاز ہیں۔ حکیم مختار احمد کو بیحد عزیز رکھتے تھے۔ انھوں نے تقریباً ۔۔ سال ان کی خدمت میں رہ کر مطب حاصل کیا تھا۔ حکیم مختار احمد کی طبی صلاحیت پر انھیں جس قدر اعتماد تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی نے حکیم عبدالعزیز لکھنوی کی کتاب نسخہ حکیم احمد رضا کی خدمت میں ملاحظہ کے لئے پیش کی، حکیم صاحب نے اسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا مولانا نے کہا یہ آپ کی نذر ہے۔ مولانا کے اس اظہار تعلق کی وجہ سے حکیم صاحب کو ان سے خصوصیت ہو گئی اور جب انھوں نے طب پڑھنے کی خواہش کی تو انھیں اور مولانا آزاد سبحانی کو انھوں نے حکیم مختار احمد کے حوالہ کیا اور ہر دو صاحبان نے بریلی میں رہ کر ان سے طب پڑھی۔

حکیم مختار احمد کو حکیم احمد رضا نے جو سند عطا کی تھی اس پر ۱۲۸۲ھ کی مہر کے ساتھ ان کے دستخط بھی ثبت ہیں۔ اس کے علاوہ بطور تائید حکیم عبدالعزیز کی بھی ۱۲۸۵ھ کی مہر ہے۔

مطب کی بے پناہ مصروفیتوں کے ساتھ تصنیفی مشغلہ بھی جاری رہتا تھا۔ حافظ محمود رضا کے مطابق ان کی درج ذیل تصنیفات ہیں، لیکن ان میں سے کوئی کتاب زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی۔

۱۔ رسالہ صدقہ وارث فی علاج الطاعون ۔ ۲۔ قرابادین احمدی ۳۔ مفردات احمدی

[۱] تذکرۃ الاطبا اول ص ۲۷۳

Marfat.com

۴۔ مطب احمدی ۵۔ یادگار احمدی۔ ۶۔ رہبر مرضیان ۷۔ رسالہ نبض ۸۔ رسالۂ قارورہ ۹۔ شرح رسالہ اسحٰق بن حنین۔

ان کے دست مبارک سے لکھی ہوئی بعض کتابیں علمی شغف کے علاوہ فن خوشنویسی سے ان کی دلچسپی کو ظاہر کرتی ہیں۔ ان کے قلم کی یادگار دو کتابیں ادویہ باہیہ از مولوی فرید الدین المشتہر بہ حکیم کلو اور تذکرہ امام سویدی حکیم مسعود رضا کے پاس محفوظ ہیں پہلی کتاب ۴۲ شوال ۱۲۹۰ھ اور دوسری ۳۰ رمضان بروز چہار شنبہ ۱۲۹۱ھ کی مکتوبہ ہے۔ ان پر ۱۲۸۷ھ کی حکیم احمد رضا کی مہریں بھی ہیں۔

حکیم صاحب نہایت خلیق، پابند شرع تہجد گزار اور درویش صفت اور صاحب دل انسان تھے۔ غالباً چشتی سلسلہ میں کسی بزرگ سے بیعت بھی حاصل تھی۔ ہفتہ میں دو روزے ہمیشہ رکھتے تھے۔ مساجد کی تعمیر سے بڑا شوق تھا، رام پور میں تقریباً ۱۸ مساجد کی مرمت یا تعمیر کرائی۔ مسجد کے معاملہ میں ہمیشہ سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا اور دنیوی نقصان کی پروا نہیں کی، مسجد حیدر خ والی (اسی مسجد کے پاس حکیم صاحب کا مطب تھا) مسجد متصل مسٹن گنج کی تعمیر پر انھوں نے زر کثیر صرف کیا۔ اس مسجد کے نام انھوں نے جو قطعہ خریدا تھا اس کے سامنے خزانچی کے مکان کا پھاٹک تھا جو اب بند ہے۔ نواب حامد علی خاں نے مسجد کی تعمیر سے قبل حکیم صاحب سے یہ قطعہ خزانچی کو دینے کے لئے کہا، خزانچی اس کی منہ مانگی قیمت ادا کرنے کو تیار تھا مگر حکیم صاحب نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ یہ زمین اللہ کے لئے خریدی گئی ہے۔ اب اسے کسی دوسرے کو فروخت نہیں کیا جا سکتا۔

رام پور میں قلعہ کے مشرقی حصہ میں جو مسجد ہے اسے نواب حامد علی خاں قلعہ کے اندر شامل کر کے اس کا دروازہ بند کرنا چاہتے تھے۔ حکیم صاحب کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ مسجد میں آگئے اور فرمایا کہ میرے سینہ پر اس کی نیو کھدے گی۔ یہ سننے کے بعد وہاں اور لوگ بھی کافی تعداد میں جمع ہو گئے۔ آخر نواب صاحب کو ارادہ ختم کرنا پڑا اور یہ دروازہ حکیم صاحب کی حیات تک کھلا رہا۔ ان کے انتقال کے بعد دروازہ بند کر کے اسے قلعہ میں شامل کر لیا گیا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد اس کا دروازہ

Marfat.com

پھر کھول دیا گیا ہے۔ یہ واقعہ حکیم صاحب کی جرأت ایمانی اور رام پور میں ان کے اثرات کا ثبوت ہے۔ مولانا امتیاز علی خاں عرشی کے علاوہ حکیم سید سلطان احمد رضوی کے بڑے ماموں محمد ابراہیم علی خاں تہر (عمر تقریباً ۹۰ سال) نے بھی راقم کو دوسرے سفر رام پور میں درج بالا واقعہ سنایا تھا۔

حکیم صاحب نے بہت سے غرباء کے مکانوں میں کنوئیں بھی کھدوائے۔ مفتی محمد لطف اللہ نے جب مدرسہ انوار العلوم کی بنیاد ڈالی تو حکیم صاحب نے ان کی بہت اعانت فرمائی اور اس کے قیام کے سلسلہ میں خاص دلچسپی لی۔ ان کی بزرگی اور درویشی کی وجہ سے رام پور میں کسی خاندان میں ان سے پردہ نہیں کیا جاتا تھا۔ سورۂ یوسف کے علاوہ تلاوت سے عظم طحال کا ٹوٹکہ بھی جانتے تھے۔ تسخیر امراض کرتے تھے۔ جنرل عظیم الدین خاں ان کے خاص دوست تھے۔ ان کے ہمراہ حافظ سید جمال اللہ شاہؒ (وفات ۳ صفر ۱۲۰۹ھ) کے مزار پر تشریف لے جاتے تھے اور ان سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔

مطبع احمدی کے نام سے حکیم صاحب نے ایک پریس جاری کیا تھا، جس میں اخبار سرور قیصری اور مذاق کا جملہ شائع ہوتا تھا، دس بارہ ہزار روپیہ کے نقصان سے بند کیا۔ رام پور میں دواخانہ حامدی کے نام سے انہوں نے ایک کوآپریٹو دواخانہ بھی قائم کیا تھا۔ شہر کے بہت سے اطباء اس کے حصہ دار تھے۔ مسیح الملک حکیم اجمل خاں اس کے صدر اور حکیم احمد رضا خاں سکریٹری تھے۔ حکیم محمود رضا اور حکیم مقصود رضا بھی اس کے حصہ دار تھے۔ میرے پاس اس کی تین رسیدیں محفوظ ہیں جن پر صدر حکیم اجمل خاں اور سکریٹری حکیم احمد رضا خاں کے دسمبر ۱۹۰۰ء کے دستخط ہیں۔ یہ دواخانہ حکیم صاحب کی زندگی تک قائم رہا۔ کوآپریٹو دواخانہ کی یہ اسکیم اس زمانہ کے لحاظ سے ایک نئی چیز تھی جو حکیم صاحب کی جدت اور بدلتے ہوئے تقاضوں پر ان کی نظر کو ظاہر کرتی ہے۔

انتقال سے چار سال قبل ریاست سے ترک تعلق کر لیا تھا مگر [illegible]

Marfat.com

ہی یں رہا۔ سرطان میں مبتلا ہونے کے باعث جب حالت بہت حالت نازک ہوگئی تو لکھنؤ سے حکیم عبدالعزیز رام پور آئے اور لکھنؤ چلنے کے لئے اصرار کیا اور اپنے ہمراہ لکھنؤ لے گئے۔ وہاں پہنچنے کے دوسرے ہی دن ۴ ستمبر ۱۹۰۴ء کو وفات پائی۔ ان کے انتقال کے سلسلہ میں حکیم صدیق احمد امروہوی نے راقم کو ایک عجیب واقعہ یہ سنایا کہ حکیم احمد رضا کے عزیزوں میں نواب شاکر علی خاں لکھنؤ میں تھے۔ خاندان کے کچھ لوگ لکھنؤ میں آباد تھے۔ نواب صاحب نے کافی طویل عمر پائی۔ جس وقت حکیم احمد رضا لکھنؤ کے لئے روانہ ہونے لگے تو انھوں نے نواب شاکر علی خاں سے کہا کہ مجھے کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جس وقت کوئی ڈاکٹر مجھے ہاتھ لگائے گا تو میری موت واقع ہو جائے گی۔ چنانچہ جب وہ لکھنؤ پہنچے تو لکھنؤ کے ایک مشہور ڈاکٹر کو دکھانے کے لئے مشورہ ہوا۔ کچھ ... کچھ سرطانی پھوڑے کی تکلیف غشی ہو گئی۔ اسی حالت میں ڈاکٹر کو پھوڑے کی پٹی کھول کر دکھائی گئی جب ہوش آیا تو پٹی باندھی جا رہی تھی، بہت غصہ کا اظہار کیا اور اس کے دس منٹ بعد روح پرواز کر گئی۔

حکیم صاحب کی شادی نواب عظمت اللہ خاں فاروقی (مراد آباد) کے خاندان میں شمس النساء بیگم بنت نواب محمد باقر علی خاں فاروقی سے ہوئی تھی۔ یہ شادی نواب کلب علی خاں نے طے کی تھی۔ نواب باقر علی خاں رام پور میں تحصیلدار تھے۔ پانچ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں یادگار ہیں۔ حکیم حافظ محمود رضا، حکیم محسن رضا، حکیم مسعود رضا، مقصود رضا، اور حکیم مشتاق رضا۔ مقصود رضا نے تقریباً بیس سال کی عمر میں عالم جوانی میں وفات پائی۔

بڑی صاحبزادی نسیم النساء بیگم کی شادی نواب مولوی ندا علی فاروقی سے ہوئی تھی یہ حیدرآباد میں امور مذہبی کے منتظم تھے۔ چار صاحبزادے ڈاکٹر یونس علی خاں، یعقوب علی خاں، اسحق علی خاں، اسمٰعیل علی خاں ایڈوکیٹ اور ایک دختر نور جہاں ہیں۔

چھوٹی صاحبزادی سعیدالنساء بیگم سرن مقبول جہاں حکیم مسیح الدین احمد خاں

Marfat.com

وکیل سے منسوب تھیں ان کے دو صاحبزادے مولوی اقبال الدین احمد خاں اور احتشام الدین احمد خاں ہیں۔

نمونہ مطب

ازبیاض حکیم حسین رضا (قلمی)

رمد: رسوت زرد ۹ گرام اقاقیا ۹ گرام شب یمانی بریاں ۶ گرام آب برگ مکوہ سبز میں پیس کر افیون خالص ۲ گرام زعفران خالص ۱ گرام پیس کر اضافہ کر کے پکائیں قوام غلیظ ہونے پر آگ سے اتار دیں اور چنے کے برابر گولیاں بنا کر سایہ میں خشک کریں اور ضرورت کے وقت بطور لیپ لگائیں۔

دردگوش: گل بابونہ ۱۲ گرام اکلیل الملک ۱۲ گرام گل سرخ ۱۲ گرام برگ عنب الثعلب سبز ۳۶ گرام برگ کاسنی سبز ۳۶ گرام پوست خشخاش ۱۲ گرام پانی میں جوش دے کر نیم گرم بھپارہ کریں۔

یبس اعضا: تراشہ کدو ... عدد تراشہ ... ۲ عدد تراشہ خیارزہ تازہ ۲ عدد برگ پالک سبز ۲۵ گرام برگ خرفہ سبز ۲۵ گرام گل نیلوفر ۲۵ گرام گل سرخ ۲۵ گرام پوست خشخاش ۲۵ گرام تخم ... ۲۵ گرام شیر ... کلو پانی میں جوش دے کر نیم گرم بھپارہ کریں۔

ناسور: استخوان سر انسان باریک کرکے شیر ... میں ملا کر مرہم بنائیں اور استعمال کریں۔

نزلہ: کندش برگ نیم تنباکو زردی مرکل نیشنہ ہموزن باریک کرکے سونگھا کریں۔

بحوحت صوت: زردی بیضہ مرغ ... خالص میں ملا کر تھوڑا تھوڑا چاٹیں۔

دیگر: سلارس ۳ گرام شہد خالص ... گرام میں ملا کر چاٹیں۔

بوئے بغل: اسپند سرکہ خالص میں جوش دے کر بغل میں ملیں۔

Marfat.com

قلق : مرزنجوش ۹ گرام سعد کوفی ۹ گرام شحم حنظل ۹ گرام اکلیل الملک ۹ گرام باریک کرکے آب برگ کاسنی سبز بقدر حاجت میں پیس کر روغن گل ۲ گرام اضافہ کرکے نیم گرم ضماد کریں۔

درماۃ مثانہ : برگ لکر دندہ سبز برگ گوبھی دشتی برگ کنگھی سبز برگ عنب الثعلب سبز برگ خطمی سبز برگ۔ ترب سبز ہر ایک ۳۶ گرام پانی میں جوش دے کر کپڑے پر رکھ کے پیڑو پر باندھیں۔

ہاسہ : برگ نیم پوست درخت سرس بیخ سوسن پانی میں پیس کر لیپ کریں۔

ورم خصیہ : آرد خستہ شیرہ ۲۵ گرام خطمی ۱۲ گرام سرکہ میں پیس کر لیپ کریں۔

دیگر : اسپغول ۲۵ گرام پوست خشخاش ۲۵ گرام کوٹ پیس کر خوب پکائیں اور روغن گل ملا کر ضماد کریں۔ ورم مفاصل و کنج ران و تعضیب و فرج میں بھی نہایت مفید ہے۔

وجع مفاصل : استخوان انسان سوختہ ۴ گرام شکر سفید ۴ گرام باہم ملا کر کھائیں۔ عرق النسا ، رادرد اور تے میں بھی مفید ہے۔

داد : شعیر ، رال ، کتیرا ، مغز تخم خربزہ ہموزن پیس کر سرکہ میں ملا کر لیپ کریں۔

دیگر : خراطین سفید تیرمس صدف سوختہ ہو کھار پیس کر سرکہ ملا کر لیپ کریں۔

سعال : گل بنفشہ ۱۲ گرام پوست بلیلہ زرد ۱۲ گرام نمک سانبھر ۶ گرام سب کو باریک کرکے ادرک کے پانی میں چنے کے برابر گولیاں بنائیں اور ایک گولی منہ میں رکھیں۔

حکیم حسین رضا

حکیم حاجی حسن رضا کے دوسرے صاحبزادہ تھے۔ ۱۸۵۹ء میں پیدا ہوئے۔ مختلف علما سے عربی درسیات کی تکمیل کی۔ یگانۂ عصر شمس العلما مولانا عبدالحق خیرآبادی (وفات ۲۳ شوال ۱۳۱۶ھ) سے معقولات، مولانا عبدالعلی خاں (وفات ۱۳۰۳ھ) سے ریاضی اور میاں سید حسن شاہ (وفات ۱۳۱۲ھ) سے حدیث کی سماعت کی۔ طب اپنے والد سے پڑھی۔

کتابوں کے مطالعہ کے بے حد شائق تھے اور زیادہ وقت کتب بینی میں صرف کرتے تھے۔ ۱۸۷۷ء سے انھوں نے درس کا سلسلہ شروع کیا۔ ان کا درس بہت زوردار ہوتا تھا اور بڑی تعداد میں طلبا شریک رہتے تھے۔ علم میں اپنے برادر بزرگ سے بڑھ کر تھے مگر مطب کی رونق بھائی کے مطب سے کم تھی۔ ان کے مطب میں گو مریضوں کا اژدہام نہیں ہوتا تھا لیکن معالجہ میں نہایت غور و خوض اور توجہ سے کام لیتے تھے۔ صرف مریض کے حال کہنے پر نسخہ نہیں تجویز کرتے تھے بلکہ نبض و قارورہ کے معائنہ کے بعد تشخیص مرض کرتے اور اس کے مطابق نسخہ تحریر فرماتے تھے۔ طاعون کے علاج میں خاص شہرت تھی۔

۲۲ جون ۱۸۸۱ء کو بعہد نواب کلب علی خاں رامپور میں زمرۂ اطبا میں ملازم ہوئے۔ ۲۰ اپریل ۱۸۸۷ء کو بعہد نواب سید مشتاق علی خاں ترقی ہوئی

Marfat.com

۱۸۹۳ء میں بزمانہ کونسل ایجنسی آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوئے کیم ستمبر ۱۸۹۵ء میں نواب سید حامد علی خاں کے زمانہ میں مزید ترقی حاصل ہوئی اور ۲۲ سال کی ملازمت کے بعد ۱۹۰۲ء میں رام پور کی طبی خدمات سے سبکدوش ہوئے[1]

محب گرامی حکیم صیانت اللہ امروہوی کے جد امجد حکیم محمد حکمت اللہ (وفات ۱۹۰۶ء) رام پور میں حکیم حسین رضا خاں کے ہم عصر تھے۔ ان کے پاس موجود ایک کاغذ پر ان کے اجلاس کی یہ تاریخ درج ہے "تاریخ اجلاس حکیم عبدالخالق ۱۸۸۳ء تاریخ اجلاس حکیم حسین رضا خاں اپریل ۱۸۸۰ء تاریخ اجلاس حکیم محمد حکمت اللہ خاں (صدیقی) ۱۶ نومبر ۱۸۸۰ء"

رام پور سے ترک تعلق کے بعد لکھنؤ پہنچ کر حکیم صاحب نے مطب اور درس کا سلسلہ شروع کیا اور کثیر تعداد میں طلبا ان سے مستفید ہوئے۔ کچھ عرصہ پھر رامپور واپس آئے جہاں آخر تک مطب اور درس کی مصروفیت قائم رہی، حکیم مولوی غلام رسول خاں، حکیم محمد زبیر[2] (عارف پورہ) حکیم قاضی عبدالرحمن (ریاست چرکھاری) حکیم مولوی حبیب احمد حکیم رفاقت اللہ (بدایوں) ان کے تلامذہ میں تھے۔ حکیم حبیب احمد نے کل کتب طبیہ و درسیہ عربی کی تکمیل ان سے کی تھی۔

حکیم حسین رضا کو نہ صرف کتابوں کے مطالعہ کا شوق تھا بلکہ انھوں نے بہت سی قلمی و مطبوعہ کتابیں جمع کی تھیں اور ان کے پاس طب کا بڑا بیش قیمت ذخیرہ تھا۔

تصانیف میں تحفہ حسینی مطبوعہ کتاب ہے۔ ان کی ایک قلمی بیاض جس میں

---

[1] تذکرہ کاملان رام پور ص ۱۰۵

[2] یہ حکیم عبدالعزیز کے بھی شاگرد تھے۔ ان کی اسناد پر حکیم حسین رضا، حکیم عبدالعزیز حکیم حافظ عبدالعلی اور حکیم عبدالولی کے علاوہ حکیم محمد حسین، حکیم عابد حسین لکھنوی، حکیم علی محمد لکھنوی اور ناظم جہاں حکیم اعظم خاں کی مہریں تھیں۔

Marfat.com

حکیم احمد رضا، حکیم حسن رضا، حکیم محمد ابراہیم اور خاندان کے دوسرے اطباء کے نسخے درج ہیں لکھنؤ میں ان کے پوتے حکیم صابر رضا صابر کے پاس محفوظ ہے۔

حکیم حسین رضا نے یکم ربیع الاوّل ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۴ مارچ ۱۹۰۹ء بروز چہار شنبہ رام پور میں انتقال کیا۔ اور میاں سید محمد عاشقؒ (وفات: ۱۰ صفر ۱۳۱۱ھ) کے مزار میں بلاسپور دروازہ کے قریب سپرد خاک ہوئے۔ قطعۂ تاریخ وفات ہے

حسن سیرت میں بے مثال تھے آپ — لاجواب آپ شکل و صورت میں
جرات و زور میں تھے رستم عصر — حاتم وقت تھے سخاوت میں
قابلیت میں شہرۂ آفاق — اور مشہور تھے طبابت میں
لوگ شیخ الرئیس کہتے تھے — آپ ایسے تھے علم و حکمت میں
فکر سنہ تھی کہ یہ صدا آئی — سب کچھ اللہ کی ہے قدرت میں
گئے دنیا سے جب حسین رضا — آ گئے وہ خدا کی رحمت میں
پھر یہ حکم خدا ہوا ساحر — کہہ دو داخل حکیم جنت میں

۱۳۲۷ھ

پانچ فرزند حکیم ہادی رضا، محمد احسان رضا احسان (وفات ۱۹۲۶ء) حامد رضا حکیم حبیب رضا، محمد رضا، اور چار دختر انتظار جہاں، نایاب جہاں (والدہ محمد خلیل صدیقی ریڈر سول انجینیرنگ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) سردار جہاں ان کی یادگار تھیں۔

نمونہ مطب:

از بیاض حکیم حسین رضا (قلمی) یہ بیاض ۲۵۲۳ نسخوں پر مشتمل ہے۔ اس میں ان کے علاوہ ان کے والد حکیم حسن رضا، برادر اکبر حکیم احمد رضا اور خاندان کے دوسرے اطباء مثلاً حکیم محمد یعقوب حکیم ابراہیم، حکیم محمد مسیح وغیرہ کے نسخے درج ہیں۔

نزلہ: حسن یوسف ۱۲ گرام تخم باقلا مقشر ۹ گرام پوست نارنگی سرخ تازہ ۲۵ گرام مغز تخم خرفہ ۲۵ گرام مغز بادام شیریں ۷ عدد مغز بادام تلخ

۲ عدد تخم معصفر ۶ گرام برنج ساٹھی ۲۷ گرام صدف صادق ۶ گرام جو مقشر ۶ گرام سنبل الطیب ۳ گرام اشنہ ۳ گرام کف دریا ۹ گرام زعفران خالص ۱ گرام ڈنڈی ہارسنگھار ۱۲ گرام باریک کرکے عرق کیوڑہ ۲۷ گرام ملا کر عطر کیوڑہ ۱ گرام روغن حنا ۱۲ گرام اضافہ کرکے چرب کریں اور چہرہ پر لگائیں اور ایک گھنٹہ بعد گرم پانی سے دھوئیں۔

شو منقلب: آبنوس سوختہ مغسول ۲ گرام سم خر سوختہ ۱ گرام مہرہ زرد سوختہ ۱ گرام نوشادر ۱ گرام سرکہ خالص میں پیس کر سایہ میں خشک کریں اور کام میں لائیں۔

وجع الحلق: برگ مکو سبز ۲۵ گرام برگ کشنیز سبز ۲۵ گرام برگ املتاس ۲۵ گرام پوست کوکنار ۱ عدد جوش دے کر نیم گرم غرغرہ کریں۔

تبخیر خفقان: گل موتیا ۲۵۰ گرام تراشہ خس ہندی ۱۸۷ گرام گل سیوتی ۱۲۵ گرام رات کو پانی میں بھگو کر صبح دو کا عرق کشید کریں۔

حکیم غلام احمد

حکیم خواجہ محمد حسین کے بڑے صاحبزادہ تھے۔ طب کی تعلیم حکیم ابراہیم و حکیم اسمٰعیل سے حاصل کی۔ کچھ عرصہ حکیم مسیح کے ہمراہ کلکتہ بھی قیام رہا۔ لکھنؤ میں مطب کا کامیاب سلسلہ تھا۔ فاطمہ بی بی بلوچپورہ سے شادی ہوئی تھی۔ دو فرزند ظہور احمد و حکیم نصیر احمد (دھرانچ) اور دو دختر افضل جہاں اور افسر جہاں تھیں۔ افضل جہاں احمد اللہ شاہ سے اور افسر جہاں اصغر حسین (زنانپارہ) سے منسوب تھیں۔

حکیم نصیر احمد معالجہ کے علاوہ علمی اعتبار سے نہایت ممتاز تھے۔ تنشیط الاذہان فی بحث الالوان مصنفہ حکیم محمد ابراہیم لکھنوی (مکتوبہ ۱۲ صفر ۱۳۰۹ھ) اور تبصرۃ الآیات تالیف ۱۲۲۵ھ) مکتوبہ ۱۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۰۸ھ کے علاوہ ان کے قلم کی یادگار بعض دیگر کتابیں بھی محفوظ ہیں۔

حکیم غنی احمد

حکیم محمد حسین کے دوسرے صاحبزادہ تھے۔ درسیات کی تکمیل لکھنؤ کے مختلف اساتذہ سے کی طب کی تعلیم حکیم ابراہیم سے پائی۔ حکیم مسیح کو ان سے غیر معمولی محبت تھی۔ انھوں نے ان کی تعلیم و تربیت پر بہت توجہ رکھی۔ ان کے ہمراہ یہ کلکتہ بھی گئے۔ مٹیا برج میں مستقل طور پر قیام کی وجہ سے وہاں کی علمی صحبتوں سے مستفید ہونے کا انھیں پورا موقع ملا۔ کلکتہ سے واپسی پر لکھنؤ میں مطب کے فرائض انجام دیئے۔ اس کے بعد ضلع لکھنؤ میں مطب کیا اور وہیں توطن اختیار کیا۔

احمدی خانم بنت مظفر حسین دنواسی حکیم محمد یعقوب سے شادی ہوئی تھی۔ احمدی خانم نے ۴ صفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء بروز پنجشنبہ وفات پائی۔ صرف ایک صاحبزادی سرور جہاں تھیں جن کی شادی حکیم عبدالقوی سے ہوئی تھی۔

حکیم حسین احمد

دستور خاندان کے مطابق طب کی کتابیں پڑھیں مگر زندگی بھر کبھی طب سے تعلق نہیں رہا۔ پہلی زوجہ سے ایک صاحبزادہ تجمل حسین تھے جو قبل شادی وفات پاگئے۔

دوسری زوجہ سے تین صاحبزادہ مجیب احمد، حکیم مقبول احمد اور دو صاحبزادیاں نور جہاں (زوجہ حمید اللہ) اور حسین جہاں (زوجہ ظفر اللہ) تھیں۔

Marfat.com

حکیم حافظ عبدالولی

حکیم حافظ عبدالعلی کے بڑے صاحبزادے تھے۔ ۱۲۹۰ھ میں پیدا ہوئے ۲۲ ذی الحج ۱۲۹۲ھ بروز پنجشنبہ کو بہت دھوم سے ان کی دودھ بڑھائی کی تقریب منائی گئی دس برس کی عمر میں حفظ قرآن اور ابتدائی کتابوں کے بعد درجہ عالیہ کی کتابیں فرنگی محل میں مولانا افہام اللہ (وفات ذی قعدہ ۱۳۱۶ھ) ابن مولانا انعام اللہ سے پڑھیں طب کی تعلیم اپنے والد حکیم عبدالعلی اور عم نامور حکیم عبدالعزیز سے حاصل کی۔ ۱۷ برس کی عمر میں فراغت کے بعد درس و تدریس اور علیحدہ مطب کا سلسلہ شروع کیا۔

حکیم عبدالولی کو ابتدا ہی سے تقلید کلی سے نفرت رہی۔ مسائل پر ہمیشہ مجتہدانہ نظر ڈالتے تھے۔ تقریباً ۶-۷ برس قدیم مروجہ طرز پہ پڑھانے کے بعد طریقہ درس میں تبدیلی کی اور مروج طریقہ کے خلاف پڑھانا شروع کیا۔ پرانے طریقے کے مطابق کتاب کی عبارت میں بحث و مباحثہ اور اس کے متعلق دیگر علوم سے جس قدر زیادہ بحث ہو اسی قدر استاد کی تعریف ہے۔ حکیم صاحب نے کتاب کی عبارت کے بجائے مسائل طبیہ پر روشنی اور ان پر بحث کو اپنا شعار قرار دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت کم عرصہ میں ان کی شہرت دوسرے قابل اساتذہ کی طرح ہو گئی اور جوق در جوق طلبا ان کے درس میں آنے لگے۔ چنانچہ ایک وقت میں ساٹھ ساٹھ ستر ستر

Marfat.com

طلبار ان کے حلقۂ درس میں شرکت کرتے تھے[1] ان کے شاگردوں کی تعداد بے شمار ہے کتابی اسباق اور زبانی لیکچر کے علاوہ طلباء کے مذاکرہ و مباحثہ کے لئے انھوں نے ایک انجمن دارالتذکرہ قائم کی تھی، جس سے طلبار نے بہت فائدہ اٹھایا۔ دوسری انجمن خاص طبی بحث و مباحثہ کے لئے بھی قائم کی تھی جس میں خود بھی لیکچر دیتے تھے اور امراض اور طبی مسائل پر اظہار خیال کرتے تھے۔ مولانا حکیم عبدالحیٔ ناظم ندوۃ العلمار نے جو اس زمانہ میں ۱۳۱۱ھ تا ۱۳۱۲ھ حکیم عبدالولی کے مطب اور حکیم عبدالعزیز سے طب کی کتابیں پڑھ رہے تھے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے "اس زمانہ میں جھوائی ٹولہ میں سفتہ وار طبی جلسہ ہوتے رہتے تھے جس میں دوسرے طلباء کے علاوہ وہ بھی اپنے مضامین سناتے تھے اور ان کے مضامین بہت بلند پایہ سمجھے جاتے تھے"[2]

حکیم عبدالولی کے تلامذہ میں بڑے لائق اور صاحب تصنیف اطباء گزرے ہیں۔ شفار الملک حکیم عبدالحسیب دریابادی کو بھی ان سے تلمذ حاصل تھا۔ صاحب تذکرہ علمار فرنگی محل مولانا محمد عنایت اللہ ابن مولانا شرافت اللہ بھی ان کے شاگرد تھے۔ وہ لکھتے ہیں

> "علم طب میں نے استاذی فخر الاطبار حاذق الوقت حکیم حافظ عبدالولی بن حکیم حافظ عبدالعلی کشمیری سے حاصل کیا اور عرصہ تک ان کے مطب میں نسخہ نویسی بھی کی۔"[3]

ان کے ممتاز شاگردوں میں حکیم مولوی عبدالغفور ہیں جن کے شاگرد حکیم عبدالرحمٰن چرکھاری کی کتابیں پیشرو اطباء کے مجربات پر محتوی ہیں جن میں

---

[1] الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند ص ۳۱۴

[2] یاد ایام اعنی تاریخ گجرات صفحہ ۱۰

[3] تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۵۲

حکیم ابراہیم، حکیم حافظ عبدالعلی، حکیم عبدالولی اور حکیم عبدالحفیظ بھی شامل ہیں[1]

حکیم حافظ محمد اسمٰعیل (بہار شریف) حکیم سید بشیر احمد (لکھنؤ) حکیم شیخ محمد ثناء اللہ (مئو) کے رہنے والے تھے ۱۹۰۲ء سے ۱۹۰۵ء تک حلقۂ درس میں شرکت کی اور فروری ۱۹۰۰ء میں سند طب حاصل کی[2] حکیم سید نعمت رسول[3] (سید پور ضلع بارہ بنکی) حکیم محمد حمید گل (درسمند ماموں، کوہاٹ) حکیم سید نعمت اللہ (ریاست باونی) مولوی محمد قائم، عبدالقیوم فرنگی محلی ان کے مخصوص تلامذہ میں ہیں۔

طب پر ان کے مضامین اخبارات اور رسائل میں برابر شائع ہوتے تھے اگر انھیں جمع کیا جا سکتا تو ایک گراں قدر مجموعہ تیار ہو جاتا۔

۱۹۱۰ء میں آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس کے قیام پر لکھنؤ اور دہلی میں اختلاف عظیم شروع ہوا۔ خاندان عزیزی یونانی کے ساتھ آیورویدک کے اختلاط کا مخالف تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ خالص طبی کانفرنس قائم ہونی چاہیے، اس لئے آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس کے مقابلہ میں لکھنؤ میں آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس قائم کی گئی تھی۔ حکیم عبدالولی نے خاندان کی رائے سے اختلاف کیا اور کانفرنس کی تائید میں مسیح الملک حکیم اجمل خاں کے ساتھ سرگرم حصہ لیا۔ اور اس طرح لکھنؤ میں ایک زبردست معرکہ مدتوں قائم رہا۔

---

[1] رموز الاطباء اول صفحہ ۳۱۲ حکیم عبدالرحمٰن کے چھبیس ستائیس رسالوں میں سے بعض رسالوں کے نام یہ ہیں۔ قرابادین کبیر رحمانی، قرابادین صغیر رحمانی، اکسیر یا کتاب الاشفاء بالمعین والقوی علی العلاج، عمدۃ القانون فی علاج الطاعون۔ خواص ہر ہر مفرد کی [illegible] [illegible] تیار اسمی، ہیضہ، نزلہ پر بھی علیحدہ علیحدہ رسالے ہیں۔

[2] رموز الاطباء اول ص ۵۱۸

[3] رموز الاطباء اول ص ۵۳۲

کانفرنس کا پہلا اجلاس ۲۷ و ۲۸ نومبر ۱۹۱۰ء کو دہلی میں منعقد ہوا تھا، اس اجلاس میں اور اس سے قبل دہلی اور لکھنؤ کا مناقشہ پیدا ہوا۔ پھر جب مسیح الملک حکیم اجمل خان نے لکھنؤ میں دوسرے اجلاس کی کوشش کی تو اس قضیہ نے اور زیادہ طول اختیار کیا اور سخت اختلافات ظاہر ہوئے۔ حکیم عبدالعزیز، حکیم عبدالحفیظ، حکیم عبدالرشید اور خاندان عزیزی کے زیر اثر اطبائے لکھنؤ کی اکثریت کانفرنس کی سخت مخالف تھی لیکن حکیم عبدالولی لکھنؤ میں کانفرنس کے موید تھے۔ انھوں نے اس کی تائید کے لئے ایک انجمن "حمایت الطب" قائم کی اور اس درجہ جرأت سے کام لیا کہ حکیم عبدالعزیز کی سرپرستی میں قائم آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس لکھنؤ کے جلسہ میں شریک ہو کر اس کی مخالفت کی۔

اس کے بعد انھوں نے اور ان کے دوست حکیم نظیر حسن خاں نے میر باقر کے امام باڑہ میں ایک جلسہ کیا جس میں ویدک اینڈ طبی کانفرنس دہلی کے اغراض و مقاصد سے اتفاق کرتے ہوئے تکمیل الطب کی مخالفت میں یہ تجویز بھی منظور کی کہ لکھنؤ میں ایک طبی مدرسہ قائم کیا جائے جس میں طب کے ساتھ وید ک کی بھی تعلیم دی جائے اور ایک دو ڈاکٹروں کو مقرر کر کے حسب ضرورت ڈاکٹری سے بھی فائدہ اٹھایا جائے۔ چنانچہ اس تجویز کو عملی جامہ پہناتے ہوئے انھوں نے خان بہادر حکیم نظیر حسن خاں اور حکیم شفاء اللہ کے تعاون سے ۱۹۱۰ء میں مدرسہ طبیہ کے نام سے ایک درسگاہ بھی قائم کی اس میں یہی لوگ اعزازی طور پر تعلیم دیتے تھے۔ مدرسہ کے ساتھ ہی حکیم صاحب نے مشترکہ سے ایک دواخانہ بھی قائم کیا تھا۔

۱ر مئی ۱۹۱۱ء کو حکیم عبدالولی نے اپنے مکان پر ایک جلسہ متعلق طبی کانفرنس منعقد کیا جس میں خان بہادر حکیم مرزا نظیر حسن خاں آنریری سکریٹری، حکیم [illegible]، حکیم رفیق ابراہیم، حکیم مولوی عبدالحی ناظم ندوۃ العلماء، حکیم مرزا جعفر حسین، حکیم حیدر حسین، حکیم مرزا محمد ہادی، حکیم علی محمد، حکیم سید احمد، حکیم سید کاظم حسین، حکیم علی نقی اور رام سنگھ وید سکریٹری ویدک اینڈ طبی کانفرنس دہلی کے علاوہ مولانا عبدالحلیم شرر بھی شریک تھے۔ اسی جلسہ میں لوکل کمیٹی قائم کرنے کا طے ہوا اور حکیم مرزا

Marfat.com

نظیر حسن خاں سکریٹری اور حکیم عبدالقوی اسسٹنٹ سکریٹری منتخب ہوئے۔ جلسہ نے لکھنؤ میں ۱۲-۱۳-۱۴ نومبر ۱۹۱۱ء مطابق ۲۰-۲۱-۲۲ ذی قعدہ ۱۳۲۹ھ کو آل انڈیا ویدک اینڈ طبی کانفرنس کا دوسرا اجلاس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ آل انڈیا کانفرنس نے اس کو فوراً منظور کرتے ہوئے ان کی کوششوں کے اعتراف میں لکھا کہ

”حکیم عبدالولی جو صوبہ اودھ کے ایک سربرآوردہ طبیب اور لکھنؤ کے ایک بڑے رکن ہیں۔ ایک باوقار جماعت کے کانفرنس کے متعلق انتظامات میں نہایت خلوص کے ساتھ مصروف ہیں۔“

حکیم عبدالولی نے کانفرنس کے ہونے والے اجلاس کو کامیاب بنانے کے لئے ۹ جولائی ۱۹۱۱ء کو حکیم نظیر حسن، حکیم شیخ آغا، پنڈت گدادھر وید اور چند اطباء کی طرف سے قیصر باغ کی بارہ دری میں ایک جلسہ عام کا اعلان کیا۔ ۴ بجے جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ اس سے اختلافات کے لئے حکیم عبدالرشید اور ان کے ساتھ لکھنؤ کے بہت سے سرکردہ اطباء بھی شریک جلسہ ہوئے۔ مولانا شبلی بھی مدعو تھے اور ان کی تقریر پروگرام میں شامل تھی۔ جلسہ کی صدارت کے لئے راجہ سر تصدق حسین خاں کا انتخاب کیا گیا تھا مگر وہ حالات کی نزاکت کے پیش نظر نہیں آئے۔ حکیم عبدالولی نے مولوی نظام الدین حسن کو صدر منتخب کرنا چاہا۔ حکیم عبدالرشید نے ان کے نام سے اختلاف کیا۔ حکیم عبدالولی نے کہا کہ یہ جلسہ لوکل کمیٹی آل انڈیا ویدک اینڈ طبی کانفرنس کی طرف سے ہے لہٰذا دوسروں کو اختلاف کا حق نہیں ہے۔ پھر خود کھڑے ہو کر تحریک پیش کی کہ حافظ محمد حلیم رئیس و سوداگر کانپور اس جلسہ کے صدر قرار دیئے جائیں۔ مولوی عبدالحلیم شرر نے اس کی تائید کی۔ ساتھ ہی ایک شور و ہنگامہ برپا ہو گیا۔ تمام لوگ کھڑے ہو گئے اور اسٹیج پر پہنچ گئے۔ پورے جلسہ گاہ میں ابتری مچی ہوئی تھی۔ فوجداری کے اندیشے کی بنا پر پولیس آگئی اور اس نے جلسہ ملتوی کرنے کا اعلان کیا۔ شاہد حسین بیرسٹر ایٹ لا نے بحیثیت سکریٹری انجمن تعلقداران اودھ اعلان کیا کہ قیصر باغ بارہ دری جس جلسہ کے لئے دی گئی تھی اس کی اجازت ختم کردی گئی ہے۔

Marfat.com

لیکن ان مخالف حالات کے باوجود لکھنؤ میں کانفرنس کے دوسرے اجلاس کی تیاریوں کے لئے حکیم عبدالولی نے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ آخر حکیم اجمل خاں کی خواہش کے مطابق ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴ر نومبر ۱۹۱۱ء کو لکھنؤ میں کانفرنس کا اجلاس منعقد ہوا۔ مقامی اطبا کی اکثریت نے حکیم عبدالرشید کے اثرات کے تحت شرکت نہیں کی اور یہ اجلاس کانفرنس کے دوسرے اجلاسوں کے مقابلہ میں کامیاب نہیں رہا۔ لیکن اگر مقامی طور پر حکیم اجمل خاں کو حکیم عبدالولی کی ہمنوائی اور تائید حاصل نہ ہوتی تو لکھنؤ میں کانفرنس کا یہ اجلاس منعقد تک نہیں ہو سکتا تھا۔

قیصر باغ کی بارہ دری میں اس قدر ہنگامہ ہوا کہ آخر میں مجسٹریٹ کو اعلان کرنا پڑا کہ اگر پانچ منٹ میں بارہ دری خالی نہیں ہوئی تو فائرنگ شروع کر دی جائے گی دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی اور ہر قسم کے جلسے وجلوس پر پابندی عائد ہو گئی۔ بارہ دری کے باہر خود حکیم عبدالرشید نے جلسہ کرنا چاہا۔ لیکن مجسٹریٹ نے ان سے معذرت چاہی۔

کانفرنس کے سلسلے میں اختلافات نے اس قدر شدت اختیار کی کہ گھروں کے بیچ میں دیواریں تک کھنچ گئی تھیں اور بالکل قطع تعلق کر لیا گیا تھا۔ اخبارات میں کانفرنس کی جو مخالفتیں اور موافقتیں شائع ہوتی تھیں ان میں نظموں کا بھی کافی حصہ ہوتا تھا، اور اہل لکھنؤ اس میں بہت دلچسپی لیتے تھے کیونکہ ایک بڑے خاندان کے درمیان یہ کشمکش تھی جو منظر عام پر آگئی تھی۔ ایک نظم کے بعض اشعار جس میں گھر کی ان رنجشوں کو نمایاں کیا گیا تھا ملاحظہ ہوں۔ یہ نظم بھی ایک اخبار میں شائع ہوئی تھی۔

اٹھائیں گے اتنا فتنہ وفساد یہ ہم نہ سمجھے تھے
کہ ہمارے اور اپنے بیچ میں دیوار کھنچیں گے

جنھیں ہم اپنا دایاں بازو سمجھتے تھے
یہ نہ سمجھے تھے کہ وہ ہم پر ہی تلوار کھینچیں گے

۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء میں حکیم عبدالولی کے انتقال کے بعد اس خاندانی نزاع کا خاتمہ ہو گیا۔ حکیم عبدالرشید نے ان اختلافات کو دور کرنے کے لئے جو بہت شدت سے پیدا ہو گئے تھے

Marfat.com

حکیم عبدالولی کی صاحبزادی عصمت آراء بیگم کو اپنی بیٹی بنایا اور اپنے چھوٹے بھائی حکیم عبدالحکیم سے ان کی شادی کی۔ شادی کے دو سال بعد جب حکیم عبدالحکیم کا انتقال ہو گیا تو حکیم عبدالحمید (حکیم عبدالرشید حکیم عبدالحکیم کے انتقال سے پہلے فوت ہو چکے تھے) نے ان کی دوسری شادی اپنے دوسرے چھوٹے بھائی حکیم عبدالعلیم سے کی۔

حکیم عبدالولی آل انڈیا ویدک اینڈ طبی کانفرنس کے سرگرم رکن اور اس کی سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کے ممبر تھے اور دہلی پہنچ کر اس کے اکثر جلسوں میں شرکت کرتے تھے۔ انہی کی سرگرمی اور دلچسپی سے کانفرنس کے تحت طبی نمائش کا سلسلہ شروع ہوا اور لکھنؤ میں کانفرنس کے دوسرے سالانہ اجلاس کے موقع پر پہلی طبی نمائش کا افتتاح عمل میں آیا۔ اجلاس سوم منعقدہ دہلی بتاریخ ۱-۲-۳ فروری ۱۹۱۳ء کی روئداد کے مطابق حکیم عبدالولی نے طبی نمائش کے ابتدائی کاموں میں جو قابل ذکر کوششیں کیں ان مساعی جمیلہ کی وجہ سے کانفرنس کی اسٹینڈنگ کمیٹی نے اپنے جلسہ منعقدہ ۲۹ جنوری ۱۹۱۲ء میں یہ تجویز منظور کی کہ نمائش کے انتظامات کی آئندہ نگرانی ان کے سپرد کی جائے[۱]۔ چنانچہ حکیم صاحب کو اس کا صدر بنایا گیا اور لکھنؤ اس کا صدر مقام قرار پایا۔

کانفرنس کی یہ نمائشیں بڑی دھوم اور اہتمام سے ہوتی تھیں اور کانفرنس کا خاص حصہ سمجھی جاتی تھیں۔ ان کے انتقال کے کئی سال بعد تک نمائش کی روئدادوں میں ان کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا جاتا رہا۔

کانفرنس کے اجلاس لکھنؤ میں جو مختلف نظمیں پڑھی گئیں ان سب میں حکیم عبدالولی کی شان میں اشعار کہے گئے۔ نواب سراج الدین احمد خاں سائل دہلوی کی طویل نظم (یہ ایک علیحدہ رسالہ کی صورت میں بھی طبع ہوئی تھی) کے دو اشعار جو حکیم عبدالولی سے متعلق ہیں ملاحظہ ہوں ؎

وہ مٹ گئیں وہ صورتیں سب خاک میں ملیں	دو چار کہنہ وضع ہیں اب آن لکھنؤ
ان کے طریق ان کی وجاہت دلیل ہے	یعنی یہ ہیں نشانیٔ ذیشان لکھنؤ

---

[۱] روئداد کانفرنس اجلاس سوم منعقدہ ۱۹۱۳ء ص ۱۸۶

Marfat.com

عبدالولی محب علی پیسر و بنی — فخر سلف یگانہ خلف جانِ لکھنؤ
مہمان نواز صورت معیشت سرفراز — اصلیت از اصول کریمانِ لکھنؤ
یونانیوں کی جان ہے حکمت میں فرد ہے — زیبا ہے گر کہیں اسے لقمانِ لکھنؤ
صورت ملک کی پائی ہے سیرت کریم کی — ایسے ہی ہوتے ہیں انسانِ لکھنؤ
انوار چہرہ اس کی نجابت پہ دال ہیں — اس کے جبین کی لوح ہے عنوانِ لکھنؤ
اس کی زباں کلید در گنج دوستی — اس کا دہاں خزینۂ پنہانِ لکھنؤ
کرتا ہے جب وہ بات برستے ہیں منہ سے پھول — مختص ہے استعارۂ بارانِ لکھنؤ
وہ بہرہ یاب فیض ہے فیض نخست سے — وہ مردمی کے واسطے برہانِ لکھنؤ
قامت ہے اس کا راستی کی دلیل راست — دم فی المثل ہے رستم دستانِ لکھنؤ
معنی میم مہر و محبت وہی تو ہے — کیوں کر کہیں نہ مایۂ احسانِ لکھنؤ
اس کی مثال اس کے وطن والے دیتے ہیں — اس مسئلہ میں میں تو ہوں حیرانِ لکھنؤ
مدحت میں اس کی مطلع عاقر بھی وہ پڑھوں — حیران جس کو سن کے ہوں سحبانِ لکھنؤ
تجھ سے ہی لکھنؤ میں ہے سب شانِ لکھنؤ — تجھ کو نہ کیوں کہیں مہ عرفانِ لکھنؤ
پایندہ دولتیست پاینار روزگار — فرخندہ نعمتیست در ایوانِ لکھنؤ
تیری عنایتوں کے ہیں مہمان سب یہیں — تا زیست جن سے ہوگا نہ کفرانِ لکھنؤ
ذات و صفات سے ہے تری لکھنؤ کو فخر — وابستہ تیری جوڑی سے دورانِ لکھنؤ
مسند رشادتوں کی مبارک رہے تجھے — شاہین نگاہدار تو تیرانِ لکھنؤ
جادہ ترے خلوص کا رستہ ثواب کا — تیرے خلاف ہے رہ عصیانِ لکھنؤ
شوکت تری ہے تیری وجاہت ہے آشکا — تو لکھنؤ میں موجب امکانِ لکھنؤ
ہمت نے تیری ہمت حاتم بھی پست کی — شایاں ہے گر کہیں تجھے خاقانِ لکھنؤ
سائل دعا پہ ختم کرا اپنے قصیدہ کو — ناخوش نہ ہونے پائیں سخندانِ لکھنؤ
طول کلام موجب تصدیع بندہ ہے — چوڑا ہے گرچہ مدح کو میدانِ لکھنؤ
گنتی میں میزبان کی ہیں اتنے سال عمر — حاضر ہیں جتنے شہر میں مہمانِ لکھنؤ

Marfat.com

اسی لکھنؤ کانفرنس میں تصدق حسین شمس لکھنوی نے جو نظم پڑھی اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

حاذق الملک مسیحائے زماں اجمل خاں — بانیٔ جلسۂ طب صاحب تمکین و وقار
رشک بقراط و ارسطو ہیں حکیم عبدالولی — جن کی تشخیص سے امراض کو ہوتا ہے قرار
کیوں نہ اے گلشن طب فخر ہو ان پہ تجھ کو — دونوں یہ پھول ترے باغ کے ہیں رشک بہار

حکیم فیض علی مرادآبادی کی طویل نظم کے دو شعر یہ تھے۔

کیا لکھنؤ کے اطبا نے مدعو — کہ جن میں ہیں شفائی کمال کیسے کیسے
وہ عبدالولی اور عبدالتقوی ہیں — جو اس فن کے ہیں قدرداں کیسے کیسے

حکیم اللہ یار جوگی لاہوری نے کہا

خادم حکمت کے یہاں پر ہیں حکیم عبدولی — طب کی تاریخ میں نام ان کا ہو تا حشر جلی
ان کی کوشش سے شگفتہ ہوئی حکمت کی کلی — میزباں اپنے سدا خوش رہیں یہ حامد علی

۱۸۲۷ء میں جب نصیر الدین حیدر سریر آرائے سلطنت اودھ ہوئے تو انھوں نے رفاہ عام کے لئے تین لاکھ چالیس ہزار آٹھ سو روپیہ ایسٹ انڈیا کمپنی کو دیا کہ اس رقم کے سود سے ایک دارالشفا یونانی اور ایک ہسپتال انگریزی (انگلش ہسپتال) جاری کرے۔ چنانچہ یہ دونوں شفا خانے آج بھی جاری ہیں۔

۱۹۰۵ء میں جب پرنس آف ویلز لکھنؤ آئے اس وقت ساکنان اودھ نے ان کی یادگار میں ایک ایسا طبی کالج قائم کرنے کا فیصلہ کیا جس میں ایلوپیتھی کے ساتھ طب یونانی اور ویدک کی بھی تعلیم دی جائے تاکہ یہ کالج ہندوستان میں اپنی نظیر آپ ہو۔ اس تمنا کے اظہار کے لئے سربرآوردہ اصحاب کا جو وفد سر جیمس لاٹوش لیفٹیننٹ گورنر ممالک متحدہ سے لکھنؤ میں ملا تھا، اس نے صاف الفاظ میں کہا تھا کہ ہندوستانی طب کی تعلیم کا بھی اس مجوزہ میڈیکل کالج میں انتظام ہونا چاہیئے۔ اس کے جواب میں انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ طب انگریزی کے ساتھ دیسی طب سے بھی فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جائے گی۔ چنانچہ ایڈورڈ میموریل فنڈ قائم کیا گیا اور اسی بنیاد

Marfat.com

پر باشندگانِ اودھ نے دل کھول کر چندہ دیا، پھر جب اس فنڈ سے کنگ جارج میڈیکل کالج قائم ہوا تو حکیم عبدالولی نے زبردست کوشش کی کہ اس میں طبی کلاسیں بھی قائم کی جائیں۔ چندہ کی وصولیابی کے وقت لوگوں کو یہی ترغیب دی جاتی تھی کہ اس میں طبی تعلیم بھی دی جائے گی۔ لیکن افسوس کہ تعمیر مکمل ہونے کے بعد یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکا۔

نواب وقار الملک نے طبی کانفرنس کے دوسرے اجلاس منعقدہ لکھنؤ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ "میڈیکل کالج لکھنؤ کی پہلی کمیٹی میں وہ بھی شریک تھے اس وقت عام لوگوں کا خیال تھا کہ اس کالج میں یونانی اور ویدک کی بھی تعلیم دی جائے گی اور اسی خیال سے بہت سے لوگوں نے اس میں چندہ بھی دیا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ اس میں ان طبوں کی کلاسیں نہیں کھولی گئی ہیں"۔

اس سے پہلے دسمبر ۱۹۱۰ء میں حکیم عبدالولی کی کوششوں کے نتیجہ میں آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس کی جانب سے بھی گورنمنٹ ممالک متحدہ کو لکھا گیا تھا کہ لکھنؤ کے میڈیکل کالج میں اب یونانی اور آیورویدک کی تعلیم کا انتظام کیا جائے تا کہ اس طبی کالج سے آگرہ و اودھ کے صوبہ کے علاوہ عام اہل ہند کو اسی قدر فوائد حاصل ہوں جن کے لئے اس عظیم الشان طبی درسگاہ کا بنانا نتیجہ ہوا ہے اور جو زیادہ کامیابی کے ساتھ اسی صورت میں حاصل ہو سکتے ہیں جب کہ اس میں طلبا کو ہندوستانی طبوں کی تعلیم بھی دی جائے۔

حکیم صاحب نے اپنے والد کے قائم کردہ دواخانہ مخزن الادویہ کے علاوہ اپنے ذاتی صرفہ سے ڈیوک آف اڈنبرا چیریٹبل ڈسپنسری کے نام سے ایک شفاخانہ جاری کیا تھا جس میں سو سے لے کر تین سو مریض روزانہ علاج کے لئے آتے تھے۔

حکیم صاحب کو سماجی اور قومی کاموں سے بہت دلچسپی تھی۔ تقریر بہت خوب کیا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں سیاست کا بہت زور تھا، حکیم صاحب بھی ادھر کھنچ گئے اور سیاسی و قومی معاملات میں عملاً حصہ لینے لگے۔ آخر میں بڑا انہماک ہو گیا تھا۔ قومی

Marfat.com

جلسوں میں شرکت کرتے تھے اور ان میں ان کی تقریریں پروگرام کا خاص حصہ ہوتی تھیں جنگ بلقان کے زمانہ میں لکھنؤ میں انجمن خدام کعبہ کے قیام میں انہوں نے بیحد دلچسپی لی۔ ان کے گھر اکثر اس کے جلسے منعقد ہوتے تھے۔ قومی تحریکات میں وہ فراہمی چندہ کے لئے کوشش کرتے تھے اور خود بھی نہایت خوش دلی سے چندہ پیش کرتے تھے۔

حکیم صاحب کو ادب کا بڑا ستھرا ذوق تھا۔ مولانا عبدالحلیم شرر کی روزانہ شب کو ان کے ہاں نشست رہتی تھی۔ شرر نے حکیم صاحب کے مہمان خانہ میں بیٹھ کر بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ حکیم عبدالعلی کے بعد حکیم عبدالولی کا دربار رامپور سے تعلق قائم ہو گیا تھا لیکن کچھ ہی دن گذرے تھے کہ نواب حامد علی خاں سے تلخی پیدا ہو گئی اور مختصر قیام کے بعد رامپور سے ترک تعلق کر کے لکھنؤ واپس آ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ مولانا عبدالحلیم شرر سے وہاں کے تمام واقعات کا ذکر آیا اور انہی کے مشورہ سے مولانا نے دربار رامپور تحریر کی۔ غالباً اسی کا اثر تھا کہ تذکرہ کاملان رامپور جو وہاں کے مشاہیر اور جماعت اہل علم کے تذکرہ پر مشتمل ہے اس میں حکیم ابراہیم، حکیم حافظ عبدالعلی اور حکیم حافظ عبدالولی کا تذکرہ شامل نہیں ہے۔ حالانکہ ان کے بہت سے شاگردوں کے حالات اس میں درج ہیں۔

حکیم صاحب کے ہاں تقریباً روز دعوتوں کا سلسلہ رہتا تھا۔ مہمان نواز بہت تھے باہر سے اکثر لوگوں کی آمد رہتی تھی۔ بجنور کے سید نصیرالدین حیدر اور سجاد حیدر یلدرم لکھنؤ میں ہمیشہ ان کے مہمان رہتے تھے، موسیقی کے دلدادہ تھے، ہارمونیم بہت اچھا بجاتے تھے۔ تقریباً ہر پندرھویں روز اپنے مکان پر موسیقی کی محفل منعقد کرتے جس میں ان کے بے تکلف احباب شریک ہوتے تھے۔

حکیم عبدالولی کی صحت خراب ہو گئی اور ۵۷ سال کی عمر میں استسقاء میں مبتلا ہو کر ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۴ء میں وفات پائی۔ قطعہ تاریخ وفات سے

فن طب میں سبقت جو کئے تھے سب دہر | وہ ذی نامی وہ سب مر گئے
فقط ایک باقی تھے عبدالولی | وہ عبدالولی بھی قضا کر گئے

۱۳۳۲ھ

Marfat.com

ان کی والدہ حیات تھیں جن کے لئے یہ صدمہ بڑا جانگسل تھا۔ حکیم عبدالولی کی شادی حکیم عبدالحفیظ کی صاحبزادی سکندر جہاں بیگم سے ۲۵ رجب ۱۳۱۴ھ کو ہوئی تھی۔ ایک صاحبزادہ حکیم بشیر ابراہیم (محمود لکھنوی) اور ایک صاحبزادی عصمت آراء بیگم ان کی یادگار تھے۔

حکیم عبدالولی پابندی سے روزنامچہ لکھتے تھے ۱۹۰۴ء کے روزنامچے کے اوراق میرے پاس محفوظ ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھی رہتا تھا مگر افسوس کہ ان کے کسی مسودہ کا سراغ نہیں مل سکا۔

معالجے میں انھیں خاص شہرت حاصل تھی اور کم عمری ہی میں انہوں نے معالج کی حیثیت سے بلند مقام پیدا کر لیا تھا۔ علاج میں مجتہدانہ روش تھی، ان کی جدت اور اجتہاد فن نے عوام سے زیادہ خواص کو ان کا مسخر کر دیا تھا۔ انہوں نے جدت اور بے خوفی سے کثرت سے معرکہ کے علاج کئے اور نہ صرف اپنے مجربات بلکہ تشخیص اور طریقہ علاج کی خوبی سے لاتعداد مریضوں کو فائدہ پہنچایا۔ لکھنؤ میں طاعون کے زمانہ میں خصوصیت کے ساتھ ان کی شہرت ہوئی اور اس مرض کا کامیاب علاج کرکے انہوں نے ہزاروں مریضوں کی زندگی بچائی۔ اس زمانہ میں ان کے مطب میں مریضوں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ گئی تھی۔

ایک مریض جس کے پھیپھڑے ڈاکٹروں کے مطابق بالکل خراب ہو گئے تھے اور جس پر ہر وقت بیہوشی طاری رہتی تھی اور وہ بخار سے پریشان تھا۔ اسے انہوں نے مادی بخار تجویز کیا اور خاص طریقہ پہ مبردات کا استعمال شروع کیا کیونکہ ضعف کی حالت بھی غالب تھی۔ ایک مہینہ میں وہ مریض بالکل تندرست ہو گیا۔ ایسے مریضوں کا جو بظاہر مدقوق سمجھے جاتے تھے انہوں نے اکثر مبردات کے عمل سے کامیاب علاج کیا۔ یہ عمل معمول کے مطابق منضج دے کر وہ نہیں کرتے تھے بلکہ وقتاً فوقتاً صرف ملین اور مبرد اشیاء ہوا کرتی تھیں اور غرض یہ ہوتی تھی کہ امعاء صاف رہیں اور تبرید کا اثر ہو۔ مریض کے پرہیز اور احتیاط میں بھی مروج طریقوں سے علیحدہ اکثر

Marfat.com

دوسرے طریقوں سے کام لیتے تھے۔

ایک عورت ضعف معدہ میں مبتلا تھی۔ عام بدنی ضعف بھی بہت بڑھا ہوا تھا اس کا علاج انھوں نے اس طور پہ کیا کہ غذا بالکل موقوف کرادی اور آب فواکہات خاص خاص وقتوں میں معین مقدار سے دینا شروع کیا اور معمولی ہلکا نسخہ استعمال کرایا دوسرے تیسرے روز صرف آدھ پاؤ عرق گلاب استعمال کراتے رہے اور مریضہ تندرست ہو گئی۔

اسی طرح ایک مریض کے منہ سے خون آتا تھا، عام اطباء نفث الدم کا علاج کرتے رہے۔ حکیم صاحب نے تشخیص کی کہ بلغم کے اجتماع سے عروق میں دباؤ ہوتا ہے اور اسی کی وجہ سے خون آتا ہے۔ چنانچہ ادویہ حارہ سے علاج کیا اور مریض صحت یاب ہو گیا۔

کشمیری محلہ میں شرفا خاندان سے ان کے بڑے تعلقات تھے۔ ان میں سے ایک بزرگ روزانہ گومتی اشنان کے لئے جاتے تھے اور واپسی پر جھوائی ٹولہ سے حکیم صاحب کے مطب میں سلام کرتے ہوئے گزرتے تھے ایک روز وہ اپنے بھائی کے ساتھ سلام کرتے ہوئے گزرے تو حکیم صاحب ان کے بھائی کو دیکھ کر ٹھٹک سے گئے اور ان سے ..... کہہ کر ایک دم خاموش ہو گئے گھر پہنچنے کے بعد انکے بھائی کا انتقال ہو گیا۔ دوسرے تیسرے روز وہ حکیم صاحب کے پاس آئے اور دریافت کیا کہ اس روز جب ہم آپ کے مطب کے سامنے سے گزرے تو آپ چونکے کیوں۔ کچھ کہتے کہتے رک گئے تھے جیسے آپ کچھ چھپانا چاہتے ہوں اور پھر گھر جا کر ان کا انتقال ہو گیا۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ چندن کا جو ٹیکہ وہ ماتھے پہ لگائے ہوئے تھے، وہ گیلا تھا، مجھے حیرت یہ تھی کہ بدن کا درجہ حرارت اس قدر گر چکا تھا کہ دریا سے یہاں تک آنے کے باوجود وہ خشک نہیں ہوا تھا۔ اس کے باوجود وہ زندہ کیوں ہیں۔ لیکن یہ بات ظاہر ہے کہنا مناسب نہیں تھی اور ایک دم سے اتنا درجہ حرارت گرنے کے بعد اس کا کوئی

علاج بھی ممکن نہیں تھا۔[1]

حکیم صاحب پرانی کھانسی میں کالی مینا کا شوربہ اور بیسن کی روٹی لہسن کی چٹنی زیادہ استعمال کراتے تھے۔

ان کے ایک شاگرد حکیم حافظ محمد اسمٰعیل (بہار شریف) کا بیان ہے کہ وہ کباب چینی اور شکر ہموزن، بقدار ایک تا دو ماشہ اکثر امراض مثلاً بخار، ورم جگر، ورم احشاء وغیرہ میں دوسری دواؤں کے ساتھ ضرور استعمال کراتے تھے۔

نمونہ مطب

از مطب حکیم عبدالولی مرتبہ حکیم صادق الیقین (کرسی) مکتوبہ ۱۲ صفر ۱۳۱۱ھ)

قشور لحمی دریول: گل ارمنی سن سوختہ کاغذ خام سوختہ دم الاخوین حجر الیہود رال سفید مغز تخم خیارین دانہ ہیل خرد پودینہ خشک سنگ سرماہی ہر ایک تین گرام سبوس اسبغول چھ گرام شکر سفید ہموزن کرکے سفوف تیار کریں مقدار خوراک ۳ گرام۔

دیگر: تخم ترب کاسنی تخم نیم تخم قرطم تخم خربزہ مکوہ خشک ہر ایک بارہ گرام برگ ترب سبز ۲۵ گرام، پانی میں جوش دے کر بھپارہ کریں

ضماد: ہلدی ۶ گرام صابون ۶ گرام پانی میں پیس کر ضماد کریں۔

صلابت عضلات بطن: موم خام ۱۲ گرام روغن کنجد ۳۶ گرام میں ڈالکر آگ پر

---

[1] ایسا ہی ایک واقعہ مولانا اشرف علی تھانوی رح کا ہے "حضرت مولانا اختلاج قلب کے دورہ سے چند ہی دنوں میں ایسے کمزور ہو گئے تھے جیسے مدتوں کے مریض ہوں۔ انہی دنوں حکیم مولوی محمد صدیق گنگوہی اپنے مطلب یعنی گڑھمکتیشور سے تھانہ بھون آئے ہوئے تھے۔ ان سے بغرض علاج رجوع کیا اور اپنا قارورہ ملاحظہ کے لئے بھیجا، حکیم صاحب قارورہ کو دیکھتے ہی چونک پڑے اور حیرت سے کہا یہ شخص زندہ کس طرح ہے؟ کیونکہ قارورہ صاف ظاہر کر رہا ہے کہ حرارت غریزی بالکل فنا ہو چکی ہے"۔ (سیرت اشرف از عبدالرحمٰن خاں ص ۲۱۶)

پگھلائیں اور گل بابونہ ۱۲ گرام مصطگی رومی ۱۲ گرام تخم خطمی ۳ گرام تخم کتاں ۳ گرام صبر سقوطری ۳ گرام اشق ۳ گرام باریک کرکے اضافہ کرکے کپڑے پر لگا کر نیم گرم عضلات پر باندھیں۔

اختلاج قلب[1] : ۱۔ ضماد قلب۔ زعفران ۱ گرام گل سیوتی ۶ گرام زہر مہرہ ۶ گرام پانی میں پیس کر عرق کیوڑہ ۶ گرام اضافہ کرکے کپڑا تر کرکے قلب پر رکھیں۔

۲۔ جواہر مہرہ ½ گرام زمرد سبز محلول ½ گرام مروارید نا سفتہ محلول ½ گرام یاقوت سرخ ½ گرام گاؤزبان ۱ گرام ایشب انگوری محلول ۱ گرام طباشیر کبود ۱ گرام زہر مہرہ خطائی ½ گرام باریک کرکے مربائے سیب ۸ ۱ گرام ملا کر ورق نقرہ ۱ عدد لپیٹ کر نصف حصہ صبح اور نصف حصہ شام کو کھائیں۔

۳۔ تخم خرفہ سیاہ ۶ گرام برگ گاؤزبان ۴ گرام تراشہ خس ہندی ۴ گرام گل چاندنی ۴ گرام گل سیوتی ۴ گرام گل گاؤزباں ۴ گرام کشنیز خشک ۴ گرام تخم کاسنی ۶ گرام گل نیلوفر ۴ گرام رات کو عرق گاؤزباں میں بھگو کر صبح صاف کر کے شربت بزوری بارد ۱۲ گرام حل کرکے پئیں۔

از رموز الاطباء

سعال شدید و سرفہ : برگ جہ جھٹہ ایک کلو مٹی کے برتن میں بند کرکے آگ دیں جب خاکستر ہو جائے تو اسے پانی میں حل کرکے جوش دیں تمام پانی سوختہ اور خشک ہو جائے تو خاکستر یا نمک مذکور ایک کلو دار فلفل ایک کلو اجوائن خراسانی ایک کلو تینوں کو ملا کر باریک پیس کر چنے کے برابر گولیاں بنائیں اور دن رات میں چند بار کھلائیں مقدار خوراک بر رائے طبیب۔

ضیق النفس و سرفہ مزمن : تخم حنظل ھنگرہ دیودار فلفل سیاہ زنجبیل ہموزن باریک کرکے ۶ گرام سفوف شہد میں ملا کر استعمال کریں۔

---

[1] اختلاج قلب کے دو نسخوں کی تفصیل حکیم عبدالحفیظ کے تذکرہ میں لکھی گئی ہے۔

Marfat.com

حکیم عبدالقوی

حکیم حافظ عبدالعلی کے دوسرے صاحبزادے تھے ۱۸۸۲ء میں پیدا ہوئے۔ عربی اور فارسی کی مروجہ کتابوں کی تکمیل کے بعد طب بزبان فارسی اپنے والد گرامی سے پڑھی نسخہ نویسی اور اعمال طب کی مشق حکیم عبدالولی کے مطب میں بہم پہنچائی۔

حکیم عبدالولی کی سرکردگی میں آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس سے گہری دلچسپی لی۔ اس کے سالانہ جلسوں میں پابندی سے شریک ہوتے تھے۔ ۱۹۱۱ء میں طبی کانفرنس کا جو دوسرا سالانہ اجلاس لکھنؤ میں منعقد ہوا اس کی انتظامیہ کمیٹی کے اسسٹنٹ سکریٹری مقرر ہوئے۔ کانفرنس کی حمایت میں "آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی کانفرنس کے مخالفین کو جواب" کے عنوان سے ان کا ایک مضمون مجلہ طبیہ دہلی میں شائع ہوا تھا[۱]۔ یہ مضمون بہت مدلل ہے اور اس میں اپنے نقطۂ نظر کی ترجمانی اچھے انداز میں کی گئی ہے۔

حکیم عبدالقوی نے حکیم عبدالولی کے انتقال کے بعد ان کی جگہ مطب شروع کیا شفاخانہ کنزالادویہ کا نظم بھی ان کے سپرد ہوا۔ اس دواخانہ سے مریضوں کو

---

[۱] ماہنامہ مجلہ طبیہ دہلی ستمبر ۱۹۱۱ء

مفت دوائیں دی جاتی تھیں۔ کنزالادویہ کے علاوہ دواخانہ مخزن الادویہ جو حکیم عبدالعلی کے وقت سے قائم تھا اور جسے حکیم عبدالولی نے اپنے زمانے میں بہت ترقی دی تھی اس کا انتظام بھی ان کے ذمہ تھا۔ اس دواخانہ میں قرابادینی نسخے اور دوسرے خاندانی مرکبات تیار ہوتے تھے۔ دونوں دواخانوں کو شہرت حاصل رہی۔ بعد میں تصوف کے اثر اور سیاسی مشغولیتوں کی وجہ سے دواخانوں کا کام متاثر ہونے لگا۔ ملازمین کی بے پروائی اور دوسری شکایتوں کو وہ خاص اہمیت نہیں دیتے تھے۔ مطب البتہ پابندی سے آخر عمر تک کرتے رہے۔ شروع میں مطب بہت چمکا، پورے وقت مریضوں کا ہجوم رہتا تھا لیکن دوسری مصروفیتوں کی وجہ سے اس سے بھی ان کی دلچسپی کم ہوتی گئی۔

دوسرے اراکین خاندان کی طرح درس کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ ان کے تلامذہ میں ممتاز اطبا شامل ہیں جن میں حکیم سید اعجاز حسین مسیحا (گوگاؤں اندور) جنھوں نے ۱۹۱۰ء میں ان سے سند حاصل کی تھی[1] اور حکیم محمد عبدالغنی نقشبندی (بجنور، لکھنؤ) حکیم سید عبدالستار عظیم آبادی[2] (حیدرآباد) وغیرہ ہیں۔

ملکی سیاسیات سے حکیم صاحب کو بڑا تعلق رہا۔ برسوں لکھنؤ کانگریس کمیٹی کے نائب صدر رہے۔ تحریک خلافت کے پرجوش رہنماؤں میں تھے۔ کھادی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ لکھنؤ میں جب سائمن کمیشن آیا اور اس کے خلاف پنڈت جواہر لال نہرو کی سرکردگی میں مظاہرہ ہوا، اس میں حکیم صاحب کا بھی سر پھٹا تھا۔ تحریک عدم تعاون کے زمانہ میں بدیسی کپڑے جلانے میں سبقت کی۔ خلافت کمیٹی کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے انھوں نے اعلان کیا کہ جب تک ملک آزاد نہیں ہو جائے گا میں نہ ٹوپی پہنوں گا اور نہ شیروانی، صرف گیروا کرتا میرا لباس ہوگا۔ جلسہ میں علی برادران بھی شریک تھے۔ انھوں نے جلسہ کے آخر میں چندہ کی اپیل کی،

۱۔ رموز حکمت ص ۹۰

۲۔ تذکرہ اطبائے عہد عثمانی ص ۱۳۰

Marfat.com

لوگوں نے بہت کچھ نچھاور کیا۔ عورتوں نے زیورات تک پیش کئے۔ حکیم صاحب نے گھر جا کر اپنی بھتیجی عصمت آرا بیگم سے اپنے گھر پر خواتین کا جلسہ منعقد کرنے کی خواہش کی اور فرمایا کہ بدیسی کپڑوں میں آگ میرے گھر پر ہی لگائی جائے۔ عصمت آرا بیگم نے جلسہ کے انعقاد کا نہایت خوش دلی سے اہتمام کیا اور بی اماں (والدہ مولانا محمد علی و مولانا شوکت علی) کی موجودگی میں بڑی شان سے جھوائی ٹولہ میں جلسہ ہوا۔ عصمت آرا کے علاوہ بی اماں نے بھی تقریر کی۔ اس جلسہ میں حکیم صاحب نے گھر کے سارے بدیسی کپڑے جلوا دیئے۔ عصمت آرا بیگم نے جہیز کے کپڑوں کو خود اپنے ہاتھ سے آگ لگائی اور اپنی شادی کا زیور اسی جلسہ میں خلافت کمیٹی کو بطور چندہ پیش کیا۔

حکیم عبدالقوی نے اس روز سے بال بڑھا کر کاکلیں رکھ لیں اور شیروانی کی جگہ بغیر ٹوپی کے گیروے رنگ کا لمبا گھٹنوں سے نیچا کرتا پہننا شروع کیا اور اسی طرح اپنی بقیہ ساری عمر گذاری۔

حکیم صاحب کا مطب ایک اہم سیاسی مرکز بن گیا تھا۔ مولانا حسرت موہانی، موہن لال سکسینہ، پنڈت بال مکند باجپئی، مولانا ظفرالملک، چودھری خلیق الزماں اور بہت سے اس دور کے رہنما ان کے مطب میں آتے تھے اور وہاں اہم سیاسی مشورے ہوتے تھے۔ حکیم صاحب کے مطب پر حکومت کی طرف سے کڑی نگرانی کے لئے "خاص آدمی" مقرر تھے۔

ایک زمانہ میں حکیم صاحب نے مطب کے پیچھے جو ایک چھوٹی سی کوٹھی کی شکل تھی اس میں پشاور قصہ خوانی بازار کے مشہور تاریخی حادثہ جس کے اندر چندر سنگھ گڑھوالی نے گولی چلانے سے انکار کر دیا تھا اور گڑھوال کی ساری پلٹن نے ہتھیار رکھ دیئے تھے۔ ان گورکھا سپاہیوں کا کھادی آشرم قائم کیا جو کئی سال تک چلتا رہا۔ یہ گورکھا پہاڑی حکیم صاحب کے ہاں مقیم رہے۔ ان کے ذریعہ وہ نیپال کوئی تحریک شروع کرانا چاہتے تھے۔

حکیم صاحب نے اس دور میں سیاسی نظمیں بھی کہیں، جن میں سے بعض بہت

Marfat.com

مشہور ہوئیں۔ خلافت کمیٹی لکھنؤ کے رفاہ عام ہال میں ایک تاریخی اجتماع ہوا، جس کو مولانا ابو الکلام آزاد نے بھی خطاب کیا تھا۔ حکیم صاحب نے اس میں اپنی ایک پرجوش نظم "اسیروں کہو کچھ رہائی کی باتیں" سنائی۔ یہ نظم اخبارات میں اشاعت کے بعد اس قدر مقبول ہوئی کہ اکثر جلسوں میں پڑھی جاتی تھی۔ رفاہ عام کے اس جلسہ میں بھی لوگوں نے اس کے لئے اصرار کیا تھا، ڈائس پر موجود رہنماؤں نے اس نظم کو حکیم صاحب ہی سے سننے کی فرمائش کی۔ عام لوگوں کو علم نہیں تھا کہ حکیم صاحب علم موسیقی کے ماہر تھے اور آواز بھی بہت اچھی تھی۔ اس سے پہلے کسی جلسہ میں ترنم سے نظم نہیں پڑھی تھی، صرف تقریریں کی تھیں۔ اس جلسہ میں جو ترنم سے پڑھا تو سماں بندھ گیا اور لوگ بے اختیار رونے لگے۔ افسوس یہ نظم پوری نہیں مل سکی۔ مجھی ایم شکیل (ایم۔ایل۔اے) کے ذریعہ گوپال نرائن سکسینہ (ایم۔ایل۔سی) سابق صدر کانگریس صوبہ یوپی اور ترلوکی سنگھ (سدر پی۔کے۔ڈی) سے کچھ شعر معلوم ہو سکے ہیں۔

اسیروں کہو کچھ رہائی کی باتیں

یہ مجبوری و بے اعتنائی کی باتیں　　زمانہ کی جگ ہنسائی کی باتیں

اسیروں کہو کچھ رہائی کی باتیں

جو دانے دانے پر لڑتے رہوگے　　پڑے قید میں یوں ہی سڑتے رہوگے

اسیروں کہو کچھ رہائی کی باتیں

حکیم صاحب کی ایک نظم "دہائی" بھی بیحد مقبول ہوئی۔ خلافت کے جلسوں میں اس سے کارروائی کا آغاز ہوتا تھا۔ حکومت نے آخر میں اس کو ضبط کر لیا تھا۔ کوشش کے باوجود اس کے بھی چند ہی شعر حاصل ہو سکے ہیں۔

رسول اللہ اب اٹھئے دہائی ہے دہائی ہے　　خبر لیجئے اپنی امت کی لبوں پر جان آئی ہے

مسلمانانِ عالم کا خبرگیراں نہیں کوئی　　خلافت مٹ رہی ہے مسلمانوں پر آئی تباہی ہے

کریں کیا آپ سے شکوہ تباہ ہیں اپنے ہی ہاتھوں　　کھلی جو ہماری آنکھیں تو بس اب شرم آئی ہے

Marfat.com

ہماری قوم کا ہادی جو کہ ہے مہاتما گاندھی پریم و انس کی کیا بنسی آپس میں بجائی ہے

شہیدانِ وفا بن کر کریں سرخ اپنے چہرہ کو پڑھیں اللہ اکبر کہہ کر یہ دل میں سمائی ہے

اس نظم میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی کی شان میں بھی ایک شعر تھا۔ علماء فرنگی محل اور اطباء جھوائی ٹولہ کے درمیان قدیم تعلق چلا آ رہا تھا۔ تحریک خلافت کے سلسلہ میں حکیم صاحب کے مولانا عبدالباری سے خصوصیت سے گہرے تعلقات قائم ہو گئے تھے۔

حکیم صاحب حصول آزادی سے قبل ۱۹۳۴ میں دنیا سے رخصت ہوئے لیکن آخر تک وہ گیروا کرتہ جو انھوں نے پہنا تھا ان کے بدن پر قائم رہا۔

آخر عمر میں تصوف کی جانب مائل ہوئے۔ عرسوں میں شرکت، مزاروں پر حاضری اور قوالی سے بہت شغف پیدا ہوا۔ سر جھکائے، آنکھ بند کئے دیر تک مراقبہ میں رہتے تھے اور اس وقت جو کچھ پاس ہوتا تھا وہ قوالوں کو بخش دیتے تھے۔ قیمتی دوشالے، گھڑیاں، انگوٹھیاں، نہ معلوم کتنی بار قوالی کی محفلوں کی نذر ہوئیں چونکہ علم موسیقی کے گرویدہ، طبلہ کے ماہر اور راگ راگنی سے واقف تھے۔ اس لئے بہترین قوال ہی ساری فنی نزاکتوں کا خیال رکھتے ہوئے ان کے سامنے کلام پڑھ سکتا تھا۔ رام پور کے مشہور قوال عبدالحمید مع اپنے ساتھیوں کے کئی کئی دن حکیم صاحب کے ہاں مقیم رہتا تھا اور سینکڑوں روپیہ کی داد و دہش کرتے تھے۔ قوالی نہ صرف بہت ذوق سے سنتے بلکہ ہر مہینہ پابندی سے گھر پر بھی اس کا اہتمام کرتے تھے۔

مزاج میں تلون بہت تھا، تصوف میں کبھی ایک مسلک کے پابند نہیں رہے کبھی نقشبندی اور کبھی چشتی۔ کبھی ترک صوم و صلوٰۃ اور کبھی انتہائی پابندی

Marfat.com

لیکن آخر میں چشتی سلسلہ سے متعلق اور نماز روزہ کے بیحد پابند ہو گئے تھے۔

قوی غیر معمولی تندرست تھے۔ کھانے کا خاص ذوق تھا، پرخور اور خوش خور تھے، دسترخوان پر کوئی بدمزہ چیز برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ استاد شفیق شفاء الملک حکیم عبداللطیف فلسفی کا بیان ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ "مجھے کبھی درد سر نہیں ہوا حالانکہ بیسیوں مرتبہ کلوروفارم سونگھا اور سو سے اوپر گنتی گنتا رہا" حبس بول کی اکثر شکایت لاحق ہو جاتی اور کلوروفارم دے کر سلائی پاس کرنے کی نوبت آتی تھی آخر میں حکیم صاحب کی صحت خراب ہو گئی۔ بار بار حبس بول اور بخار رہنے لگا اور اسی میں ۱۹۴۳ء میں وفات پائی۔ مرتے وقت وصیت کی کہ کفن غیر ملکی کپڑے کا نہیں بلکہ گاڑھے کا استعمال کیا جائے۔ مزاج میں سادگی بہت تھی، اگر کوئی مریض گھر پر لے جانے کے لئے اصرار کرتا تو فوراً تیار ہو جاتے تھے فیس اگر دی گئی تو قبول، نہ دی گئی تو اصرار نہیں کرتے تھے۔

حکیم صاحب کی پہلی شادی حکیم غنی احمد کی صاحبزادی سرور جہاں سے ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۰۸ھ کو ہوئی۔ جن سے صرف ایک صاحبزادہ حکیم محمد رفیق ابراہیم پیدا ہوئے۔ دوسری شادی محمد بہادر (نا نپارہ) کی منجھلی صاحبزادی سے ہوئی جن کا شادی کے چار پانچ سال بعد انتقال ہو گیا اور کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ تیسری شادی مرحومہ کی چھوٹی بہن بوٹا خانم سے ہوئی جن کا کافی عرصہ بعد حکیم صاحب کی حیات ہی میں انتقال ہوا، یہ بھی لاولد رہیں۔

Marfat.com

حکیم عبدالوالی

حکیم حافظ عبدالعلی کے تیسرے صاحبزادے تھے۔ ۱۸۸۴ء میں پیدا ہوئے طب یونانی کی تعلیم خاندان کے بزرگوں سے حاصل کی اور اسی کے ساتھ انگریزی پڑھتے رہے، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بی۔ اے کیا۔ ابتدا میں کلکتہ کی مشہور درسگاہ "کلکتہ مدرسہ" میں ہیڈ ماسٹر ہوئے۔ ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ مدرسہ کے انگریز پرنسپل سر ڈینسن راس SIR DENSON - ROSS سے جو اپنے زمانے کی بہت معروف شخصیت تھے پہلی ٹکر ہو گئی۔ کسی نے سر ڈینسن سے شکایت کی کہ اسکول کا ایک لڑکا گانا سننے اور ٹھمریں کام کرنے والی کسی عورت کے ہاں جاتا ہے۔ انھوں نے حکیم صاحب سے لڑکے کی اس شکایت کا تذکرہ کیا اور کہا کہ یہ ڈسپلن کے خلاف ہے۔ حکیم صاحب نے اس لڑکے کے خلاف تادیبی کارروائی کرنے کے بجائے انگریزی میں جواب دیا کہ "مجھے روز یہ خبر ملتی ہے کہ آپ کے گھر پر ناچ اور گانے کا پروگرام ہوتا ہے۔ اس کا اثر یقیناً طلباء کے ذہن پر اچھا نہیں پڑتا ہوگا کیا آپ اسے بند کرانا پسند کریں گے تاکہ پھر میں اس لڑکے سے جواب طلب کروں۔" جواب سخت بھی تھا اور پورے انگریزی معاشرہ پر ایک طنز بھی سر ڈینسن سرخ ہو کر کرسی سے اٹھ گیا اور قبل اس کے

Marfat.com

کر وہ کچھ کہتا حکیم صاحب نے فوراً ایک کاغذ پر اپنا استعفیٰ لکھ کر میز پر رکھ دیا اور کمرہ سے باہر چلے آئے۔ انگریزیت کے خلاف ان کے یہ جذبات اور مزاج کی یہ تنک مزاجی ان کے زندگی آخر تک باقی رہی۔

حکیم عبدالولی نے عملاً طب کو کبھی اختیار نہیں کیا، لیکن "حکیم صاحب" ہی کے نام سے وہ مشہور رہے۔ ادب اور سیاست ان کے دو خاص مشغلے تھے۔

ملک کی جدوجہد آزادی میں انھوں نے نمایاں حصہ لیا۔ تحریک ترک موالات اور تحریک خلافت کے وہ سرگرم رکن تھے۔ اپنی تیز سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے ۱۷ دسمبر ۱۹۲۱ء مطابق ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ کو زیر دفعہ ۱۷ الف قانون ترمیم ضابطہ فوجداری وہ گرفتار کئے گئے۔ ان کے ساتھ مولانا شوکت علی، مولانا سلامت اللہ فرنگی محلی، چودھری خلیق الزماں، پنڈت جواہر لال نہرو، پنڈت بالمکند باجپئی اور بعض دیگر لوگوں کو گرفتار کیا گیا۔[1] جیل کے ریکارڈ کے مطابق حکیم صاحب ۲۱ دسمبر سے ۳۰ دسمبر ۱۹۲۱ء تک سنٹرل جیل لکھنؤ میں رہے۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۲۱ء کو ضلع جیل لکھنؤ میں منتقل ہوئے۔ جہاں ۱۶ جنوری ۱۹۲۳ء تک ان کا قیام رہا۔ دو سو روپیہ جرمانہ بھی ہوا تھا۔ اسے نہ ادا کرنے کی صورت میں مزید ایک ماہ جیل رہنا پڑا۔

حکیم صاحب جب عدالت میں پیش ہوئے تو کوئی بیان دینے کے بجائے انہوں نے صرف یہ شعر پڑھا تھا ؎

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق　　آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

حکیم صاحب لکھنؤ ڈسٹرکٹ جیل سے رہا ہوئے تو موتی لال نہرو کی سوان

---

[1] تذکرہ علمائے فرنگی محل صفحہ ۷۶

پارٹی کی طرف سے لکھنؤ میونسپلٹی کے الیکشن میں حلقہ چوک سے امیدوار ہوئے۔ ان کے مقابلہ پر امن سبھا جسے حکومت برطانیہ کی حمایت حاصل تھی کی جانب سے خان بہادر میر احمد حسین رضوی کھڑے ہوئے تھے۔ لکھنؤ کی تمام شخصیتیں اس الیکشن میں دلچسپی لے رہی تھیں اور یہ بڑے معرکہ کا تاریخی الیکشن تھا۔ اس الیکشن میں حکیم صاحب کو شاندار کامیابی حاصل ہوئی۔

دہ بارہ بنکی میونسپل بورڈ کے چار سال سکریٹری رہے۔ اس کے بعد تعلق منقطع کر لیا۔ بعد میں پھر بارہ بنکی میونسپل کمیٹی کے الیکشن سے دلچسپی لی اور تا وفات تک بارہ سال اس کے چیرمین رہے۔ اس زمانے میں بارہ بنکی تعلقداروں کا بہت بڑا گڑھ تھا، ان کی طرف سے بھرپور مخالفت ہوتی تھی لیکن اس کے باوجود یہ ہر مرتبہ کامیاب ہو جاتے تھے۔ حکیم صاحب کی چیرمینی کا ایک واقعہ بہت دلچسپ ہے۔ ایک انگریز ڈپٹی کمشنر بارہ بنکی آیا۔ شہر اور قرب وجوار کے اصحاب ثروت اس سے ملنے گئے اور ڈالیاں پیش کیں۔ حکیم صاحب غیر حاضر تھے۔ ڈپٹی کمشنر نے دریافت کیا کہ چیرمین کہاں ہیں۔ غالباً ان کی سیاسی شخصیت سے اسے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ حکیم صاحب کے مخالفین کو موقع مل گیا اور انہوں نے کہا حضور وہ کسی انگریز افسر سے ملنے نہیں جاتے اور حکومت کے خلاف کام کیا کرتے ہیں۔ اس کے بعد یہ حضرات برابر حکیم صاحب کے خلاف اس کے کان بھرتے رہتے۔ اور اسے بھی ان سے خاصی پرخاش ہو گئی۔ ایک روز ایک فائل جو حکیم صاحب نے کسی ضروری کام کے سلسلے میں ڈپٹی کمشنر کے پاس بھیجی تھی اس نے لکھا "چیرمین اس کے متعلق مجھ سے آکر بات کریں" جب یہ فائل حکیم صاحب کے پاس واپس پہنچا تو انہوں نے کسی تامل کے بغیر جواب میں تحریر کیا میں میونسپل ایکٹ کے تحت عوام کا منتخب چیرمین ہوں۔ ڈپٹی کمشنر کے

کے محکمہ کا ماتحت افسر نہیں ہوں۔ اگر اس سلسلے میں مجھ سے ملنا ضروری ہو تو مہربانی سے پہلے سے وقت مقرر کر کے میرے دفتر میں ملا جا سکتا ہے"۔ اس دور میں جب کہ انگریزی دن کا ڈنکا بج رہا تھا، یہ کوئی معمولی تحریر نہیں تھی۔ وہ بپھر گیا۔ لیکن حکیم صاحب کی سیاسی اور عوامی شخصیت کو خوب جانتا تھا، اس نے میونسپلٹی میں سازش کر کے ایک مقدمہ حکیم صاحب پر دائر کرا دیا۔ اور یہ مقدمہ اسی کی عدالت میں شروع ہوا۔ مخالفین خوش تھے کہ حکیم صاحب سے بدلہ لیا جائے گا۔ ادھر جب حکیم صاحب کو خبر ہوئی اور سمن پہنچا تو اسے لینے سے انھوں نے انکار کر دیا اور اہلکار سے کہا کہ صاحب سے کہہ دینا "جب میں پہلے کبھی ملنے نہیں آیا تو اب کیسے آؤنگا"۔ بازار میں سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔ ہر طرف ڈپٹی کمشنر اور حکیم صاحب کی مخالفت اور مقدمے کے چرچے تھے۔ مقدمہ میں حاضر نہ ہونے پر گرفتاری یقینی تھی۔ تین روز قبل حکیم صاحب حاجی وارث علی شاہ کے مزار پر گئے جن کے وہ مرید اور معتقد تھے اور ساری رات آستانہ پر دعا اور عبادت میں مصروف رہے۔ مقدمہ کی تاریخ پر عدالت کے اندر اور باہر کثیر مجمع موجود تھا، ان میں موافق بھی تھے اور مخالف بھی۔ کوئی کہتا تھا کہ حکیم صاحب نہیں آئیں گے، کوئی اظہار کرتا تھا کہ ضرور آئیں گے۔ کچھ لوگ سوچ رہے تھے کہ ڈپٹی کمشنر بہادر ان کو گرفتار کرا کے مکان سے بلوائیں گے۔ غرض مقدمہ کی کارروائی کے بارے میں کافی اضطراب پایا جاتا تھا۔ لوگوں نے دکانیں بند کر کے عدالت کی راہ لی تھی، تانگے والے سواریاں چھوڑ کر کچہری کی طرف جا رہے تھے۔ دیکھئے کیا ہوتا ہے، آج حکیم صاحب کا مقدمہ ہے۔ ڈپٹی کمشنر بہادر وقت پر آئے، دوسرے مقدمات شروع ہوئے۔ پھر اس مقدمہ کی پکار ہوئی۔ سب دم بخود تھے۔ یکایک ڈپٹی کمشنر نے وکلاء کو بتایا کہ اس مقدمہ میں یو پی ہائی کورٹ کے چیف جج سر وزیر حسن کا حکم امتناعی آگیا ہے

Marfat.com

کہ اس مقدمہ کی کارروائی ماتحت عدالت کے اندر نہ کی جائے۔ اس مقدمہ کی کارروائی ہائی کورٹ لکھنؤ میں خود چیف جسٹس کی عدالت میں ہوگی۔"

حکیم صاحب اور سر وزیر حسن کے درمیان بہت خصوصی مراسم تھے جب کسی ذریعہ سے سر وزیر حسن کو اس مقدمہ کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے کہا "تعجب ہے اتنے تعلقات کے باوجود حکیم صاحب نے مجھ سے تذکرہ تک نہیں کیا" سر وزیر حسن جو حکیم صاحب کی طبیعت سے آشنا تھے حکیم صاحب کی طرف سے اس کی توقع بھی نہیں کرتے تھے۔ انھوں نے فوراً حکم امتناعی بھیجا اور ماتحت عدالت سے مقدمہ منتقل کرا دیا۔ حکیم صاحب اس پورے مقدمہ کے دوران سر وزیر حسن سے نہیں ملے۔ فیصلہ حکیم صاحب کے حق میں ہوا اور سر وزیر حسن کے ہاں پھر انکی آمد و رفت شروع ہو گئی۔

حکیم صاحب نے طرابلس کی لڑائی کے موقع پر انجمن موید الاسلام میں بہت دلچسپی اور ترکی کے مجروحین کے لئے فراہمی چندہ میں بہت کوشش کی۔ جنگ بلقان میں انھوں نے دن رات ایک کر کے ہزاروں روپیہ چندہ جمع کیا اور اس کے سلسلے میں بیحد جدوجہد کی۔ وہ بہت اچھے مقرر تھے۔ خلافت کے دور میں پورے صوبے میں پنڈت موتی لال نہرو، پنڈت جواہر لال نہرو، رفیع احمد قدوائی، موہن لال سکسینہ اور دوسرے لیڈروں کے ساتھ تقریریں کیں۔ حکیم صاحب تین سال ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۶ء تک الہ آباد میں موتی لال نہرو کے سکریٹری بھی رہے ہیں[۱]

فراق گورکھپوری نے لکھا ہے "پنڈت موتی لال نہرو کو ایک ایسے سکریٹری

---

[۱] SLECTED WORKS OF JAWAHARLAL NEHRU جلد ۸ صفحہ ۷۷

Marfat.com

کی ضرورت تھی جو پارلیمنٹ کے کاموں میں اُن کی مدد کر سکے۔ ان کی نظرِ انتخاب مجھ پر پڑی۔ یہ بات میرے لئے باعثِ فخر تھی کیونکہ اس منصب کے لئے غیر معمولی قابلیت کی ضرورت کا احساس کر کے پنڈت موتی لال نہرو نے میرا انتخاب کیا تھا اور نہایت محبت سے مجھے اس جگہ کی دعوت دی تھی۔ جواہر لال نہرو مجھے ایک کنارے لے گئے اور بتایا کہ پاپا کا سکریٹری ہونے کا مشورہ میں تمہیں نہ دوں گا۔ جب یہ بات پنڈت موتی لال نہرو کو معلوم ہوئی تو ایک عرصہ کے لئے وہ جواہر لال نہرو سے کافی ناخوش ہو گئے۔ لیکن جواہر لال نہرو نے مجھے صحیح مشورہ دیا تھا۔ وہ میرے کردار سے واقف ہو چکے تھے اور جانتے تھے کہ قابلیت سے قطع نظر جس مستعدی مشقت اور دیگر لوازم کی اس جگہ کے لئے ضرورت ہے وہ میرے مزاج اور کردار میں نہیں ہیں۔ بات آئی گئی ہو گئی۔ کچھ دنوں کے لئے لکھنؤ کے دالی صاحب اور بعد کو ہندوستان کی نا قابلِ فراموش ہستی رفیع احمد قدوائی نے اس منصب کو سنبھالا۔[1]

حکیم صاحب کو زبان و ادب سے خاص دلچسپی تھی۔ انگریزی بہت اچھی لکھتے تھے۔ مولانا محمد علی کے اخبار کامریڈ میں اُن کے مضامین شائع ہوتے تھے۔ اردو میں بھی انکی کئی کتابیں شائع ہوئیں۔ "جمیلہ کی ناکامی" "زندگی کے مزے" اچھے ادبی ناول تھے۔ ان کی ایک کتاب "لامذہب مسلمان" اردو ادب میں کافی عرصہ تک بحث کا موضوع بنی رہی۔ مارچ ۱۹۳۴ء سے انھوں نے ایک ادبی رسالہ ماہنامہ "معلومات" جھوائی ٹولہ لکھنؤ سے جاری کیا جو برسوں نکلتا رہا۔ یہ بڑا معیاری رسالہ تھا اور اس میں ادبی مضامین شائع ہوتے تھے۔

حکیم صاحب کی طبیعت میں مزاح کا عنصر بھی غالب تھا۔ مولانا سلامت اللہ

---

[1] جواہر لال نہرو کچھ یادیں، مطبوعہ قومی آواز ۱۹ نومبر ۱۹۷۲ء

فرنگی محلی اُن کے بے تکلف دوستوں میں سے تھے۔ ۱۹۲۱ء میں جیل میں بھی اُن کے ساتھ رہے۔ جیل میں کھانا ساتھ کھاتے تھے۔ ہر ایک کا کھانا زیادہ مقدار میں جاتا تھا۔ مولانا ان کو اپنے ساتھ نماز میں بھی شریک رکھتے تھے۔ مولانا صبغۃ اللہ شہید لطیفہ بیان کرتے تھے کہ ایک بار وہ جیل میں ملنے گئے تو حکیم صاحب نے اُن سے کہا کہ "حکومت نے تو ہمیں قید سادہ دی تھی مگر تمہارے چچا نے اس قید سادہ کو قید مشقت میں تبدیل کر دیا ہے"۔

مولانا ہاشم میاں فرنگی محلی نے راقم کو سنایا کہ حکیم دباج الحق (بانی وہاجیہ طبیہ کالج لکھنؤ) اپنے مطب میں تشریف فرما تھے، حکیم عبدالوالی فرنگی محلی کسی سے ملنے جا رہے تھے اُن کے مطب کے سامنے سے گزرے، علی گڑھ کے کچھ طلبا، حکیم عبدالوالی کے ساتھ تھے، انہوں نے حکیم دباج الحق کو دیکھا جو بہت وجیہہ، قدآور، شاندار اور عبا پہنے ہوئے تھے اور پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ حکیم عبدالوالی نے برجستہ جواب دیا "جبرئیل امین کے چچیرے بھائی ہیں"۔

حکیم صاحب کے بے تکلف دوستوں میں مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، چودھری خلیق الزماں، پنڈت جواہر لال نہرو اور پنڈت گوبند بلبھ پنت تھے۔ جواہر لال نہرو کے دو خط اُن کے نام محفوظ ہیں، ایک خط ان کے صاحبزادے محمد یعقوب وارثی کے پاس ہے جو ۱۸ جولائی ۱۹۳۱ء کا مکتوبہ ہے دوسرا خط محررہ ۲ مارچ ۱۹۳۷ء SLECTED WORKS OF JAWAHARLAL NEHRU میں طبع ہوا ہے۔

جسٹس سر وزیر حسن مسلم لیگ کے سکریٹری تھے۔ اُن سے اور چودھری خلیق الزماں سے دوستانہ تعلقات کی وجہ سے آخر میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور کچھ عرصہ مسلم لیگ کے اسسٹنٹ سکریٹری رہے ۵۸ سال کی عمر

پاکر ۱۹۸۱ء میں انتقال ہوا۔ تاریخ وفات اس شعر سے برآمد ہوتی ہے ؎

ہاتفِ غیب سے ندا آئی   والی صاحب نے مغفرت پائی

۱۹۸۱ء

حکیم صاحب کی پہلی شادی اشرف جہاں دختر مرزا محمد فصیح وکیل لکھنؤ سے ہوئی۔ اس کے بعد دوسرا عقد اصغری خانم بنت مرزا مجید اللہ بیگ سے بنارس میں ہوا۔ جن سے تین صاحبزادے محمد یعقوب وارثی، محمد ایوب وارثی (پائلٹ تھے ایک حادثہ میں انتقال ہوا) محمد شعیب وارثی اور ایک صاحبزادی عنیزہ بیگم ہیں۔

Marfat.com

حکیم عبدالباری

حکیم عبدالعلی کے چوتھے صاحبزادے تھے۔ ۱۸۸۸ء کو پیدا ہوئے ابتدائی دینی تعلیم کے بعد گھر کے رواج کے مطابق طب کی تعلیم بھی بزرگوں سے حاصل کی۔ مگر طبیعت کو طب سے کوئی مناسبت حاصل نہ ہو سکی۔ بعد میں انگریزی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے اور یوپی گورنمنٹ میں رجسٹرار کے عہدے پر فائز رہے۔

حکیم عبدالباری کی طبیعت نہایت نازک اور حساس واقع ہوئی تھی کشتی اور بنوٹ سے بھی دلچسپی تھی۔ عمر نے زیادہ وفا نہ کی اور صرف ۳۹ سال زندہ رہ کر ۱۹۲۷ء میں وفات پائی۔

ایک صاحبزادہ محمد جنید اور دو صاحبزادیاں رضیہ سلطان بیگم اور صفیہ سلطان بیگم پیدا ہوئیں۔ محمد جنید بعمر ۱۶ سال ۱۹۳۵ء/۱۳۶۰ھ میں فوت ہوئے۔ رضیہ بیگم سلطان کا بھی جن کی شادی بہرائچ میں خواجہ محمد رشید شاہ ایڈوکیٹ سے ہوئی تھی، شادی کے چند سال بعد

ہی انتقال ہو گیا۔

صفیہ سلطان بیگم کی شادی اردو کے نامور ادیب مرزا محمد عسکری (تاریخ ادب اردو، غالب کے خطوط) کے صاحبزادے مرزا محمد وصی ایڈووکیٹ سے ہوئی۔ بقید حیات ہیں۔ تین لڑکے مرزا محمد اختر، مرزا محمد انور اور مرزا محمد اظہر اور ایک لڑکی عطیہ بیگم ہیں۔

Marfat.com

شفاء الملک حکیم عبدالرشید

شیخ الرئیس ہند حکیم عبدالعزیز کی شادی ان کی پھوپھی کی صاحبزادی زینب خانم بنت حاجی حسن رضا سے ہوئی تھی۔ سات سال تک باوجود تمناؤں کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ایک شب زینب خانم نے خواب دیکھا کہ ان کی گود میں کسی بزرگ نے دو سیب اور ایک نارنگی ڈالی ہے۔ صبح والد کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب بیان کیا۔ وہ تعبیر رویا میں مہارت رکھتے تھے، برجستہ تعبیر دی کہ تمہارے ہاں دو خوش نصیب لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوگی۔ تقریباً سال بھر بعد ۱۱ شوال ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۷۹ء بروز جمعہ حکیم عبدالرشید تولد ہوئے دو سال بعد ۱۲۹۹ھ میں صاحبزادی خدیجۃ الکبریٰ اور ان کے بعد ۱۳۰۲ھ میں حکیم عبدالحمید پیدا ہوئے۔

ابتدا میں حسب رواج قدیم درس و تدریس کا سلسلہ مختلف مدرسین کے ذریعہ گھر ہی پر ہوتا رہا۔ منتہی طلبا جو ان کے والد سے طب پڑھتے تھے انھیں فارسی اور عربی کی کتابیں پڑھاتے تھے۔ آخری درسیات حکیم عبدالوہاب آروی سے پڑھیں جو ان کے والد کے اجل تلامذہ میں تھے۔ اسی کم عمری و

Marfat.com

طالب علمی کے دور میں اپنے استاد حکیم مولوی محمد عبدالحق ہاشمی مرشد آبادی (یہ بھی حکیم عبدالعزیز کے شاگرد رشید تھے) کی رہنمائی میں ۱۳۱۲ھ میں علم الصرف میں ایک فارسی کتاب "ہدیۃ الرشیدیہ فی اصول الصرفیہ" تصنیف کی، جو مطبع انوار محمدی لکھنؤ سے طبع ہوئی۔ حکیم مولوی عبدالحق مرشد آبادی، نواب عباس علی خاں، مرزا محمد عباس ہوش، مولوی کمال الدین، مولوی جمال الدین کے متعدد قطعات تاریخ میں سے نواب شبیر علی خاں رسا کا ایک قطعہ درج ذیل ہے ؎

کتابی مختصر اندر کتب کم دیدہ باشد کس	بایں خوبی اصول صرف را حاوی زسر تا پا
سوادش چوں نباشد از بیاض صبح روشن تر	مصنف ہست اولائی عدیل و بی بدل یکتا
رئیس الاذکیا عبدالرشید آں مفخر دوراں	طبیب ابن طبیب ابن طبیب عاقل و دانا
حکیم لوذعی عبدالعزیز اندر جہاں اکمل	پدر او را مر او را استاد چوں عیسیٰ مریضاں را
فلاطون زماں بقراط عہد و رشک جالینوس	مثال طفل در جنب کمالش بوعلی سینا
نہ کی با لڑکہ او را ہمچنیں حاذق پدر باشد	نہ چوں نازم کہ مارا ہمچو استاد ستی ہتا
ہدایت طالباں را بود از تالیف مقصودش	ز تسہیل عبارات و مطالب می شود پیدا
برائے سال طبعش زد رقم کلک رسا مصرع	بایں موجز بیامد صرف در کوزہ شدہ دریا

۱۳۱۲ھ

کتب درسیہ سے فراغت کے بعد طب کی تعلیم اپنے والد گرامی اور خاندان کے دوسرے بزرگوں سے حاصل کی۔ اس کے بعد حکیم عبدالعزیز نے فن طب میں سرجری کا زوال محسوس کرتے ہوئے جب اس کی ترقی کی طرف توجہ فرمائی اور فن طب میں نئی روح پھونکنے کی غرض سے سرجری کو اطباء کے لئے ضروری خیال کیا تو اس کی تعلیم کے لئے حکیم عبدالرشید اور ان کے ساتھ ان کے چھوٹے بھائی حکیم عبدالحمید کو ڈاکٹر کرنل اینڈرسن سول سرجن لکھنؤ کے سپرد کیا۔ کرنل اینڈرسن حکیم عبدالعزیز

کے مخلص دوستوں میں تھے۔ انہوں نے بڑی توجہ سے ان دونوں کو تشریح اور سرجری کی باقاعدہ تعلیم دی۔ لکھنؤ سے جب ان کا آگرہ تبادلہ ہوا تو وہ ان دونوں کو اپنے ہمراہ آگرہ لے گئے اور دو سال تک انہوں نے آگرہ مقیم رہ کر عملی لحاظ سے سرجری میں نہایت مہارت حاصل کی۔ ڈاکٹر اینڈرسن نے دونوں کو علیحدہ علیحدہ سرٹیفکٹ عطا کیے۔ اس طرح یہ دونوں بھائی ماہر طبیب کے ساتھ مشاق سرجن بھی بنے۔

١٩٠٢ء میں جب یہ دونوں سرجری کی تعلیم حاصل کر کے آگرہ سے لکھنؤ آئے تو حکیم عبدالعزیز نے بطور امتحان ایک آنکھ ان سے بنوائی اور انہوں نے بہت کامیاب اور اچھی آنکھ بنائی[1]۔ ان کے کام کی تعریف کرتے ہوئے حکیم عبدالعزیز نے لکھا ہے "کرنل اینڈرسن نے ان دونوں کو لکھنؤ اور آگرہ میں اپنے ساتھ رکھ کر اعمال بالید کی خوب مشق کرا دی اور ہر قسم کے آلات جدیدہ کے استعمال کی مہارت تامہ کرا دی، اب ماشاء اللہ یہ دونوں اپنے کام میں نہایت مشاق اور تیز دست ہیں اور ہر قسم کا علاج بالید کرنے پر قادر ہیں[2]۔"

تکمیل الطب کے قیام کے بعد حکیم عبدالرشید اور حکیم عبدالحمید نے آپریشن کا سلسلہ زور شور سے شروع کیا اور جولائی ١٩٠٢ء سے دسمبر ١٩٠٢ء تک ١٠٥ مریضوں کے آپریشن کیے جن میں ١٨ نزول الماء (کٹریکٹ)، ٥٨ دیگر امراض چشم اور ٢٩ جنرل سرجری کے تھے۔ یہ اعداد حکیم عبدالعزیز کی دوسری التماس مطبوعہ ٣١ دسمبر ١٩٠٢ء میں حکیم عبدالحمید کے دستخط سے شائع ہوئے تھے۔

١٨٩٥ء میں ہندوستان میں طاعون شروع ہوا اور صدیٔ بمبئی سے گزر

---

[1] التماس اول از حکیم عبدالعزیز صفحہ ٢ مطبوعہ جون ١٩٠٢ء

[2] التماس دوم حکیم عبدالعزیز صفحہ ٢ مطبوعہ دسمبر ١٩٠٢ء

Marfat.com

کر تمام ہندوستان میں پھیل گیا۔ اس کے اثر سے ملک کا کوئی حصہ محفوظ نہیں رہ سکا
۱۹۰۳ء میں لکھنؤ بھی اس کی لپیٹ میں آگیا۔ ان دونوں کو سرجری کا سرٹیفکٹ
ملے ابھی ایک سال سے زیادہ نہیں گزرا تھا کہ اس آزمائش سے دوچار ہونا پڑا لیکن
اس اتنی جلد پیش آنے والے امتحان میں نہایت کامیابی کے ساتھ پورے اترے۔
تکمیل الطب کی سالانہ روئداد میں حکیم عبدالعزیز نے لکھا ہے "جس مصیبت
میں ہندوستان کے بڑے بڑے شہر کئی برس سے مبتلا اور برباد ہو رہے تھے، وہ
آخر کار اس شہر پر نازل ہوئی۔ اس وبا کے پھیلنے سے مخلوقِ خدا میں جو سراسیمگی
اور بدحواسی پیدا ہوتی ہے اس کا ذکر فضول ہے۔ قیامت کی نفسا نفسی کا دور،
زندگی معطل، صلہ رحم اور باہمی ہمدردی و یگانگت کے جذبات مفقود، لوگ
جیتی زندگی عزیزوں سے کنارہ کش اور میت کو اول منزل تک پہنچانے
کے بھی روادار نہیں ہوتے۔ اس ہنگامہ قیامت میں مخلوق خدا کو اس کارزار
کی آزمائش کا بہت اچھا موقع مل گیا۔ اور اطبائے یونانی کی حذاقت اور مسیحا نفسی
کا ایک تازہ ثبوت طاعون کے کامیاب علاجوں سے بہم پہنچ گیا۔ ہندوستان کے
بڑے بڑے شہروں میں جب سے طاعون پھیلا ہے اموات کی تعداد فی صدی
۸۰ — ۹۰ رہی اور اسی سبب سے اس کے نام سے خلقِ خدا میں دہشت سما گئی
لیکن شکر ہے کہ اس شہر لکھنؤ میں شفایابی کی تعداد فی صدی ۸۰ — ۹۰ رہی اور
اس میں زیادہ تر کامیابی اطبائے یونانی کو ہوئی اور انھوں نے ثابت کر دکھایا
کہ اس (مردہ طب) کے جسم میں ابھی اتنی جان باقی ہے کہ جس مرض کے علاج میں اور
سب طریقے بیکار ثابت ہو چکے ہیں، اس میں اس نے ہزاروں کو موت کے منہ سے
بچا لیا۔ خاص میرے مطب میں جو مریض آتے تھے ان کو اس کا بھی موقع ملا
کہ سرجری کی جدید شاخ کے کھل جانے سے طاعونی گلٹیوں کے چاک کرنے میں

Marfat.com

بہت مدد ملی۔ خود میرے دونوں لڑکوں نے نہایت استقلال سے کام لیا اور اپنی جانوں کو معرضِ خطر میں ڈال کر صدہا مریضوں کو اچھا کیا۔ اور جس وقت باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو چھوڑ رہا تھا، بھائی بھائی سے اور دوست دوست سے منہ موڑ رہا تھا، اس وقت ان نوجوانوں نے محض خوشنودی خالق اور نفع رسانی مخلوقِ خدا کے خیال سے اپنی جانوں کی پروا نہ کی اور نہایت پامردی کے ساتھ بلا کسی طمع دنیدی کے طاعون کے غریب بیماروں کے علاج میں ہاتھ ڈالا اور خداوند کریم نے ان کے ہاتھوں سے صدہا بیماروں کو شفا بخشی،،

طاعون پر حکیم عبدالرشید کا ایک رسالہ بھی "الماعون فی الطاعون" کے نام سے ہے۔ یہ حکیم اجمل خاں کے رسالہ "الطاعون" کے مقابلہ میں اردو میں لکھا گیا ہے اور ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء میں مطبع انوار محمدی لکھنؤ سے طبع ہوا ہے۔ منشی عبدالبصیر حضور اور حکیم خواجہ کمال الدین کے قطعات تاریخ میں موخر الذکر کے اس شعر سے تاریخ برآمد ہوتی ہے۔

سال طبعش طبع پُر دُری ہراس　　　گفت ماعون خلق از طاعون شدہ

۱۳۱۵ھ

حکیم عبدالرشید اور حکیم عبدالحمید کے علاوہ حکیم عبدالعزیز نے اپنے دو بھتیجوں حکیم عبدالمعید اور حکیم عبدالمجید کو بھی سرجری کی تعلیم دلوائی اور وہ دونوں بھی شفا خانہ تکمیل الطب میں سرجری کے کاموں میں شریک رہتے تھے۔ یہ سلسلہ تلامذہ کے ذریعہ سے ۱۹۲۷ء تک برابر جاری رہا۔ ابتدا میں سرجری میں جدید ادویہ استعمال کی جاتی تھیں لیکن بعد میں حکیم عبدالرشید نے یونانی ادویہ سے کام لینا شروع کیا۔ اس زمانہ کے بعض طلبا حکیم عبدالحکیم (پٹنہ) حکیم محمد ابراہیم (گیا) حکیم محمد یوسف (آرہ) حکیم منظور احمد (بجنور) وغیرہ سرجری میں خصوصیت

Marfat.com

حاصل کرکے تکمیل الطب شفاخانہ میں بحیثیت اسسٹنٹ سرجن اور انچارج سرجیکل ڈپارٹمنٹ مدتوں کام کرتے رہے۔ حکیم محمد ابراہیم گیاوی نے تکمیل الطب سے رخصت ہوکر گیا میں بھی اپنے مطب میں سرجری جاری رکھی تھی۔ ان کے علاوہ دوسرے طلبا بھی کامیاب آپریشن کیا کرتے تھے۔

شفاخانہ تکمیل الطب کے علاوہ حکیم عبدالرشید کے مستقل مطب کا سلسلہ بھی رہتا تھا۔ ۱۹۱۱ء میں حکیم عبدالعزیز کے انتقال کے بعد وہ ان کی جگہ مسند نشین ہوئے اور شفاخانہ تکمیل الطب اور سرجری کا سارا کام حکیم عبدالحمید نے سنبھالا جو سرجری اور آپریشن میں حکیم عبدالرشید سے بھی زیادہ ماہر اور مشاق تھے۔

۱۹۰۲ء سے ۱۹۱۱ء تک اپنے والد کی سرپرستی میں حکیم عبدالرشید تکمیل الطب کے کاموں میں حصہ لیتے رہے۔ بحیثیت پرنسپل اس کے جملہ انتظامی امور ان سے متعلق تھے۔ ۱۹۱۱ء میں والد کے انتقال کے بعد انھوں نے نہایت کامیابی سے ان کی جانشینی کے فرائض انجام دیئے۔ تکمیل الطب کے نظام میں باقاعدگی پیدا کی نصاب تعلیم میں ضروری تبدیلی کی اور تکمیل الطب کو معیاری درسگاہ بنانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

حکیم عبدالعزیز کے انتقال کے بعد ۲۲ جون ۱۹۱۱ء کو بصدارت میجر ڈاکٹر سلبی پرنسپل میڈیکل کالج لکھنؤ ایک عام جلسہ میں باضابطہ طور پر کمیٹی انتظامیہ قائم ہوئی اور جملہ کاروبار اور جائداد تکمیل الطب اس انتظامیہ کمیٹی کے زیرنگرانی آیا اور حکیم عبدالرشید آنریری سکریٹری مقرر ہوئے۔ پھر انہی کے زمانے میں نومبر ۱۹۱۷ء میں بموجب ایکٹ ۱۸۶۰ء تکمیل الطب باقاعدہ رجسٹرڈ ہوا۔

۱۹۱۱ء سے انھوں نے آنریری سکریٹری کی حیثیت سے کام شروع کیا

Marfat.com

اور ۱۹۲۰ تک تکمیل الطب کو ان کے ۹ سالہ عہد میں جس قدر ترقیاں نصیب ہوئیں وہ لائق ستائش ہیں۔ ۱۹۱۱ء میں تعداد مرضا شفاخانہ سالانہ ۹۶۹۲ تھی۔ ان کے زمانہ میں اس تعداد میں برابر اضافہ ہوتا رہا اور ۱۹۲۰ء میں یہ تعداد ۳۲۰۳۲ تک پہنچی۔ ۱۹۱۲ء میں حکیم عبدالرشید نے تکمیل الطب ہال اور آپریشن روم کی عمارت کو مکمل کیا جس سے تکمیل الطب کا شفاخانہ ایک باقاعدہ اور مفید صورت میں آگیا۔ قطعہ تاریخ شفاخانہ ہے

اے خوشا سعی رشید و زہے ایثار حمید
جن سے محکم ہوئی قصر فن حکمت کی اساس

جدا قصر شفاخانہ تکمیل الطب
جو ہے دیباچہ تکمیل طب از روئے قیاس

ختم تعمیر کی تاریخ یہ لکھئے اے رعب
واہ وا راحت جاں فیہ شفاء للناس

۱۳۳۰ھ

شفاخانے کا یہ حصہ آجکل بطور کالج استعمال ہو رہا ہے اور یہ اس قدیم عمارت سے متعلق ہے جسے ۱۸۷۷ء میں حکیم اسمٰعیل نے حکیم عبدالعزیز کے مطب کے لئے تعمیر کرایا تھا۔

تکمیل الطب کا شفاخانہ آجکل جس عمارت میں قائم ہے وہ در اصل شفاء الملک حکیم عبدالرشید کی ذاتی عمارت تھی جو ان کے مطب اور مردانخانہ کے استعمال کے لئے ان کے والد کی حیات میں ۱۹۰۸ء / ۶ – ۱۳۲۵ھ میں بنوائی گئی تا دوسرے شعراء کے علاوہ صرف مرزا عباس حسین ہوش نے اس موقع پر فارسی اور اردو میں ۱۳ قطعات تاریخ کہے تھے۔ دو قطعے ملاحظہ ہوں ہے

ہیں جو عبدالرشید ثانی شیخ
اونکا یہ گھر بنا ہے مظہر فیض

ہوش تعمیر کا یہ سال لکھو
یہ مطب ہے جدید مصدر فیض

۱۳۲۶ھ

Marfat.com

دیگر:

بنا کرد بہر مطب چو کمال | حکیمے کہ عبدالرشید ست نام
پئے سال تعمیر آں کلک ہوش | نوشتہ شفاخانہ مقبول نام

۱۳۲۶ھ

یہ عمارت بعد میں تکمیل الطب کو دی گئی جس میں کلاسیں ہوتی تھیں اور جسے [illegible] استعمال کیا جاتا تھا لیکن آخر میں شفاخانہ قدیم عمارت تعمیر کردہ ۱۸۷۷ء کے بجائے یہاں منتقل ہو گیا اور کلاسیں شفاخانہ کی قدیم عمارت میں ہونے لگیں جیسا کہ موجودہ زمانہ میں ہے۔

۱۹۱۲ء میں شفاءالملک حکیم عبدالرشید کی کوششوں سے خرید کر استعمال کرنے والے مریضوں کے مرکب نسخہ جات کی تیاری کا انتظام منجانب کالج مکمل ہوا۔ طلباء کی عملی حالت کو ترقی دینے کے لئے انہوں نے تشخیص نبض اور تجویز نسخہ کا طلباء کو موقع دیا جس سے عملاً طلباء کو بہت فائدہ پہنچا۔ انہی کے زمانے میں بیرونی مرضا کے قیام کے لئے پرائیویٹ وارڈ تقریباً دس ہزار روپیہ کے سرمایہ سے تعمیر ہوا تھا۔ یہ وارڈ راجہ صاحب کھجور گاؤں لعل اوماناتھ بخش نے اپنی بیوی (وفات ۲۸ اکتوبر ۱۹۱۸ء) کی یادگار میں ۱۹۱۹ء میں بنوایا تھا۔ گیارہ اشعار پر مشتمل کتبہ کے دو شعر یہ ہیں:

حسب رائے صاحب عبدالرشید لکھنوی | جو شفاءالملک ہیں حکمت میں فخر روزگار
مصرع کامل میں لکھا جلد سال عیسوی | کمرۂ آرام مرضیٰ یہ مکان یادگار

۱۹۱۹ء

تکمیل الطب کا مستقل سرمایہ ۱۹۱۰ء میں تقریباً پندرہ ہزار روپیہ تھا ان کے زمانہ میں عمارات پر باوجود رقم کثیر کے صرف ہونے کے مستقل سرمایہ

Marfat.com

تقریباً بیس ہزار روپیہ تک پہنچا۔ تکمیل الطب کے چندہ کے لئے وہ ہمیشہ سرگرداں رہتے تھے اور ان کے ایثار کا یہ عالم تھا کہ رؤسا اور دوسرے مرضا سے اپنی ذاتی فیس چھوڑ دیتے تھے اور اس کے بجائے ان سے کالج کے لئے عطیات حاصل کرتے تھے ان کا مطب شروع ہی سے عروج پہ رہا۔ لکھنؤ میں ۳۲ روپیہ اور ۶۴ روپیہ فیس لیتے تھے۔ بیرون جات کی فیس پانچ سو سے ایک ہزار روپیہ یومیہ تھی۔

ان کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے سرجری میں انگریزی ادویہ کے بجائے یونانی ادویہ رائج کرنے کی کوشش کی۔ تکمیل الطب کو اس میں کامیابی حاصل ہوئی اور شفاخانہ کے شعبۂ سرجری میں بہت سی یونانی ادویہ رائج ہو گئیں۔

حکیم عبدالعزیز کے زمانہ میں تکمیل الطب کے ابتدائے قیام سے نصاب درج ذیل تھا۔

سال اول: تشریح کلیات قانون۔ قانون جلد چہارم تا آخر بحث بحران

سال دوم: شرح اسباب جلد اوّل تا آخر امراض عین۔ نفیسی تا آخر جملہ اول فن اوّل۔ کامل الصناعہ مقالہ تاسعہ۔

سال سوم: اقسرائی تا جملہ اول — مفردات سدیدی کامل۔ شرح اسباب جلد دوم تا آخر بحث حمیات۔ تشریح قانونچہ۔

حکیم عبدالرشید نے ۱۹۱۵ء میں نصاب میں تبدیلی کی اور درج ذیل نصاب مرتب کیا۔

سال اول: موجز فن اوّل۔ شرح اسباب جلد ثانی علاوہ بحث حمیات۔ کتاب سدیدی از فن ثانی، باب اول جملہ اولیٰ اور باب اول جملہ ثانیہ۔

سال دوم: شرح اسباب جلد اول علاوہ امراض صدر و ریہ۔ نفیسی جملہ اولیٰ۔ کامل الصناعہ مقالہ ثانیہ و ثالثہ (تشریح)

سال سوم : حمیات قانون ۔ امراض صدر و ریہ معالجات قانون ۔ کامل الصناعہ
مقالہ تاسعہ (عمل بالید)

ملک میں تعلیم یافتہ اطباء کی کمی اور اپنے فن کی محرومی کا احساس کرتے ہوئے حکیم عبدالرشید نے ۱۹۱۲ء کی تکمیل الطب کی روئداد میں لکھا تھا "آج بکار آمد اطباء ڈھونڈے نہیں ملتے۔ علم نباتات سے ناواقفیت، اصول دواسازی سے ناآشنائی، فن دایہ گری سے بے گانگی، عمل جراحی سے کنارہ کشی، یہ وہ ناقابل معافی جرم ہیں جن کی وجہ سے ہمارے ساتھ ہمارا فن بھی بدنام ہو گیا اور ہماری غفلتوں نے ہمیں کہیں کا نہیں رکھا۔"

فن کی حفاظت و ترقی سے متعلق جو شدید جذبات ان کے اندر موجزن تھے ان کی ترجمانی کرتے ہوئے ۱۹۱۷ء میں انہوں نے لکھا تھا۔ "قدیم زمانہ کی وہ یادگاریں جن کی حقیقت چونا مٹی یا پتھر ہے ان کی حفاظت کے لئے لکھوکھا روپیہ صرف ہوئے ہمارے اسلاف نے اپنی دماغی قوت سے جو باغ لگایا جس سے ہر طبقہ اور ہر مذہب کے لوگوں کو فائدہ پہنچا اور اب بھی پہنچ رہا ہے کیا اس کی حفاظت اور بہبودی کے متعلق سوال کرنے کا حق ہم کو نہیں ہے"۔ اطباء کو مخاطب کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے۔ "آپس کی خانہ جنگیوں کو چھوڑیئے۔ بیسویں صدی کی تاریخ میں بلند جگہ حاصل کرنے کی کوشش کیجئے۔ اپنی معلومات اور اپنی کوتاہ نظری سے اپنے فن کو غیر مکمل کہہ کر بلاضرورت دوسروں سے امداد کو عار جانیئے۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ جس وقت یونانی اطباء میں جس کا ایک فرد میں بھی ہوں صحیح احساس فنی برادری اور فنی جرأت عملی صورت اختیار کرے گی اس وقت ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ جو لوگ آج ہم پر معترض ہیں وہی ہمارے معترف ہوں گے۔ اور ہمارا شمار زندہ قوموں میں ہو گا۔"

Marfat.com

حکیم عبدالرشید کو اس کا بہت احساس تھا کہ طلبا اپنی چیزوں کو چھوڑ کر تیزی سے جدید چیزوں کو قبول کرنے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

ان کا یہ بھی مصمم ارادہ تھا کہ وہ ہندوستان میں طب یونانی خصوصاً تکمیل الطب کی ترقی کے واسطے وسیع پیمانے پر دورہ کریں۔ اس دورہ کی تحریکات ملک کے خاص خاص حصوں میں شروع بھی ہو گئی تھیں، مگر عمر نے وفا نہ کی اور وہ جلد رخصت ہو گئے۔

حکیم عبدالرشید کے زمانہ میں بھی تکمیل الطب کے سالانہ جلسے تزک و احتشام سے منعقد ہوتے رہے۔ ان جلسوں کے بعض اشعار ملاحظہ ہوں۔

شاداں ہے روحِ پاکِ حضرت عبدالعزیز   یا برستا ہے در و دیوار پہ رحمت کا نور
آج تکمیل الطب اک تصویر فخر و ناز ہے   ہر ادا ہے جس کی حسن رنگ شادی کا وفور

یونان کا جس سے نام ہے زندہ وہ چیز ہوں   میں یادگار حضرت عبدالعزیز ہوں

تائید حق ہے ہمت عبدالرشید سے   پھر کیوں نہ آئیں نخل فن طب میں برگ و بار
عبدالرشید کون وہ جانِ کمال فن   فن اس کا حق گزار ہے وہ فن کا حق گزار

آج اس کی سعی سے فن طب کا مگار ہے   فخر سلف ہے وہ خلف نامدار ہے

۱۹۱۰ء میں جب دہلی میں آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس قائم ہوئی تو اجلاس اول نومبر ۱۹۱۰ء کے انعقاد سے قبل حکیم حاجی عبدالعزیز اور حکیم حافظ محمد اجمل خاں کے مابین بذریعہ خط و کتابت یہ امور طے پائے تھے۔

۱۔ غرض طبی کانفرنس ترقی طب یونانی من حیث طب یونانی ہونا چاہیئے۔

۲۔ طب یونانی کے ساتھ کسی دوسرے فن کا اختلاط روا نہ رکھا جائے۔

۳۔ جو امر کانفرنس تجویز کرے اس پر اولاً یہ بھی غور کر لینا چاہیئے کہ وہ تجویز ممکن الوقوع ہونے کے ساتھ کس حد تک عمل درآمد ہونے کے قابل ہے۔ ورنہ صرف کاغذی رونق طب یونانی کے واسطے ہرگز مفید نہیں ہوگی۔

اطبائے لکھنؤ کو ان امور کی پابندی نہ ہونے کی شکایت رہی۔ ورنہ اتحاد اطباء کے خیال سے کانفرنس کے پہلے سالانہ اجلاس منعقدہ ۲۶ ، ۲۷ نومبر ۱۹۱۰ء کے موقع پر اگرچہ حکیم عبدالعزیز بغرض حج حجاز جا چکے تھے اور بنیادی اختلافات قائم تھے لیکن حکیم عبدالعزیز کے حسب ایما حکیم عبدالرشید نے دہلی پہونچ کر اجلاس میں شرکت کی۔ حکیم عبدالرشید ۲۶ نومبر کی صبح دہلی تشریف لائے، کانفرنس کے دوسرے مندوبین کے برخلاف مخصوص طور پر مسیح الملک حکیم اجمل خاں کے دولت کدہ شریف منزل میں ان کا قیام ہوا۔ حکیم حنیف علی رعب اور حکیم ہدایت الحسن ان کے ہمراہ تھے۔ ۲۶ نومبر کو انہوں نے کانفرنس میں تقریر کی اور ویدک اور یونانی کی مشترکہ تنظیم سے اختلاف کرتے ہوئے صرف یونانی کی تنظیم قائم کرنے کے حق میں رائے دی۔ کانفرنس کے قواعد و ضوابط سے بھی انھیں اختلاف تھا۔ اس لئے دہلی سے واپسی سے قبل ۲۷ نومبر کی شب کے جلسۂ عام کے لئے جو قواعد و ضوابط پر غور کرنے کے لئے ہونے والا تھا، انھوں نے ایک تحریر دربارہ ترمیم حکیم اجمل خاں کو دی۔ لیکن اس جلسہ میں نہ ان کی تحریر پیش کی گئی اور نہ دفتر کانفرنس سے انہیں اس کا کوئی باضابطہ جواب دیا گیا۔ طبی کانفرنس کے قواعد کا مسودہ حکیم اجمل خاں کی رہنمائی میں حکیم فیروز الدین ایڈیٹر رفیق الاطباء نے تیار کیا تھا۔

Marfat.com

حکیم عبدالرشید نے دہلی میں ۲۶ نومبر کو پہلے اجلاس میں جو تقریر کی تھی اس کا بھی ایک ہنگامہ رہا اور وہ بہت متنازعہ بنی رہی۔ تقریر کا خلاصہ جو کانفرنس کی روئداد میں شائع ہوا تھا اس کے مطابق تقریر میں کانفرنس کی موافقت ظاہر کی گئی تھی[1] اور سوا تائید مخالفت کا کوئی لفظ نہیں تھا۔ لیکن حکیم عبدالرشید اور ان کے حامیوں کا بیان تھا کہ ان کی تقریر میں کانفرنس سے اختلاف کیا گیا تھا اور دراصل واقعہ بھی یہی تھا، چنانچہ ۲۷ نومبر کی میٹنگ میں وہ قواعد و ضوابط میں ترمیم سے متعلق ایک تحریری نوٹ بھی دے کر آئے تھے۔ لیکن ان کی تقریر کی موافقت کو کافی شہرت دی گئی۔ یہاں تک کہ حکیم عبدالعزیز جب حج بیت اللہ سے واپس آئے اور بمبئی میں حکیم عبدالرشید نے ان کا استقبال کیا تو حکیم عبدالعزیز نے ناراضگی ظاہر کی، لوگوں کے دریافت کرنے پر فرمایا "عبدالرشید نے دہلی کی کانفرنس میں تائیدی تقریر کی حالانکہ فن سے خلوص کا تقاضا یہ تھا کہ آیورویدک اور یونانی کی اس مشترکہ تنظیم سے اختلاف کیا جاتا"، حکیم عبدالرشید جو خاموش اور رنجیدہ کھڑے تھے، آگے بڑھے اور انھوں نے اپنی مطبوعہ تقریر پیش کی جس میں آیورویدک اور یونانی کے اختلاط پر کانفرنس سے اختلاف کیا گیا تھا۔ اس کے ملاحظہ کے بعد حکیم عبدالعزیز کو اطمینان ہوا اور انھوں نے کلمات آفریں ادا کئے۔

اودھ اخبار اور دوسرے اخبارات میں بھی مختلف لوگوں کی طرف سے یہ بیان شائع ہوا کہ کانفرنس کے اجلاس اول میں حکیم عبدالرشید نے جو تقریر دہلی میں کی تھی اس کا خلاصہ اجلاس کی روئداد میں صحیح نہیں چھپا ہے[2] حکیم عبدالرشید نے

---

[1] روئداد اجلاس اول آل انڈیا آیورویدک اینڈ طبی کانفرنس دہلی منعقدہ ۱۹۱۰ء ص ۲۱

[2] اودھ اخبار مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۱۱ء

Marfat.com

اچھے مقرر تھے۔ باوجود لکنت کے دوران تقریر لکنت کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ گھنٹوں بے دھڑک بولتے تھے۔

دہلی میں طبی کانفرنس کے پہلے اجلاس کے بعد حکیم اجمل خاں دوسرا اجلاس لکھنؤ میں چاہتے تھے۔ اپنے ایک مضمون میں اس کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے لکھا تھا "میں چاہتا ہوں کہ معزز پیشہ حضرات اور علی الخصوص ممبران کانفرنس مہربانی فرما کر بتائیں کہ اجلاس کس شہر میں ہو۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ لکھنؤ سب سے زیادہ موزوں مقام ہے"[1]

اس مضمون کی تائید میں اڈیٹر مجلہ طبیہ نے لکھا تھا "لکھنؤ میں کانفرنس کے آئندہ جلسہ کے لئے جو رائے دی گئی ہے، ہم اس کی تائید کرتے ہیں۔ لکھنؤ حق رکھتا ہے کہ دہلی کے بعد اب اس میں کانفرنس کا اجلاس ہو۔ جناب حکیم عبدالعزیز صاحب اور جناب حکیم عبدالرشید صاحب کی ذات گرامی سے بڑی بڑی امیدیں ہیں اور بجا امیدیں ہیں"۔

مارچ ۱۹۱۱ء میں حکیم اجمل خاں طبی کانفرنس کے دوسرے سالانہ اجلاس کے انعقاد کے سلسلے میں گفتگو کے لیے لکھنؤ گئے اور وہاں تین روز حامد علی خاں بیرسٹر ایٹ لاء کی کوٹھی میں ان کا قیام رہا۔ حکیم عبدالعزیز اس وقت تک سفر حج سے واپس تشریف نہیں لائے تھے۔ حکیم عبدالرشید نے حکیم عبدالعزیز کی واپسی حج پر فیصلہ کو موقوف قرار دیا اور کہا کہ ان کی واپسی تک جو تین چار ہفتہ میں متوقع ہے۔ لوکل کمیٹی قائم کرنے کی کارروائی ملتوی رکھی جائے۔

ایک طرف کانفرنس کی طرف سے یہ کہا جا رہا تھا کہ "دہلی اور لکھنؤ ایک ہی گھر کے دو روشن چراغ ہیں۔ اگر کانفرنس کا پہلا سالانہ جلسہ دہلی میں ہوا ہے تو

---

[1] ماہنامہ مجلہ طبیہ دہلی فروری ۱۹۱۱ء

Marfat.com

دوسرا جلسہ اسی ساز و سامان اور اسی کامیابی کے ساتھ لکھنؤ میں ہونا چاہیئے تاکہ دہلی اور لکھنؤ کو علمی حیثیت سے ہندوستان کی تاریخ میں جو درجہ حاصل رہا ہے اب طب یونانی اور ویدک کو زندہ رکھنے کے اس علمی کام میں بھی دونوں شریک رہیں۔"

دوسری طرف طبی کانفرنس کی اسٹینڈنگ کمیٹی کے ۶۰ ممبران میں سے ۲۰ ممبران دہلی کے تھے اور لکھنؤ سے صرف دو نام شامل کئے گئے تھے، جو اہل لکھنؤ کے لئے مزید باعث شکایت تھا۔

حکیم عبدالعزیز کی واپسی حج کے بعد حکیم اجمل خاں نے انہیں لکھنؤ میں کانفرنس کا جلسہ منعقد کرنے کے سلسلے میں ایک خط تحریر کیا۔ اس کے جواب میں مئی ۱۹۱۱ء میں حکیم عبدالعزیز نے انھیں لکھا " بحالت موجودہ اس کی سخت ضرورت ہے کہ خاص جلسہ اس امر کا منعقد کیا جائے کہ وہ طبی کانفرنس کے تمام اصول پر غور کر کے اپنی رائے قائم کرے اور اس امر کی کوشش کی جائے کہ ہر صوبہ کے ذی علم اور ممتاز حکماء اس میں شریک ہوں۔"

اس مکتوب کے جواب میں حکیم اجمل خاں نے لکھا "چونکہ آئندہ سال کانفرنس کا اجلاس خود آپ کے شہر میں ہوگا اس وقت قابل اطباء کی ایک جماعت آسانی کے ساتھ طب کی باطنی حالت پر غور کر سکتی ہے۔ ان قابل اطباء کے نام نامی مجھے یا سکریٹری صاحب کو پہلے سے معلوم ہو جائیں تو شرکت کانفرنس کی انہیں خاص طور سے دعوت دی جا سکتی ہے۔"[۱]

اس خط کے لکھنے کے دوسرے ہی دن حکیم اجمل خاں نے مان سنگھ وید سکریٹری کانفرنس کو لکھنؤ بھیجا جو اس سے قبل بھی ان کی ہدایت پر دو مرتبہ اس

---

[۱] روئداد کانفرنس اجلاس دوم منعقدہ لکھنؤ ۱۹۱۱ء ص ۳۰۴

Marfat.com

سلسلہ میں لکھنؤ جا چکے تھے[1] مان سنگھ نے لکھنؤ میں حکیم حافظ عبد الولی کی تائید سے جو شروع سے کانفرنس کی موافقت میں تھے ایک مخصوص جلسہ میں ۱۰ مئی ۱۹۱۱ء کو کانفرنس کی لوکل کمیٹی قائم کر دی۔ اس جلسہ میں لکھنؤ کے سینکڑوں اطباء میں سے چند گنتی کے طبیب شریک تھے۔ ۱۰ مئی کے اس پہلے ہی جلسہ میں لوکل کمیٹی کی جانب سے لکھنؤ میں آل انڈیا کانفرنس کے دوسرے اجلاس کی دعوت دے دی گئی۔

اب تک اختلافات کا جو سلسلہ قائم تھا اس کے حل کی کسی حد تک امید تھی اور دونوں طرف سے اتحاد کی کوششیں جاری تھیں۔ مگر لوکل کمیٹی کے قیام نے باہمی گفتگو کے دروازہ کو بند کر دیا اور اطباء لکھنؤ نے کانفرنس کے اغراض و مقاصد سے اختلاف کرتے ہوئے اس سے اپنی علیحدگی کا اعلان کر دیا اور ۲۴ جون ۱۹۱۱ء کو ایک عام جلسہ میں سر راجہ علی محمد خاں والیٔ ریاست محمود آباد کی زیر صدارت طبی کانفرنس دہلی کے مقابلہ پر انجمن طبیہ لکھنؤ کی بنیاد قائم کی گئی۔

لکھنؤ میں ۱۰ مئی ۱۹۱۱ء کو لوکل کمیٹی کے قیام اور اجلاس دوم کی دعوت کے بعد ادھر لکھنؤ اور دہلی کے اختلافات نے نہایت شدت اختیار کی ادھر ۲۰ مئی ۱۹۱۱ء کو حکیم اجمل خاں یورپ کے دورہ پر روانہ ہو گئے اور تین ماہ ہندوستان سے باہر رہ کر ۲۵ اگست ۱۹۱۱ء کو واپس آئے۔ ان کے باہر قیام کی وجہ سے مصالحت کی کوئی موثر کوشش نہیں ہو سکی اور حالات بہت غلط رخ اختیار کرتے چلے گئے۔

۹ جولائی ۱۹۱۱ء کو لوکل کمیٹی طبی کانفرنس کی طرف سے حکیم عبد الولی کے زیر اہتمام قیصر باغ کی بارہ دری میں بغرض تقرر انتظامات اجلاس دوم آل انڈیا ویدک اینڈ طبی کانفرنس ایک جلسہ کا اعلان ہوا، لیکن لکھنؤ کے عام اطباء کی مخالفت کی بنا پر یہ جلسہ بُری طرح ناکام رہا اور وہ بہت افسوسناک اور ناقابل بیان واقعات

---

[1] روئداد کانفرنس اجلاس دوم منعقدہ لکھنؤ ۱۹۱۱ء صفحہ ۳۰

Marfat.com

پیش آئے جن کی کچھ تفصیل گزشتہ اوراق میں آچکی ہے۔

ان دنوں میں پورے ہندوستان کی طبی دنیا میں ایک ہلچل مچی ہوئی تھی۔ موافقت اور مخالفت میں طبی وغیر طبی اخبار و رسائل میں دونوں طرف سے کھل کر مضامین شائع ہو رہے تھے۔ جگہ جگہ تائیدی و تردیدی جلسوں اور دھواں دھار تقریروں کا سلسلہ جاری تھا۔ اخبار نیر اعظم مراد آباد، پیسہ اخبار لاہور، اخبار مشرق گورکھپور (ان میں دونوں فریقوں کے مضامین شائع ہوتے تھے) حکیم عبدالعزیز کے رسالہ حکمت لاہور، مرزا حیرت کے اخبار کرزن گزٹ دہلی، آل انڈیا شیعہ گزٹ لکھنؤ (ان میں کانفرنس کی مخالفت میں مضمون چھپتے تھے) رفیق الاطباء لاہور، مجلہ طبیہ دہلی اور پنڈت ٹھاکر دت شرما کے ہندی اخبار دیش اپکارک لاہور (یہ تینوں کانفرنس کے خاص آرگن تھے) نے ان مباحث میں خاص طور پر حصہ لیا۔ ان کے علاوہ اخبار وکیل امرتسر، اودھ اخبار لکھنؤ، تفریح لکھنؤ، البنچ بانکیپور اور صحیفہ بجنور کے صفحات میں بھی ان معرکہ آرائیوں کی دھوم تھی۔

مشہور طبیب اور مصنف حکیم غلام حسنین کنتوری (مترجم قانون) شفاء الملک حکیم عبدالرشید کی تائید میں تھے۔ آل انڈیا شیعہ گزٹ کے ذریعہ اپنے ایک مراسلہ میں انھوں نے کانفرنس سے شدید اختلاف ظاہر کرتے ہوئے کانفرنس کے پہلے اجلاس منعقدہ دہلی ۱۹۱۰ء میں اپنا مضمون نہ سنائے جانے کی شکایت کی[1] لیکن کانفرنس کی طرف سے ان کے کسی مضمون کی وصولیابی ہی سے سرے سے انکار کیا گیا۔ اس سلسلہ میں دونوں طرف سے متعدد خطوط اخبارات میں شائع ہوئے۔

حکیم محمد باقر لکھنوی (عرف حکیم اتو خلف حکیم شیخ علی محمد) نے طبی کانفرنس کے عنوان

---

[1] آل انڈیا شیعہ گزٹ مطبوعہ یکم مارچ ۱۹۱۱ء

Marfat.com

سے ایک مضمون تحریر کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ۱۔ ملک کی موجودہ حالت طبی کانفرنس قائم کئے جانے کے ناقابل ہے اور اہل فن ابھی اس کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ۲۔ طبی کانفرنس کی ترقی میں جو کچھ سعی و کوشش اس وقت کی جائے گی۔ وہ مسلم و ہندو یونی ورسٹی کی کوششوں میں حارج اور سدراہ ہوگی۔ ۳۔ طبی درسگاہیں فی الحال نہایت ابتدائی حالت میں ہیں۔ پیشتر ان کو کالج کے درجہ تک پہنچایا جائے اور یونیورسٹیاں قائم ہونے کے بعد ان کالجوں کو ان سے ملحق کرا یا جائے"[۱]

حکیم رفیق احمد بریلوی (آل انڈیا ویدک اینڈ طبی کانفرنس کے اسسٹنٹ سکریٹری تھے) نے مجلہ طبیہ میں حکیم محمد باقر کے اس مضمون کا جواب دیا[۲] حکیم فیروز الدین لاہوری کانفرنس کی اسٹینڈنگ کمیٹی کے سرگرم ممبر تھے) نے بھی اس کے جواب میں ایک مبسوط مضمون لکھا تھا جو رفیق الاطباء کے علاوہ پیسہ اخبار میں تین قسطوں میں شائع ہوا تھا۔

کانفرنس کی مخالفت میں ملک کے اطباء کی طرف سے جو آوازیں بلند ہو رہی تھیں ان پر تبصرہ کرتے ہوئے کانفرنس کے آرگن مجلہ طبیہ کے ایڈیٹر پیرجی حکیم سید عبدالرزاق نے لکھا تھا کہ "کانفرنس کے مخالفین میں اکثر وہی اصحاب شامل ہیں جنھیں صرف جناب حکیم عبدالعزیز صاحب کی خوشنودی مد نظر ہے"[۳]

مجلہ طبیہ کے اسی شمارہ ستمبر ۱۹۱۱ء میں حکیم عبدالقوی لکھنوی کا ایک مضمون "آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس کے مخالفین کو جواب" کے عنوان سے

---

[۱] پیسہ اخبار لاہور ۱۹ جولائی ۱۹۱۱ء

[۲] مجلہ طبیہ دہلی اگست ۱۹۱۱ء

[۳] " " ستمبر ۱۹۱۱ء

Marfat.com

شائع ہوا۔ اس کے تفصیلی جواب کے لئے حکیم مرزا محمد نقی ابن حکیم مرزا احمد تقی لکھنوی نے ایک مستقل رسالہ "آل انڈیا آیورویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس دہلی پر ایک منصفانہ نظر" لکھا۔ یہ رسالہ مطبع نظامی لکھنؤ سے طبع ہوا ہے۔

اس رسالہ میں حکیم عبدالقوی لکھنوی اسسٹنٹ سکریٹری لوکل کمیٹی آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس کے مضمون کا تفصیل سے جواب دیا گیا ہے اور اصولی حیثیت سے کہا گیا ہے کہ "طب یونانی اور ویدک کے باہم اختلاط سے ایسا مجموعہ پیدا ہوگا جس سے نہ طب کا فائدہ منصور ہے نہ ویدک کا ------ طب یونانی نہ مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے اور نہ اسے ان کے ساتھ مخصوص کرنا چاہیئے بلکہ اس امر کی کوشش کرنا چاہیئے کہ جس طرح مسلمان طب یونانی کو پڑھ کر فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح اہل ہنود بھی طب یونانی کو پڑھ کر فائدہ اٹھائیں تاکہ جس طرح ڈاکٹری ہر مذہب، قوم اور ملک میں یکساں رائج ہے اور ہر قوم اس سے فائدہ حاصل کر رہی ہے اسی طرح طب یونانی بھی ہر قوم اور مذہب میں رائج ہو اور میرے خیال میں ہر طبیب کا بحیثیت عامل طب یونانی ہونے کے یہی فرض ہونا چاہیئے کہ وہ طب یونانی کو ایسے عام اور وسیع دائرہ میں لائے کہ ہر انسان کو عام اس سے کہ وہ کسی قوم کسی ملت کسی ملک کا ہو فائدہ پہنچائے نہ کہ اپنی کمزور طبیعت کی وجہ سے دوسرے طریق علاج کو اس میں صرف اس غرض سے شامل کرے کہ دوسرے اقوام کے حضرات اس سے مخالفت نہ ہوں"[1]

اس بات کا جواب دیتے ہوئے کہ علم طب کی ترقی میں ہمیشہ میل جول اور اختلاط سے کام لیا گیا ہے اور متقدمین اطباء نے بھی غیر علوم سے فائدہ حاصل کیا

---

[1] آل انڈیا آیورویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس دہلی پر ایک منصفانہ نظر ص ۳

Marfat.com

ہے۔ حکیم مرزا محمد تقی نے لکھا ہے۔

"اسی سلسلہ میں اس پر غور کرنا چاہیئے کہ متقدمین اطباء نے کب اور کس وقت اور کس طرح دوسرے علوم سے فائدہ حاصل کیا۔ جب وہ حضرات اپنے فن کو کامل طریقہ سے حاصل کر لیتے تھے۔ اور تمام طبی کتب کی خاک چھان ڈالتے تھے۔۔ اس وقت وہ حضرات دوسرے علوم کے مسائل پر تحقیقی نظر ڈال کر اور ان کو اپنے اصول کلیہ کے مطابق کر کے اپنے فن میں لاحق کرتے تھے۔ یہ ان کا حال نہ تھا جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے کہ ہم اطباء بجائے اس کے کہ اپنے پرانے خزانوں کو ڈھونڈھ کر علمی دنیا کے روبرو پیش کریں۔ دوسرے علوم کے مسائل کو اپنے علم میں خلط کر رہے ہیں اور اسی کو ترقی خیال کرتے ہیں"[1]

اس رسالہ میں کانفرنس کی اسٹینڈنگ کمیٹی میں نہ صرف اطباء دہلی کی اکثریت (۲۰) بلکہ اطباء لکھنؤ کی لاہور (۵) سے بھی کم تعداد (۲) رکھے جانے پر اعتراض کیا ہے اور اس حق تلفی کو اہل لکھنؤ کے ساتھ کھلے ہوئے تعصب پر مبنی قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ لکھنؤ جو کہ طبی حیثیت سے ہندوستان کا مرکز خیال کیا جاتا ہے اس کو اس قدر حقارت کی نظر سے دیکھا کہ اس کو نہ صرف دہلی بلکہ لاہور وغیرہ سے بھی کم درجہ پر خیال کیا تو ایسی حالت میں ہر فرد جس کو تھوڑا بھی تعلق طبی حیثیت سے لکھنؤ سے ہے وہ کبھی ایسی کانفرنس میں شریک ہونا پسند نہ کریگا"

لکھنؤ اسکول کی طرف سے کانفرنس کی مخالفت میں جو مستقل رسالے لکھے گئے ان میں ایک رسالہ "آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس دہلی سے علیحدہ رہنے کے اسباب" بھی ہے۔ اسے حکیم محمد باقر (ان کے والد حکیم شیخ علی محمد حکیم تنا

---

[1] آل انڈیا آیورویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس دہلی پر ایک منصفانہ نظر ص ۱۲ و ۱۳

Marfat.com

لکھنؤ کے ہمشیرہ زادہ تھے) نے مطبع نامی سے ۱۹۱۱ء میں طبع کرایا ہے، رسالہ کے صفحۂ آخر میں جن لوگوں کے تائیدی دستخط ہیں ان میں حکیم عبدالرشید کے علاوہ حکیم غلام حسنین کنتوری، حکیم مرزا محمد نقی، حکیم سید محمد نواب خلف حکیم میر باقر حسین، ایس سی سین کبیر بخن نائب صدر وید سبھا لکھنؤ، برج گوپال سکریٹری وید سبھا لکھنؤ، چھاپت باجپئی ممبر وید سبھا شامل ہیں۔

اس رسالہ میں کانفرنس سے کنارہ کشی اور عدم شرکت کے تفصیلی وجوہ گنائے گئے ہیں زیادہ تر اعتراضات کا تعلق قواعد کانفرنس و دستور سے ہے۔ دستوری بے قاعدگیوں سے متعلق بارہ اعتراضات پیش کئے گئے ہیں۔

کانفرنس کی موافقت میں جو مضامین لکھے گئے ان میں حکیم فقیر محمد چشتی نے مجلہ طبیہ اکتوبر ۱۹۱۱ء میں اپنے مضمون "طبی کانفرنس دہلی اور مخالفین کی ڈائنامیٹ طاقت" میں حکیم عبدالرشید کی کانفرنس کے اجلاس اول منعقدہ دہلی ۱۹۱۰ء کی تقریر کا جس سے حکیم عبدالرشید اور ان کے رفقاء کو انکار تھا خاص طور پر حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ "انہوں نے کانفرنس کے سالانہ اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے بظاہر کمال جوش مسرت، گرم جوشی، دلی تپاک سے کانفرنس کا خیر مقدم کر کے ایسی دل خوش کن تقریر کی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ طبی کانفرنس اطباء کے حق میں ایک نیک فال ہے، اگر نظر دقیق سے دیکھا جائے تو سمجھئے کہ طبی دنیا میں ایک نئے دور کا آغاز شروع ہو گیا ہے"۔

مجلہ طبیہ کے اسی شمارہ میں حکیم فرید احمد عباسی کا بھی چار صفحات پر مشتمل ایک مضمون "طبی کانفرنس اور بعض طبیبوں کی چہ میگوئیاں"، شائع ہوا ہے، اس میں انہوں نے لکھا ہے "اطباء لکھنؤ نے اس خیال سے کہ حاذق الملک کے ذریعہ سے طبی کانفرنس قائم ہوا اور ہم اس میں شریک ہوں، ہم کیا کچھ کم ہیں، ہم

اپنے فن کی آپ حفاظت کریں گے چنانچہ اسی جوش میں آکر انجمن طبیہ لکھنؤ قائم کی گئی اور اس کے مقاصد بھی قریب قریب طبی کانفرنس کے قرار پائے۔ اور طبی کانفرنس کے متعلق اعلان کر دیا گیا کہ یہ کانفرنس ہمارے لئے مفید نہیں ہے اس میں محض حاذق الملک کی ذاتی اغراض شامل ہیں۔ علاوہ اس کے اسٹینڈنگ کمیٹی میں (لکھنؤ کے) ممبر کم ہیں۔

حکیم محمد عبد العزیز سیالکوٹی نے "طبی کانفرنس اور اس کی مخالفت" کے تحت لکھا تھا "طبی کانفرنس کی مخالفت جس شد و مد سے شروع ہوئی اور اس کے خلاف جس قدر مضامین دیکھنے میں آئے مجھے کبھی اُن سے اشتعال یا غصہ نہیں آیا۔ البتہ مجھ کو رنج وملال اس روز ہوا، جس روز لکھنؤ کی ایک طبی مجلس جو غالباً طبی کانفرنس کے خلاف قائم ہوئی ہے کی فہرست میں اسماء ممبران انتظامی کمیٹی میں عالی جناب حکیم حاجی محمد عبد العزیز صاحب اور ان کے صاحبزادگان کے اسماء گرامی دیکھے۔ پھر خیال ہوا کہ ان حضرات کو طبی کانفرنس کے اغراض و مقاصد میں کسی بات سے اختلاف ہے تو وہ واقعی قابل غور ہوگی۔ عالی جناب حکیم حاجی محمد عبد العزیز صاحب کی وقعت ہمارے اہل ملک وقوم کے دلوں میں ایسی ہی عظیم ہے جیسے خاندان شریفیہ عالیہ کی۔ وہ اس مرتبہ کے انسان نہیں کہ ان کے کسی اختلاف پر بے توجہی سے رائے زنی کی جائے، جس امر میں انھیں اختلاف ہوگا اس پر مزید غور کیا جائے گا۔ اگر وہ واقعی قابل اصلاح ہے تو اس کی اصلاح اور حکیم صاحب ممدوح کا شکریہ ادا کیا جائے اگر وہ قابل اصلاح نہیں تو نہایت ادب سے حکیم صاحب ممدوح کی خدمت میں اس کے دلائل پیش کر کے تصفیہ کیا جائے۔ ہمیں عالی جناب حاذق الملک کے کوہ وقار دل و دماغ سے امید ہے کہ آپ ضرور اس امر میں حسب عادت عالی حوصلگی سے کافی توجہ اور کوشش فرما کر اس اختلاف

کا مداوا فرمائیں گے۔"[1]

طبی کانفرنس کے قیام کی ابتدا سے حکیم عبدالعزیز کی آخری زندگی تک ان کے اور حکیم اجمل خاں کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ قائم رہا۔

۲۰ ستمبر ۱۹۱۱ء کو دہلی میں کانفرنس کی سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی نے لکھنؤ کی لوکل کمیٹی کا سالانہ اجلاس کے لئے دعوت نامہ اور ۱۲-۱۳-۱۴ نومبر ۱۹۱۱ء کی تاریخیں منظور کیں۔ ۲۰ ستمبر کی اس میٹنگ میں حکیم عبدالعزیز کی خدمت میں ۱۱ ستمبر ۱۹۱۱ء کو جو خط بھیجا گیا تھا اور اس کے جواب میں ۲۰ ستمبر ۱۹۱۱ء کو حکیم عبدالعزیز کی طرف سے حکیم عبدالرشید کا جو خط بذریعہ رجسٹری موصول ہوا تھا، وہ دونوں خط سکریٹری مان سنگھ ویدیہ نے سنائے۔ اس ضمن میں حکیم اجمل خاں نے اس تمام سلسلۂ خط و کتابت کو سنایا جو ان کے اور حکیم عبدالعزیز کے درمیان رہ چکا تھا۔ مجلہ طبیہ نے یہ لکھ کر اسے درج نہیں کیا ہے "چونکہ وہ ایک طول طویل بیان ہے اور اس مقام پر اتنی گنجائش نہیں ہے کہ اسے درج کیا جائے اس لئے وہ حصہ علیحدہ چھپوا کر عنقریب اسٹینڈنگ کمیٹی کے ممبران و نیز دیگر ممبران طبی کانفرنس اور ہمدردان فن کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔" نہ معلوم یہ خط و کتابت علیحدہ سے شائع ہو سکی یا نہیں۔ اگر مجلہ طبیہ کے صفحات پر یہ آگئی ہوتی تو آج ہمارے درمیان محفوظ رہتی۔ یہ خط و کتابت سلسل ڈیڑھ سال جاری رہی تھی۔

اسٹینڈنگ کمیٹی میں پیش کردہ مذکورہ بالا دونوں خطوط کے علاوہ ۵ اکتوبر ۱۹۱۱ء کو حکیم عبدالرشید کے نام جو خط کانفرنس کی طرف سے بھیجا گیا تھا، وہ تینوں خط ذیل میں ان کی تاریخی منزلت کے پیش نظر درج کئے جاتے ہیں۔

---

[1] مجلہ طبیہ اکتوبر ۱۹۱۱ء

خط نمبر ۵۴۲/۳۴ مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۱۱ء از دفتر کانفرنس

بخدمت گرامی جناب حکیم عبدالعزیز صاحب لکھنؤ۔ تسلیم۔ عرصہ کئی ماہ ہوا کہ میں جناب کی خدمت میں لکھنؤ حاضر ہوا تھا اور کانفرنس کے متعلق آپ سے دیر تک گفتگو کی تھی۔ امید ہے کہ میں آپ کو یاد ہوں گا۔ لکھنؤ میں طبی کانفرنس کے متعلق جو واقعات کہ ایام گزشتہ میں پیش آئے صدر دفتر ان کو سکوت کے ساتھ دیکھتا رہا۔ اور اس نے ان معاملات میں اب تک دخل دینا پسند نہیں کیا ہے۔ ہماری کانفرنس کا مقصد فن کی بقا اور بہبود کے لئے وسائل اور اسباب کو بہم پہنچانا اور فن کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ملک میں ایک بااثر تحریک کو پیدا کر دینا اور پورے اتفاق و ربط باہمی کے ساتھ کام کرنا ہے۔ اسی بنیاد پر اب تک کام ہوا ہے اور آئندہ برابر ہوتا رہے گا۔ پس اس قسم کے مفید مشترکہ کام کی نسبت میں نہیں سمجھ سکتا کہ اختلاف کی کوئی جائز وجہ ہو سکتی ہے اور نہ میں جناب کی ذات گرامی کی نسبت یہ باور کرنا گوارا کر سکتا ہوں کہ جناب طبی کانفرنس سے علیحدگی کو پسند فرمائیں گے۔ یہ ممکن ہے کہ جو کام ہم نے شروع کیا ہے اس کا کوئی پہلو جناب کی نظر میں اصلاح کے قابل ہو مگر یہ باور کرنے کو تیار نہیں کہ محض اسی وجہ سے جناب بغیر کوشش اصلاح کے دفعتاً علیحدگی کو اختیار فرمالیں۔ مجھے واثق یقین ہے کہ ہم میں سے کسی نے ایک لمحہ کے لئے بھی خیال نہیں کیا کہ جن کاموں کے لئے کانفرنس نے ابتدا کی ہے وہ ابتدا سے بے نقص اور مکمل ہے۔ جب میں نے سنا کہ جناب کے نزدیک کانفرنس کے قواعد و ضوابط میں کچھ امور غور و اصلاح طلب ہیں اور ان کی بنا پر جناب نے کانفرنس سے علیحدگی کے اعلان کا طریقہ پسند فرمایا ہے تو مجھے اس سے جس قدر تعجب ہوا اسی قدر افسوس بھی ہوا۔ کیونکہ یہ جو کچھ ہوا ہماری خواہش اور توقع کے خلاف ہوا۔ جناب سے جس قدر توقعات ہیں ان کا اندازہ

Marfat.com

اس سے ہو سکتا ہے کہ گزشتہ جلسہ کانفرنس میں جب کہ جناب حج کے لئے عرب شریف تشریف لے گئے تھے اور جناب کے بجائے جناب کے خلف الصدق حکیم عبدالرشید صاحب شریک ہوئے تھے، تو ہم لوگوں نے نہایت خوشی محسوس کی تھی۔ گویا جناب کی محترم ذات ہماری معین و مددگار رہی۔ اور جناب حاذق الملک بہادر نے جناب کا ذکر جن الفاظ کے ساتھ فرمایا تھا اس نے یہی نہیں کہ ہمارے دلوں میں جناب کی الفت پیدا کی بلکہ ہمیں یقین دلایا تھا کہ جناب حاذق الملک بہادر کی اس اچھی پیش قدمی کا جو جواب جناب کی طرف سے ہوگا وہ جناب کے مرتبہ کے شایان شان ہوگا۔ ہم اتحاد کے سچے خواہشمند ہیں اور ہمارے درماندہ فن کی ملک میں جا بجا جو بزرگ خدمات انجام دے رہے ہیں، ہم ان سب کو متحد دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور ان سب کی تہ دل سے عزت کرتے ہیں۔ جناب محترم یہی وجہ ہے کہ جناب کی علیحدگی نے افسوس اور رنج کا ایک بڑا فیلنگ ہمارے دلوں میں پیدا کر دیا ہے اور اسی فیلنگ نے مجھے جناب سے اس علیحدگی کی وجوہات دریافت کرنے پر آمادہ کیا ہے جیسا کہ میں نے عرض کیا ہم نہ قواعد و ضوابط کو مکمل اور ناقابل تبدیل خیال کرتے ہیں اور نہ اپنے مشن کے کسی جزو اور اپنے طریق عمل کے کسی حصہ کو غور و فکر اور تبادل خیالات کے فوائد سے بے نیاز تصور کرتے ہیں۔ توقع یہ تھی کہ جناب خود براہ مہربانی تکلیف فرما کر ان وجوہ سے آگاہی بخشیں گے جو کانفرنس سے جناب کی علیحدگی کا باعث ہو سکتے ہیں۔ چونکہ جناب نے خود یہ امر پسند نہیں فرمایا ہے۔ اس لئے اب میں اس کے لئے جناب سے درخواست کرتا ہوں امید ہے کہ جناب ان تمام وجوہ کو قلمبند فرما کر مجھے مرحمت فرمائیں گے۔ جنھوں نے ہمارے اس مشترک مفید کام سے جناب کی علیحدگی کی شہرت دی ہے تا کہ ہم سب ان پر غور کریں اور انصاف و آزادی کے ساتھ ان وجوہ کی نسبت جو فیصلہ ہم

Marfat.com

کر سکتے ہیں کریں۔ میری دلی خواہش اور سچی آرزو یہ ہے کہ معقول اور سنجیدہ غور اور آزاد قوت فیصلہ کو استعمال کرنے کے بعد جو نتیجہ حاصل ہو اس کو پورے اتفاق کے ساتھ تسلیم کیا جائے اور درماندہ فن کی خدمت کے لئے ہم سب مل جائیں کہ زمانہ اس بات کو چاہتا ہے اور تعلیم یافتہ دنیا ہم کو اس پوزیشن میں دیکھنا چاہتی ہے۔ میں جناب کے جواب کا منتظر ہوں۔ عنقریب اسٹینڈنگ کمیٹی کا جلسہ ہونے والا ہے جس کی اطلاع جناب کو پہنچے گی۔ میں ہوں آپ کا بہی خواہ

ان سنگھ وید سکریٹری

جناب سکریٹری صاحب۔ تسلیم۔ آپ کا خط مورخہ ۱۱ستمبر ۱۹۱۱ء بنام جناب والد صاحب قبلہ موصول ہوا جناب ممدوح فرماتے ہیں کہ جو خط ۱۴ اگست ۱۹۱۰ء کو انہوں نے بنام جناب حاذق الملک صاحب بھیجا تھا، اس کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) غرض کانفرنس ترقی طب یونانی من حیث طب یونانی ہونا چاہیئے (۲) طب یونانی میں کسی دوسرے فن کے مسائل کا اختلاط روانہ رکھا جائے۔ (۳) جو امر کانفرنس تجویز کرے اس پر اولاً یہ بھی غور کرنا چاہیئے کہ اس تجویز پر ممکن الوقوع ہونے کے ساتھ کس حد تک عملدرآمد ہو سکے گا۔ ورنہ صرف کاغذی رونق طب یونانی کے واسطے ہرگز مفید نہیں، جناب حاذق الملک صاحب نے اپنے جواب مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۱۰ء میں ان اصول سے اتفاق کیا تھا مگر جو واقعات گزشتہ اجلاس کانفرنس میں اور اس کے بعد پیش آئے ان سے پایا جاتا ہے کہ اصول مذکورہ پر غور نہ کیا گیا نہ ان کے موافق عمل کیا گیا اگر دراصل آپ ہم لوگوں کی شرکت کانفرنس میں مناسب سمجھتے ہیں تو بہتر ہو گا کہ ان امور پر نیز ان شکایات پر جو عمداً یا پیدا ہو گئی ہیں غور کر کے ان کا فیصلہ کیا جائے۔ ان کے طے ہو جانے پر ہم لوگوں کو کوئی عذر شرکت کانفرنس میں نہ ہو گا۔

عبدالرشید
۱۹ستمبر ۱۱ ۱۹ء

Marfat.com

(۳) خط نمبر ۳۹۴۶ مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۱ء از دفتر کانفرنس

جناب مکرمی تسلیم! آپ کے والد ماجد صاحب حکیم حاجی عبدالعزیز صاحب (مرحوم و مغفور) کی طرف سے آپ کا خط مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۱۱ء مجھے ملا جس کا جواب حسب ہدایت جلسہ اسٹینڈنگ کمیٹی منعقدہ ۲۰ ستمبر ۱۹۱۱ء عرض ہے۔

(۱) کانفرنس نے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ وہ ویدک اور یونانی کو ملانا چاہتی ہے اور نہ اس کا یہ فرض ہے نہ اس کے کسی رزولیوشن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان دونوں طبوں کو ملانا چاہتی ہے۔ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ ان دونوں طبوں کو ایک کرے تو وہ ایک ایسے جداگانہ نصاب تعلیم کے ذریعہ سے کر سکتا ہے جن میں دونوں طبوں کے مضامین ایک جگہ جمع کئے جائیں۔ لیکن یہ کام کانفرنس کا نہیں ہے۔ کانفرنس صرف ان تمام مقاصد سے تعلق رکھتی ہے جن کے فوائد یا دونوں گروہوں کے ساتھ مشترکہ ہوں یا جدا جدا فائدے پہنچ سکتے ہوں۔

(۲) نمبر اول کا جو جواب دیا ہے وہی نمبر (۲) کا بھی جواب ہے۔

(۳) کانفرنس کی اسٹینڈنگ کمیٹی کو استعجاب ہے کہ اس نے کونسی ناممکن الوقوع تجاویز پاس کی ہیں۔ مہربانی فرما کر ان کی تفصیل لکھئے۔

۴۔ نیز اور وہ شکایتیں جو ملک کے اندر پیدا ہو گئی ہیں انکا انسداد کیا جائے انکی تشریح برائے مہربانی فرمائیے۔

آخر میں التماس ہے کہ میرے خط مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۱۱ء میں جو جناب حکیم صاحب (مرحوم و مغفور) کے نام تھا یہ دریافت کیا گیا تھا کہ انھیں کانفرنس کے متعلق کیا اعتراضات ہیں۔ لیکن جواب میں ان اعتراضات کو صاف طور پر نہیں بتایا گیا اس لئے مہربانی کر کے مفصل طور پر اپنے اعتراضات یکے بعد دیگرے منضبط فرما کر بھیج دیجئے۔ اور یقین کیجئے کہ اسٹینڈنگ کمیٹی ان پر حتی الوسع بلا

Marfat.com

غور کرے گی۔

اخبارات میں جو مضامین چھپ رہے ہیں انھیں ہم کس طرح یہ سمجھیں کہ وہ آپ کے والد ماجد صاحب (مرحوم ومغفور) کی خواہش کے مطابق ہیں۔ اس لئے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان اعتراضات کو جو جناب مرحوم ومغفور کی ٹھیک خواہش کے مطابق ہیں ضبط فرما کر بھیج دیں تاکہ کمیٹی میں غور اور فیصلہ کے لئے انھیں پیش کر دیا جائے"۔ مان سنگھ وید سکریٹری

نومبر ۱۹۱۰ء میں کانفرنس قائم ہوئی۔ حکیم عبدالعزیز اس وقت سفر حج میں تھے۔ اپریل ۱۹۱۱ء میں ان کی واپسی ہوئی۔ واپسی کے فوراً بعد فالج میں مبتلا ہو کر ۱۳ اکتوبر ۱۹۱۱ء کو کانفرنس کے اجلاس دوم منعقدہ لکھنؤ سے ٹھیک ایک ماہ پیشتر انھوں نے سفر آخرت اختیار فرمایا۔ اس لئے نہ صرف اکتوبر ۱۹۱۱ء میں ان کے انتقال کے بعد بلکہ دراصل کانفرنس کے ابتدائے قیام ہی سے حکیم عبدالعزیز کی جانشینی اور اطباء لکھنؤ کی طرف سے نمائندگی کے فرائض حکیم عبدالرشید نے انجام دیئے اور شروع سے آخر تک انہی کی شخصیت مرکزی بنی رہی۔

لکھنؤ میں ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴ نومبر ۱۹۱۱ء کو آیورویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس کا دوسرا سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ اس میں گو بیرونی اطباء نے کافی تعداد میں شرکت کی۔ لیکن مقامی اطباء کی اکثریت نے حکیم عبدالرشید کی قیادت میں کانفرنس کا مقاطعہ کیا۔ کانفرنس کے سلسلہ میں لکھنؤ اور دہلی کے یہ اختلافات ۱۹۲۰ء میں حکیم عبدالرشید کی وفات تک شدت سے قائم رہے۔

حکیم عبدالرشید کے زیر اہتمام صرف طبی کانفرنس دہلی کی مخالفت ہی نہیں کی گئی بلکہ مثبت طور پر انہوں نے ویدک کو شامل کئے بغیر آل انڈیا یونانی

طبی کانفرنس کے نام سے ایک تنظیم قائم کی۔ اس کانفرنس کا چونکہ حکیم عبدالرشید کی شخصیت سے گہرا تعلق ہے اس لئے اس کے بارے میں بعض تفصیلات درج کرنا ضروری ہیں۔ علاوہ ازیں آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس دہلی سے اختلافات اور آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس لکھنؤ سے متعلق تفاصیل چونکہ کہیں ضبط تحریر میں نہیں لائی گئی ہیں اس لئے یہاں ان کا تذکرہ تاریخی اہمیت کے پیش نظر بھی ضروری سمجھا جائے گا۔

آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس کے قیام کے بعد لکھنؤ میں جو شدید ردعمل ہوا اس کا اظہار گزشتہ صفحات میں کیا گیا ہے۔ کانفرنس کے قیام پر ۱۲ جون ۱۹۱۱ء کو اطباء لکھنؤ کی ایک نشست اس امر پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوئی کہ آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس دہلی میں اہل فن کی شرکت مناسب ہے اور یہ کانفرنس اس فن شریف کے واسطے مفید ہے یا نہیں۔ کافی بحث و گفتگو کے بعد عدم شرکت کی تجویز منظور کی گئی اور طب کی ترقی کے اسباب پر غور کرنے کے لئے ایک سلکٹ کمیٹی بنائی گئی۔ حکیم محمد تقی عرف مجن[له] کو سکریٹری اور حکیم خورشید علی حکیم میر رضا حسین، حکیم مبارک علی اور حکیم محمد عبدالمعید (شفاء الملک) کو اسسٹنٹ سکریٹری مقرر کیا گیا۔

۲۳ جون کو جلسۂ عام کے واسطے سلکٹ کمیٹی نے پروگرام اور تجاویز مرتب کیں اور ۲۴ جون ۱۹۱۱ء کو ۵ بجے شام نواب غلام حسین خاں بہادر آنریری

له حکیم محمد تقی حکیم سید امیر حسین لکھنؤ (وفات ۱۶ اگست ۱۹۲۱ء) کے گرامی قدر صاحبزادے تھے اور حکیم امیر حسین حکیم نبا کے نواسے اور حکیم شیخ علی محمد کے جانشین تھے۔ جوہری محلہ میں کنز الادویہ کے نام سے ان کا دواخانہ تھا۔ حکیم محمد تقی کی کتابوں میں کشف الغطاء عن وجوہ المانعین عن الغذا فی حمی الوباء اور حکیم امیر حسین کی کتابوں میں دق کے بارے میں مختصر رسالہ ...

Marfat.com

مجسٹریٹ کی کوٹھی میں بصدارت راجہ سر محمد علی خاں والی محمود آباد جلسہ عام منعقد ہوا جس میں اطباء کے علاوہ کثیر تعداد میں شہر کے عوام اور سربرآوردہ ہندو مسلم شخصیتیں شریک ہوئیں۔ اس جلسہ میں انجمن طبیہ کا قیام عمل میں آیا اور اس کے حسب ذیل اغراض و مقاصد قرار پائے۔

۱۔ طب یونانی کی ترقی اور اس کی تحقیقات و اشاعت میں ہر طرح کی کوشش کرنا۔

۲۔ کمیاب طبی تصانیف کو بہم پہنچانے اور شائع کرنے کی کوشش کرنا۔

۳۔ طبی مدارس کا اجراء، نیز ان میں جراحی، کحالی اور دایہ گری کی تعلیم دینا اور علم طب میں جو تنزل ہو گیا ہے اسے دور کرنے کی کوشش کرنا۔

۴۔ یونانی شفاخانے قائم کرنے کی تدابیر کرنا۔

۵۔ مفرد و مرکب دوائیں عمدہ و بسہولت دستیاب ہونے اور خراب دواؤں سے بچنے کی کوشش کرنا۔

۶۔ اطباء میں باہم اتحاد و اتفاق کو ترقی دینے کی کوشش کرنا۔

۲۴ جون کے اس جلسہ میں چالیس ممبران پر مشتمل ایک انتظامی کمیٹی قائم کی گئی جلسہ کمیٹی انتظامی منعقدہ ۲ جولائی ۱۹۱۱ء میں دستور العمل منظور ہونے کے بعد کمیٹی انتظامی کے لئے حسب ذیل عہدہ دار قرار پائے۔

صدر حکیم میر سید محمد نواب۔ نائب صدر حکیم محمد باقر و حکیم حسن رضا خاں (عرف حکیم چھٹن)، سکریٹری حکیم محمد تقی عرف مجن۔ اسسٹنٹ سکریٹری حکیم خورشید علی حکیم خواجہ کمال الدین، حکیم محمد عبد المعید اور حکیم مبارک علی۔ انتظامی کمیٹی نے ۲۳ ممبران پر مشتمل ایک کارکن کمیٹی بھی تشکیل دی جس میں حکیم عبد الرشید حکیم عبد الحفیظ، حکیم عبد المجید حکیم عبد المعید کے علاوہ حکیم مرزا محمد مہدی، حکیم

Marfat.com

خواجہ کمال الدین، حکیم وہاج الحق، حکیم منے آغا آفتاب، حکیم مرزا محمد تقی، صاحب عالم حکیم میرن صاحب، حکیم رائے دین دیال وغیرہ شریک تھے۔

جلسہ کمیٹی انتظامی منعقدہ ۱۵ر اکتوبر ۱۹۱۱ء میں حکیم عبدالعزیز کی وفات پر اظہار افسوس کے بعد قرار پایا کہ آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس دہلی کے موجودہ اصول اور عمل درآمد، قابل ترمیم اور غیر اطمینان بخش ہونے کی وجہ سے انجمن ہذا کو اتفاق نہیں جس کی وجہ سے انجمن اس کانفرنس کو تمام ہندوستان کی کانفرنس نہیں تسلیم کرتی اور کانفرنس سے علیحدہ رہنے کے اسباب جو شائع ہوئے ہیں ان سے اتفاق کرتی ہے۔

اس انجمن کی انتظامی کمیٹی میں اطباء جھوائی ٹولہ اور لکھنؤ کے شیعہ اطباء اور دوسرے صاحبانِ فن ہی شریک نہیں تھے بلکہ ملک کے سرکردہ اطباء کی بھی بڑی تعداد شامل تھی۔ ان میں حکیم غلام حسنین کنتوری (مغلپورہ فیض آباد) شفاء الملک حکیم رضی الدین (دہلی)، حکیم احمد حسین (الہ آباد) حکیم خلیل الرحمن خاں (پیلی بھیت) حکیم سید مرتضیٰ حسین فلسفی (نوگہرہ) حکیم واجد علی (موہان)، حکیم محمد یحییٰ (دربھنگہ) حکیم شہاب الدین (تارہ گڑھ اجمیر) حکیم مولابخش نقشبندی (گجرات پنجاب) وغیرہ تھے۔

۱۱ر نومبر ۱۹۱۱ء کو انتظامی کمیٹی نے سبجیکٹ کمیٹی کے ۲۶ ممبران کا تقرر کیا حکیم عبدالرشید خود اس کے سکریٹری تھے۔ ۱۲ر نومبر ۱۹۱۱ء کو انجمن طبیہ کا اجلاس اول منعقد ہوا۔ شیخ عنایت اللہ تعلقدار سیدن پور، صدر نشین تھے۔ سکریٹری حکیم محمد تقی کی رپورٹ میں حاذق الملک حکیم عبدالمجید خاں کی بھی طبی خدمات کا اعتراف کیا گیا ہے۔ "موجودہ زمانہ کی حالت پر لحاظ کرتے ہوئے جناب حاذق الملک حکیم محمد عبدالمجید خان صاحب کی مساعی جمیلہ اور ہمارے مرحوم

Marfat.com

جناب حکیم محمد عبد العزیز صاحب نے قابل فخر و یادگار کام کیا یعنی مدرسہ طبیہ دہلی اور مدرسہ تکمیل الطب لکھنؤ جاری ہوا ، ایسے وقت میں جب کہ ہماری طب عالم نزع میں تھی انھوں نے اس کے حق میں مسیحائی کا کام کیا۔"

اس کانفرنس میں جو تقریریں ہوئیں اور قرار دادوں کی تحریک و تائید میں جو اظہار خیال کیا گیا، اس میں ویدک اور یونانی کے اشتراک پر سب سے زیادہ تنقید کی گئی۔ روئداد جلسہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اختلاط سے لکھنؤ اور ہندوستان کے دوسرے شہروں کے ویدوں کو بھی اختلاف تھا۔ انہوں نے بھی یونانی اور آیورویدک کے اشتراک پر دہلی کانفرنس کی مخالفت میں جلسے کئے اور لکھنؤ میں ایک ویدسبھا بھی قائم ہوئی۔ اجلاس میں حکیم شاہ محمد فاخر الہ آبادی نے الہ آباد میں ویدوں کے ایک جلسہ کا حوالہ دیا تھا۔

حکیم شمس الحق (گیا) نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ویدک کا طب یونانی سے اور طب یونانی کا ویدک سے من حیث الفن کوئی اختلاط نہیں رہنا چاہیئے۔ یونانی اور ویدک کو مسلمانوں اور ہندوؤں سے مخصوص کر کے مذہبی مناقشہ کھڑا کرنا غلط ہے۔ علاج معالجہ کے لحاظ سے مسلمان ویدک علاج سے اور ہندو یونانی علاج سے مستفید ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ ویدک اور یونانی دونوں قدیم اصول طب کے اعتبار سے ایک دوسرے کے خلاف اور ہر ایک بجائے خود ایک مستقل فن ہے۔ دونوں کے مسائل کی ترکیب سے ہر دو فن کے بندھے بندھائے شیرازوں کے منتشر ہو جانے کا اندیشہ ہے یونانی ویدک اور ایلوپیتھی کو ایک ہی جگہ خلط ملط کرنا اور ایک معجون مرکب بنانا ہرگز درست نہیں۔ ہر طب کے اصول و فروع علیحدہ علیحدہ ہیں، وہ سب کیونکر ایک جگہ اکٹھا ہو سکتے ہیں۔ لہذا بہترین طریقہ یہی ہے کہ طبیب اور وید طب یونانی اور ویدک کے لئے علیحدہ علیحدہ کوشش کر کے انھیں ترقی دیں۔"

مرزا کاظم حسین محشر کی ۱۲۲ اشعار پر مشتمل نظم کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

ہمارے کارنامے نقش باطل ہو نہیں سکتے — ذرا تم آنکھیں کھولو پھر نیا عالم دکھا دیں گے

جسے سب مدرسہ تکمیل طب کا آج سمجھے ہیں — اسی کو رفتہ رفتہ ایک دن کالج بنا دیں گے

یہ کالج ہند میں ہوگا جواب طبقہ یونان — یہاں کے بچے رمز علم بڈھوں کو بتا دیں گے

ہمارے فن میں شرکت یہ مزاج نامذاق ہے — دکھانا ہے ہمیں جو کچھ وہ تم تنہا دکھا دیں گے

ہمارا علم ہو ممزوج یہ خواب پریشاں ہے — ندا اعلوم اہل عقل تعبیر اس کی کیا دیں گے

مرزا محمد ہادی عزیز نے ایک طویل نظم "نسخۂ اکسیر" پڑھی تھی اس کے بعض اشعار یہ ہیں۔

طب اب علیل خود ہے مشکل ہے اسکی صحت — کشتہ کھلا نہ اس کو ویدک کا شیخ حکمت

ہے اس کے ساتھ بیشک سخت اک عداوت — ایسا علاج بالضد ہے باعث ہلاکت

پیش نظر ہیں تیرے وہ سب صفات اس کے — اس کو مفید ہوں گے خود مفردات اس کے

بے بہرہ ہوں جو طب سے ویدک کو آزمائیں — پابند کس کے ہم ہوں جب مختلف ہوں رائیں

ہم اپنے عنصروں میں یہ خلط کیوں ملائیں — سلجھے کی ایسی ہانڈی چوراہے پہ رکھ آئیں

کیوں خلط ملط کردیں اخلاط و عناصر — گو ماہران ویدک ہیں اپنے فن میں قاصر

اسی اجلاس میں بتجویز ممبرین کے مطابق انجمن طبیہ کا نام آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس قرار پایا۔

اجلاس کی نو قراردادوں میں ایک قرارداد یہ بھی منظور ہوئی کہ "یہ جلسہ طب یونانی کو حفظ صحت اور ازالۂ مرض کے لئے جامع اور کافی خیال کر کے ہر ایسے اختلاط کو جو اصول مدونہ طب یونانی کے خلاف ہو غیر قابل اعتبار اور

Marfat.com

طب یونانی کے لئے مضر سمجھتا ہے اور یہ تجویز کرتا ہے کہ یونانی طب کو اس کی اصلی صورت پر قائم رکھ کر اس کی ترقی و بہبود کے لئے کوشش کی جائے۔"

اس تجویز کو پیش کرتے ہوئے مولانا شاہ محمد سلیمان پھلواروی نے کہا کہ میں شرکت اور خلط ملط پسند نہیں کرتا، ہر فن کو اس کے اصل مرکز پر رکھنا پسند کرتا ہوں۔ میں عربی زبان جانتا ہوں اور عربی تحریر سے مجھے بہت ہی شوق ہے مگر اس کے ساتھ ہی سنسکرت جو نہایت اقدم اور وسیع پیمانے پر ہے اس کی نہایت قدر کرتا ہوں، مگر یہ کبھی روا نہیں رکھوں گا کہ دونوں زبانوں کو مخلوط کر دوں عربی میں مبتدا اور سنسکرت میں خبر، آدھا تیتر اور آدھا بٹیر۔ بس خیال فرمائیے اسی طرح سے طب یونانی اور ویدک اور ڈاکٹری کو ایک ہی جگہ خلط ملط کرنا اور ایک معجون مرکب بنانا ہرگز پسند نہیں کرتا۔ ہر طب کی دوائیں اور اس کا طرز استعمال بلکہ اس کے اصول و فروع علیحدہ علیحدہ ہیں، کیونکر وہ سب ایک جگہ اکٹھا ہو سکتے ہیں۔

ایک قرارداد یہ بھی منظور ہوئی "طب کے لئے ہتھیار ادویہ ہیں جن کو صاف اور عمدہ حالت میں بہم پہنچانا چاہیئے۔ یہ عام طور سے روشن ہے کہ طبی ادویہ کے ملنے میں بہت دقتیں پیش آتی ہیں اور عمدہ اور اصلی دوائیں بہت مشکل سے ملتی ہیں۔ اس کا انتظام کہ عمدہ و اصلی دوائیں دستیاب ہوں ایک امر ضروری ہے اور اس پر طب یونانی کی کامیابی منحصر ہے۔"

اس قرارداد سے ظاہر ہوتا ہے کہ ادویہ کی عدم دستیابی اور نقلی دواؤں کے متعلق موجودہ زمانہ میں جو شکایت پائی جاتی ہے۔ ۱۹۱۱ء میں بھی اسے محسوس کیا جاتا تھا۔

اسی اجلاس میں ایک قرارداد منشی احتشام علی رئیس کاکوری کی تحریک سے یہ

بھی منظور ہوئی کہ میڈیکل کالجوں میں علیحدہ سے طب یونانی کی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ اس کی تائید میں ممتاز حسین بیرسٹر نے یاد دلایا کہ میڈیکل کالج لکھنؤ کے قیام کے وقت یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ یہاں طب یونانی کی بھی تعلیم ہوگی اور اس خیال سے لوگوں نے اس میں بہت کچھ چندہ دیا، مگر اب ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں سوائے ڈاکٹری کے طب یونانی کا کوئی انتظام نہیں ہے۔

اس اجلاس میں حکیم مرزا محمد مہدی لکھنؤ (مترجم موضح القانون) حکیم وہاج الحق (لکھنؤ) حکیم سعید الرحمن خاں (دہلی بھیت) حکیم احمد حسین (الہ آباد) حکیم عبدالعزیز کامل (لاہور) اور حکیم خواجہ کمال الدین جیسے مشہور اطباء نے مختلف تجاویز کی تحریک و تائید میں تقریریں کیں۔

کانفرنس کا دوسرا سالانہ اجلاس ۴ فروری ۱۹۱۳ء کو منعقد ہوا۔ اجلاس کے پہلے جلسے کی صدارت سید التفات رسول تعلقدار سندیلہ اور دوسرے جلسہ کی صدارت مسٹر ٹی سی پیگٹ جوڈیشل کمشنر اودھ نے کی۔ کانفرنس کی روئداد میں جلسہ گاہ کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے "چوتھی فروری بھی ایک یادگار تاریخ تھی۔ مشتاقانِ کانفرنس کا دور دراز مقامات سے لکھنؤ آنا اور وکٹوریہ پارک جو ایک نہایت پر فضا مقام ہے وہاں پر کانفرنس کے کیمپ کا نہایت سجاوٹ اور خوبصورتی سے تیار کیا جانا جس میں ایک نہایت وسیع سائن بورڈ لب سڑک لگا ہوا تھا اور دو رویہ خوبصورت رنگین جھنڈیاں لگی ہوئی تھیں۔ ایک سمت ایک وسیع خیمہ میں جناب حکیم محمد عبدالرشید صاحب کی جانب سے مہمانانِ کانفرنس کے لئے ٹی پارٹی کا سامان کیا گیا تھا جو ہر طرح لائق تحسین تھا۔ شرقی حصہ میں کیمپ کے ایک نہایت وسیع خوبصورت خیمہ ایک عالی ہمت فخر ملک راجہ صاحب کا جو بغرض اجلاس کانفرنس مرحمت ہوا تھا بجائے پنڈال نصب تھا۔ بلکہ پنڈال مصنوعی سے بدرجہا

Marfat.com

خوبصورت، وسیع ایسا جس میں ہزار بارہ سو کرسی آجائے۔ اور سونے میں سہاگہ یہ تھا کہ برقی روشنی اندر اس خیمہ پنڈال کے شب کو فلک چہارمی کا سماں دکھاتی تھی اور دیگر مقامات کیمپ میں خوبصورت لیمپ نصب تھے۔ اندرون پنڈال نہایت سجاوٹ کے ساتھ اسٹیج تیار کیا گیا تھا جس پر نہایت خوشنما کرسیاں لگائی گئی تھیں۔ ان پر "زرد وٹ" کارڈ لگے ہوئے تھے اور پریسیڈنٹ صاحب کے واسطے ایک ممتاز مقام نشست رکھا گیا تھا۔"

سید التفات رسول نے اپنی صدارتی تقریر میں جہاں بہت سی اہم اور کام کی باتوں کی طرف توجہ دلائی وہاں انہوں نے یہ بھی کہا کہ سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ اطبا رفنِ دواسازی کی طرف خاص طور پر توجہ کریں۔ عمدہ و تازہ ادویات عطاروں کے عدم توجہ کی وجہ سے تقریباً نایاب ہیں۔ چونکہ تازہ و اصلی دوائیں دستیاب نہیں ہوتیں اس لئے نسخوں کا اصلی فائدہ مرتب نہیں ہوتا۔ شکایت یہ ہے کہ یونانی علاج مفید نہیں ہوتا، مفید ہو تو کیونکہ دوائیں تو ملتی نہیں۔ اصل قصور ادویہ کی خرابی کا ہے۔ مگر الزام طب یونانی کے سر آتا ہے۔ اگر آپ طب یونانی کو ہر دلعزیز بنانا چاہتے ہیں تو پہلے اسکی کوشش کیجئے کہ عمدہ و قابلِ اعتبار دوائیں دستیاب ہوسکیں۔"

طب یونانی کی بڑی محرومیوں میں سے ایک غیر سند یافتہ معالجین اور ان کے رجسٹریشن کا وجود ہے۔ اب سے ساٹھ سال قبل جبکہ مدارس کی یہ کثرت نہ تھی اور قابل اطباء کے مطبوں میں درس اور نسخہ نویسی کا طریقہ مروج تھا، یہ بہت زیادہ محسوس کی جانے والی چیز نہیں تھی۔ لیکن آج تعلیم کے اس مقبول عام دور میں بھی ہم اس محرومی سے دوچار ہیں۔ ۶۰ سال پہلے اپنی صدارتی تقریر میں اس جانب اشارہ کرتے ہوئے انھوں نے کہا تھا۔ "اب میں ایک نہایت

Marfat.com

ضروری بات جس کی وجہ سے فن طب و نیز باشندگان ہند کو نقصان عظیم پہنچا ہے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ ملک کی بدقسمتی سے غیر مستند معالج اور بازاری ادویہ فروشوں کا ایک گروہ پیدا ہو گیا ہے جس کے دام تزویر میں ایک عالم مبتلا ہے ہر گلی و کوچہ میں اس جماعت کے افراد ادویہ فروشی کرتے نظر آتے ہیں اور ہر قسم کی بیکار اور مضرت رساں ادویہ ملک کے ہاتھوں فروخت کرتے ہیں۔ حامیان طب کا فرض ہے کہ وہ حتی الامکان ملک کو اس بلائے بے درماں سے بہت جلد نجات دلائیں۔ گورنمنٹ سے درخواست کی جائے کہ وہ صرف سند یافتہ اطباء کو پریکٹس کی اجازت دے۔ اور ادویہ فروشی کے لئے لائسنس کا طریقہ جاری کرے۔"

کانفرنس نے گزشتہ اجلاس میں مفرد و مرکب ادویہ کی فراہمی کے متعلق قرارداد منظور کی تھی۔ اس دوسرے اجلاس کے موقع پر [illegible] حکیم محمد تقی عرف تجن نے اپنی رپورٹ میں اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے سے متعلق جن کوششوں کا ذکر کیا اور آخر میں اس کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ "ناقابل اعتبار مفرد و مرکب ادویہ سلیقہ کے ساتھ نہ تیار ہونے کی وجہ سے جو نقصان طب یونانی کو پہنچا اور پہنچ رہا ہے اسے آپ لوگ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ اس تجویز کو حد تکمیل تک پہنچنے کے لئے کافی سرمایہ کے علاوہ ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہوگی جو علم الادویہ میں ماہر ہونے کے ساتھ عملی حیثیت سے دلچسپی لے سکے۔ غالباً آپ کو اس سے اتفاق ہوگا کہ اس کے لئے یہ صورت بہتر معلوم ہوتی ہے کہ تجارتی اصول پر ایک کمپنی قائم کی جائے۔"

اس اجلاس میں محسن الدولہ حکیم سید سرفراز حسین (ولادت ۱۲۶۹ھ) نے اپنی تحریر میں اس اہمیت سے فن کی ابتدائی حالت اور زمانہ کی وجہ سے

شریک اجلاس نہیں ہو سکے تھے۔ اس میں انھوں نے آل انڈیا ویدک اینڈ طبی کانفرنس دہلی پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ "کانفرنس اجتماع ضدین محال کے مسئلہ کو غیر محال کرنا چاہتی ہے اور بہ دیگر الفاظ آگ اور پانی کو یکجا بہم کرنے کا سامان بہم کر رہی ہے۔ اور یہ کانفرنس اس مسئلہ کی بنا پر آگ اور پانی کو جدا جدا رکھتی ہے ..... پہلے اپنی طبابت کو ترقی اور فروغ دے لیا جائے بعدہٗ اگر مصلحت اور موقع ہو تو دوسری جانب توجہ کی جائے ..... لکھنؤ میڈیکل کالج کو دیکھو کہ اس نے طبابت ہائے یونانی اور ویدک کی تعلیم کا استعمال اس میں جائز نہ رکھا ہے"

حکیم عبدالمعید اسسٹنٹ سکریٹری طبی کانفرنس نے تاریخی حوالوں کے ساتھ طب کی اہمیت و افادیت اور اس کی ترقی و حمایت کے لئے اور حکیم عبدالماجد قادری بدایونی نے "طب یونانی کا ہر مذہب و ملک کے ساتھ یکساں تعلق ہے" کے عنوان پر زوردار تقریریں کیں۔

حکیم فتح محمد سندھی متخلص بہ صغیر سیوستانی (حیدرآباد سندھ) نے فارسی میں ایک فی البدیہہ نظم پیش کی۔ جمیل احمد سوختہ بدایونی کی نظم کے بعض اشعار ملاحظہ ہوں ؎

گلشن طب پھر بہاروں سے پھولا پھلا ہے آج　　گھر کے پھر علم و عمل کے بادل چھا گئے
اس طرف سے قوم اپنا دکھ درد کہنے بڑھی　　اُس طرف سے یہ صدا آئی مسیحا آ گئے
دیکھ کر یہ مجلس شوریٰ یہ سچ وقت یہ ادا　　یاد پھر اگلے زمانے آج ہم کو آ گئے
پھر چلا ہے شمع بزم علم یاراں پھر چمک　　جہل کی تاریکیوں میں پھنس کے ہم گھبرا گئے
فخر ملک و قوم ہوں یا رب حکیم عبدالرشید　　ذات سے جن کی ترقی علم و فن پا گئے

حکیم محمد حنیف علی رعب نے اس موقع پر ۱۰۰ اشعار پر مشتمل اپنی نظم "نوید صحت"

Marfat.com

پڑھی تھی۔ یہ نظم کلیات رعب میں بھی شامل ہے [1]۔

اس کانفرنس میں جو ۹ قرار دادیں منظور ہوئیں، ان میں ایک نہایت اہم قرار داد یہ تھی کہ "اس کانفرنس کی رائے میں مسائل طبیہ مختلفہ طے کرنے کے لئے اطباء ذیل کا کمیشن قائم کیا جائے جو ہمیشہ مختلف فیہ مسائل کے متعلق اپنے تصفیہ کی رپورٹ سالانہ کانفرنس ہذا کے اجلاس میں پیش کیا کرے"۔ جن پندرہ اطبا کے نام تجویز کئے گئے تھے ان میں حکیم اجمل خاں، شفاء الملک حکیم رضی الدین احمد دہلی، حکیم حافظ عبدالمجید، شفاء الملک حکیم عبدالحمید لکھنؤ، حکیم برکات احمد (ٹونک) حکیم رحیم اللہ (بجنور) حکیم مخلص الدولہ (جے پور) حکیم عبدالرشید خاں (سابق مدرس اعلیٰ مدرسہ طبیہ دہلی) حکیم غلام مصطفیٰ (لیکچرر طب یونانی پنجاب یونیورسٹی لاہور) حکیم رائے دین دیال (لکھنؤ) حکیم مفتی سلیم اللہ (لاہور) حکیم امیر حسین (رام پور) حکیم عبدالماجد (بدایون) حکیم سرور شاہ ملک (پنجاب) حکیم قیام الدین جیسے اصحاب علم شامل تھے۔

یہاں یہ ذکر کرنا بے موقع نہ ہوگا کہ دہلی میں خود حکیم اجمل خاں نے آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس کی طرف سے اس قسم کی جو کمیٹی قائم کی تھی اس میں اطبا لکھنؤ کے نام بھی شامل کئے گئے تھے۔

کانفرنس کا تیسرا سالانہ اجلاس ۱۲، ۱۳ اپریل ۱۹۱۴ء کو لکھنؤ میں منعقد ہوا سید عابد حسین بیرسٹر ایٹ لا کی تحریک اور حکیم وہاج الحق اور حکیم سید امیر حسین کی تائید سے نواب سید اکبر علی خاں عرف چھوٹے نواب صاحب رئیس ٹینہ نے اجلاس کی صدارت کی۔ اس اجلاس میں سکریٹری نے کانفرنس کا

---

[1] کلیات رعب ص ۳۲۵

ضروری ترمیمات کے ساتھ دوسرا دستورالعمل مرتب انتظامی کمیٹی منعقدہ ۲۰ راگست
۱۹۱۴ء کو بھی پیش کیا جسے باتفاق آراء منظوری حاصل ہوئی۔ دوسرے جلسہ کی
صدارت کے فرائض مسٹر لینیری جوڈیشل کمشنر نے انجام دیئے۔ اس جلسہ میں
دو علیحدہ قراردادوں کے ذریعہ حکومت کا شکریہ ادا کیا گیا کہ کانفرنس کی
سابقہ قراردادوں کے حسب منشا ایک کمیٹی و نیز آل انڈیا سینیٹری کانفرنس
میں یونانی اطباء کو بھی شریک ہونے کا موقع دیا گیا۔ اس اجلاس تک تین روپیہ چندہ
دینے والے ممبروں کی تعداد ۵۰۳ ہوگئی تھی۔ ان کے علاوہ ۲۶۵ اعانت
کنندگان تھے۔

کانفرنس کا چوتھا سالانہ اجلاس ۱۸ فروری ۱۹۱۶ء کو نواب مرزا محمد مرتضیٰ حسین
خاں آنریری مجسٹریٹ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں مجلس انتظامیہ
کی تین سالہ مدت پوری ہو جانے کی وجہ سے حکیم عبدالرشید نے نئی مجلس انتظامیہ
کے ممبران کے ناموں کا اعلان کیا اور کانفرنس کی ضرورت پر نہایت اہم تقریر کی۔

طبی کانفرنس کے جلسے حکیم عبدالرشید کی حیات (۱۹۲۰ء) تک نہایت اہتمام
اور دھوم سے منعقد ہوتے رہے۔ ان کے انتقال کے چند سال بعد لکھنؤ اور
دہلی کا یہ تفرقہ مٹ گیا۔ اس سلسلہ میں ایک طرف مسیح الملک حکیم اجمل خاں
کی مستقل کاوشوں اور دوسری طرف حکیم عبدالرشید کے جانشین شفاء الملک
حکیم عبدالحمید کی مرنجاں مرنج طبیعت کو بہت دخل تھا۔ یہاں تک کہ آل انڈیا ویدک
اینڈ طبی کانفرنس کے چودھویں سالانہ اجلاس منعقدہ دہلی ۶-۷-۸ مارچ ۱۹۲۶ء
میں خود شفاء الملک حکیم عبدالحمید کی سرکردگی میں اطباء لکھنؤ نے شرکت کی۔ ہندوستان
بھر کے طبی حلقوں میں اس پر نہایت خوشی ظاہر کی گئی اور اسے بڑی قدر کی نگاہ
سے دیکھا گیا۔ ماہنامہ المسیح نے اظہار مسرت کے طور پر لکھا تھا "اس سال کی کانفرنس

Marfat.com

اس لحاظ سے نہایت اہمیت رکھتی ہے کہ لکھنؤ کے بیشتر مقتدر اطباء اس جلسہ میں شریک تھے مثلاً شفاء الملک عالی جناب حکیم محمد عبدالحمید صاحب سکریٹری تکمیل الطب کالج لکھنؤ، عالی جناب حکیم عبدالمعید صاحب، جناب حکیم ہادی رضا صاحب سکریٹری منبع الطب کالج لکھنؤ، جناب حکیم عبدالحسیب صاحب دریابادی، خان بہادر حکیم نیظر حسین خاں صاحب طبیب شفاخانہ شاہی اور ان کے صاحبزادہ حکیم محمد قاسم صاحب اور لکھنؤ کے بہت سے اطباء، علاوہ ازیں ملک کی عزیز ترین ہستی اور مایۂ ناز وجود عالی جناب محمد عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی بھی پوری دلچسپی کے ساتھ اس سال کی کانفرنس میں اول سے آخر تک شریک رہے[1] اس کانفرنس کے تیسرے روز کی پہلی نشست کی صدارت کے فرائض بھی شفاء الملک حکیم عبدالحمید نے انجام دیئے تھے۔

حکیم عبدالرشید معالجہ میں یکتا تھے اور عوام و خواص میں یکساں مقبولیت رکھتے تھے۔ مہاراجہ سندھیا گوالیار، راجہ صاحب نانپارہ، راجہ صاحب پیاگپور، راجہ صاحب سنگھائی (ضلع کھیری)، راجہ صاحب چندہ پورہ، راجہ صاحب کسمنڈہ (سیتاپور)، راجہ صاحب کھجور گاؤں، راجہ صاحب سمروٹ، راجہ صاحب پریاواں، راجہ صاحب تلوئی اور دوسری ریاستوں اور تعلقداران اودھ کے ہاں بغرض علاج ان کا جانا ہوتا تھا۔ مطب میں وقت کے بہت پابند تھے اور کبھی مطب میں تاخیر نہیں کرتے تھے۔ تشخیص اور طلباء کے استفسار کے جواب میں فیصلہ جلدی کرتے تھے۔ نسخہ بہت مختصر اور کم اجزاء پر مشتمل ہوتا تھا۔ ان کے ایک شاگرد حکیم سید حسن بہار شریف (۱۹۲۱ء میں تکمیل الطب سے سند فراغت حاصل کی تھی)

---

[1] ماہنامہ المسیح دہلی اپریل ۱۹۲۶ء

کے مطابق امراض صدر کی تشخیص میں وہ کمال رکھتے تھے۔ اکثر ہسپتال سے ڈاکٹر سل کے مریضوں کو تشخیص کے لئے ان کے مطب میں بھیجتے تھے اور یہ صرف قارورہ اور سینہ دیکھ کر فیصلہ کرتے تھے۔ طلبار کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے اور انھیں مطب اور معالجہ کے رموز بتاتے تھے۔[1]

ان کے شاگرد شفار الملک حکیم خواجہ شمس الدین لکھنوی نے ان کے مطب کا ایک واقعہ لکھا ہے "میں استاد مرحوم شفا الملک حکیم عبدالرشید صاحب کے مطب میں بیٹھتا تھا۔ ایک مریض فینس پر لایا گیا جس کو ورم طحال تھا اور اس کی ناک سے خون بھی جاری تھا۔ مرحوم نے سب طلبار کو جو چالیس پینتالیس کے شمار میں تھے مریض کو دکھلا کر حکم دیا کہ اس کا نسخہ تجویز کریں۔ سب نے محللات ورم اور حابسات دم کی ترکیب کے ساتھ نسخے تجویز کئے۔ صرف میرا نسخہ اس سے الگ تھا۔ میں نے خون روکنے کی کوئی دوا نہیں لکھی اور صرف مقویات طحال اور محللات ورم ادویہ تجویز کیں۔ استاد مرحوم نے فرمایا کہ "تمہارے نسخے کے سوا سب نسخے غلط ہیں۔ طحال مفرغہ فضلات ودم فاسد ہے۔ ورم وضعف کی وجہ سے خون فاسد کو جذب نہیں کر سکتا اور بذریعہ رعاف بطور بحران دفع کر رہا ہے اگر اس کو روک دیا گیا تو استسقار پیدا ہو جائے گا اور مریض ہلاک ہو جائے گا۔"[2]

حکیم عبدالقوی دریابادی نے راقم سے بیان کیا کہ ۱۹۱۹ء میں ان کی والدہ صرع میں مبتلا ہوئیں۔ انھیں اس کے شدید دورے پڑتے تھے، حکیم عبدالرشید نے ان کا بہت معرکہ کا علاج کیا اور ۵-۶ مہینے کے علاج سے دورے بند ہو گئے۔

---

[1] مکتوب حکیم سید حسن (بہار شریف) بنام راقم

[2] ماہنامہ تکمیل الطب ستمبر ۷۴ء ۱۹

Marfat.com

اور انھیں اس مرض سے نجات مل گئی۔

لکھنؤ میں ایک بار وبائی قسم کا بخار پھیلا جس پر کسی علاج سے قابو نہیں پایا جا رہا تھا اور بیجا اموات واقع ہو رہی تھیں۔ خود ان کے چھوٹے بھائی حکیم عبدالحکیم اور عبدالعظیم بھی اس میں مبتلا ہو گئے حکیم عبدالرشید نے اس بخار کے علاج میں غسل ضروری خیال کرتے ہوئے اپنے بھائیوں کو تازہ پانی سے غسل کرنے کے لئے کہا۔ گھر کے دوسرے لوگ منع کرتے رہے لیکن ان کے حکم کی تعمیل کی گئی اور وہ دونوں ٹھیک ہو گئے اس کے بعد وہ اس بخار کے ہر مریض کو غسل کی ہدایت کرتے تھے اور اس سے لوگوں کو فائدہ ہوتا تھا۔

حکیم مظہر امام پٹنہ نے بتایا کہ درس کے دوران طلبا کی طرف سے اس قدر شکوک اور اعتراضات پیش کئے جاتے تھے کہ کتاب کی سطر دو سطر پڑھنا مشکل ہوتا تھا لیکن حکیم عبدالرشید کی فنی قابلیت اور استحضار علم کا یہ عالم تھا کہ ہر سوال کا بلا تکلف نہایت شافی جواب دیتے تھے اور اس میں ان کی طرف سے ذرا تاخیر نہیں ہوتی تھی۔

اپنے تلامذہ کی بہبود اور ترقی کا انھیں خاص خیال رہتا تھا اور مقامات جنھوں پر ان کا تقرر کرا کے انھیں بڑی خوشی حاصل ہوتی تھی۔ حکیم خواجہ شمس الدین کو انھوں نے مہاراجہ سندھیا گوالیار کے علاج کے لئے اپنا نائب مقرر کر کے بھیجا تھا[1]

اسی طرح حکیم رکن الدین دانا کو انھوں نے ریاست سہسپور بلاسی (ضلع مراد آباد) میں صاحب ریاست کے علاج پر مامور کیا تھا[2]

---

[1] ماہنامہ الطبیب لاہور جنوری ۱۹۰۸ء

[2] رموز الاطبا، دوم ص ۲۱۰

Marfat.com

مولانا عبدالاحد پہلی بھیت (۱۹۲۳ء–۱۸۸۳ء) حکیم محمد یوسف حیدر آبادی (پیدائش ۱۰ محرم ۱۳۱۰ھ رسدتی، بارہ بنکی) حکیم محمد شرافت کریم بہار شریف (وفات ۱۹۳۵) حکیم خواجہ عبدالشکور (کانپور) حکیم شمشاد علی خاں (دہلی) حکیم سید ہدایت الحسن (مہان) ابوالفضل حکیم فضل الٰہی (لاہور) حکیم محمد یعقوب سرشتہ کوٹ (بجنور) حکیم سید محمد مہدی نقوی (ابن حکیم سید محمد نذیر امروہہ) حکیم سید ابراہیم[1] (بانی مدرسہ طبیہ گیا۔ قائم کردہ ۱۹۲۳ء) حکیم ادریس (سابق پرنسپل گورنمنٹ طبی کالج پٹنہ) حکیم عبدالشکور (پٹنہ) حکیم لبیب الدین (پٹنہ) انکے مشہور تلامذہ میں ہیں۔

ہدیۃ الرشید اور المائدہ فی الطاعون کے علاوہ امراض عین و علامات فارقہ فی الامراض المتشابہہ کے نام سے بھی ان کی ایک کتاب ہے۔ شفاء الملک حکیم عبداللطیف صاحب کے پاس اس کا مخطوطہ محفوظ تھا۔ حکیم عبدالرشید بہت بااثر اور پُروقار شخصیت کے مالک تھے۔ تعلقہ داران اودھ اور اعلیٰ سرکاری حکام سے ان کے گہرے دوستانہ مراسم تھے۔ حکیم عبدالعزیز کے عہد میں تکمیل الطب کے جلسوں میں چودھری محمد نصرت علی خاں رائے بہادر یا لیہ سر پیام، راجہ علی محمد خاں والی محمود آباد، راجہ تصدق رسول (جہانگیر آباد) اور مسٹر اے ایل سانڈرس کمشنر لکھنؤ صدر نشین رہے۔ حکیم عبدالرشید کے زمانہ میں دو سال ۱۹۱۴ء ۱۹۱۶ء میں سر جیمس مسٹن لیفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ آگرہ اودھ نے صدارت کے فرائض انجام دیئے۔ اس سے قبل ۱۸ دسمبر ۱۹۱۲ء کو بھی وہ پہلی مرتبہ تکمیل الطب کا معائنہ کر چکے تھے اور سپاسنامے کے جواب میں طب یونانی کی نسبت انھوں نے نہایت امید افزا خیالات ظاہر کئے تھے۔ یہ سر جیمس مسٹن سے ان کے ذاتی تعلقات ہی کا اثر تھا کہ پانچ سال کے اندر تین مرتبہ انھوں نے تکمیل الطب کے سلسلہ میں حکیم عبدالرشید کی دعوت قبول کی۔ ہز ہائی نس مہاراجہ صاحب

---

[1] حکیم سید ابراہیم چند سال تک شفاخانہ تکمیل الطب میں اسسٹنٹ انچارج اور استاد سرجری رہے حکومت بہار نے انھیں انجکشن کو بھی استعمال کرنے کی خاص طور پر اجازت دی تھی۔ اس سے پہلے کسی یونانی طبیب کو یہ اجازت نہیں تھی۔ سرجری میں خوب پریکٹس کرتے تھے۔

Marfat.com

گائیکواڑ والی ریاست بڑودہ بھی ان کے عہد میں کالج آئے۔

حکیم عبدالرشید کو تمغہ منجانب کنگ اور خاندان میں سب سے پہلے ۱۹۱۷ء میں شفاء الملک کا خطاب ملا۔ اس سے قبل انھیں "خان صاحب" کا خطاب بھی مل چکا تھا۔ شفاء الملک کے خطاب پر نہ صرف لکھنؤ بلکہ ہندوستان کے دوسرے شہروں میں تہنیتی جلسے منعقد کئے گئے۔ چنانچہ جھانسی میں ۱۰ اگست ۱۹۱۷ء کو ان کے شاگرد حکیم خواجہ سید نصیر الدین لکھنوی کے زیر اہتمام ایک جلسۂ تہنیت منعقد ہوا جس میں سید ارادت حسین اظہر ہیروی تلمیذ حضرت فصاحت لکھنوی نے درج ذیل قطعہ تاریخ پیش کیا ؎

حکیم حضرت عبدالرشید صاحب را	زمانہ گفت درست و بجا شفاء الملک
نماند مسیح علیل و مریض در عالم	پے عوارض دآزار شان دواء الملک
زنام نامی او لرزہ آمدہ تپ را	زدہر نیست و نابود شد وباء الملک
میان لکھنؤ ماند مدام نام آور	دعا نصیر کند ہمسرہ دعا را لملک
سنین تہنیت اظہر بہ معجمہ گفتم	خطاب کرد سلطان شاہ چوں شفاء الملک

۱۳۳۵ھ

حکیم عبدالرشید کی طبیعت میں چونکہ خودداری اور احساس عظمت بہت تھا، اس لئے اعلیٰ انگریز حکام اور رؤسا سے بہت بلند ہو کر ملتے تھے اور اپنے وقار اور عزت نفس کا انھیں بیحد خیال رہتا تھا۔ ایک بار کسی موقع پر راجہ صاحب محمود آباد کو انھوں نے ٹوک دیا تھا۔ جس کے بعد ان سے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو گئی جو آخر تک قائم رہی۔ شفاء الملک حکیم عبدالحمید کے زمانہ میں پھر اس خاندان سے راجہ صاحب کے تعلقات خوشگوار ہوئے۔

حکیم عبدالرشید بہت سریع الغضب واقع ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ

غالباً بنارس کے اسٹیشن پر فرسٹ کلاس کے ایک ڈبہ میں انہوں نے اپنا سامان رکھنا چاہا اسی ڈبہ میں ایک انگریز مجسٹریٹ بھی اپنا سامان رکھنا چاہتا تھا، وہ عام انگریزوں کے رویہ کی طرح جیسا کہ ان کا ہندوستانیوں کے ساتھ رہتا تھا۔ حکیم عبدالرشید کے سامان رکھنے پر معترض ہوا۔ حکیم صاحب نے اصرار کیا، جب بات بڑھی تو انہوں نے ایک طمانچہ رسید کیا۔ اس پر ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا، وہاں موجود تمام ہندوستانی باشندوں کی ہمدردیاں حکیم صاحب کے ساتھ تھیں۔ حکیم صاحب کی طرف سے اسی وقت گورنر کو ٹیلی گرام کیا گیا۔ اس کی مداخلت پر معاملہ رفع دفع ہوا۔ غصہ کی حالت میں وہ کسی سے خائف نہیں ہوتے تھے اور بڑے سے بڑا اقدام کر گزرتے تھے۔

پولیس کا ایک تھانہ دار جو اتفاق سے اس علاقہ میں نیا آیا تھا، اس نے نخاس میں حکیم عبدالرشید کی ٹم ٹم سے آگے اپنا گھوڑا نکالنا چاہا، جس پر انھیں سخت برہمی پیدا ہوئی اور انہوں نے اپنی ٹم ٹم روک کر اسے ہنٹر سے مارا اور اس کی مونچھیں نوچ ڈالیں۔ اس کے بعد اس نے معافی مانگی اور تبادلہ کی سزا سے محفوظ رہا۔

حکیم صاحب غصہ میں سخت سزائیں دیتے لیکن پھر اس کی تلافی کرتے ہوئے اس شخص کو انعام و اکرام سے نوازتے تھے۔ بعض مرتبہ لوگ ان سے روپیہ وصول کرنے کی وجہ سے مار کھانے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کے گھر کی حبترانی جس کا نام بجورن تھا، اکثر بیت الخلا کے کونہ میں جالا لگا ہوا چھوڑ دیتی جس کی وجہ سے ان کو بہت الجھن ہوتی تھی وہ اس کو اپنی کسی ملازمہ سے پٹواتے۔ پھر شام کو انھیں افسوس ہوتا اور اسے انعام دلواتے وہ مہینہ میں کبھی کبھی جان بوجھ کر جالے چھوٹی اور پٹائی کے بعد انعام حاصل کرتی۔

Marfat.com

آخر میں جہاں شفاء الملک حکیم عبدالمعید کا گیرج تھا وہاں پہلے ان کا اصطبل تھا جس میں ان کی سواری اور ٹم ٹم کے گھوڑے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ وقت مقررہ کے علاوہ کہیں جانے کی ضرورت پیش آئی۔ انہوں نے سائیس کو گاڑی میں گھوڑے لگانے کا حکم دیا، لیکن مقررہ وقت نہ ہونے کی وجہ سے گھوڑے نہیں لگے۔ کافی کوشش کے باوجود جب سائیس ناکام رہا تو انھوں نے خود کوشش کی اور گھوڑوں کو اتنے ہنٹر لگائے کہ گھوڑے الف ہو گئے۔ ایک گھوڑے نے اپنے اگلے پیروں کی ٹاپیں ان کی ہتھیلی پر ٹیک دیں جس کے نتیجہ میں ان کی ہتھیلیاں زخمی ہو گئیں اور خون جاری ہو گیا۔ لیکن ان کی جدوجہد کے آگے گھوڑوں کو مجبور ہونا پڑا۔ اور وہ ٹم ٹم میں لگائے گئے۔

جب انھیں ضد آجاتی تو ہزاروں روپیہ خرچ کر کے نقصان اٹھاتے۔ لیکن اپنی بات سے نہیں ہٹتے تھے جو بات منہ سے نکل جاتی تھی اسے بڑی سے بڑی قیمت پر پورا کرنا ضروری خیال کرتے تھے۔

ایک مرتبہ وہ کانپور تشریف لے جا رہے تھے۔ پلیٹ فارم پر شیشہ کے فریموں میں قلمی تصویریں رکھے ہوئے ایک شخص بیٹھا تھا۔ یہ تیزی سے اس کے قریب سے گزرے۔ اس نے کہا میاں اگر یہ فریم ٹوٹتے تو میرا سیکڑوں کا نقصان ہو جاتا۔ حکیم صاحب فوراً ٹھہر گئے اور پوچھا کتنے کا نقصان ہو جاتا، اس نے جواب دیا دو ہزار کا۔ یہ سن کر حکیم صاحب نے فوراً پیر سے فریموں کو توڑ کر جیب سے دو ہزار روپے نکالے اور اس کے سامنے ڈال دیئے۔ وہ غریب منہ دیکھتا رہ گیا۔

حکیم صاحب مزاجی طور پر ہمیشہ عجلت میں رہتے تھے اور وقت کی انتہائی پابندی کا لحاظ کرتے تھے کبھی ناشتہ کے وقت چاء ضرورت سے زیادہ گرم آجاتی تو جلدی کے خیال سے اس گرم چاء میں ٹھنڈا پانی ملا دیا کرتے تھے اور جلدی سے اسے

بی کہ وقت کی پابندی کرتے تھے ان کا کوئی وقت ضائع نہیں ہوتا تھا۔ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مصروف رہتے تھے۔

رعب و جلال کا یہ عالم تھا کہ دوران مطب یا دوران درس کسی کی مجال نہیں ہوتی تھی کہ خلاف ادب کوئی بات کر سکے۔ لیکن اسی کے ساتھ طبیعت میں فیاضی اور صلہ رحمی بھی بہت تھی۔ مصیبت زدگان اور متعلقین کی بہت مدد کرتے تھے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ صبح اول وقت اٹھ کر نماز اور تلاوت کلام پاک کرتے تھے، کھانے میں کباب، دہی اور چاٹ کا بیحد شوق تھا۔ بارش بھر پانی نہیں پیتے تھے۔ صرف لیمن یا سوڈے کی بوتل جو مستقل طور پر گھر میں رہتی تھی استعمال کرتے تھے۔

حکیم عبدالرشید کے انتقال کے وقت گھر میں گیارہ ملازم اندر اور باہر کام کرنے کے لئے تھے۔ ان کا ایک ملازم وزیر علی جو ان کی کھلائی کا لڑکا تھا، اُن کی خدمت میں ہمیشہ رہا۔ اس کا وہ بہت خیال رکھتے تھے، زد و کوب بھی کرتے اور داد و دہش بھی کرتے۔ وزیر علی کی بیماری سے پریشان تھے، اسی اثناء میں خود بھی علیل ہو گئے اور یرقان قبل السابع میں مبتلا ہو گئے۔ علالت سے قبل وہ کسی مریض کو دیکھنے گئے تھے، ایک خیال یہ تھا کہ ان پر لو کا اثر ہو گیا ہے۔ پیاس کی زیادتی اور برف کے استعمال سے بے چینی بڑھ گئی تھی اور پیاس کی شدت میں برف اور پانی بار بار طلب کرتے تھے۔ وزیر علی کے انتقال کے دوسرے روز صبح جب کہ ان کی علالت کو ایک ہفتہ گزر را تھا اور بظاہر ان کی حالت بہت بہتر تھی اور چند دن بعد دہی اور چاول بطور غذا تجویز ہوئے تھے۔ اسی دن کو اتفاق سے آئینہ پر نظر پڑ گئی جو ان کے سامنے نہیں لایا جاتا تھا۔ فوراً فرمایا کہ مجھ کو یرقان قبل السابع ہو گیا ہے۔ شاید ہی اس سے

نجات حاصل ہو۔ سب کے اصرار پر منہ میں غذا کا لقمہ رکھا اور اس کے فوراً بعد ۲۰ اپریل ۱۹۲۰ء کو انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ انتقال کے وقت ان کی عمر صرف ۳۸ سال تھی۔ ان کے جنازہ کے ساتھ اتنا جم غفیر تھا کہ جنازہ کی نماز قبرستان کے بجائے باہر ادا کی گئی اور خاندانی قبرستان میں اپنے والد کے برابر مدفون ہوئے۔ مختلف شعراء نے قطعات تاریخ کہے۔

مرثیہ از حکیم ابو السفر عبد الغفار ثنا دری (ایلچ پور)

کیوں چشم اشکبار کا رنگ دگر ہے آج | سیلاب گریہ در پہ دیوار در ہے آج
اندوہ و غم کا پارہ دل پہ اثر ہے آج | سینہ ہے چاک چاک تو ٹکڑے جگر ہے آج

اب دل ہے داغ داغ جگر چاک چاک ہے
گلشن ہماری آنکھ میں ایک مشتِ غبار ہے

چشم فلک یہ موت پہ کس کی خوں چکاں | روتے ہیں کس کے مرگ پہ ہر خرد و کلاں
فرشِ زمیں پہ کس کی ہوئی مرگِ ناگہاں | گریہ کناں ہیں کس کے لئے مرد و زن یہاں

ہر سرو بوستانِ جہاں کا ہے سوگوار
بلبل کے لب پہ نالہ ہے نرگس ہے اشکبار

وضع بہار دیکھ کے مانند آبشار | مرغانِ باغ روتے ہیں ہو ہو کے بیقرار
لالہ کا دل ہزار جگہ سے ہے داغدار | گل کا چمن میں آج گریباں ہے تار تار

نرگس چمن میں کس لئے اشکبار ہے
بلبل الم سے باغ میں سیماب وار ہے

Marfat.com

اہلِ جہاں ہیں ورطۂ رنج و عذاب میں — ہے آنسوؤں کا ولولہ چشمِ پرآب میں
الجھن میں دل ہے روح ہے کرب و عذاب میں — کس کی ہوئی ہے موت عروجِ شباب میں

کہرام اک مچا ہوا سارے زمن میں ہے
ہاں عندلیبِ ہند کا ماتم چمن میں ہے

معلوم اب ہوا کہ وہ حکمت کا راز دان — روتے ہیں جس کے واسطے ہر پیر و جوان
مشہور تھا جو ہند سے لے تا بہ انڈمان — روئے زمیں سے اٹھ گیا ہیہات وہ جوان

عبدالرشید ہو گئے رخصت جہان سے
حکمت کا نام مٹ گیا ہندوستان سے

لکھنؤ کے لوگ اس کے لئے سوگوار ہیں — محوِ الم ہیں دیدۂ چشم آبدار میں
اس گنجِ شائگان کے لئے بیقرار ہیں — سرتاج خاندان کے لئے اشکبار ہیں

کپڑے ہیں چاک سب کے گریبان بھی تار ہے
اس کے الم میں کچھ نہ شکیب و قرار ہے

محفل میں شمع اس کے لئے سوزناک ہے — پروانہ اس کے شعلۂ غم کا ہلاک ہے
گل کا ہزار جا سے گریبان بھی چاک ہے — اہلِ جہاں کی آنکھ میں گلشن بھی خاک ہے

ہر ذرہ باغِ جہاں کا ہے سوگوار
بلبل چمن میں اس کے الم سے جگر فگار

چشمِ فلک کی کھا گئی اس کو نظر دریغ — ایسا نہاں ہو خاک میں علی گہر دریغ
اُٹھ جائے ایسا ہند سے صاحب ہنر دریغ — ایسا نہ ہوگا قوم میں پیدا بشر دریغ

حاذق معالجوں کا طبیبوں کا تھا طبیب
اُٹھ جائے فخرِ قوم یہ ہیں قوم کے نصیب

Marfat.com

گلشن کا سرو فوج کا گویا نشاں گیا — حکمت کی ٹوٹی ناؤ کا کشتی رواں گیا
عالم میں سربلند رہا وہ جہاں گیا — واحسرتا کہ بلبل ہندوستاں گیا

عبدالرشید ہند میں صاحب کمال تھا
وہ بوستانِ دہر کا تازہ نہال تھا

مفلس کا اور یتیم کا رکھتا تھا وہ خیال — تھا ابتدائے کار میں اندیشۂ مآل
شیریں سخن تھا صاحب حکمت تھا خوش خصال — ملتی نہیں ہے ڈھونڈے جس کی یہاں مثال

یہ تو ہیں اس کے علم سے پتھر گہر ہوئے
صحبت میں اس کی بے ہنر اہل ہنر ہوئے

صاحب کمال قوم میں اعلیٰ دماغ تھا — حکمت کے ٹوٹے گھر کا وہ روشن چراغ تھا
دنیا کی کلفتوں سے گو فراغ تھا — پر اس کو مفلسوں کی مصیبت سے داغ تھا

روشن جہاں میں رونق صد آفتاب تھا
لکھنؤ کی فرش خاک پہ اک ماہتاب تھا

بادِ خزاں نہ چل کہ گل نو دمیدہ ہے — "تکمیل طب" کا مدرسہ آفت رسیدہ ہے
وہ موسم بہار میں شاخ بریدہ ہے — اس مرگِ ناگہاں پہ گریباں دریدہ ہے

طلباء ہیں اشکبار تو گریاں کناں زمن
استاد تیری موت پہ ہیں سب یہ نوحہ زن

ایک یادگار اس کی یہ بستان رہ گیا — اہل جہاں کے سر پہ یہ احسان رہ گیا
اس بن مگر یہ گلشن ویران رہ گیا — دامن میں اپنے بس گل حرماں رہ گیا

اس مدرسہ کی جان بس عبدالرشید تھے
قوم سیاہ بخت کی شمع امید تھے

Marfat.com

عبدالرشید روح پہ تیری سلام ہو   فردوس میں عطا تجھے اعلیٰ مقام ہو
منظر ترا دہ خواب گاہ بہر قیام ہو   جنت میں سر پہ سایہ خیر الانام ہو

درگاہ ایزدی میں ہے عقاد کی دعا
عبدالحمید دہر میں پھولیں پھلیں سدا

حکیم عبدالرشید کی شادی حکیم عبدالحفیظ کی صاحبزادی بلقیس جہاں سے ہوئی تھی۔ ان کی ایک صاحبزادی انیس جہاں یادگار ہیں۔ حکیم عبدالرشید کی وفات کے بعد حکیم عبدالحفیظ نے انیس جہاں کی شادی کانپور میں خواجہ عبدالعلی ایڈووکیٹ (وفات ۱۲ جون ۱۹۶۴ء در کانپور) سے کی۔

شادی کے بعد انیس جہاں اور ان کے شوہر خواجہ عبدالعلی کا قیام بھوائی ٹولہ ہی میں حکیم عبدالحفیظ کے پاس رہا۔ اور انھوں نے خواجہ عبدالعلی کو لکھنؤ یونیورسٹی میں قانون کی تعلیم دلوائی۔ حکیم عبدالحفیظ ان دونوں سے بےحد محبت فرماتے تھے۔

انیس جہاں بھی ۱۹۶۴ء میں کراچی منتقل ہوئیں۔ چار صاحبزادے پروفیسر ڈاکٹر خواجہ عبدالمجیب (وفات ۲۴ مئی ۱۹۷۹ء) خواجہ محمد منیر، خواجہ محمد نعیم، خواجہ محمد شمیم اور دو صاحبزادیاں ثریا بیگم اور انجمن آراء بیگم لیکچرر جیلی گرلس کالج کانپور ہیں۔

ثریا بیگم نے حکیم حافظ عبدالمجید سے طب کی کتابیں پڑھی تھیں۔

نومبر ۱۹۴۷ء میں آپ کی شادی حکیم خواجہ عبدالشکور (وفات ۲۴ فروری ۱۹۷۲ء بعمر ۳۰ سال تلمیذ حکیم عبدالرشید) کے صاحبزادے خواجہ عبدالحلیم سے ہوئی جن کے تین صاحبزادے خواجہ محمد ندیم لیکچرر ڈی اے وی کالج کانپور، ڈاکٹر خواجہ محمد شمیم اور خواجہ محمد نسیم ہیں۔

ماخوذ مطب:

از مجربات عزیزی

دردِ گوش: روغن نیمکر لی عطر میں ملا کر کان میں ٹپکائیں۔

بثور حلق و قروح مری: صندل سرخ کہربا شمعی کات سفید طباشیر کبود

Marfat.com

کتیرا باریک کر کے شربت انار شیریں میں ملا کر قدرے قدرے چاٹیں۔

۲۔ کات سفید گل ارمنی شاخ مرجان بسد احمر کشتہ خشک سوختہ باریک کر کے ماء الرائب پر چھڑک کر کلیاں کریں۔

مرہم بواسیر کے مسوں کو قطع کرنے کے لئے: سیندور باریک کر کے روغن زرد (جسے پانی سے دھو لیا گیا ہو) میں خوب ملائیں اور مسوں پر ضماد کریں۔

خنازیر: بیخ چرچٹہ فلفل سیاہ تازہ پانی میں پیس کر نیم گرم ضماد کریں۔

نمش، بہق، خیلان: قشر نارنگی روغن چنبیلی میں پیس کر برادہ صندل اضافہ کر کے نیم گرم ملیں۔

دیدان امعاء: پلاس پاپڑہ اسقل اذرقی شحم حنظل تربد مجوف اکبر آبادی ریوند چینی صبر زرد باؤ بڑنگ باریک کر کے آب برگ تنب سبز میں ملا کر چنے کے برابر گولیاں بنائیں اور سایہ میں خشک کریں۔

قرن: مربی ہلیلہ ۱۲ گرام گرم پانی سے دھو کر سورنجان شیریں ۱ گرام ملا کر پہلے کھائیں اوپر سے تخم قرطم ۴ گرام عرق مکو میں پیس کر کپڑے میں چھان کر قند سیاہ ۲۵ گرام علیحدہ سے خیساندہ کر کے اضافہ کر کے نیم گرم پیئیں۔

از مطب یومیہ (۱۹۰۹ تا ۱۹۱۲ء) بقلم حکیم خواجہ عبد الشاہد کانپوری

ضعف و لاغری بدن: صمغ عربی تخم گاؤزبان مروارید محلول باریک کر کے سفوف تیار کریں۔

التساع ثقبہ عنبیہ: سرمہ اصفہانی ۱۲ گرام ماميران چینی ۶۰ گرام اقلیمیا فضہ اقلیمیا طلا مروارید محلول ۳-۳ گرام عرق بادیان میں خوب باریک کھرل کر کے سرمہ بنائیں۔

بخورات معدہ و مری: تخم خرفہ سیاہ خشخاش سفید ہیل خورد مسلم رات کو گلاب خالص میں بھگو کر صبح جوش دے کر صاف کر کے شربت ۱۲۹ حل کر کے پئیں۔

دیگر: دانہ ہیل خورد زہر مہرہ خطائی محلول شربت انار ترش میں ملا کر پہلے

Marfat.com

چاٹیں اوپر سے شیرہ تخم خرفہ سیاہ گلاب خالص میں نکال کر شربت انار ترش حل کر کے پیئں۔

تبخیر بوجہ شرکت معدی: معجون کمونی ۱۲ گرام کھا کر اوپر سے خس ہندی مقرض ۴ گرام گل سیوتی ۴ گرام تخم کاہو مقشر ۶ گرام مغز تخم پیٹھ ۶ گرام تخم تربز ۶ گرام رات کو عرق بادیان ڈھائی سو گرام میں بھگو کر صبح صاف کر کے شربت انار شیریں ۲۵ گرام حل کر کے پیئں۔

دیگر: روغن کاہو ۱۲ گرام روغن کدو ۱۲ گرام آب خیار ۶ گرام باہم ملا کر یافوخ پر ملیں۔

وجع المعدہ: بادیان نمکوب ۴ گرام صعتر فارسی ۴ گرام انیسون ۴ گرام عرق بادیان ۱۲۵ گرام میں جوش دے کر صاف کر کے نبات سفید حل کر کے پیئں۔

برائے حفاظت ناخون: مغز بادام تلخ ۱۲ گرام سفیدہ کاشغری ۶ گرام برادہ صندل سرخ ۶ گرام باریک کر کے مکھن گاؤ میں ملا کر لگائیں۔

از مطب یا یومیہ (۱۹۱۵ء تا ۱۹۱۷ء) بقلم حکیم محمد نعیم انصاری ندوی نگرامی (وفات ۱۶ اگست ۱۹۴۳ء)

برائے رعایت وجع المعدہ: موم خام ۱ گرام مصطگی رومی ۱ گرام گولی بنا کر کھائیں اوپر سے عناب ۵ دانہ تخم خطمی ۶ گرام اصل السوس ۴ گرام تخم خبازی ۶ گرام عرق گاؤزبان ۱۵۰ گرام میں جوش دے کر صاف کر کے شربت بنفشہ ۲۵ گرام حل کر کے پیئں۔

سوزش معدہ بوجہ التہاب صفراء: شیرہ مغز تخم پیٹھ عرق گاؤزباں میں نکال کر کے شربت آلو حل کر کے پیئں۔

بواسیر الانف: مردارسنگ کات سفید سفیدہ کاشغری باریک کر کے روغن نارجیل ملا کر ناک میں سعوط کریں۔

Marfat.com

سعال: ڈاکٹروں کی رائے میں مریض کو دق تھی۔ حکیم صاحب کو دق سے اتفاق نہیں تھا ان کے نزدیک ریہ اور احشاء ماؤف تھے اور اسی وجہ سے حرارت اور سعال کی شکایت لاحق تھی، جس کے لئے یہ نسخہ تجویز کیا) شیر خشت انگریزی ۲۵ گرام عرق بادیان ۵۰ اگرام میں حل کرکے صمغ عربی محلول ۴ گرام چھڑک کر روغن مغز بادام شیریں ۲ گرام ملا کر پیئں۔

لعوق سپستاں ۱۲ گرام صمغ عربی محلول ۲ گرام مغز بادام محلول ۲ گرام ملا کر رات کو سوتے وقت چاٹیں۔

دق (درجہ ابتدائی) صمغ عربی محلول ا گرام کہربا شمعی محلول ا گرام شربت خشخاش ۴ گرام میں ملا کر پہلے چاٹیں۔ اوپر سے گل گاؤزباں ۴ گرام ابریشم خام مقرض ۲ گرام خشخاش سفید ۴ گرام مغز تخم خیارین ۶ گرام رات کو عرق بید سادہ ۵۰ اگرام میں بھگو کر صبح ہلکا جوش دے کر شربت خشخاش حل کر کے پیئں۔

صمغ عربی ا گرام شکر تیغال ا گرام رب السوس ا گرام خشخاش سفید ۴ گرام تخم کاہو مقشر ۶ گرام مغز فندق ۴ گرام مغز پستہ ۶ گرام دم الاخوین ۲ گرام باریک کر کے لعاب برگ گاؤزباں میں چنے کے برابر گولیاں بنا کر سایہ میں خشک کریں۔

Marfat.com

شفاء الملک حکیم عبدالحمید

شفاء الملک حکیم عبدالحمید نے ایک بیاض میں اپنے کچھ مختصر حالات تحریر کرتے ہوئے یہ شعر لکھا ہے ؎

ہمارا نام دنیا میں رہے گا اے قمر کیونکر
نشاں باقی نہیں اسکندر و جم کے مزاروں کا

اسکندر و جم کے مزاروں کا خواہ نشاں باقی نہ ہو۔ لیکن برصغیر کی طبی تاریخ میں حکیم عبدالحمید کو جو مرتبہ حاصل ہے وہ انھیں ہمیشہ زندہ رکھے گا اور طب کی علمی تاریخ انھیں کبھی فراموش نہیں کر سکے گی۔

حکیم عبدالحمید شیخ الہند حکیم عبدالعزیز کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ ۲۴ اکتوبر ۱۸۸۴ء مطابق ۲۴ محرم ۱۳۰۲ھ بروز جمعہ پیدا ہوئے۔ ۱۳ رجب مطابق ۱۷ مارچ ۱۸۸۸ بروز سنیچر ان کی حکیم عبدالرشید، حکیم عبدالمجید اور حکیم عبدالمعید کے ساتھ بہت دھوم سے رسم ختنہ انجام پائی۔

تمام ابتدائی کتب درسیہ اپنے والد کے تلامذہ سے پڑھیں۔ چنانچہ مولوی حکیم عبدالمجید بنارسی سے الف سے چند سطور، حکیم حافظ عبدالرحمٰن دہلوی سے قرآن شریف ۱۳ پارہ حفظ، حکیم حافظ کبیر سے ۱۵ پارہ تک حفظ، حکیم مولوی لیاقت حسین دہلوی رائے بریلی سے تشریح الحروف مقدار قلیل، حکیم مولوی زین الدین سے

Marfat.com

احسن المصادر، گلزار دبستان اور چند کتب اردو، حکیم مولوی عبدالحق مرشدآبادی سے گلستاں، حکیم عبدالوہاب پرتابگڈھ سے چند کتب فارسی میزان منشعب، ہدایۃ الصرف چند اوراق کبریٰ و چند اوراق نحو میر، حکیم مولوی عبدالعزیز ولایتی سے شافیہ و شرح جامی اور کثیر حصہ ہدیہ سعیدیہ و شرح تہذیب و کنز الدقائق۔ اس کے بعد شمس العلماء مولانا محمد حفیظ اللہ (اعظم گڈھ) ناظم ندوۃ العلماء سے میبذی، قطبی و تصریح اور مولانا حفیظ اللہ باجوڑی سے چند کتب ادب، حمد اللہ و سلم العلوم و میبذی از کلیات تا آخر و صدرا، اور کچھ کتابیں مولانا محمد فاروق چریاکوٹی سے بھی پڑھیں۔ ۲۹ جولائی ۱۸۹۷ء سے انگریزی شروع کی۔

ابھی طبی تعلیم کی ابتدا نہیں ہوئی تھی کہ ان کے والد حکیم عبدالعزیز نے طب میں سرجری کی شدید کمی محسوس کرتے ہوئے ۱۸۹۹ء میں بڑے صاحبزادے حکیم عبدالرشید کو سرجری کی تعلیم کے لئے اپنے دوست ڈاکٹر کرنل انڈرسن سول سرجن لکھنؤ کے سپرد کیا۔ انھیں کے ساتھ حکیم عبدالحمید نے بھی بلرام پور ہاسپٹل میں سرجری کی تعلیم شروع کی۔ اور جب کرنل اینڈرسن کا لکھنؤ سے آگرے تبادلہ ہوا تو وہ مع اپنے برادر اکبر آگرہ گئے اور وہاں میڈیکل اسکول اور تھامسن ہاسپٹل میں مزید ایک سال رہ کر سرجری کی تعلیم مکمل کی اور میڈیکل اسکول میں اناٹمی اور فزیالوجی کے ساتھ انسانی لاشوں پر ڈسکیشن کیے۔ ۱۸ مارچ ۱۹۰۲ء کو ڈاکٹر انڈرسن نے سند عطا کی۔ میجر ایچ بی ملول (MILVILLE) سول سرجن لکھنؤ کے سرٹیفکیٹ مرقومہ ۴ اکتوبر ۱۹۰۲ء سے معلوم ہوتا ہے کہ آگرہ سے واپسی کے بعد بھی وہ تقریباً تین ہفتہ بلرام پور ہاسپٹل پابندی سے جاتے رہے۔

آگرہ میں بتاریخ ۴ شوال ۱۳۱۹ھ بروز چہارشنبہ برادر معظم حکیم عبدالرشید سے قانونچہ شروع کیا اور آخر تشریح امعاء تک پڑھا۔ محرم ۱۳۲۰ھ کو حکیم عبدالعزیز سے اقصرائی شروع کی اور بحث نبض تک پڑھا۔ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ کو کتاب شرح اسباب

Marfat.com

جلد ثانی تا حمیات حکیم عبدالعزیز سے پڑھی۔ اس کے بعد انہی سے شرح اسباب کی دوسری جلدوں اور کلیاتِ قانون کا درس لیا۔

۱۳۲۳ھ میں تعلیم سے فراغت حاصل کر کے شفاخانہ تکمیل الطب کے انچارج مقرر ہوئے۔ تکمیل الطب کے ابتدائے قیام ہی سے وہ اس کے کاموں میں برابر شریک رہے، بالخصوص شفاخانہ کا تمام انتظام انہی سے متعلق رہا۔ ۱۹۰۲ء میں حکیم عبدالعزیز نے جو دوسری التماس شائع کی، اس میں سرجری کے متعلق تفصیل حکیم عبدالحمید ہی کے دستخط سے شائع ہوئی تھی۔ شفاخانہ کے شعبۂ سرجری کا نظام ان کے تحت تھا اور وہ آپریشن میں حکیم عبدالرشید سے زیادہ دلچسپی اور مہارت رکھتے تھے۔ اس زمانہ میں انگریز کو دیسی طریقۂ علاج سے جو دوری تھی اس کے پیشِ نظر حیرت ہوتی ہے کہ کرنل موصوف کو ان لوگوں سے اس قدر تعلق تھا کہ ابتداء میں خاص خاص آپریشن کے موقع پر وہ خود تکمیل الطب آتے تھے۔ اور انکی موجودگی میں حکیم عبدالحمید آپریشن کرتے تھے۔ کچھ دن بعد اس کی ضرورت باقی نہیں رہی اور بڑے بڑے آپریشن وہ تنہا بغیر کسی تکلف کے انجام دینے لگے۔

شفاخانہ تکمیل الطب کے انچارج ہونے کی وجہ سے سرجری کے ساتھ ہی روزانہ مطب میں مریضوں کو دیکھتے۔ اس طرح ۱۹۲۰ء تک سالانہ روئدادوں کے مطابق اٹھارہ سال میں انھوں نے دو لاکھ مریضوں کے ملاحظہ سے وسیع تجربہ حاصل کیا۔ ۱۹۲۰ء تک ان کا بیشتر وقت شفاخانہ اور درس و تدریس میں صرف ہوا۔ صبح شفاخانہ اور مطب کی مصروفیات رہتی تھیں اور شام کو طلباء کو درس دیتے تھے۔

۱۹۲۰ء میں حکیم عبدالرشید کے انتقال کے بعد تکمیل الطب کے آنریری سکریٹری مقرر ہوئے اور انتظامی اور دوسرے امور کی نگرانی انکے سپرد ہوئی اور

طبابت کی خاندانی مسند پر فائز ہو کر مستقل مطب شروع کیا۔ سرجری میں مہارت کے علاوہ اب ایک حاذق طبیب کی حیثیت سے انھیں امتیاز حاصل ہوا۔ اور وہ جلد ہی نہ صرف لکھنؤ بلکہ پورے ہندوستان میں انکی مسیحائی اور دستِ شفا نے شہرت پائی۔

تکمیل الطب کے آنریری سکریٹری ہونے کے بعد اپنے زمانہ کی پہلی روئداد میں انھوں نے خود لکھا ہے" شفاء الملک حکیم عبدالرشید صاحب کے انتقال کے بعد زیادہ دقت اس وجہ سے پیش آئی کہ میں نے اپنی سابق زندگی علم طب کی تعلیم دینے اور غریب مرضیٰ کی خدمت کرنے میں صرف کی تھی۔ گو اس کی وجہ سے مجھ کو اپنے فن میں مہارت اور عبور حاصل کرنیکا کافی موقع ملا اور شفاخانہ تکمیل الطب میں دو لاکھ سے زیادہ مرضیٰ کے دیکھنے سے ایک وسیع تجربہ حاصل ہوا لیکن میں اپنی سادہ زندگی بسر کرنے کی وجہ سے زمانہ سے زیادہ باخبر نہ تھا[1]"

تکمیل الطب کا انتظام سنبھالتے ہی انھوں نے نہ صرف نصاب بلکہ طریقہ تعلیم میں بھی تبدیلی کی۔ اور تعلیمی نظام کو بہتر بنانے کے لئے اصلاحی قدم اٹھایا۔ ۱۹۲۱ء کی روئداد میں انھوں نے لکھا ہے" اطباء کو اپنے فن میں ہمیشہ کامل ہونے کی کوشش کرنا چاہیئے اور اپنی درسگاہوں کو جلد سے جلد مکمل کرنا چاہیئے تاکہ اطباء کی آئندہ نسلیں اپنے فن میں اعلیٰ درجہ کی لیاقت حاصل کرسکیں اور ملک کو ان کی قدر اور حوصلہ افزائی کرنے کا موقع حاصل ہوسکے۔ اسی اصول کی بنا پر میں نے ۱۹۲۱ء سے تعلیمی نظام تکمیل الطب کو مکمل کرنے کی کوشش کی ہے اور خدا کا شکر ہے کہ ایک حدتک میں اپنی کوشش میں کامیاب ہوا ہوں۔ فن کلیات اور فن معالجات کی تعلیم تکمیل الطب میں ایک حد تک مکمل ہے، لیکن فن تشریح، فن علم الادویہ، فن

---

[1] روئداد تکمیل الطب ۱۹۲۰ء

Marfat.com

علم کیمیا اور طریقہ نسخہ نویسی کو عملی طریقہ پر سکھانے کا انتظام امسال سے شروع کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔[1]" چنانچہ انھوں نے تشریح کو علمی و عملی طریقہ پر سکھانے کے لئے حکیم ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنی کی خدمات حاصل کیں جو میڈیکل کالج میں تشریح کی عملی تعلیم حاصل کر چکے تھے۔ علم کیمیا کو عملی طریقہ سے مشاہدہ کرانے کا کام حکیم عبداللطیف (شفاء الملک) کے سپرد کیا۔ جنھوں نے چند ادویہ نئے آلات کے ذریعہ سے بھی تیار کیں۔ علم الادویہ کی تعلیم اور عملی طریقہ پر شناخت ادویہ کی ذمہ داری حکیم عبدالحلیم سے متعلق کی۔ حکیم عبدالحلیم نے حکیم عبدالحمید کی نگرانی میں بطور اسسٹنٹ انچارج شفاخانہ کام شروع کیا۔ حکیم حافظ عبدالمجید، حکیم عبدالمعید (شفاء الملک) اور حکیم خواجہ شمس الدین (شفاء الملک) کے علاوہ خود شفاء الملک حکیم عبدالحمید کے درس کا سلسلہ رہتا تھا۔

حکیم عبدالحمید نے دوسرے سال کی روئداد میں اس پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے۔

"۱۹۲۱ء سے تکمیل الطب کی تعلیم اعلیٰ پیمانہ پر لائی گئی ہے۔ فن کلیات میں محض کتابی تعلیم نہیں ہوتی بلکہ طلاب کو معائنہ نبض و تشخیص الوان قارورہ کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے۔ فن معالجات کی کتابی تعلیم کے ساتھ طلاب سے مشق نسخہ نویسی و تشخیص مرض شفاخانہ کے مریضوں پر کرائی جاتی ہے۔ فن تشریح میں بھی مشاہدہ کا انتظام موجود ہے۔ علم الادویہ میں محض دواؤں کے نام اور افعال و خواص پر اکتفا نہیں کیا جاتا ہے بلکہ طلاب کو ادویہ کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے تاکہ وہ لوگ شناخت ادویہ میں ماہر ہوں۔ علم الکیمیا میں جو جدید کتاب داخل کورس کی گئی ہے اس کی تعلیم بھی مشاہدہ آلات

---

[1] روئداد تکمیل الطب ۱۹۲۱ء

Marfat.com

کے ذریعہ سے دی جاتی ہے۔ حال میں چند آلات و مشینیں مہیا کی گئی ہیں جن سے امید ہے کہ علم کیمیا کی تعلیم میں طلاب کو زیادہ بصیرت پیدا ہو گی۔ فن سرجری کی تعلیم عرصہ سے جس اعلیٰ پیمانہ پر جاری ہے وہ بدستور ہے۔"

اسی سال (۱۹۲۱ء) میں انھوں نے نصاب میں درج ذیل ترمیم کی۔

سال اول: موجز القانون فن اول۔ شرح اسباب جلد ثانی علاوہ بحث حمیات۔
کتاب سدیدی از فن ثانی، باب اول جملہ اولیٰ اور باب اول جملہ ثانیہ
مفردات عزیزی و شناخت ادویہ۔ کتاب الاکسیر در رسالہ
بہ اکلسوبر (عربی)

سال دوم: شرح اسباب جلد اول علاوہ امراض صدر و یہ نفیسی جملہ اولیٰ۔
کامل الصناعہ مقالہ ثانیہ و ثالثہ (تشریح) مفردات عزیزی
افعال و خواص۔

سال سوم: حمیات قانون شیخ الرئیس۔ معالجات قانون امراض صدر و یہ
کامل الصناعہ مقالہ تاسعہ (علم جراحت) کلیات قانون بعض فارو
دبر از نسخہ نویسی۔

حکیم صاحب نے علم تشریح میں ڈسیکشن کی اہمیت کو پوری طرح محسوس کیا۔ اس وقت تک ہندوستان کی طبی درسگاہوں میں تشریح کی کتابی تعلیم رائج تھی۔ یا زیادہ سے زیادہ چارٹ ماڈل اور ہڈیوں کے ذریعہ سمجھانے کی کوشش کی جاتی تھی۔ تقطیع نعش اور عملی مشاہدہ کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ تکمیل الطب کا نظم سنبھالے انھیں دو سال سے زیادہ نہیں گزرے تھے کہ انھوں نے طبی تعلیم کی اس اہم کمی کی طرف توجہ کی۔ "تعلیم سرجری کی انتہائی تکمیل اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ ہمارے طلاب اپنے ہاتھوں سے جسم انسانی کی تشریح کو مشاہدہ نہ کر لیں۔ اور مردہ اجسام انسانی کو عملی طریقہ سے مشاہدہ کر کے اس میں کافی مہارت حاصل نہ کر لیں۔ میں نے خدا پر بھروسہ کر کے اس کی تحریک شروع کی ہے کہ تکمیل الطب کالج

میں اجسام انسانی کی تشریح کا عملی طریقہ سے انتظام کیا جائے اور اہل ملک کی ہمدردی، رؤسا کی فیاضی اور تعلقداران اودھ کی عالی ہمتی سے مجھ کو قوی امید ہے کہ یہ تحریک بہت جلد کامیاب ہوگی ۔ اس کام (ڈسیکشن ہال کی تعمیر) کے واسطے تقریباً بیس ہزار روپیہ کا اندازہ کیا گیا ہے۔ اس کام کی اہمیت اور مفید ملک ہونے پر نظر کرتے ہوئے اس رقم کا وصول ہونا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اگر ہمارے یونانی اطبا جسم انسانی کو مشاہدہ کرکے علم تشریح میں کافی مہارت پیدا کرلیں گے، تو علاوہ علم سرجری کے دیگر امراض کا علاج کرنے میں بھی بہت کچھ آسانی ہوگی۔ اور تشریحی مشاہدہ نہ کرنے سے جو اطبا ء یونانی پر ایک حد تک الزام عائد ہوتا ہے وہ صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہو جائے گا۔"

تقطیع نعش کے لئے ڈسیکشن ہال کی تعمیر کے واسطے اپنی کوششوں کو انھوں نے تیز کیا۔ راجہ محمد اعجاز رسول خاں رئیس ریاست جہانگیر آباد نے تکمیل الطب کے جلسہ سالانہ منعقدہ ۳۱ اپریل ۱۹۲۳ء کی صدارتی تقریر میں اس کے لئے پانچ ہزار روپیہ عطیہ کا اعلان کیا اور تجویز پیش کی کہ "میرے قدیم دوست جناب شفاء الملک حکیم عبد الرشید صاحب مرحوم نے اپنے زمانہ میں طب یونانی اور مدرسہ تکمیل الطب کے واسطے جو بیش بہا خدمات انجام دی ہیں وہ ہم لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ یادگار رہیں گی۔ اور مرحوم کی عزت، طبی رفتار اور محبت جو میرے دل میں متمکن ہے وہ اس کی مقتضی ہے کہ میں تجویز کروں کہ ڈسیکٹنگ بلڈنگ شفاء الملک مرحوم کے نام سے موسوم کی جائے اور اس کا نام "عبد الرشید ڈسیکٹنگ بلڈنگ" رکھا جائے۔ یہ تجویز منظور کی گئی اور ہال تعمیر ہونے پر اسے ان کے نام سے موسوم کرنے کا طے پایا۔

راجہ صاحب محمود آباد نے بھی ہال کی تعمیر کے لئے ۵ ہزار روپیہ عنایت

Marfat.com

کئے اور دوسرے رؤسا و معززین سے بھی بقیہ پندرہ ہزار حاصل کر کے ہال تعمیر کرایا اور حکومت سے لاشوں کے حصول کا انتظام کیا۔

ہال کی شاندار عمارت ۱۹۲۸ء میں تیار ہوئی اور نومبر ۱۹۳۰ء سے تشریح علمی کے ساتھ تشریح عملی کا سلسلہ شروع ہوا۔

اپنے وسیع تعلیمی تجربہ کی بنیاد پر دورِ جدید کے تقاضوں کو محسوس کرتے ہوئے قدیم مروجہ تعلیمی نظام کے بجائے جس میں کتابوں کی بنیاد پر درجہ بندی ہوتی تھی۔ انھوں نے جدید تعلیمی طریقہ کا آغاز کیا۔ جس میں کتابوں کے بجائے مضامین نے اہمیت پائی۔ یہ جدید نصاب انھوں نے ۱۹۲۸ء میں مرتب کیا، جس میں تین سال کے مجوزہ نصاب کے علاوہ چوتھے اختیاری سال کا بھی اضافہ کیا۔ یہ سال درجہ تجر کہلاتا تھا۔ اس میں کتاب ابا تو جیا فرسٹ ایڈ ٹو دی انجرڈ۔ میڈیکل جیورس پروڈنس۔ امراض صدر و ریہ و اعضاء تناسل از کلیاتِ قانون۔ عمل سرجری۔ سائنس ایف اے مروجہ یوپی شامل کی گئیں تھیں۔

باقی تین سال کا نصاب یہ تھا۔

سال اول : کلیات۔ جزء علمی نفیسی باستثنا ءنبض و بول و براز

تشریح : کتاب ہیومن اناٹمی اور کامل الصناعہ مقالہ ثانیہ و ثالثہ

علم الادویہ : کتاب اصول سدیدی۔ مفردات عزیزی کتاب الیوپیتھک۔

علم الکیمیا : سائنس تا درجہ ہشتم مروجہ یوپی

سال دوم : کلیات : بحث نبض و بول و براز و اصول جزء علمی از کلیات قانون

حفظان صحت : کتاب رہنمائے صحت

معالجات : شرح اسباب جلد ثانی

Marfat.com

علم الکیمیا : سائنس تا درجہ دہم مروجہ یو پی

سال سوم: معالجات : شرح اسباب اول

حمیات : حمیات تا نون بشمول بحران

جراحت : کامل الصناعہ مقالہ تاسعہ

علوم جدیدہ : علم القابلہ ۔ علم تفسر جدیدہ ۔ ایکسریز کلوروفارم ، انجکشن ، سماع الصدر وغیرہ کی معلومات بھی داخلِ نصاب کی گئیں ۔

نسخہ نویسی اور آپریشن کے عملی طریقے سیکھنے کے لئے ہسپتال کی حاضری لازمی قرار دی گئی ۔

شفاء الملک حکیم عبدالحمید کی نظر زمانے کے بدلتے ہوئے رجحانات پر پوری طرح تھی، وہ نہ صرف قدیم مضامین کو باقاعدہ عملی شکل میں پڑھائے جانے کے لئے کوشاں رہے بلکہ طب جدید کے مضامین بالخصوص کیمیا اور سرجری کو بھی انھوں نے نصاب کا جزو بنایا۔ لیکن یہ خیال ہمیشہ ان کے پیش نظر رہا کہ جدید مضامین کا حصہ قدیم مضامین سے زیادہ نہ ہونے پائے۔ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی تحقیقاتی کمیٹی کے ایک ممبر کی حیثیت سے بھی انھوں نے جو سفارشات پیش کیں ان میں سب سے زیادہ زور اسی بات پر تھا کہ طبی نصاب میں یونانی مضامین کی اکثریت رہنی چاہیئے اور طلباء کا زیادہ وقت یونانی مضامین کی تعلیم پر صرف ہونا چاہیئے ۔

طب کی تعلیمی زبان کے لئے انھوں نے ہمیشہ عربی کی وکالت کی۔ تکمیل الطب کا نصاب شروع سے عربی میں رہا۔ ۱۹۳۹ء میں طبی تعلیم گاہوں کے لئے ایک متفقہ نصاب مدون کرنے کے لئے انجمن طبیہ کے زیر اہتمام جب لکھنؤ میں اطباء کا نمائندہ اجتماع ہوا تو نصابی کمیٹی میں انھوں نے طب کی تعلیمی زبان عربی رکھے جانے

Marfat.com

پر شدید اصرار کیا اور انکی قد آور شخصیت اور با وزن دلائل کی وجہ سے کمیٹی نے یہ تجویز منظور کی۔ لیکن جلد ہی ان کے انتقال کی وجہ سے یہ تجویز عملی جامہ نہیں پہن سکی۔ خاندان عزیزی ہمیشہ عربی میں طب کی تعلیم کا موئد رہا۔ حکیم عبدالحلیم نے شفاء الملک حکیم عبدالحمید کے حسب ایماء ۱۹۲۵ء میں "طب کی تعلیمی زبان" کے نام سے ایک رسالہ لکھا تھا جس میں طب کو عربی میں پڑھائے جانے کی پرزور وکالت کی ہے اور اس کی تائید میں متعدد دلیلیں پیش کی ہیں۔

ستمبر ۱۹۲۷ء میں انھوں نے شفاخانہ تکمیل الطب کے نظام کو بہتر بنانے کے لئے شفاخانہ کے نسخہ جات کی ایک ترمیم شدہ فہرست مرتب کی۔ اور اسے دفتر ڈسٹرکٹ بورڈ روانہ کیا۔ شفاخانہ تکمیل الطب میں آج بھی ان کے بیشتر نسخے مستعمل ہیں مثلاً عرق هاضم جدید، سنون سرخ وغیرہ۔ تکمیل الطب میں جنرل وارڈ نہ ہونے کی وجہ سے طلبا کو انڈور مریضوں پر کام کا کوئی موقع نہیں ملتا تھا۔ انھوں نے جنرل وارڈ کی شدید ضرورت کا احساس کیا۔ اور ان کی کوششوں سے اس کی خوبصورت عمارت تعمیر ہوئی۔ اور ان کے انتقال سے چند ماہ قبل گورنر صوبہ سر مارس ہیلٹ نے ۱۹۴۰ء میں اس کے افتتاح کی رسم ادا کی۔

حکیم عبدالحمید نے نصابی اور تعلیمی اصلاحات کے ساتھ ہی فراہمی چندہ اور تکمیل الطب کے مالی حالات پر خاص توجہ کی۔ ان کے دور میں تکمیل الطب کی عمارتوں میں نہ صرف قابل لحاظ اضافہ ہوا۔ اور بعض نئی عمارتوں کی خرید اور تعمیر انجام پائی بلکہ کالج مالی طور پر مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر قائم ہوا۔ راجہ صاحب محمود آباد سر علی محمد خاں سے جن سے حکیم عبدالرشید سے کشیدگی پیدا ہو گئی تھی حکیم عبدالحمید کے از سر نو تعلقات قائم ہوئے۔ انھوں نے ان کے زمانے کے پہلے ہی سال یعنی ۱۹۲۰ء میں تکمیل الطب کے سالانہ جلسہ کی صدارت قبول کی۔ اور بارہ ہزار روپیہ کالج کو

عطیہ دیا۔ اور پچاس روپیہ ماہانہ ریاست سے مقرر کئے۔ حکیم عبدالحمید کو تکمیل الطب کا کس قدر خیال رہتا تھا، اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ راجہ صاحب محمود آباد پر فالج کا حملہ ہوا۔ ایلوپیتھی علاج سے کوئی فائدہ ظاہر نہ ہونے پر حکیم عبدالحمید کا علاج شروع کیا گیا۔ ان کے علاج سے صحتیابی کے بعد رانی صاحبہ نے بہت خوش ہو کر تین گاؤں کے نام لئے اور کہا ان میں سے جو گاؤں پسند فرمائیں وہ آپ کی نذر ہے حکیم صاحب نے گاؤں قبول کرنے سے انکار کیا اور فرمایا اس کے بجائے میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد بھی آپ تکمیل الطب کا خیال رکھیں۔ راجہ صاحب نے اس کا وعدہ کیا اور حکیم صاحب کو گنیاں اور دونوں صاحبزادیوں کے لئے مشروع کا تھان عطا فرمایا۔ اسی طرح دوسرے رؤسا اور تعلقداروں سے بھی بسا اوقات وہ گراں قدر پیش کش قبول نہیں کرتے تھے اور برادر اکبر شفاء الملک حکیم عبدالرشید کی طرح اُن سے تکمیل الطب کے لئے چندہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

راجہ سر تصدق رسول خاں والی جہانگیر آباد جو حکیم عبدالعزیز کے دوستوں میں تھے اور تکمیل الطب کے مسائل سے گہری دلچسپی لیتے تھے ان کے انتقال کے بعد ان کے بھتیجے مہاراجہ شیخ اعجاز رسول خاں جانشین ہوئے۔ حکیم عبدالحمید سے تعلق کی وجہ سے وہ تکمیل الطب کے بڑے حامیوں میں رہے۔ انھوں نے تکمیل الطب کی صدارت قبول کی اور تاحیات ۱۹۰۷ء تک وہ اس کے صدر رہے۔

حکیم عبدالحمید نے تکمیل الطب کا وقار بڑھانے کی انتہائی کوشش کی۔ طبی دنیا کے علاوہ حکومت کی نگاہ میں بھی اس کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوا۔ تکمیل الطب کے ہر سالانہ جلسہ میں صوبہ کا گورنر شریک ہوتا تھا۔ اور تعلقداران اودھ اور دوسرے امراء تکمیل الطب سے دلچسپی لیتے تھے اور اپنے گراں قدر عطیات سے

Marfat.com

نوازتے تھے۔ حکیم عبد العزیز کے عہد میں سر آغا خاں نے (۳ فروری ۱۹۱۰ء) تکمیل الطب کا معائنہ فرمایا، حکیم عبد الرشید کے دور میں مہاراجہ صاحب بڑودہ (۱۰ جنوری ۱۹۱۶ء) تشریف لائے اور حکیم عبد الحمید کے زمانہ میں میر عثمان علی خاں نظام دکن نے (۵ مارچ ۱۹۳۲) قدم رنجہ فرمایا۔[1]

حکیم عبد الحمید نے ۱۹۲۰ء میں آنریری سکریٹری مقرر ہونے کے بعد تکمیل الطب کی انتظامی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اپنے بھائی حکیم عبد الحکیم کو انتظامات میں شریک کیا۔ لیکن ایک ہی سال بعد عین جوانی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ۱۹۲۱ء سے علم الادویہ، اور علم الکیمیا کے مشاہدہ کی وجہ سے ان کے دو سیکشن قائم کئے حکیم عبد الحلیم کو علم الادویہ اور حکیم عبد اللطیف کو علم الکیمیا کا انچارج بنایا۔ ۱۹۲۶ء تک حکیم عبد الحمید سکریٹری، پرنسپل اور انچارج شفاخانہ تینوں ذمہ داریوں کو خود سنبھالتے رہے اسی سنہ میں بورڈ آف انڈین میڈیسن یوپی کی کامیاب تحریک اٹھی اور اس کے ماتحت علی گڑھ اور لکھنؤ میں علی الترتیب طبی کالج اور طبی اسکول کا قیام عمل میں آیا۔ جدید حالات میں تکمیل الطب کے انتظامات کو انھوں نے مزید بہتر بنانے پر توجہ کی اور ۱۹۲۶ء میں حکیم حافظ عبد المجید کو پرنسپل اور نیا عہدہ قائم کرکے حکیم عبد الحلیم کو وائس پرنسپل اور انچارج شفاخانہ مقرر کیا اور خود صرف سکریٹری کے عہدہ پر مامور رہے۔ سرکاری کالجوں کے قیام کے وقت عام تاثر یہ تھا کہ اب قومی اداروں کا باقی رہنا اور ترقی کرنا دشوار ہے لیکن حکیم عبد الحمید کے حسن انتظام اور فنی سوجھ بوجھ سے تکمیل الطب برابر ترقی کی منزلیں طے کرتا رہا۔

[1] نظام کی آمد پر لکھنؤ میں معززین شہر پر مشتمل ایک استقبالیہ کمیٹی قائم کی گئی تھی۔ شفاء الملک حکیم عبد الحمید بھی اس کے ممبر تھے۔ ۲ مارچ ۱۹۳۲ء کو نظام لکھنؤ پہنچے۔ انکا قافلہ شاہی میں سات سو افراد شامل تھے۔ تکمیل الطب تشریف آوری کے وقت ان کے ہمراہ مسیح الملک ثانی حکیم جمیل خاں دہلوی بھی تھے (سیاحت آصفی)

Marfat.com

۱۹۳۰ء میں حکیم عبدالحلیم سے انتقال کے بعد حکیم عبدالمعید کو پرنسپل اور جائنٹ سکریٹری کے نئے قائم کردہ عہدہ پر مقرر کیا۔ ۱۹۳۶ء میں تکمیل الطب کے جملہ انتظامات حکیم عبدالمعید کے سپرد کر کے حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ ۱۹۳۷ء میں واپسی پر حکیم عبدالمعید نے انتظامات واپس کرنا چاہے مگر انھوں نے منظور نہیں کیا اور حکیم عبدالمعید بدستور آنریری سکریٹری رہے۔

اطباء یونانی اور بالخصوص لکھنؤ کے اطباء کی کوششوں کے نتیجہ میں ستمبر ۱۹۲۶ء میں بورڈ آف میڈیسین یوپی قائم ہوا۔ اس کے قیام میں رائے راجیشور بلی وزیر صحت یوپی نے خاص طور پر حصہ لیا۔ یہ ہندوستان کا پہلا طبی بورڈ تھا اور اس وقت تک کسی صوبہ میں دیسی طبوں کا بورڈ قائم نہیں ہوا تھا۔ شفاء الملک حکیم عبدالحمید شفاء الملک حکیم عبدالحبیب دریابادی، حکیم عبدالکریم مہتمم ایڈیٹر مسیحائے مشرق، گورکھپور اس کے ممبر مقرر ہوئے۔ شفاء الملک مرحوم آخر تک بورڈ کے ممبر رہے۔

بورڈ آف انڈین میڈیسین کے قیام کے بعد حکومت نے ایک آیورویدک کالج اور ایک آیورویدک اسکول اور اسی طرح ایک طبی کالج اور ایک طبی اسکول قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس کے تحت بنارس ہندو یونیورسٹی میں آیورویدک کالج اور ہردوار میں آیورویدک اسکول قائم ہوا۔ طبی کالج کے قیام کے متعلق اطباء لکھنؤ دو گروہ میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ جس کی نمائندگی شفاء الملک حکیم عبدالحمید کر رہے تھے اور جس میں شفاء الملک حکیم عبدالمعید، حکیم ہادی رضا خاں اور ان کے دوسرے رفقاء تھے، یہ چاہتا تھا کہ بنارس ہندو یونیورسٹی کی طرح یہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں قائم ہو۔ دوسرا گروہ علی گڑھ کے بجائے لکھنؤ میں قیام کے لئے مصر تھا۔ لیکن بالآخر شفاء الملک حکیم عبدالحمید کے اثرات اور ان کی

Marfat.com

کوششیں بار آور ہوئیں۔ اور ۸ جنوری ۱۹۲۶ء کو مسلم یونیورسٹی اکیڈمک کونسل نے طبیہ کالج کے قیام کے لئے اسکیم مرتب کرنے کی غرض سے ایک سب کمیٹی قائم کی۔ جس نے یونیورسٹی کے تحت طبیہ کالج قائم کرنے کی سفارش پیش کی جو منظور کی گئی۔ ۱۹۲۷ء میں طبیہ کالج علی گڑھ کا قیام عمل میں آنے کے بعد کالج کے اسٹاف اور پرنسپل کے تقرر کے لئے جو سلیکشن کمیٹی بنائی گئی اس میں دہلی سے مسیح الملک حکیم اجمل خاں اور حکیم غلام کبریا خاں اور لکھنؤ سے شفاء الملک حکیم عبدالحمید اور شفاء الملک حکیم عبدالحسیب دریابادی ممبر مقرر ہوئے اور ڈاکٹر عطاء اللہ بٹ کا پرنسپل کی حیثیت سے اور شفاء الملک حکیم عبداللطیف فلسفی کا وائس پرنسپل کی حیثیت سے تقرر عمل میں آیا۔

۲۲ جنوری ۱۹۲۸ء کو حکیم عبدالحمید مسلم یونیورسٹی کورٹ کے ممبر بھی منتخب ہوئے۔ طبیہ کالج علی گڑھ کے ذریعہ یونانی کے فروغ کا جو نقشہ بنایا گیا تھا اور اس کے لئے جو شاہراہ عمل متعین کی گئی تھی۔ اس کی تکمیل کے واسطے ترقی و فروغ کے جذبہ سے سرشار کسی صاحب فن کی ضرورت تھی۔ ڈاکٹر بٹ کے زیر اہتمام نہ صرف اس منزل کو اختیار نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس ادارہ میں یونانی کی حیثیت ثانوی بن کر رہ گئی۔ نصاب میں جدید مضامین کی کثرت کی گئی۔ کالج میں انتہائی زیادہ وقت جدید طب کی تعلیم پر صرف کیا جانے لگا، یونانی کے گھنٹوں سے زیادہ ایلوپیتھی کے گھنٹے رکھے گئے۔ یونانی اسٹاف سے زیادہ ایلوپیتھی کا اسٹاف متعین کیا گیا (تیرہ اساتذہ میں سات ڈاکٹر، ڈاکٹر عطاء اللہ بٹ، ڈاکٹر محمد افضل، ڈاکٹر عنایت اللہ شاہ، ڈاکٹر محمد ابراہیم، ڈاکٹر کے۔ اے۔ رضوی، ڈاکٹر ظفرالدین احمد، ڈاکٹر سید اشرف حسن اور صرف چھ طبیب شفاء الملک حکیم عبداللطیف، حکیم عبداللہ خاں، حکیم ظہیرالدین خاں، حکیم ضرغام علی خاں تھے (شاہ محمد اویس [illegible]

Marfat.com

محمد عقیل فاروقی عربی پڑھاتے تھے۔

شفاء الملک حکیم عبداللطیف کی مسلسل جدوجہد اور انتھک کوششوں نے ملک کے ممتاز اطباء اور یونیورسٹی کے ارباب اختیار کو اس صورت حال کی طرف توجہ دلائی۔ وائس چانسلر سر شاہ سلیمان نے ۱۷ جولائی ۱۹۳۰ء کو اگزیکیٹو کونسل میں پیش کرنے کے لئے اپنے نوٹ میں لکھا "علی گڑھ میں طبیہ کالج کے قیام کا مقصد طب یونانی کی تعلیم کو فروغ دینا ہے، کسی ایلوپیتھک کالج کا قیام مقصود نہیں ہے۔ موجودہ حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کالج یونانی سے زیادہ ایلوپیتھی کا ایک ادارہ بنا ہوا ہے"۔

وائس چانسلر کے اس نوٹ کی روشنی میں ۲۹ جنوری ۱۹۳۹ء کو اگزیکیٹو کونسل نے حسب رزولیوشن نمبر ۶ طبیہ کالج کے نصاب تعلیم سے متعلق ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی۔ اس کے صدر وائس چانسلر سر شاہ سلیمان تھے اور ممبران میں شفاء الملک حکیم عبدالحمید، ڈاکٹر مرزا ظفریاب حسین دہلی، حکیم محمود سعید خاں دہلی، حکیم محمد الیاس خاں دہلی، عبدالمجید خواجہ علی گڑھ، لیفٹننٹ کرنل ایم اے رحمان، ڈاکٹر صاحبزادہ سعید الظفر خاں دہرہ دون، اور حکیم ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنی لکھنوی شامل تھے۔ شفاء الملک حکیم عبدالحمید نے اس کمیٹی سے خاص دلچسپی لی، وہ دیگر ممبران کے برخلاف اس کی ہر میٹنگ میں شریک ہوتے رہے۔ انہوں نے جو مشورے دیئے وہ نہایت اہم اور دور رس تھے۔ مثلاً یہ کہ مضامین جدیدہ کی تعداد کم کی جائے، پیتھالوجی اور بیکٹریالوجی وغیرہ کی تعلیم مناسب نہیں، اس سے طلباء کے دماغوں میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔ ان مضامین کا تعلق صرف ایلوپیتھی طریقہ علاج سے ہے، طب یونانی کی تعلیم صرف عربی زبان میں ہونی چاہیئے۔ طب کی اعلیٰ کتب کا ذخیرہ صرف عربی زبان میں موجود ہے۔ ایسی حالت میں ہم کو اپنے کالج کے سند یافتگان کو ان معلومات

Marfat.com

سے واقف کرانا بہت ضروری ہے۔ اگر صرف اردو خواں طلباء کالج سے نکلیں گے تو وہ آئندہ عربی کتب کا مطالعہ نہ کرنے کی وجہ سے طب جدید کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔

کمیٹی کے تیسرے اور آخری جلسہ یک شنبہ ۳ مارچ ۱۹۴۰ء منعقدہ کونسل روم علی گڑھ (اس سے قبل ۷ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو وائس چانسلر کی کوٹھی ۸ پارک روڈ نئی دہلی میں جلسہ ہوا تھا) میں جو تجاویز منظور ہوئیں ان میں شفاء الملک مرحوم کے مشوروں کا وزن اور ان کی قدآور شخصیت کا اثر پوری طرح کارفرما ہا۔ کمیٹی میں طے پایا کہ طبیہ کالج کا موجودہ نصاب تعلیم پورے طور پر یونانی طریقہ علاج کی ترقی کے لئے مناسب نہیں ہے۔ یونانی اور ایلوپیتھی مضامین کے لئے علی الترتیب ۲۵ اور ۱۵ کی نسبت قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ قرار پایا کہ طبیہ کالج میں نسبتاً زیادہ وقت طب یونانی کی تعلیم میں صرف کیا جائے جو مقاصد یونانی طب کے موافق ہوگا۔ اس کے لئے چالیس گھنٹوں میں پچیس گھنٹے اوسطاً یونانی طب کی تعلیم کے لئے ہونے ضروری ہیں"۔

۱۹۲۷ء میں علی گڑھ میں طبیہ کالج کے قیام کے بعد حکومت کے مجوزہ منصوبہ کے تحت اسٹیٹ ایڈڈ طبی اسکول ۱۹۲۹ء میں لکھنؤ میں قائم ہوا۔ حکیم عبدالحمید اس کی مینیجنگ کمیٹی کے ممبر مقرر کئے گئے اور انہوں نے اس کی ترقی سے دلچسپی لی۔ ڈاکٹر منظور حسن اس کے پہلے پرنسپل تھے۔ ۱۹۳۹ء میں حکیم محمد امین پرنسپل ہوئے۔ ۱۹۴۰ء میں اس اسکول نے ترقی کر کے کالج کی شکل اختیار کی اور اس میں چار سال کے بجائے پانچ سال کا نصاب رائج ہوا۔ ۱۹۵۰ء میں حکیم محمد امین اپنے والد شفاء الملک حکیم عبداللطیف دریابادی کے انتقال کے بعد مستعفی ہو گئے۔ اور حکیم خواجہ شمس الحسن پرنسپل کے عہدہ پر فائز ہوئے لیکن سال بھر بعد ۱۹۵۱ء میں کالج ختم ہو گیا۔ یہ کالج دین دیال روڈ (اشرف آباد) میں واقع تھا۔

دراصل حکومت یوپی نے ۱۹۴۹ء میں ایک اکسپرٹ کمیٹی جس میں ایک طبیب ایک وید ایک ڈاکٹر اور ڈپٹی ڈائرکٹر آف آیورویدا (اس وقت تک ڈائرکٹر آف آیورویدا کا عہدہ قائم نہیں ہوا تھا) شامل تھے، اس غرض سے مقرر کی تھی کہ وہ یوپی کے تمام آیورویدک اور یونانی کالجوں کے معائنہ کے بعد ان کے معیار تعلیم کے بارے میں سفارشات پیش کرے۔ اس کمیٹی نے ۱۹۵۰ء میں جو تجاویز پیش کیں ان میں ایک تجویز یہ بھی تھی کہ حکومت ان کالجوں پر جو رقم صرف کر رہی ہے وہ ان سب پر تقسیم ہونے کے بعد اتنی کم رہ جاتی ہے کہ کسی کالج کے لئے بھی کافی ثابت نہیں ہوتی۔ اس لئے ایسے کالجوں پر جو اپنی ضروریات کے لحاظ سے معیاری بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں معقول رقم صرف کی جائے اور ایسے کالجوں کو جو اپنے ساز و سامان اور دیگر تعلیمی ضروریات کے لحاظ سے کوئی معیار نہیں رکھتے ہیں ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ اس تجویز کے تحت جو کالج نامنظور کئے گئے ان میں گیارہ آیورویدک اور تین یونانی کالج تھے۔

۱۹۲۶ء میں جب کہ صوبہ کی سرکاری درسگاہوں کے قیام کی تجویز درپیش تھی ان درسگاہوں کا نصاب تعلیم مقرر کرنے کے لئے حکومت نے ایک کمیٹی حکیم خواجہ کمال الدین کی صدارت میں مقرر کی۔ حکیم عبدالحمید حکیم عبدالحلیم اور حکیم عبداللطیف اور بعض دوسرے اطباء اس کے ممبر تھے۔

طب یونانی کی بقا و ترقی اور مشترکہ جد و جہد اور اہتمام کے تقاضے کے تحت انہوں نے کانفرنس کے مسئلہ پر دہلی اور لکھنو کے شدید اختلافات کا خاتمہ ضروری خیال کیا۔ ان کے مبارک اور نیک جذبے سے یہ اختلافات دور ہوئے اور ان کا (حکیم) اجمل خاں کے درمیان دوستانہ تعلقات کے ایک نئے باب کا آغاز ہوا۔ اور دہلی و لکھنو کی فنی رقابتوں کے بجائے ان کی متحدہ مساعی طب یونانی کے لئے نہایت مفید اور نتیجہ خیز ثابت ہوئیں۔

طبی کانفرنس کے چودھویں سالانہ اجلاس منعقدہ دہلی ۶-۷-۸ مارچ ۱۹۲۶ء میں حکیم عبدالحمید نے بذاتِ خود شرکت فرمائی اور ان کی سرکردگی میں لکھنؤ کے دوسرے مقتدر اطباء بھی شریک ہوئے۔ ہندوستان کے تمام طبی حلقوں میں اس کا خیر مقدم کیا گیا۔ کانفرنس کے تیسرے روز کے پہلے جلسہ کی انہوں نے صدارت بھی کی۔ اس کانفرنس میں حکیم محمد کبیر الدین نے دورانِ خون پر اپنا مقالہ پیش کیا جس پر شفاء الملک موصوف نے اپنی جانب سے ایک تمغہ کا اعلان فرمایا۔ ۸ مارچ کو شفاء الملک کے صدارتی جلسہ میں حکیم محمد حسن قرشی (شفاء الملک) نے علم الجراثیم پر ایک مضمون پڑھا، اس پر صدارتی تبصرہ میں انہوں نے کہا: "حکیم محمد حسن صاحب قرشی نے جراثیم کے مسئلہ پر جو بحث کی ہے اسے سب حضرات نے اس دلچسپی سے سنا ہے جس کی وہ بجا طور پر مستحق تھی۔ چونکہ یہ مسئلہ نہایت اہم ہے اس لئے ضرورت ہے کہ چند سال متواتر اس پر مزید غور وخوض اور پوری تحقیق وتنقید میں صرف کئے جائیں اور اس کے بعد اس مسئلہ کا آخری فیصلہ کیا جائے۔ میرے چھوٹے بھائی حکیم عبداللطیف پروفیسر تکمیل الطب کالج لکھنؤ نے پچھلے دنوں اس مسئلہ کے متعلق مجھ سے اپنی تحقیقات کا ذکر کیا تھا اور جو ذخیرۂ معلومات انہوں نے سپرد قلم کیا ہے مجھے دکھایا تھا۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ پر ابھی زیادہ غور وتوجہ کی ضرورت ہے۔"[1]

کانفرنس کے اس تاریخی اجلاس میں ان کی مساعی سے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں طبیہ کالج کے قیام کی تحریک منظور ہوئی۔ طبیہ کالج کے قیام پر لکھنؤ میں اطباء کے درمیان جو اختلاف تھا اس کا مظاہرہ یہاں بھی زور وشور سے ہوا۔

---

[1] روئداد کانفرنس ۱۹۲۶ء ص ۱۱۹

کانفرنس میں اس مسئلہ کے پیش ہونے پر موافقت اور مخالفت میں گرم جوش تقریریں ہوئیں اور دونوں طرف سے دلائل پیش کئے گئے۔ بالآخر جلسہ کی رائے لینے کی نوبت آئی۔ حکیم اجمل خاں اور حکیم عبدالحمید کے اثرات کی وجہ سے چند کے سوا اطباء کی بڑی اکثریت نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے تحت طبیہ کالج کے قیام کے حق میں رائے دی۔ اس سلسلہ میں دو دلیلیں خاص طور پر پیش کی گئی تھیں۔ ایک یہ کہ چونکہ بنارس ہندو یونیورسٹی کے تحت آیورویدک کالج قائم ہوا ہے۔ اس لئے طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی کے تحت قائم ہونا چاہیئے۔ دوسرے یہ کہ لکھنؤ میں پہلے سے تین کالج تکمیل الطب، منبع الطب، (راجیہ) موجود ہیں۔ اگر یہ چوتھا سرکاری کالج وہاں قائم ہوا تو ان کالجوں کا وجود خطرہ میں پڑ جائے گا۔ جو لوگ لکھنؤ میں سرکاری کالج کے قیام کی موافقت میں تھے وہ لکھنؤ کی طبی فوقیت اور علی گڑھ کی غیر طبی حیثیت کو بطور دلیل پیش کر رہے تھے۔ لیکن ان کا بڑا مقصد در اصل لکھنؤ میں کالج کھلوا کر تکمیل الطب کو نقصان پہنچانا تھا۔ مسیح الملک حکیم اجمل خاں اور شفاء الملک حکیم عبدالحمید کے باہمی سمجھوتہ کے تحت کانفرنس نے اس سے ایک سال قبل بھی مسلم یونیورسٹی کورٹ کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تھی کہ بنارس میں آیورویدک کالج کی طرح علی گڑھ میں طبیہ کالج قائم کیا جائے۔

مسیح الملک کی زندگی کی آخری کانفرنس منعقدہ رام پور، ۱۹۲۷ء میں بھی شفاء الملک حکیم عبدالحمید شریک ہوئے تھے۔ مسیح الملک کو ان کا احترام اس قدر ملحوظ خاطر تھا کہ ہر امر میں ان کی رائے اور مشورہ کو پوری اہمیت دیتے تھے کانفرنس کے دوران ملاقات اور مسائل پر گفتگو کے لئے خود ان کے کمرہ پر تشریف لے جاتے تھے۔ رام پور طبی کانفرنس کا نقشہ حکیم ذاکر حسین نے پیش کرتے ہوئے لکھا ہے: "اپریل ۱۹۲۷ء میں دارالریاست رام پور میں

Marfat.com

شفاء الملک برادران

شفاء الملک حکیم عبدالرشید

شفاء الملک حکیم عبدالمجید

شفاء الملک حکیم عبدالحمید

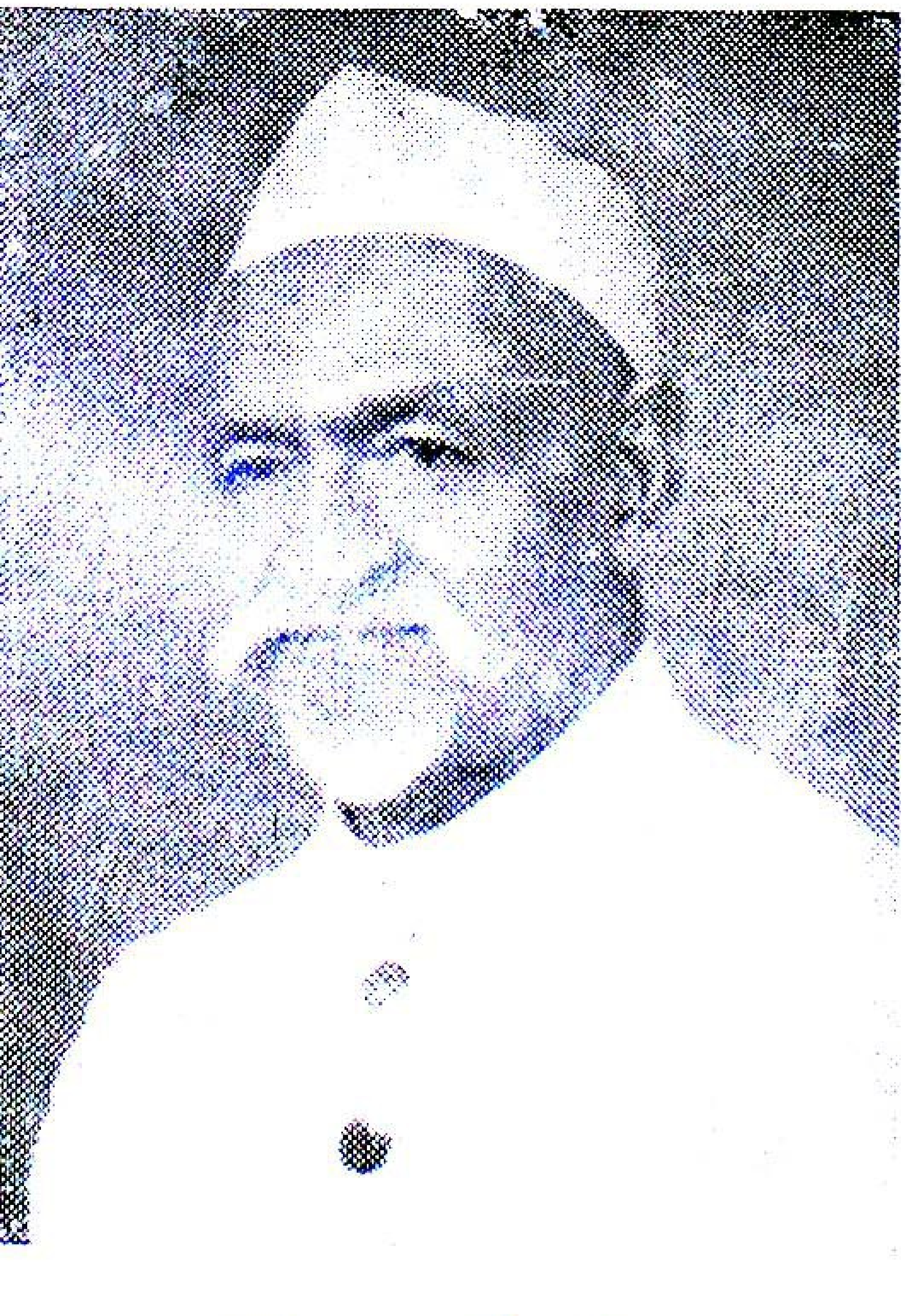

شفاء الملک حکیم عبداللطیف

Marfat.com

Marfat.com

آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس کا اجلاس ہونا تجویز ہوا۔ ۲۳ اپریل کی شب میں ہم سب لوگ رام پور پہنچ گئے۔ صبح کو میں جناب شفاء الملک حکیم مظہر سعید صاحب و جناب حکیم عبدالمعید صاحب لکھنوی کی خدمت میں حاضر ہونے کے قصد سے ان کے کمرے میں گیا۔ یکایک میری نظر مسیح الملک پر پڑی۔ جناب ممدوح اس وقت طب یونانی کے بعض مسائل کے متعلق تقریر فرما رہے تھے۔ حکیم خواجہ کمال الدین حکیم خواجہ شمس الدین اور حکیم عبدالحسیب دریابادی بھی وہاں موجود تھے۔[1]

اس کانفرنس میں دہلی، لکھنؤ اور لاہور میں نصاب تعلیم کے مسئلہ پر تین سب کمیٹیوں کے تقرر کی تجویز منظور ہوئی اور دو مہینہ کے اندر ان کمیٹیوں کے لئے کانفرنس کے مرکزی دفتر کو اپنی رپورٹ بھیجنا طے پایا۔ دہلی کی کمیٹی میں مسیح الملک حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر عبدالرحمن، ڈاکٹر ناصر عباس، حکیم الیاس خاں، حکیم جمیل الدین غازی پوری اور تمام اساتذہ طبیہ کالج۔ لاہور کی سب کمیٹی میں حکیم ابو تراب عبدالحق حکیم محمد حسن قرشی (شفاء الملک) حکیم فقیر محمد چشتی، حکیم محبوب عالم امرتسری، حکیم عبدالرحمن تکمیلی امرتسری، طبیہ کالج لاہور کے تمام اساتذہ۔ لکھنؤ کی سب کمیٹی میں شفاء الملک حکیم عبدالحمید، حکیم خواجہ کمال الدین، حکیم خواجہ شمس الدین (شفاء الملک) حکیم عبدالحسیب دریابادی (شفاء الملک) حکیم نور اللہ کانپوری، حکیم مولوی احمد حسین (الہ آباد) حکیم ظہیر عالم الہ آباد، حکیم ہادی رضا خاں لکھنؤ، حکیم مرزا نظیر حسین خاں لکھنؤ، حکیم منے آغا، حکیم حافظ محمود رضا اور تکمیل الطب کے تمام اساتذہ ممبر مقرر ہوئے۔ لکھنؤ سب کمیٹی کے سکریٹری حکیم عبداللطیف (شفاء الملک) تھے۔[2]

---

۱ حیات اجمل قاضی عبدالغفار ص ۳۲۹
۲ روداد کانفرنس ۱۹۲۷ ص ۱۱۱

Marfat.com

رام پور کی اسی پندرھویں کانفرنس میں شفاء الملک حکیم عبداللطیف نے ارکان پر اپنا معرکۃ الآراء مضمون پیش کیا تھا۔

شفاء الملک حکیم عبدالحمید نے آل انڈیا طبی کانفرنس منعقدہ ۲۳-۲۴ اپریل ۱۹۳۲ء بمقام بدایوں اور طبی کانفرنس مدراس کی صدارت کے بھی فرائض انجام دیئے۔

بورڈ آف انڈین میڈیسین یوپی کے قیام کے بعد طبی حقوق کی جدوجہد کے لئے غالباً ۱۹۲۸ء میں انجمن طبیہ یوپی کے نام سے ایک نئی انجمن قائم ہوئی۔ آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس سے اس کی کوئی مخالفت نہیں تھی لیکن اس سے الحاق بھی نہیں کیا گیا تھا۔ شفاء الملک حکیم عبدالحسیب دریابادی سکریٹری اور حکیم خواجہ کمال الدین صدر مقرر ہوئے۔ باہمی اختلافات کے نتیجہ میں ۱۹۳۲ء میں یہ لوگ علیحدہ ہو گئے۔ اور شفاء الملک حکیم عبدالحمید صدر اور شفاء الملک حکیم عبدالمجید سکریٹری قرار پائے۔ ۹-۱۹۳۸ء میں اشتراک اور مصالحت کے لئے سید ظہور احمد ایڈوکیٹ سکریٹری آل انڈیا مسلم لیگ کی صدارت میں تکمیل الطب میں "انجمن طبیہ" کا جلسہ ہوا۔ اور باہمی اتحاد کے تحت حکیم عبدالحسیب دریابادی صدر، حکیم رفیق ابراہیم سکریٹری اور حکیم عبدالقوی دریابادی جائنٹ سکریٹری مقرر ہوئے۔ حکیم عبدالحسیب دریابادی ستمبر ۱۹۵۰ء میں اپنے انتقال تک صدر رہے۔ لیکن حکیم رفیق ابراہیم سکریٹری بننے کے پانچ چھ سال بعد علیحدہ ہو گئے اور ان کے بجائے حکیم عبدالقوی دریابادی سکریٹری ہوئے حکیم عبدالحسیب کے انتقال کے بعد انکے صاحبزادہ حکیم محمد امین صدر قرار پائے۔ ۱۹۵۳ء میں حکیم عبدالقوی کی جگہ حکیم مشتاق احمد کٹھوردی سکریٹری منتخب ہوئے۔ ۱۹۵۵ء میں آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس کے اجلاس کے نزول سے قبل انجمن طبیہ میں ضم ہو گئی۔

بورڈ آف انڈین میڈیسین یوپی کے تحت جب اطباء کے رجسٹریشن کا مسئلہ سامنے آیا تو اس سلسلہ میں حکومت کی طرف سے ایک مطبوعہ سوالنامہ اطباء کے

Marfat.com

پاس بھیجا گیا۔ شفاء الملک حکیم عبدالحمید، شفاء الملک حکیم عبدالحسیب، حکیم خواجہ کمال الدین اور حکیم عبدالحلیم کی کوششوں سے گولا گنج رفاہ عام میں ایک جلسہ ہوا۔ جلسہ میں وہ سوالات پڑھے گئے اور صوبہ کے عام اطباء سے گزارش کی گئی کہ وہ کسی اختلاف کے بغیر یکساں جوابات ارسال کریں۔ لیکن متفقہ جوابات پہنچنے کے باوجود حکومت نے اطباء کو صرف میونسپل ملازمین کو طبی سرٹیفکٹ عطا کرنے کا اختیار دیا اور دوسرے سرکاری ملازمین کو سرٹیفکٹ دینے کی اجازت نہیں دی۔ چنانچہ اس کی مخالفت میں ایک "اینٹی رجسٹریشن کمیٹی" قائم کی گئی۔ صوبہ بھر میں اس کے زوردار جلسے ہوئے اس موقع پر انجمن طبیہ دو طبقہ خیال کے لوگوں میں تقسیم ہو گئی۔ ایک طبقہ کا اصرار تھا کہ جو مل رہا ہے اسے لے لیا جائے اور دوسرے طبقہ کا کہنا تھا کہ اس میں اطباء کی تنقیص ہے۔ اول الذکر طبقہ کی نمائندگی حکیم عبدالحسیب کر رہے تھے اور موخر الذکر طبقہ کے سرخیل شفاء الملک حکیم عبدالحمید تھے۔ آخر میں ایک سمجھوتے کے تحت جس کی خوش قسمتی سے اصل تحریر محفوظ ہے[1] یہ طے پایا کہ "لوکل گورنمنٹ کے قواعد و ضوابط رجسٹری اطباء شائع و نافذ کردہ کو انجمن طبیہ صوبہ یو پی کے جلسہ عام تک ناقابل قبول سمجھتے ہوئے ہم لوگ اپنی رجسٹری ہرگز نہ کرائیں گے۔ اور نہ کسی کو مشورہ دیں گے"۔ ۲۰ اگست ۱۹۳۱ء کے اس مصالحت نامہ پر حکیم عبدالحمید، حکیم عبدالحسیب حکیم خواجہ کمال الدین، حکیم عبدالمعید، حکیم محمد تقی عرف مجن اور حکیم سید بشیر احمد کے علاوہ سرو زیر حسن[2] کے بھی دستخط ہیں۔ انجمن طبیہ چونکہ حکیم عبدالحمید کے زیر اثر تھی۔ اس لیے حسب قرارداد جب اس کا عام جلسہ منعقد ہوا تو اطباء کی اکثریت نے حکومت کی پیش کش

---

[1] یہ تحریر حکیم سید بشیر احمد لکھنوی کی عنایت سے راقم کو حاصل ہوئی ہے۔

[2] سرو زیر حسن تقریباً ۱۸ برس بورڈ آف انڈین میڈیسین یو پی کے صدر رہے۔ ۳۱ اگست ۱۹۴۷ء کو لکھنؤ میں وفات پائی۔

Marfat.com

کو منظور نہیں کیا۔ بالآخر حکیم عبدالحمید کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور ۱۹۳۹ء میں قومی حکومت کے قیام کے بعد اطباء کے حقوق تسلیم کئے گئے۔

شفاء الملک حکیم عبدالحمید اطباء کی تعلیم کے بے حد قائل تھے۔ وہ ملک میں تعلیم یافتہ اطباء دیکھنا چاہتے تھے۔ اور عطائیانہ حیثیت کو سخت ناپسند کرتے تھے اپنی بیاض میں ایک جگہ انھوں نے لکھا ہے "میری رائے متعلق حقوق طب یونانی بمقابلہ حقوق ڈاکٹری یہی ہے کہ اگر اطباء کو بلا قابلیت حاصل کئے ہوئے درجہ دیا بھی گیا تو وہ مفید نہیں۔"

"۱۹۳۸ء میں کانگریسی حکومت نے انڈین میڈیسن بل کا خاکہ تیار کیا تو انھوں نے صوبہ کے مشہور اطباء کو یکجا کیا اور قانون مذکور میں ایسی ترمیمات و اضافات مرتب کرائے جو فن کی بہبود اور اطباء کی ترقی کے لئے ازبس ضروری تھے اور ان کی تقسیم وسیع پیمانہ پر کی۔ اور جب قانون مذکور اسمبلی و کونسل میں زیر بحث تھا تو ممبران کونسل و ارباب حکومت سے بار بار مل کر بہت سے امور میں کامیابی حاصل کی۔"[1]

صوبہ کے علاوہ بیرون صوبہ بھی جتنی طبی تحریکیں اٹھیں ان میں ان کے مشورے کو خاص اہمیت حاصل رہی۔ یو پی کی طرح بہار میں ۱۹۲۵ء میں جب پٹنہ میں طبی اسکول قائم کرنے کی تحریک شروع ہوئی تو شفاء الملک حکیم عبدالحمید نے اس میں خاص طور پر دلچسپی لی۔ اور آل انڈیا ویدک اینڈ طبی کانفرنس کے اجلاس منعقدہ دہلی ۲۶ء میں انھوں نے اس سلسلہ میں درج ذیل تجویز پیش کی: "یہ کانفرنس ممبران کونسل و گورنمنٹ صوبہ بہار کی اس ہمدردی اور دلچسپی کا دلی گرم جوشی کے ساتھ شکریہ ادا کرتی ہے جو انھوں نے اپنے تازہ ترین اجلاس کونسل میں ہماری دیسی طبوں

---

[1] مضمون حکیم عبدالقوی دریابادی ہمدرد صحت فروری ۱۹۵۱ء

Marfat.com

کے نفع و بہبود کا خیال کرتے ہوئے ترقی و تحفظ فن کے لئے مناسب تدابیر عمل میں لاکر گورنمنٹ صوبہ بہار و اڑیسہ کو ایک آیورویدک کالج اور ایک یونانی طبی کالج کے قائم کرنے کا مشورہ دیا۔ اور گورنمنٹ مذکور نے اس تحریک کو منظور فرمایا۔ یہ جلسہ یہ بھی امید کرتا ہے کہ گورنمنٹ صوبہ بہار و اڑیسہ اس سلسلہ میں جلد سے جلد مفید عملی ذرائع اختیار کرے گی"۔[1] اس تجویز کے موید ین میں شفاء الملک حکیم عبدالمعید اور حکیم مرزا نظیر حسین لکھنوی تھے۔

۱۹۲۶ء میں پٹنہ میں طبی اسکول کے قیام کے بعد پرنسپل اور اساتذہ کے تقرر کے لئے جو سلیکشن کمیٹی بنائی گئی۔ اس میں حکیم عبدالحمید ہی کے ایماء پر حکیم عبدالمعید اور حکیم عبدالحلیم ممبر کی حیثیت سے منتخب ہوئے۔

ریاست حیدرآباد میں اگرچہ یونانی شفاخانوں کا قیام بہت پہلے عمل میں آچکا تھا۔ چنانچہ موجودہ عثمانیہ ہاسپٹل ابتداء میں یونانی شفاخانہ ہی تھا جو حکیم الملک کی نگرانی میں قائم ہوا تھا۔ اور جسے بعد میں ایلوپیتھک شفاخانہ میں تبدیل کردیا گیا۔ لیکن یونانی شفاخانوں کا باقاعدہ قیام حکیم سید احمد سعید احمد مہدوی افسرالاطباء اول ریاست کی نگرانی میں ۱۳۰۰ فصلی میں عمل میں آیا (افسرالاطباء کا عہدہ بعد میں صدر مہتمم کے لقب سے بدل گیا) اور اس کے قیام کے ساتھ ہی ۱۵ تیر ۱۳۰۰ فصلی ہی کو مدرسہ طبیہ کی بنیاد رکھی گئی۔

۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۵ء میں ریاست نے سررشتہ یونانی کی تنظیم جدید کا منصوبہ بنایا اور ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ کو پانچ لاکھ کی خطیر رقم سے جہاں صدر شفاخانہ نظامیہ کی تعمیر کا حکم صادر ہوا اور ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ کو خود میر عثمان علی خاں نظام حیدرآباد نے اپنے دست مبارک سے چار مینار

---

[1] روئداد کانفرنس اجلاس چہاردہم منعقدہ دہلی ۱۹۲۲ء ص ۳۲

Marfat.com

کے قریب اس عالی شان دو منزلہ عمارت کا سنگ بنیاد نصب فرمایا۔ وہاں ۴ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ کو فرمان شاہی کے مطابق حکماء کے فرائض کی تنقیح، طریقہ سربراہی ادویہ کی اصلاح اور مدرسہ طبیہ کو کالج کا درجہ دینے اور اس کے تعلیمی نصاب کی ترمیم، نیز مخزن الادویہ کے قیام وغیرہ کے متعلق مکمل اسکیم مرتب کئے جانے کا حکم صادر ہوا۔

اس اسکیم پر غور کرنے اور اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے جو مشاورتی کمیٹی قائم ہوئی اس کے بیرونی ممبروں میں شفاء الملک حکیم عبدالحمید کو خاص طور پر منتخب کیا گیا۔ اس مشاورتی کمیٹی کا اجلاس ۱ فروری ۱۹۳۶ء سے شروع ہوا۔ اور اس کی کارروائیاں ۱۳ فروری تک مسلسل دس روز جاری رہیں۔ یکم فروری ۱۹۳۶ء مطابق ۵ ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ کو حکیم عبدالحمید نے نظام سے شرفِ ملاقات حاصل کیا۔ آصف جاہ سابع انکے علم فضل اور فنی کمال سے بہت زیادہ متاثر تھے یہاں تک کہ اپنی بعض تحریروں کے بارے میں انکی درتبع علمی رائے جاننے کے مشتاق رہتے تھے۔ شفاء الملک موصوف کے نام ہوش بلگرامی کے خط مرقومہ ۱۵ جنوری ۱۹۳۷ء سے اس کا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہوئے حسب الحکم اعلیٰ حضرت خسرو دکن خلد اللہ ملکہ اخبار رہبر دکن[1] کے دو تراشے بھیجے جاتے ہیں۔ میرے اردو مضمون کا مکمل ترجمہ فارسی میں حضرت بندگان عالی نے بنفس نفیس فرمایا ہے براہ کرم رسید سے مطلع فرمایا جائے اور دونوں کے پڑھنے کے بعد فارسی ترجمہ سے متعلق خصوصاً اپنی رائے کا اظہار فرمایا جائے تو مناسب ہوگا۔"

مشاورتی کمیٹی کے سلسلہ میں حکیم صاحب کا کئی مرتبہ حیدرآباد جانا ہوا اور نصاب کے علاوہ کالج کے دوسرے مسائل میں ان کے قیمتی مشورے شامل رہے طبیہ کالج کی اسکیم و نصاب مرتب فرمانے پر نواب صدرالمہام بہادر فنانس سرکار عالی کے حسب الحکم نواب صدر یار جنگ بہادر معتمد صیغہ تو فن و فیابت نے اپنے خط مورخہ ۳ جنوری ۱۹۳۷ء میں حکیم صاحب کا شکریہ ادا کیا ہے۔ اس سلسلے میں دمدیا

[1] یہ تراشے ۱۲ مئی اور ۲۲ مئی ۱۹۳۷ء کے اخبار کے ہیں۔

Marfat.com

کے چند دیگر خطوط بھی محفوظ ہیں۔

ہندوستان میں طبی نظام تعلیم کے سلسلہ میں جو نئی تبدیلیاں واقع ہوئی تھیں ان تبدیلیوں کے وقت ہی اگرچہ اطباء جھوائی ٹولہ لکھنؤ نے اپنے خدشات ظاہر کئے تھے اور واضح طور پر انھیں یونانی کے حق میں ضرر رساں قرار دیا تھا۔ مسیح الملک حکیم اجمل خاں جو اصلاح اور ترقی فن کی خاطر نظام تعلیم میں تبدیلی لائے تھے اور جنھوں نے بڑی توقعات کے ساتھ مضامین جدیدہ کی شمولیت اور علاوہ ازیں اس کے تجربہ کا آغاز کیا تھا، اس کے نتائج برآمد ہونے سے قبل وفات پا چکے تھے۔ دہلی کے زیر اثر اطباء کے جس حلقہ میں اس تبدیلی کا خیر مقدم کیا گیا تھا۔ اس حلقہ میں بھی اب اس سے بے اطمینانی ظاہر کی جانے لگی تھی لیکن پھر بھی ایک طبقہ ایسا باقی رہ گیا تھا جس نے طب جدید اور مسیح الملک کے نام پر اپنی ایسی کوششیں جاری رکھیں جن سے فن کو شدید نقصان پہنچا۔ دہلی کے اس اول الذکر طبقہ کو ہمنوا بنانے میں بھی اطباء لکھنؤ بالخصوص شفاء الملک حکیم عبدالحمید کی کوششوں کا خاص حصہ رہا۔ اس سلسلہ میں مسیح الملک ثانی حکیم محمد احمد خاں دہلی اور شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی لاہور پوری طرح طب یونانی کو اس کے اپنے اصولوں کی روشنی میں ترقی دینے کے خواہاں تھے۔

حیدرآباد کی اس تنظیم جدید کے تعلق سے یہاں شفاء الملک حکیم عبدالحمید کے نام شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی کے ایک مکتوب کا ذکر ضروری ہے۔ وہ لکھتے ہیں "گزشتہ چار پانچ سال سے جامع الحکمت کی تدوین میں مصروف تھا، الحمدللہ کہ وہ اب منازلِ طباعت طے کر چکی ہے اور عنقریب خدمت گرامی میں مرسل ہوگی۔ جامع الحکمت میں ایک طرف تو جدید سائنس کے تمام حملوں کے مسکت جوابات دیے گئے ہیں اور دوسری طرف تجدید طب کی اہم ضرورت سے بھی غفلت نہیں کی گئی

Marfat.com

تجدید طب کے پردے میں اصول و کلیات طب کو مجروح نہیں کیا گیا۔ یہاں تک کہ عناصر کے مسئلہ کو بھی دہلی اور علی گڑھ کے ارباب رائے کے خلاف بحال رکھا گیا ہے اور اسے جدید سائنس کے معیار پر پرکھا گیا ہے۔ جامع الحکمت کی اشاعت کے ساتھ آئندہ طب قدیم پر غیر علمی غیر معقولی اور ان سائنٹیفک ہونے کا الزام نہیں لگایا جا سکے گا۔

حیدرآباد میں تنظیم جدید کی اسکیم در پیش ہے۔ اس سلسلہ میں مجھے بھی یاد فرمایا گیا ہے۔ میں کچھ اس طرح کی مصروفیتوں میں گھرا ہوا ہوں کہ اس قدر طویل سفر مشکل معلوم ہوتا ہے۔ گو چاہتا ہوں کہ ان مشوروں میں ضرور شریک ہوں کہ کہیں یہ تحریک بھی مدراس اور علی گڑھ کی طرح طب جدید کے تغلب اور تفوق پر منتج نہ ہو۔ اور اس طرح حضور نظام کی سرپرستانہ مساعی بھی عواقب کے اعتبار سے طب یونانی کے لئے مفید نہ ہو سکیں، اُمید کہ جناب اس میں ضرور شرکت فرمائیں گے اور اس تحریک کو حدود صحت سے تجاوز نہیں ہونے دیں گے۔"

شفاء الملک حکیم عبدالحمید نے اس کے جواب میں تحریر کیا تھا جناب نے جو کوشش اور محنت کتاب جامع الحکمت کی تدوین میں کی ہے وہ قابل تعریف ہے مجھ کو اس سے دلی مسرت ہوئی کہ جناب نے اس کتاب میں اصول طب یونانی کو برقرار رکھتے ہوئے ترقی طب یونانی کی شاہراہ پر روشنی ڈالی ہے۔ بدقسمتی سے ایک گروہ اطباء اپنی خود غرضی یا کم علمی کی وجہ سے طب یونانی میں مسائل طب جدید کو شامل کر کے طب یونانی کو مغلوب اور فنا کر دینا چاہتا ہے۔ لہذا ایسی حالت میں ہندوستان میں ایک ایسی جماعت اطباء کی ضرورت ہے جو اپنے فن کے اصول کو برقرار رکھیں اور مخالفین طب یونانی کے حملوں سے اپنے فن کو محفوظ رکھیں۔ ریاست حیدرآباد میں جو اسکیم تیار ہو رہی ہے اس میں آپ کی شرکت بہت ضروری ہے۔

Marfat.com

کیونکہ جناب ڈاکٹرمٹ صاحب پرنسپل طبیہ کالج علی گڑھ بھی وہاں جائیں گے ان کے خیالات ہمارے اور آپ کے خیالات سے بالکل مختلف ہیں اور اس کی بیحد ضرورت ہے کہ تمام اطباء جو اس کمیشن کے ممبر ہیں وہ یکجا ہو کر ایک نصب العین طے کریں تاکہ کمیشن میں جلد اور بہترین کام ہمارے فن کے واسطے ہو سکے۔

شفاء الملک حکیم عبدالحمید کو اپنے بزرگوں کی طرح یہ یقین تھا کہ طب یونانی کی ترقی کے لئے جس طرح اس کے ساتھ آیورویدک کی آمیزش مضر ہے۔ اسی طرح ایلوپیتھی کا بھی ایسا اختلاط جس سے طب یونانی کی انفرادیت متاثر ہو، طب یونانی کے لئے باعث ترقی نہیں ہو گا۔ بلکہ یہ صورت حال آگے چل کر طب یونانی کے خلتے کا سبب ہو گی۔ چنانچہ طبیہ کالج دہلی اور طبیہ کالج علی گڑھ کے خطوط پر نظامیہ طبیہ کالج حیدرآباد کے لئے جو نصاب تجویز کیا گیا، شفاء الملک موصوف نے اسی بنیادی اصول کے پیش نظر اس مجوزہ نصاب پر مع وجوہ ترمیم اختلافی نوٹ تحریر کیا۔ اس اختلافی نوٹ پر انھوں نے جو مقدمہ سپرد قلم کیا ہے وہ طبی نصاب کے سلسلہ میں ہمیشہ رہنمائی کا کام دے گا۔ مقدمہ کا نقل کیا جانا اسے محفوظ کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں۔

" یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ سررشتہ طبابت یونانی حیدرآباد کی تنظیم جدید کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت کی جملہ توجہات اور اغراض اعلیٰ کی تمام کوششوں کا منتہائے مقصود صرف طب یونانی کے ذریعہ سے بنی نوع انسان کی اعلیٰ طبی خدمات انجام دینے کے بہترین وسائل و ذرائع کا فراہم اور مہیا کرنا ہے۔ اور یہ شاہد مقصود دائمی طور پر اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب ہم جملہ انتظامات سے پہلے حیدرآباد نیز تمام ہندوستان کے موجودہ اطباء کرام کی جماعت کے لئے خالص طب یونانی کے نصاب تعلیم کے ذریعہ سے ایسے نئے

Marfat.com

اطباء پیدا کرنے کے لئے بنیادی اصول مقرر کریں جو اپنے اسلاف کی طرح قواعد طب یونانی کے صحیح معنوں میں عامل اور اس کی خصوصیات کے حامل ہوں۔ ورنہ بصورت دیگر جب ممالک محروسہ میں ایلوپیتھک طریقہ علاج کے ذریعہ سے مخلوق خدا کی طبی خدمات انجام دینے کے بہتر سے بہتر انتظامات موجود ہیں تو پھر اس منزل تک پہنچنے کے لئے خواہ مخواہ تنظیم جدید بہ سررشتہ طبابت یونانی کے نام سے ایک نئے اور پیچیدہ راستہ کی جستجو اور تلاش میں وقت اور زر کثیر صرف کرنا کہاں تک مناسب ہوگا۔

اسی بناء پر میں نے سب سے پہلے مسئلہ نصاب تعلیم کے بنیادی اصول پر غور کیا اور سررشتہ طبابت یونانی سرکار عالی د کمیٹی تنظیم جدید کے مجوزہ نصاب ہائے تعلیم کو سامنے رکھ کر بعض اسی نوعیت کے اصولی اختلافات کی بناء پر جن کا میں نے اوپر اشارہ کیا ہے اپنی رائے اور تجربہ کے مطابق ایک نیا نصاب تعلیم مرتب کیا۔ اس کے بعد کمیٹی تنظیم جدید سرکار عالی کی دیگر تجاویز پر غور کیا اور جہاں کوئی بات اپنے اصول مقررہ یا عام طبی نظام کے خلاف دیکھی اس کو میں نے اپنے اختلافی نوٹس میں ظاہر کر دیا ہے۔ ذیل میں مختصر طریقہ پر ان مضامین کی جن کو میں نے نصاب تعلیم مجوزہ کمیٹی تنظیم جدید سرکار عالی سے خارج کیا ہے اور ان اصول کی جن کے ماتحت ان کو خارج کیا گیا ہے تشریح کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں۔

بحیثیت ایک طبیب کے میری یہ دلی تمنا ہے کہ طب یونانی بہت جلد منازل اصلاح طے کر کے بام تکمیل پر جلوہ گر ہو اور زمانۂ حاضرہ کی طبوں میں ایک بلند مرتبہ طب شمار ہونے لگے لیکن اسی طرح کہ وہ اپنے اصول اور خصوصیات کو قائم رکھتے ہوئے طب یونانی ہی رہے نہ کہ اپنے بنیادی اصول کو دوسری طبوں میں تحلیل و فنا کر کے کوئی دوسری طب بن جائے۔

طب جدید اور اس کی سائنس کے وہ خاص مضامین جو ہماری طب قدیم کے بنیادی اصول سے اس طرح متصادم ہیں کہ اس کی خصوصیات کو بالکل فنا کر دیتے ہیں جیسے علم الامراض (پیتھالوجی) علم الجراثیم (بیکٹریالوجی) وغیرہ ان کو میں نے نصاب تعلیم سے بالکل خارج کر دیا ہے جس کے وجوہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ طب یونانی کے بعض اصول کو غلط مانتے ہوئے ان کی تعلیم کے ساتھ ہی ساتھ طب جدید کے ان اصولوں کی تعلیم دینا جو طب یونانی کے بنیادی اصول کے منافی و متغائر ہیں، طب جدید کے مقابلہ میں طب یونانی کے ان سائنٹفک ناقص اور نامکمل ہونے کا کھلا ہوا اعتراف ہے۔

۲۔ اس مخلوط طریقۂ تعلیم سے سوائے اس کے اور کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا کہ طالب علم کا دماغ ان دو مخالف طبوں کی کشمکش کی آماجگاہ بن جائے اور تکمیل تعلیم کے بعد وہ نہ مکمل طبیب ہی بن کر نکلے اور نہ مکمل ڈاکٹر کہے جانے کا مجاز ہو۔

۳۔ بیکٹریالوجی (علم الجراثیم) پیتھالوجی (ماہیت الامراض) فزیالوجی (علم افعال مافی البدن) وغیرہ کے نصاب تعلیم میں داخل کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ہماری طب یونانی میں ماہیت الامراض کے نظریے بالکل غلط ہیں اور یہ مان لینے پر معالجات کی غلطی بالکل ظاہر ہے۔ اس طرح پر گویا ہم نے یہ تسلیم کر لیا کہ ہماری طب یونانی تشخیص اور معالجہ دونوں حیثیتوں سے سراپا غلط طب ہے۔ پس اس صورت میں اس کی تعلیم دینا عبث اور فضول ہے۔

۴۔ امراض عین، امراض انف، امراض اذن، امراض متعدیہ دبائیہ، امراض نسواں اور امراض اطفال وغیرہ جو نصاب ہائے مذکورہ میں طب جدید سے لے کر شامل کئے گئے ہیں۔ میں نے نصاب تعلیم سے اس لئے خارج کر دیئے ہیں کہ ہم کو ان

کے ذیل میں طب جدید کے بہت سے ایسے مسائل تسلیم کرنے پڑتے ہیں جو طب یونانی کے بنیادی اصول سے متصادم ہیں۔ نیز ایک سب سے بڑی وجہ ان کے اخراج کی یہ بھی ہے کہ ان تمام امراض کا ذکر ہمارے معالجات میں نہایت تفصیل اور تحقیق کے ساتھ موجود ہے۔

۵۔ یہ بالکل بعید از حقیقت خیال ہے کہ طب یونانی اپنے بنیادی اصول میں بلا ترمیم کئے ہوئے نہ مکمل ہو سکتی ہے اور نہ ترقی کر سکتی ہے۔ زمانۂ حال کی تمام مروجہ طبوں پر ایک غائر نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ ہر طب مستقلاً اپنے علیحدہ علیحدہ اصول و مبادی رکھتی ہے اور اپنی اپنی جگہ پر سائنٹفک سمجھی جاتی ہے اور اپنی ترقی میں کسی دوسری طب یا سائنس کی محتاج نہیں ہے۔ مثل ہومیوپیتھی وغیرہ کے، پس کیا وجہ ہے کہ ہم طب یونانی کو بھی ان مذکورہ بالا طبوں کی طرح ایک مدون اور سائنٹیفک طب نہ مانیں اور اس کی تکمیل کے لئے دوسری طب یا سائنس کے محتاج ہوں۔

۶۔ جب کہ سرکار عالی کے ممالک محروسہ میں ایلوپیتھی کی تعلیم کا انتظام اعلیٰ پیمانہ پر موجود ہے تو ایسی حالت میں مجوزہ طبیہ کالج میں ایلوپیتھی کی تعلیم شامل کر کے کسی دوسری صورت میں ایک ادنیٰ درجہ کا نمونہ پیش کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا ہے۔

۷۔ کمیٹی تنظیم جدید نے اپنی تمہید کی دفعہ (۵) میں یہ تسلیم کیا ہے کہ مقاصد مذکورہ کے عمل میں لانے کے لئے پالیسی سررشتہ کی طب یونانی کا ارتقا اور اس کی ترویج ہوگی۔ اور جدید علوم سے بقدر ضرورت مدد لی جائے گی۔ اگر کمیٹی تنظیم جدید کے خیال میں بقدر ضرورت علوم سے امداد لینے کی یہی معنی ہیں جس کو انہوں نے عملی طریقہ سے اپنے مجوزہ نصاب تعلیم میں ظاہر کیا ہے تو ایسی کمزور طب یونانی بحیثیت طب یونانی کب تک قائم رہ سکتی ہے۔

Marfat.com

پس ان وجوہ کی بناء پر میری یہ مضبوط اور مستحکم رائے ہے کہ طب یونانی کی تعلیم خالص طب یونانی ہی کے نصاب تعلیم کے ذریعہ سے دینی چاہیئے اور علوم جدیدہ سے ہمیں اسی حد تک فائدہ اٹھانا چاہیے جہاں تک وہ ہماری طب کے اصول سے متصادم نہ ہوں۔ بنابریں نصاب تعلیم میں فزکس اور کیمسٹری کے ان مضامین کے شامل کرنے میں جو طب یونانی کے بنیادی اصول سے متصادم نہ ہوں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

ممکن ہے اکثر روشن خیال اطباء میرے ان خیالات کو قدامت پرستی پر محمول کریں اور مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور مجھے قدامت پرست کہیں گے لیکن اگر وہ ٹھنڈے دل سے غور کریں اور مجھے اجازت دیں تو میں کہوں گا کہ قدامت پرست وہ ہیں نہ کہ میں، یہ حضرات اپنی ناواقفیت کی وجہ سے بجائے آگے بڑھنے کے حقیقتاً رجعت قہقری کر رہے ہیں اور یورپ کے اس فعل کا از سر نو اعادہ کر رہے ہیں۔ جو آج سے دو سو برس پہلے اس نے اٹھارہویں صدی میں طب یونانی کے ساتھ کیا تھا۔

علاوہ وجوہ مذکورہ بالا کے ایک قابل غور امر یہ بھی ہے کہ اعلیٰ حضرت خلد اللہ ملکہ کی رعایا میں معتقدین طب جدید کے ساتھ ساتھ معتقدین طب یونانی بھی بہت کافی تعداد میں ہیں۔ معتقدین طب جدید کے لئے اعلیٰ حضرت کی گورنمنٹ کی جانب سے میڈیکل کالج اور متعدد بڑے بڑے ہسپتالوں کی صورت میں بہترین انتظامات فرمادیئے گئے ہیں۔ اب جب کہ اعلیٰ حضرت کی توجہات شاہانہ قدیم فن پر مبذول ہوئی ہیں تو ضروری ہے کہ اس کو ممالک محروسہ میں اسی طرح ترقی دے کر رائج کیا جائے کہ معتقدین طب یونانی جو طب یونانی ہی کے اصول پر اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں وہ اس سے زیادہ سے زیادہ اور بہترین فوائد حاصل کر سکیں

اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ اس کی تعلیم خالص

Marfat.com

اسی کے اصول ومبادی پیروی جائے اور جو طلبہ طبیہ کالج سے نکلیں وہ حقیقتاً طبیب ہوں اور ایسے طبیب ہوں جو اپنے بنیادی اصول ومبادی پر قائم رہتے ہوئے ایسے اصول علاج ملک کے سامنے پیش کریں جس سے ملک کو فائدہ پہنچے اور جو طب یونانی کے اصول کی سچائی اور حقانیت کا ناقابل تردید ثبوت ہوں۔ یہی اصل علاج ملت ہے اور یہی حقیقی معنی ترقی طب یونانی کے ہو سکتے ہیں۔

حکیم صاحب کی کوشش کافی حد تک اثر انداز ہوئیں اور تنظیم جدید سے متعلق اس کمیٹی کے منظور شدہ فیصلوں کے بعد میر عثمان علی خاں نظام حیدر آباد نے بنفس نفیس، شوال ۱۳۵۸ھ کو صدر نظامیہ شفاخانہ اور نظامیہ طبیہ کالج کا افتتاح فرمایا۔ حکیم مولوی مقصود علی خاں کالج کے پہلے پرنسپل (صدر) تھے۔ بقیہ تیرہ اساتذہ میں حکیم فضل الرحمٰن خاں، حکیم کبیر الدین، حکیم معین الدین جھجری، حکیم ہبت اللہ حکیم الیاسین خاں کے علاوہ حکیم حافظ محمود رضا لکھنوی بھی تھے۔

حکیم صاحب کی طبی خدمات کے صلہ میں ۳ جون ۱۹۲۵ء کو انھیں شفاء الملک کا خطاب ملا۔ پھر ۶ مئی ۱۹۳۵ء کو سلور جوبلی کے دربار میں انھیں میڈل منجانب کنگ عطا ہوا۔ وہ ۱۹۱۴ء میں آل انڈیا سنیٹری کانفرنس منعقدہ لکھنؤ میں گورنمنٹ آف انڈیا کی طرف سے بطور ڈیلی گیٹ منتخب ہوئے اور اس میں انھوں نے تمام اطباء ہند کی نمائندگی کی۔ یہ کانفرنس ۱۹ سے ۲۷ جنوری ۱۹۱۴ء تک منعقد ہوئی تھی۔ ۱۹۲۹ء میں انھیں صوبہ کے امراض وبائیہ کے انسداد بورڈ کا ممبر بھی مقرر کیا گیا تھا۔ ۲۹ نومبر ۱۹۲۷ء سے فارسی عربی وطب کے امتحانات کے الہ آباد بورڈ کے ممبر ہوئے۔ اس کے علاوہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کی مجلس منتظمہ کے ممبر بھی رہے۔

حکیم صاحب درس میں بے نظیر تھے۔ آن کے پڑھانے کا ڈھنگ اس قدر

[illegible] آف انڈیا اینڈ دی انڈین امپائرس ۲۰۸

Marfat.com

جاذب توجہ تھا کہ دوران درس تمام طلبا پر ایک قسم کی محویت کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔ ان کے بعض ارشد تلامذہ کا بیان ہے کہ ہمیں جو لطف ان کے پڑھانے میں آتا تھا ہم اسے الفاظ میں ظاہر نہیں کر سکتے صرف اتنا جانتے ہیں کہ تقریر کے وقت کتاب کی عبارت کا مفہوم ایک دلکش شکل میں واضح ہوتا چلا جاتا تھا۔

ان کے شاگرد حکیم شکیل احمد شمسی سابق پرنسپل تکمیل الطب کالج نے لکھا ہے

"۱۹۲۳ء کا واقعہ ہے کہ مرحوم شفاء الملک حکیم عبدالحمید صاحب سے میں نے عملیہ نزول الماء سیکھنا شروع کیا اور مرحوم نے کامل الصناعہ سامنے رکھ کر جب اس عملیہ پر لیکچر دیا تو میری حیرت کی انتہا نہ تھی کہ مرحوم نے کمالانہ انداز قدح کے بجائے اس کی تعبیر و تشریح دی کہ وہ کیٹرکٹ کے ماڈرن آپریشن کا بیان بن گیا۔ حیرت و انبساط کے ملے جلے احساس کے ساتھ اسی وقت سے متقدمین کی کتابوں پر مجھے غیر مقلدانہ انداز میں غور کرنے کی عادت ہو گئی"[1]

حکیم محمد عمر پرنسپل جامعہ طبیہ دارالعلوم دیوبند کا بیان ہے کہ "حکیم عبدالحمید صاحب کامل الصناعہ کا مقالہ تاسعہ (علم الجراحات) پڑھاتے تھے۔ بمبئی کا ایک سیٹھ جو طباشیر کا کاروبار کرتا تھا، ان سے علاج کے لیے لکھنؤ آیا ہوا تھا اور متعدد شہروں میں یونانی اور ایلوپیتھی علاج کرا چکا تھا۔ اس کو گردن کے پچھلے حصہ میں ایک عرصہ سے ورم کی شکایت تھی۔ حکیم صاحب جراحات مع النار کا بیان پڑھا رہے تھے۔ پڑھاتے پڑھاتے چند منٹ رکے اور پھر پڑھانا شروع کر دیا۔ وہ مریض ان کے زیر علاج تھا۔ اور انھوں نے مختلف داخلی اور خارجی تدابیر اختیار کر

---

[1] رسالہ حیات ص ۳

Marfat.com

رکھی تھیں۔ اس کے بعد دوسرے دن سے اس مریض کا علاج حجامت بالنار سے شروع کیا اور اسی علاج سے آرام ہوگیا۔ دوران درس ان کا خیال اس طرف منتقل ہوا تھا۔

ہر ہفتہ کو پابندی سے بعد نماز مغرب مکان کے بیرونی حصہ میں (جہاں حکیم عبدالعزیز کی نشست رہتی تھی) ایک مجلس ہوتی تھی جس میں اساتذۂ تکمیل الطب اور اطبار شہر شریک ہوتے تھے اور اس میں علمی گفتگو اور فنی مباحث رہتے تھے شرکار میں حکیم سمیع اللہ خان، حکیم حافظ عبدالمجید، حکیم منظور احمد بجنوری، حکیم جلیل احمد انصاری، حکیم عبدالمعید، حکیم احمد حسین بہاری خاص تھے۔

حکیم جلیل احمد کے تذکرہ میں حکیم صلاح الدین نعمانی نے اس مجلس کا نقشہ ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

"اساتذۂ فن کے اس اجتماع میں معالجات کے بعض دقیق نکتے ہر ایک صاحب فن اپنے تجربات کی روشنی میں بیان کرتا جب گفتگو باہمی اختلافات اور تردید کی ایک خاص منزل میں داخل ہو جاتی اور کوئی قول فیصل نہ ملتا تو حضرت استاد الاساتذہ شفاء الملک فرمایا کرتے کہ "شیخ نے یہی لکھا ہے"۔ شیخ کے قول کا یہی مفہوم ہے"۔[1]

حکیم عبدالحمید کے مطب میں نسخہ نویسی کی تعلیم کے لئے طلبار کا ہجوم رہتا تھا وہ بڑی شفقت سے انھیں طبی رموز و نکات سکھاتے، ان کی فنی صلاحیتوں کو ابھارنے کی کوشش کرتے اور انھیں علمی کاموں کی طرف متوجہ کرتے تھے۔ ان کے شاگرد حکیم جلیل احمد انصاری نے ان کی ہدایت کے مطابق تعلیم الادویہ تصنیف

---

[1] تذکرۃ الاطبار ص ۵۶

کی۔ اس کے پہلے دیباچہ میں انھوں نے لکھا ہے "ترتیب ادویہ کے افعال و خواص کے اختصار اور ان کی جامعیت وغیرہ کے لحاظ سے طلباء کے لئے ایک مفید اور کارآمد کتاب کی ضرورت تھی، چنانچہ استاذ الاطباء عالی جناب استاذی و مولائی حکیم محمد عبدالحمید صاحب شفاء الملک بہادر نے اس اہم ضرورت کو محسوس کیا اور مجھے بلا کر اس کی تکمیل کی خدمت میرے سپرد فرمائی" طبع ثانی کے دیباچہ میں لکھا ہے "یہ کتاب اپنے مشفق استاد شیخ الوقت ارسطوئے زماں شفاء الملک حکیم عبدالحمید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد گرامی کے مطابق ۱۹۳۰ء میں طلبائے تکمیل الطب کالج کے لئے مرتب کی تھی"

حکیم عبدالجلیل[1] نے اپنی دوسری کتاب تجویز جلیل (تالیف ۱۹۳۵ء) اپنے استاد کے نام ان الفاظ کے ساتھ معنون کی ہے۔ "ذاتی تعلقات اور شرف تلمذ حاصل ہونے سے قطع نظر بھی اس وقت ہندوستان میں اپنے محترم استاذ ارسطوئے وقت عالی جناب شفاء الملک حکیم محمد عبدالحمید صاحب مدظلہم آنریری سکریٹری تکمیل الطب کالج و رئیس اعظم لکھنؤ کو نسخہ نویسی میں کمال اور ید طولیٰ حاصل ہونے کے لحاظ سے منفرد اور یگانہ خیال کرتا ہوں۔ اس لئے بصد خلوص اپنی اس حقیر تالیف کو جس میں اس فن کے چند اصول مرتب کئے گئے ہیں آپ کے نام نامی سے منسوب کرتا ہوں"

ان کے تلامذہ میں شفاء الملک حکیم نثار احمد کاکنشہ حکیم نیر واسطی لاہور، حکیم سید وزیر علی مکی (حجاز) حکیم مولوی ادریس فرنگی محلی، حکیم رشید احمد بابا وی ...

---

[1] حکیم عبدالجلیل ۱۹۲۷ء میں تکمیل الطب سے فارغ ہوئے۔ فراغت کے فوراً بعد تکمیل الطب میں بحیثیت استاد تقرر عمل میں آیا۔ ۱۹۳۹ء تک انھوں نے وہاں وائس پرنسپل کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ ۱۹۳۹ء میں لاہور طبیہ کالج میں تقرر ہوا جہاں ۱۹۴۷ء میں وائس پرنسپل، ۱۹۶۲ء میں پرنسپل مقرر ہوئے افادہ جلیل، انکشاف جلیل، تذکرہ جلیل، تجویز جلیل، تعلیم الادویہ وغیرہ انکی مشہور کتابیں ہیں۔

Marfat.com

(استاد طبیہ کالج لاہور) حکیم سید احمد اللہ ندوی، حکیم شمشاد علی خاں بریلی، حکیم اقتدار الحق (بھیلسہ اور) حکیم منظور احمد (سابق استاد تکمیل الطب) حکیم شکیل احمد شمسی لکھنؤ، حکیم محمد مسیح الزماں ندوی لکھنؤ، حکیم بنیاد علی میرٹھ، حکیم محمد عمر دیوبند حکیم چودھری بشیر احمد، حکیم ابوالکلام گورکھپور، حکیم تبارک کریم کلکتہ ممتاز ہیں۔

حکیم صاحب وقت کے بہت پابند تھے۔ ٹھیک ۹ بجے مطلب پہنچتے تھے۔ ۱۱ بجے تک دو گھنٹے غریب مرضی کے لئے وقت مقرر تھا۔ اگر ان اوقات میں کوئی بڑے سے بڑا آدمی بھی آجاتا تھا تو اس کو اسی نمبر اور اسی انداز پر دیکھتے جیسے دوسرے مرضی کے لئے قاعدہ تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ یہ دو گھنٹے غرباء کے لئے ہیں۔ اگر امراء اس میں آکر حصہ بٹائیں تو وہ بھی انہی کے درجہ میں دیکھے جائیں گے۔ ضابطہ کی پابندی اور سیر چشمی کا یہ عالم تھا کہ اگر اس عمومی مطب کے وقت کوئی شخص کتنی ہی گراں قدر فیس پیش کرتا ہرگز قبول نہیں فرماتے۔

۸ بجے مطب میں آنے سے پہلے مریضوں کو ان کے گھر پر دیکھنے کے لئے وقت مقرر تھا۔ وہ جس وقت مطب میں پہنچتے تھے اسی وقت شفاء الملک حکیم عبدالمعید بیرونی مریضوں کو دیکھنے کے لئے روانہ ہوتے تھے۔ چنانچہ مزاحاً کبھی کہتے تھے کہ "میں ۸ بجے مریضوں کو دیکھنے نکل جاتا ہوں اور میاں معید شاہانہ طبیعت کے مالک ہیں دیکھئے اب نو بجے جا رہے ہیں۔"

فنی حذاقت میں ان کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ پیچیدہ سے پیچیدہ اور نازک سے نازک امراض میں نسخہ بہت سلجھا ہوا اور صرف چند اجزاء کا لکھتے

۱؎ تذکرہ اطبائے عہد عثمانی ص ۱۰۳

Marfat.com

جس کو دیکھ کر بہت آسانی سے جہت کا تعین کیا جا سکتا تھا۔ تجویز پر اس قدر اعتماد تھا کہ اکثر یہ ہوتا کہ ایک ہی نسخہ شروع سے آخر تک قائم رہتا یا پھر ایک دو جز کا معمولی تغیر کرتے تھے۔

انھوں نے سینکڑوں معرکۃ الآراء علاج کئے۔ مہارانی بڑودہ کو کوئی چیز ہضم نہیں ہوتی تھی، جو کچھ کھاتی تھیں فوراً بذریعہ قے خارج ہو جاتا تھا۔ یہاں تک کہ آب انار بھی نہیں ٹھہرتا تھا۔ یونانی اور ایلوپیتھی سبھی علاج کئے گئے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ حکیم صاحب کو بڑودہ بلایا گیا۔ انھوں نے توجہ سے حال مرض سنا اور معائنہ کے بعد مہاراجہ سے فرمایا "میرے علاج میں اگر آپ مداخلت نہ کریں تو میں علاج شروع کر دوں"۔ مہاراجہ نے کہا جی ہاں شروع کیجئے۔ حکیم صاحب نے بھنے ہوئے چنے منگوائے اور مہارانی کو چھلکوں سمیت کھانے کی ہدایت کی۔ مہاراجہ نے کہا انھیں رقیق اشیا بھی ہضم نہیں ہو رہی ہیں۔ چنے یہ کیسے کھا سکتی ہیں؟ حکیم صاحب نے مداخلت نہ کرنے کا وعدہ یاد دلایا۔ آخر چنے کھلائے گئے اور قے نہیں ہوئی۔ اس کے بعد انھوں نے کچھ اور دوائیں استعمال کرائیں اور مہارانی ٹھیک ہو گئیں۔ مہاراجہ حکیم عبدالعزیز کے زمانہ سے اس خاندان کے معتقد تھے۔ حکیم عبدالحمید کے اس کامیاب معالجہ کے بعد ان کا اعتقاد و تعلق اور بڑھ گیا تھا لکھنؤ واپسی پر ان سے جب کیفیت مرض دریافت کی گئی تو فرمایا کہ فم معدہ پر ورم ہو گیا تھا جس کی وجہ سے کوئی چیز اندر نہیں جاتی تھی اور قے ہو جاتی تھی۔ چنوں نے اندر پہنچ کر وہاں کی رطوبت کو جذب کیا جس کی وجہ سے قے بند ہو گئی۔

ان کی تشخیص و تجویز اور مہارت فن سے متعلق ایک واقعہ حکیم حافظ جلیل احمد نے لکھا ہے "غالباً ۱۹۳۷ء کا یا ۳۸ء کا ذکر ہے کہ لکھنؤ

میں میرے شفیق استاد جالینوس وقت شیخ دوراں شفاء الملک حکیم حاجی محمد عبد الحمید مرحوم و مغفور کے مطب میں ایک نوجوان مریضہ لائی گئی جس کے متعلق بتایا گیا کہ اس کو تقریباً چھ ماہ سے بالکل پاخانہ نہیں ہوا۔ حالانکہ خوراک حسب معمول روزانہ کھاتی پیتی ہے۔ مرض کی ابتدا کے متعلق بیان کیا گیا کہ مریضہ کو معمولی موسمی بخار کی شکایت تھی۔ ایک مقامی حکیم صاحب کا علاج تھا۔ ایک دن انھوں نے رفع قبض کے لئے شیر خشت انگریزی دو تین تولہ استعمال کرائی مگر اس سے حسب معمول بھی اجابت نہیں ہوئی۔ اس دن سے آج تک یہی کیفیت ہے۔ اس دوران میں ہر قسم کے علاج کئے گئے مگر بے سود رہے۔ ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ مریضہ کو ہسٹریا (اختناق الرحم) کی شکایت ہے۔ یہ اجابت ضرور کرتی ہے مگر چھپ کر ایسے وقت کرتی ہے جب کوئی نہ دیکھے۔ چنانچہ انھوں نے امتحان کے لئے مریضہ کو مختلف شفا خانوں میں کئی کئی دن مسلسل وارڈ میں رکھا اور نرسوں کی ڈیوٹی مقرر کی کہ چوبیس گھنٹہ نگرانی کریں مگر ان کا خیال غلط ثابت ہوا۔ اس مریضہ کی تشخیص و تجویز میں قبلہ حکیم صاحب مرحوم و مغفور نے مجھے بھی شرکت کا اعزاز بخشا اور مشفقانہ انداز میں دریافت فرمایا کہ بتائیے آپ کی طب اس مرض کے متعلق کیا کہتی ہے؟ میں نے شیخ کا یہ قول "بعض لوگوں کو بھوک بہت زیادہ لگتی ہے جس کی وجہ سے وہ کھاتے بھی بہت ہیں مگر اس سے نہ ان کو تخمہ (بدہضمی) کی شکایت ہوتی ہے اور نہ پاخانہ زیادہ مقدار میں آتا ہے اور اس کے باوجود ان کا بدن بھی زیادہ موٹا نہیں ہوتا۔ اس حالت کا سبب قوت ہاضمہ اور جاذبہ شہوانیہ کے قوی اور صحیح ہونے کے ساتھ (حرارت کی زیادتی کے باعث) تحلل کی زیادتی اور اس کا جلد وقوع پذیر ہونا ہوتا ہے" پیش کر کے عرض کیا کہ اس کی روشنی میں غور کرکے ممکن ہے کہ ہم صحیح نتیجہ پر پہنچ سکیں۔

Marfat.com

یہ سن کر حکیم صاحب مرحوم و مغفور کے لبوں پہ مسکراہٹ کھیلنے لگی اور ایسی محبت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھا جن کو میں طب میں اپنی تمام عمر کی محنت کا صلہ قرار دے سکتا ہوں اور جن کے سرور و لذت بخش اثرات سے میرا دل آج تک مالا مال ہے کچھ دیر تک باہمی تبادلۂ خیالات کے بعد قبلہ حکیم صاحب مرحوم و مغفور نے تجویز فرمایا کہ مریضہ کو دونوں وقت دودھ میں گل بنفشہ گل نیلوفر برگ سنا مکی اور گل سرخ جوش دے کر بغیر میٹھا کئے پلایا جائے اس کے علاوہ نہ کوئی غذا دی جائے نہ دوا چنانچہ اس پر عمل شروع کیا گیا اور غالباً چوتھے یا پانچویں دن مریضہ کے متعلقین نے خوشخبری سنائی کہ اس کو اجابت ہوگئی ہے۔ حکیم صاحب نے تدبیر بدستور جاری رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ اب مریضہ کو روزانہ اجابت ہونا شروع ہوگئی لیکن پانچ چھ دن کے بعد بتایا گیا کہ مریضہ کو پیچش کی شکایت ہوگئی۔ چنانچہ مذکورہ بالا نسخہ موقوف کر کے ایک معمولی سا پیچش کا نسخہ تجویز کر دیا گیا۔ دو تین روز میں پیچش بھی ٹھیک ہوگئی اور اجابت روزانہ باقاعدہ ہونے لگی "[1]

علامہ انطاکی نے بھی لکھا ہے کہ کبھی شہوۃ کلبیہ کا سبب معدہ کی اس قدر شدید حرارت ہوتی ہے جو معدہ پر وارد ہونے والی تمام غذاؤں کو جلا دیتی اور تحلیل کر دیتی ہے۔ اس کا علاج ٹھنڈا پانی دودھ، روغن بارد (جیسے روغن کدو روغن بیٹھے) خرفہ اور دوسری سبزیاں اور بندو بارد ہیں۔

شفاء الملک حکیم عبدالحمید نے درحقیقت علامہ انطاکی کے مندرجہ بالا قول کی روشنی ہی میں وہ نسخہ تجویز کیا تھا۔ گل بنفشہ گل نیلوفر وغیرہ سرد ملین

---

[1] تذکرہ جلیل ص ۱۷۲

Marfat.com

دواؤں کے ساتھ برگ سناء مکی اور گل سرخ کا دودھ میں جوش دے کر پلوانا حکیم صاحب مرحوم کے اختراعات سے تھا۔[1]

راقم سے حکیم افتخار الحق تکمیلی (رسول پور) نے ذکر کیا تھا کہ اس مریضہ کے متعلق حکیم صاحب نے فرمایا تھا کہ اس کے معدہ میں انتہائی حرارت پیدا ہو چکی ہے۔ اور شیخ کے بقول جب معدہ میں حرارت کی بہت شدت ہو جاتی ہے تو اس وقت معدہ غذا کو سوختہ کر لیتا ہے اور فضلہ باقی نہیں رہتا۔ شفاء الملک نے فرمایا کہ میں نے اسی اصول پر علاج کیا ہے۔

ان کے ایک شاگرد حکیم شمشاد علی خاں بریلی کا بیان ہے "حضرت استاذی قبلہ عبدالحمید صاحب لکھنوی شفاء الملک کے مطب میں ایک مریض دہلی میں آیا جس کا چہرہ اور دست و پا متورم تھے۔ حضرت استاذی نے حمی لثقہ و سوء القنیہ تشخیص فرمایا۔ استسقاء کے آثار بھی نمودار ہونے شروع ہو گئے تھے۔ کھانسی کی بھی تکلیف تھی۔ سانس بھی پھول جاتا تھا۔ مریض نہایت کمزور تھا۔ تشخیص کے بعد ذیل کا نسخہ تجویز فرمایا، صمغ عربی ست گلو ب المحلب ہر ایک ایک گرام باریک کر کے شربت خشخاش میں گوندھ کر پہلے کھائیں اور سے خاکسی تخم بھوا شکاعی ہر ایک چار گرام باریک کر کے رات کو عرق بید سادہ ۷۰ گرام میں بھگوئیں اور صبح جوش دے کر صاف کر کے شربت عناب ۲۵ گرام حل کر کے پلائیں۔ یہ نسخہ کئی روز استعمال کرانے کے بعد بخار کم ہوا۔ اب ایک وقت شیر خشت ۱۲۵ گرام کا استعمال شروع کرایا۔ دو تین روز کے بعد ورم گھٹنا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ ورم اور بخار دونوں جاتے رہے مگر دست جاری ہو گئے جس کے ساتھ خون بھی ملا ہوا تھا۔ اب یہ نسخہ دیا گیا۔ بارتنگ ولایتی ۷ گرام

---

[1] تذکرہ مسیح ص ۱۸۸

ہیل خرد مسلم ۱ عدد آب تازہ ۱۲۵ گرام میں جوش دیں اور صاف کر کے تخم کنوچہ ۴ گرام اوپر چھڑک کر پلائیں۔ دو تین روز کے بعد یہ شکایت بھی جاتی رہی اور مریض بالکل ٹھیک ہو گیا[1]

حکیم مسیح الزماں ندوی سابق پرنسپل تکمیل الطب کالج نے بیان کیا کہ حکیم عبدالحمید صاحب نے ان کی زمانۂ طالب علمی میں ایک مریضہ کا علاج کیا جسے تمام اطباء لکھنؤ نے جواب دے دیا تھا۔ حکیم صاحب نے سرطان الرحم تجویز کیا اور ڈوش اور داخلی دوائیں اور مصفیات استعمال کرائیں۔ جس کے بعد وہ مریضہ صحتیاب ہو کر تقریباً بارہ برس زندہ رہی۔ یہ مریضہ چاول والی گلی میں ایک نان پز کی بیوی تھی۔

حکیم عبدالقوی دریابادی نے بتایا کہ ۱۹۲۷ء میں قدیر الزماں سندیلوی کو حمی دق کا شبہ تھا۔ حرارت رہنے لگی تھی۔ کھانسی آتی تھی اور بہن کا دق میں انتقال ہو چکا تھا۔ حکیم عبدالحمید کا تقریباً دو سال پابندی سے علاج ہوا اور انھیں شفا نصیب ہوئی۔

مولانا اشرف علی تھانوی شدید طور پر علیل ہوئے۔ ڈاکٹروں نے بلڈ پریشر (ضغطۃ الدم) اور دوسرے عوارض جو بڑھاپے میں نہایت خطرناک سمجھے جاتے ہیں تجویز کئے۔ علاج کچھ عرصہ تک ہوا۔ لیکن مرض جوں کا توں رہا۔ بالآخر مولانا کو ان کے تیماردار لکھنؤ لائے اور حکیم صاحب کے زیر علاج ہوئے۔ ڈاکٹروں کی رائے سے قطعی اختلاف کر کے مرض کو صرف خرابی ہضم کا نتیجہ قرار دے کر معالجہ شروع کیا تو تھوڑے ہی عرصہ میں مولانا بالکل تندرست ہو گئے۔ اس علاج کی پوری تفصیل قلمبند کر کے مولانا کے بعض معتقدین نے کتابی شکل میں طبع کرائی ہے۔

---

[1] رموز مطب ص ۴۴

Marfat.com

طبی علاج ہی کی طرح سرجری اور آپریشن میں بھی انھیں بڑی مہارت حاصل تھی
حکیم مسیح الزماں ندوی کا بیان ہے کہ راجہ چندر چوڑ سنگھ ریاست چندا پور (ضلع
رائے بریلی) کے مثانہ میں پتھری تھی۔ لیکن راجہ صاحب کی نزاکت اور ضعف کی بنا پر
ڈاکٹر بھاٹیہ نے جو اس زمانہ میں لکھنؤ کے . . . مشہور سرجن تھے۔ آپریشن سے انکار
کر دیا لیکن انھیں کے سامنے حکیم عبدالحمید نے آپریشن کیا اور پتھری نکالی۔ یہ ۱۹۲۲ء
یا ۲۳ء کا واقعہ ہے۔

حکیم عبدالحمید کی صحت بچپن سے خراب رہی ۶-۷ برس کی عمر میں اسہال کبدی میں
شدید طور پر مبتلا ہوئے اور جب کسی علاج سے فائدہ نہیں ہوا تو منشی احتشام علی رئیس کاکوری
کے مشورہ سے ان کے والد ان کو مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کی خدمت میں لے کر پہنچے
اور ان کی دعا سے انھیں صحت حاصل ہوئی۔ اس کی تفصیل حکیم عبدالعزیز کے تذکرہ میں آچکی ہے۔
۳ اکتوبر ۱۹۱۶ء کو ورم کبد میں مبتلا ہوئے جس نے بڑی شدت اختیار کی۔ ۲۱ نومبر ۱۹۱۶ء
کو دبیلۃ الکبد کا آپریشن کرنل جی۔ ٹی۔ برڈ وڈ ایم ڈی سول سرجن لکھنؤ نے کیا۔ آخر مارچ ۱۹۱۷ء میں شفا ہوئی
حکیم حنیف علی رعب نے یکم اپریل ۱۹۱۷ء کو تکمیل الطب کے سالانہ جلسہ اور حکیم عبدالحمید کے غسل صحت کی خوشی میں ایک قطعہ لکھا تھا

رعب حاضر ہے مگر حیرت زدہ ہے کیا کرے
پیش کش ہدیہ حضور حضرت عبدالرشید

پہلے حق سالانہ جلسہ کی خوشی کا ہو ادا
یا مبارکباد غسل صحت عبدالحمید

ٹینس کلب لکھنؤ کی جانب سے بھی ان کے غسل صحت کی تقریب منائی گئی اس موقع پر مرزا فدا حسین
خلف مرزا سجاد حسین عطاؔ[1] نے ۲۶ اشعار کی نظم پیش کی۔ اس کے کچھ اشعار یہ ہیں ؎

ہوا ہے یہ جلسہ ٹینس کلب کی جانب سے
سجایا گیا ہے بڑے حوصلوں سے یہ دربار

خوشی منانے سب آئے ہیں غسل صحت کی
ہنسی ہنسی میں ہے دل کی امیدوں کا اظہار

ہم اک ہدیہ بھی لائے ہیں پیش کرنے کو
وہ کیا ہے چند ہیں جذبات قلب شادی بار

خدا کرے یہ مبارک ہو تہنیت سب کو
خدا کرے کہ خوش آئے یہ جوشِ فصلِ بہار

مراد دل کی بر آئی خدا نے صحت دی
لو اچھے ہو گئے عبدالحمید غیرت وقار

---

[1] سجاد مرزا بڑے کلے ٹھلے اور وضع کے آدمی تھے۔ ۱۸۸۲ء میں معین العلاج کے (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

الہیٰ فیض سے ان کے ہو فیضیاب جہاں رہیں ترقیوں پر ان کے طبیہ انکا

اس کے بعد بھی انکی صحت مستقل خراب رہی لیکن اپنے فرائض نہایت پابندی اور خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔ مطب، تکمیل الطب کے معاملات اور طبی مسائل میں انہماک بہت بڑھا ہوا تھا۔ اور آرام کی نوبت نہیں آتی تھی۔ انتقال سے کچھ عرصہ پہلے ذیابطیس کی شکایت لاحق ہوئی لیکن احتیاط و علاج کی وجہ سے مرض قابو میں رہا۔ اس کے بعد نمونیہ کا شدید حملہ ہوا۔ لیکن اس کے دور ہونے کے بعد بھی پوری صحت حاصل نہیں ہوئی۔ کھانسی اور عوارض باقی رہے۔ اور رفتہ رفتہ علالت طول کھینچتی رہی۔ سل تشخیص ہونے پر چند ماہ بھوالی کے سینی ٹوریم میں رہے۔ مگر صحت درست نہیں ہوئی۔ لکھنؤ واپس آکر ۵۷ سال کی عمر میں ۲۴ دسمبر ۴۹ء مطابق ۱۳۵۹ھ کو انھوں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اور دوسرے دن خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی کے الفاظ میں۔

"صبح تھی ۲۵ دسمبر اور وقت کوئی ۹ بجے کا، کہ خلقت کا ایک ہجوم، موٹروں سے اور گاڑیوں سے، اور ٹانگوں سے اور سائیکلوں سے اتر کر پیدل رواں تھا لکھنؤ کے ایک مشہور محلہ کی تنگ گلی میں۔ محلہ جھوائی ٹولہ شہر لکھنؤ اور صوبہ کا مشہور دارالشفا طبی کے بعد طب یونانی کا دارالحکومت مریضوں اور زندگی سے مایوسوں کا قبلۂ امید آج سے نہیں پشتہا پشت سے۔ اس وقت سے کہ جب کسی کان میں نام بھی نہیں پڑا تھا کسی کے ذہن میں تصور بھی نہیں آیا تھا وکٹوریہ ہاسپٹل کا کنگ جارج میڈیکل کالج کا۔

(بقیہ ص گذشتہ) ناگے انھوں نے چوک میں اپنا دواخانہ قائم کیا تھا جو ۱۹۰۹ء میں مستقل طور سے جھوائی ٹولہ میں منتقل ہوا۔ ابتدا سے حکیم عبدالعزیز اور شفاء الملک حکیم عبدالرشید کی سرپرستی حاصل رہی۔ سجاد مرزا حکیم عبدالعزیز کے وقت سے شفاء الملک حکیم عبدالحمید کے زمانے تک برسوں اس خاندان کے عطار رہے۔ انھی کے دواخانہ میں سارے نسخے تیار ہوتے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد دواخانہ ختم ہو گیا اور شفاء الملک حکیم عبدالحمید کے نسخے شفاء الملک حکیم عبدالمعید کے قائم کردہ "یونانی دواخانہ" میں بننے لگے۔

مریضوں کے پھیرے گلی میں روز ہی لگتے رہتے تھے، اور یہی وقت تھا آج کے مجمع کا رنگ سب دنوں سے الگ تھا۔ آج قدم اٹھ رہے تھے افسردگی سے اور دل بھیگ رہے تھے عبرت کی گرمیوں سے۔ آج نبض دکھانی نہ تھی، نسخہ لکھانا نہ تھا، حال کہنا نہ تھا۔ خود حکیم صاحب کا جنازہ پڑھنا تھا، قبر میں اتارنا تھا، اور وہ جو دوسروں کے جسم کا محافظ سمجھا جاتا تھا، خود اس کے جسم کو ایک گہرے گڑھے میں دفن کرنا، تربت پہ فاتحہ پڑھنا تھا! طبیب موت کے پنجہ میں، چارہ گر قضا کے شکنجہ میں، تقدیر سے تدبیر کی شکست کی بے شمار مثالوں میں لاتعداد نظیروں میں ایک کا اور اضافہ!

طبیب ابن طبیب ابن طبیب، حاذقوں کی اولاد حاذق کے بیٹے حاذق کے پوتے شفاء الملک حکیم عبدالحمید لکھنوی محتاج نہ تعریف کے نہ تعارف کے مشہور طبی درسگاہ تکمیل الطب کے روح رواں، اچھی خاصی صحت، سرخ و سفید چہرہ، تندرست بشرہ، ابھی اس مایوس کو دوا پلا رہے ہیں ابھی اس لب مرگ کو خدا کے حکم سے جلا رہے ہیں کہ یک بیک خود بیمار پڑے۔ ذیابیطس اور پھر دق۔ پہاڑ گئے اور آئے علاج یہ ہوا اور وہ۔ اور انجام آخر وہی ہوا جو اس کشمکش کا ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔ جو علاج دوسروں کا کر رہا تھا خود اس کا مرض لاعلاج نکلا۔ جو داستان کے لئے مشہور رہتا، بلکتے جھکتے خود اس کی زندگی ایک افسانہ بن کر رہی۔

انتقال سے چند روز قبل عیادت کا اتفاق چند منٹ کے لئے ہوا۔ چہرہ پہ ورم اور زیادہ آگیا تھا۔ گھلتے جاتے تھے اور ڈھلتے جاتے تھے۔ لب برابر ہل رہے تھے۔ نماز کی پابندی ساری عمر کی اور آخر میں حج و زیارت آخر بے نتیجہ تو نہیں رکھ سکتی تھی؟ اور پھر بالکل آخر میں موت سے کچھ روز قبل ایک ولی کامل کی عنایت و شفقت اور اس نے ہاتھ پہ بیعت۔ عیادت کا بڑا وقت اسی بیعت پہ مبارکباد دینے میں صرف ہوا۔

استغفار اور بیعت ایسے وقت میں کہ معصیت میں مبتلا ہونے کا کوئی موقع ہی نہیں اور مجاہدات اضطراری ہیں کہ ساعت بہ ساعت طے ہوتے جا رہے ہیں اور مرشد کامل کی توجہ خاص اس پر مستزاد! حسنِ انجام کی پیش خبری اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے[1]"

قطعاتِ تاریخِ وفات

بہ بست وچارمین از ماہ ذی قعدہ — نمودہ رحلت آن کامل حکیمے
کہ نام نامیش عبدالحمید است — طبیب حاذق و ماہر علیمے
ادیب و فاضل و حاجی و زائر — سراپا خلق و ہم لطف عمیمے
از علم و فضل او تکمیل طب بود — بدنیائے حذاقت بد زعیمے
شہید آمد پئے سالِ وفاتش — شفاء الملک در جنت مقیمے

۱۳۵۹ھ

از حکیم مولوی محمد سلیمان نظر رشیدی

ہے یہ ظاہر! زندگی دنیا کی ہے مانندِ خواب — روح کا تن سے تعلق بلبلا ہے جیسے بر آب
بات کل کی ہے شفاء الملک تھے عبدالحمید — آج جنت کو سدھارے اِنَّا اِلَیۡہِ الۡمَآب
شمع طب کی گل ہوئی دنیا میں ہلچل مچ گئی — دیدنی ہے دیدنی خستہ دلوں کا اضطراب
گو مثل مرضی مولا از ہمہ اولیٰ ہے یاد — کیا کریں دل کو مگر آتا نہیں کچھ صبر و قرار
کیا تقاضائے محبت تھا یہی فن شہید — آپ جنت کو سدھاریں اور دنیا ہو خراب
خود گئے اور معرفت بھی طب کی سب لیتے گئے — ہائے چھوڑا ہی نہیں اپنا کوئی مثل و جواب
ہے یہ ہم سب کی دعا ہو آپ کو جنت نصیب — مثلِ دنیا آپ عقبیٰ میں بھی ہوں کامیاب
آپ کے بچوں کو آئے صبر او ر امداد حق — روز افزوں ہو کرم اللہ کا ان پر شتاب
ہیں حقیقی سرپرست انکے حکیم عبدالمعید — ہو خدا کی ان پہ رحمت بے شمار و بے حساب
رنج و غم میں سال رحلت کی جو کی ہم نے تلاش — ہاتف غیبی سے برجستہ یہی پایا جواب

---

[1] انشائے ماجدی دوم ص ۳۱۷ اور ہفت روزہ صدق ۶ جنوری ۱۹۴۱ء

Marfat.com

سالِ فرقت آپ لکھدیجئے غفراں آب　　دائے کے سر پا کو پہلے قطع کیجئے اے نظر

۱۳۷۵ھ

۱۳۷۵ میں ۱۶ وضع کرنے پر سال وفات ۱۳۵۹ نکل آتا ہے۔ لوح مزار پہ یہ قطعہ تحریر ہے۔

حکیم عبدالحمید اے واشفائے ملک و فدائے ملت

بماہ ذیقعدہ بست دپنجم بخواب نوشیں چو شد بمرقد

نوشت نواب سوختہ جاں ز روی گریہ زردی نہادی

بہ لوح مرقد سنِ وفاتش طبیب حاذق بہ جنت آمد

۱۳۲۲　　۱۳۵۹ھ

حکیم عبدالحمید کو اللہ تعالیٰ نے دنیوی نعمتوں کے ساتھ ذوق دین سے بھی خوب نوازا تھا۔ نماز اور روزہ کی پابندی کرتے تھے۔ بعد نماز فجر مجید وظائف اور خوش الحانی سے تلاوتِ کلامِ پاک فرماتے تھے۔ سالانہ زکوٰۃ اور صدقات ظاہرہ و پوشیدہ کا بھی اہتمام رکھتے تھے۔ زمانہ علالت میں پیر طریقت مولانا اشرف علی تھانوی دوبار عیادت کو تشریف لائے اور انتقال سے چند روز قبل ان کی بیعت سے مفتخر ہوئے یتیموں اور بیواؤں کی بہت امداد فرماتے۔ غریب اعزہ کے ساتھ بھی ان کا خصوصی برتاؤ رہتا تھا۔ خاندان کے غیر مستطیع طلبا کی تعلیم کا خیال رکھتے تھے۔

۱۹۳۶ء مطابق ۱۳۵۵ھ میں حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ رسول سے مشرف ہوئے۔ مولوی محمد حسن بدر سنبھلی نے تاریخ سعید حج کہی تھی۔

زمیں پر شور ہے اور آسماں پر　　شفاء الملک آئے ہیں حرم سے

دعا کر بدر اور تاریخ بھی لکھ　　الٰہی بخشدے اپنے کرم سے

۱۳۵۵ھ

حکیم عبدالحمید کی طبیعت میں اعتدال بہت تھا۔ سادگی اور تنظیم اوقات پر وہ زندگی بھر عمل کرتے رہے۔ اپنی بیاض میں انھوں نے کمال اتاترک کا آخری پیغام بروقت انتقال بنام مسلمانان عالم " مسلمانوں کو اگر زندہ رہنا ہے تو رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلیں۔ سادہ زندگی اختیار کریں۔ محنت و مشقت کو اپنا شعار بنائیں۔ تضیع اوقات سے پرہیز کریں اور زندگی کا ایک لمحہ بھی بیکار نہ جانے دیں" نقل کرنے کے بعد تحریر کیا ہے "ناچیز عبدالحمید انہی اصولوں کو پسند کرتا ہے اور ایک عرصہ تک اسی کا عامل رہا، لیکن اب اپنی صحت کی خرابی کی وجہ سے پورا عمل کرنا مشکل ہو گیا ہے۔"

مزاج میں شوخی یا ظرافت نہیں تھی، رقص و سرود، سیر و تفریح اور ہنسی مذاق بالکل پسند نہیں کرتے تھے۔ کبھی کبھی بے تکلف احباب میں ضرور مجالس کے لطف سے محظوظ ہوتے تھے۔ عید کے دوسرے دن ان کے ہاں ایک محفل ہوتی تھی جس میں خاص احباب اور اعزہ جمع ہوتے تھے اور پلاؤ کی دعوت اس انداز سے ہوتی تھی کہ ہر شخص اس میں دو روپیہ شامل کرتا تھا اس میں وہ کافی لطف لیتے تھے۔ اس محفل کا ایک واقعہ حکیم مسیح الزماں ندوی نے سنایا کہ ان کے والد حکیم محمد سلیمان نظر بھی وہاں شریک تھے۔ بہت صاف ستھرا مذاق ہو رہا تھا اور دلچسپ علمی باتیں چھڑی ہوئی تھیں۔ شفاء الملک حکیم عبدالحمید نے حکیم حافظ المجید کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا " حافظ صاحب نے چودہ مرتبہ قانون سبقاً سبقاً پڑھا ہے۔" حافظ صاحب نے فوراً جواب دیا " ان صاحب آپ خوش قسمت ذہین و طباع تھے اور میں ہمیشہ کا نااہل اور کودن رہا کہ آج بھی قانون شیخ سمجھنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہوئی۔" اس طنز نے پوری محفل پر ایک عجیب سماں پیدا کیا اور دیر تک سب ہنستے رہے۔

Marfat.com

حکیم صاحب کی سنجیدگی اور وقار کا یہ انداز گھر میں بھی قائم رہتا تھا اور گھر کے چھوٹے ان سے مانوس نہیں ہوتے تھے۔ عورتوں کی آزادی اور ان کی تعلیم کے خلاف تھے۔ شعروشاعری سے کوئی خاص ذوق نہیں تھا، لیکن اپنے بعض قلبی تاثرات کے تحت انھوں نے کچھ اشعار بھی کہے ہیں، جیسا کہ ایک یادداشت میں لکھا ہے کہ "یہ اشعار بے وزن ہیں لیکن جو حالات میرے دل پر طاری ہوئے ان کا صحیح نقشہ ان اشعار میں موجود ہے"۔

اے حمید خستہ دل تیری زندگی پوری ہوئی　　اے مصیبت ہو مبارک تری تمنا پوری ہوئی

مجھ سا کوئی دیوانہ دل پریشاں حال نہیں　　اس پہ صد شکر کسی کو اطلاع حال نہیں
یہ وہ دل ہے جس میں شور و فغاں کا حال نہیں　　اس پہ لطف یہ کہ کوئی اسکا پرسان حال نہیں

آفتاب طالع قسمت مبدل ہو گیا　　عید سمجھے تھے جسے وہ محرم ہو گیا

مٹادو یہ ہستی فانی دکھادو جمال دلربائی　　بنا دو حیات جاودانی دکھا دو یہ شان کبریائی

سیم کے بیج، موٹی روٹی، امرس، بالائی ان کی مرغوب چیزیں تھیں سردیوں میں روز کشمیری چائے کے ساتھ بالائی ضرور نوش کرتے تھے۔ اسی طرح جب تک سیم کے بیج رہتے تھے ان کے لئے روز پکتے تھے۔

حکیم عبدالحمید کی ایک طبی اور دو غیر طبی بیاضوں کے علاوہ ان کی زمانہ طالب علمی کی ۱۹۰۲ء اور ۱۹۰۳ء کی نسخہ نویسی کی ۹ کاپیاں جو حکیم عبدالعزیز کے مطب یومیہ سے متعلق ہیں۔ راقم کے ذخیرہ "تبرکات خاندان عزیزی" میں محفوظ ہیں۔ یہ کاپیاں ۲۴ جنوری ۱۹۰۲ء سے ۱۴ دسمبر ۱۹۰۳ کے درمیانی زمانہ کی ہیں۔

حکیم عبدالحمید کی شادی حکیم عبدالوحید کی صاحبزادی اقبال جہاں سے ۸ مئی

۱۹۰۸ء کو ہوئی۔ ۹ مئی یوم شنبہ کو دعوت ولیمہ وجلسہ رقص ہوا۔ اور تقریب مانجھ ۲۶ ربیع الاول بروز دوشنبہ انجام پائی۔ دوسرے شعراء کے علاوہ حکیم رکن الدین داناؔ (یہ شادی میں شریک نہیں ہو سکے تھے) کے سہرے کے تین شعر پیش ہیں۔

اگرچہ میں نے نہ دیکھا وہ بے بہا سہرا — مبارک ہو میرے عبدالحمید کا سہرا
یہی دعا ہے کہ شادی کے بعد لڑکا ہو — دکھائے اب تیری اولاد کا خدا سہرا
ہزار حیف ہے داناؔ نہیں شریک ہوا — اسی سبب سے رہا سارا بے مزا سہرا

۹ اپریل ۱۹۰۹ء بروز جمعہ اُن کے مشکوئے معلی میں فرزند تولد ہوا لیکن کم عمری ہی میں وفات پائی۔ تین صاحبزادہ حکیم عبدالحسیب، حکیم عبدالجلیل اور عبدالرحیم اور دو صاحبزادیاں اعجاز جہاں اور نایاب جہاں ان کی یادگار رہے۔ حکیم عبدالحمید کی اہلیہ اقبال جہاں نے تقریباً ۹۰ سال کی طویل عمر پاکر ۲۸ فروری ۱۹۷۵ء بروز جمعہ لکھنؤ میں وفات پائی۔

چھوٹے صاحبزادے عبدالرحیم نے ۱۹۵۵ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بی ایس سی انجینیرنگ کیا اور وہ آجکل یو پی میں اکزیکیٹو انجینیر ہیں۔ شفاء الملک حکیم عبدالمعید کی صاحبزادی سہیلہ سے ان کی شادی ہوئی ہے۔ ایک فرزند عمران (۵ جنوری ۱۹۶۷ء) اور ایک دختر ام حبیبہ (۱۳ ستمبر ۱۹۶۴ء) ہیں۔

بڑی صاحبزادی اعجاز جہاں خواجہ الطاف حسین سے منسوب ہوئیں۔
تین لڑکے خواجہ شاکر حسین، خواجہ شاہد حسین اور خواجہ صابر حسین اور تین لڑکیاں صابرہ، بیگم ڈاکٹر نور جہاں ایم بی بی ایس اور ثریا بیگم ہیں۔

چھوٹی صاحبزادی نایاب جہاں کی شادی سید خلیل احمد ابن نبیل احمد (ایک آنر فنڈ لکھنؤ) سے ہوئی۔ دو لڑکے سید محمد اسد پاشا، سید محمد سعد پاشا اور دو لڑکیاں چاندنی بی اور تاج بی بی ہیں۔

اس زمانہ کے تکمیل الطب کے جلسوں میں صدارتی تقاریر کے علاوہ شعراء کی نظمیں خوب سماں باندھتی تھیں۔ حکیم عبدالرشید کے زمانہ میں حکیم حنیف علی

رعب اور حکیم عبدالحمید کے زمانہ میں مرزا محمد ہادی عزیز کی نظمیں پروگرام کا خاص حصہ ہوتی تھیں۔ مرزا محمد ہادی کی نظموں کے بعض اشعار جن میں شفاء الملک حکیم عبدالحمید کا تذکرہ ہے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

۱۹۲۰ء

ساقی خمخانہ مرد باعمل عبدالرشید | طب یونانی کے حق میں مطلع صبح امید
جانشین جس کا ہے قفل باب ہمت کی کلید | جامع طبیین دریائے شرف عبدالحمید

ناخدائی جس نے کی ایسی کہ شہرت ہو گئی
یوں ابھاری ڈوبتی کشتی کہ حیرت ہو گئی

۱۹۲۱ء

جوان ذی شرف عبدالحمید آسمان رفعت | رہیں گے جس کے شکر میں ہم طب اللسان برسوں
سنو تکمیل الطب یادگار اس مرنے والے کی | کریگا ناز جس پہ خطۂ ہندوستان برسوں
نظیر اس کی بہت دشوار ہے اس عہد میں ملنا | چراغ ماہ بھی لے کر جو ڈھونڈے آسماں برسوں
شفاء الملک[1] کی تربت ہے اس کا کعبۂ ثانی | رہیں گی حسرتیں اس مدرسہ کی نوحہ خواں برسوں
اگر ہوتے نہ یہ سامان تو امید رہائی میں | گرفتار مرض گنتے قفس کی تیلیاں برسوں

نہ ملتا ناخدا اس کو اگر عبدالحمید ایسا
نہ چلتا یہ سفینہ اور نہ اٹھتا بادباں برسوں

۱۹۲۳ء

جام ہو جام بو علی بادہ نفیس شعلہ رنگ | تاکہ سرور بیخودی نشہ میں چارہ ساز ہو
نشہ میں سامنے مرے روح حنین دے سبق | رازی راز آشنا پردہ کشائے راز ہو
بزم نشاط ہو جمی بیٹھے ہوں رند صف بصف | بادۂ تند و تیز ہو ساقی دل نواز ہو

---

[1] شفاء الملک حکیم عبدالرشید

۱۹۲۴ء

فضل و دانش رات دن تھے حاشیہ بردِ بساط | سب میں تھا اخلاط کے مانند باہم اختلاط
ضد تھے گو لیکن عناصر کی طرح تھا ارتباط | میکدہ آباد تھا میکش تھے سرگرم نشاط

فیض میں مانند ابر رحمت ان کا سایہ تھا
خم افلاطون ہر اک کا سینۂ پر مایہ تھا

اس طرح بستر پہ کب محو گراں خوابی تھے ہم | حکمت اک باغِ خزاں دیدہ تھا شادابی تھے ہم
گو سکوت معرفت گہ نطق اعرابی تھے ہم | بو علی سینا تھے ہم بو نصر فارابی تھے ہم

ابن محمود حنین اسی بزم میں ہم تھے کبھی
تھے تو مشت خاک لیکن ایک عالم تھے کبھی

ہم علاء الدین ہوئے دنیا میں ہم رازی ہوئے | ہم سمرقندی ہوئے ہم قطب شیرازی ہوئے
پردہ تدبیر میں ہم شان اعجازی ہوئے | فکر جب کی ہم نے گرم عرش پیمائی ہوئے

لیے صدا افتخار اسے خامۂ تقدیر ہیں
جو گھٹے میں گو عناصر کے فقط تصویر ہیں

مرحبا عبد الحمید اے یادگار دودماں | عزت اسلاف آداز دمانے کاروان
شانِ استقلال کہتی ہے کہ ہوں کوہ گراں | تا ابد قائم رہے گا یہ مرا علمی نشان

آپ تدرسے یہ شرف لکھنے کے قابل آج ہے
صدر میں تکمیل طب کے تاک کا دل آج ہے

۱۹۲۵ء

حنین و رازی و قرشی بخیب بوعلی سینا | زمانہ اب کریگا ایسے لوگوں کو کہاں پیدا

لہ باعتبار اختلاف آداد

گزشتہ عظمتوں کا کچھ اثر باقی تو ہے اب تک — نہیں گو کارواں لیکن ہے گرد کارواں پیدا
شفاء الملک سے قائم رہی سلاف کی رفعت — بحمد اللہ ہوا ہے آسماں سے آسماں پیدا

نمونہ مطب

حمی نزلاوی : بادیان ۴ گرام باد آورد ۲ گرام پوست بیخ کاسنی ۴ گرام مویز منقیٰ ۹ دانہ تربد مجوف ۹ گرام گلو سبز ۴ گرام جوش دے کر شربت بنفشہ ۲۵ گرام حل کرکے پلائیں ۔ یہ نسخہ حمی نزلاوی میں عام طور پر استعمال کراتے تھے ۔ شدت کی صورت میں گل بنفشہ ۴ گرام کا اضافہ کرتے تھے ۔

از بیاض حکیم عبد العزیز (قلمی)[1]

سوزاک : مازو سبز ۶ گرام کزمازج ۶ گرام عذبہ ۶ گرام زراوند طویل ۶ گرام مغز نیم کولی ۶ گرام ½ کلو پانی میں جوش دے کر صاف کرکے دم الاخوین محلول ۳ گرام چھڑک کر پچکاری کریں ۔

از بیاض شفاء الملک حکیم عبد الحمید (قلمی)

خنازیر : موم خام ۵۰ گرام پیہ بز ۱۲ گرام روغن زیتون میں پگھلائیں اور زفت رومی ۱۲ گرام جاؤ شیر ۱۲ گرام جدوار ۱۲ گرام حلبہ ۱۲ گرام باریک کرکے اس میں ڈالیں اور بدستور معمول مرہم تیار کریں ۔ یہ مرہم تحلیل خنازیر میں بہت نافع ہے ۔

قروح حلق : بیخ سوسن گل سرخ کشنیز خشک برگ انار ترش آب تازہ اور سرکہ خالص میں جوش دے کر صاف کرکے لعاب اسبغول اضافہ کرکے کلیاں کریں ۔

قروح خبیثہ فم وغیرہ : زہر مہرہ خطائی طباشیر کبود کات سفید شادنج عدسی کافور قیصوری کزمازج گل ارمنی گلنار فارسی اقاقیا پھٹکری بریاں باریک کرکے چھڑکیں ۔

---

[1] حکیم عبد العزیز کی قلمی بیاض میں شفاء الملک حکیم عبد الحمید نے اپنے قلم سے اس مجرب نسخہ کا اضافہ کیا ہے ۔

برص : بابچی شیطرج ہندی تازہ پانی میں پیس کر ضماد کریں ۔

برائے امساک : اسپند ۴ گرام کلونجی ۳ گرام اجوائن خراسانی ۳ گرام باریک کرکے ۲ گرام کھائیں ۔

حمی : پھٹکری بریاں باریک کرکے سفوف تیار کریں ۔

سوزاک : رال سفید ۲۰ گرام ست بارزد ۱۲ گرام باریک کریں اور ½ گرام کھائیں ۔

پٹی مجلوق : مغز حب السلاطین ۳ گرام خراطین مصفیٰ ۱۲ گرام باریک کرکے بطور پٹی استعمال کریں ۔

مرہم بعد پٹی : شیر کی چربی پگھلا کر اس میں سفوف خراطین ملائیں اور مرہم تیار کریں چند روز پٹی کے استعمال کے بعد اس مرہم کو کام میں لائیں ۔

از معمولات شفاخانہ تکمیل الطب

ضماد محلل : (بدل ٹنکچر آیوڈین) ایلوا ۲۵ گرام تخم خطمی ۲۵ گرام سرکہ خالص میں جوش دے کر خشک کرکے رکھ لیں۔ ضرورت کے وقت اس میں سے قدرے لے کر ضماد تیار کریں۔ تحلیل اورام ظاہری کے لئے مفید ہے ۔

سعال : اصل السوس مقشر ۲۵ گرام تخم خطمی ۲۵ گرام کاکڑا سینگھی ۱۲ گرام صمغ عربی ۱۲ گرام زعفران ۳ گرام مغز بادام شیریں ۲۵ گرام پوست انار سوختہ ۲۵ گرام میعہ سائلہ ۲۵ گرام باریک کرکے میعہ سائلہ کو آب نیم گرم میں پگھلا کر ملا کر پیسیں اور چنے کے برابر گولیاں بنائیں مقدار دو گولی، سعال بلغمی اور رطوبی نیز بچوں کی کھانسی میں مفید ہے ۔

جرب الجفن : سرمہ اصفہانی ۱۲ گرام ہیراکسیس مقشر ۱۲ گرام پھٹکری ۲ گرام باریک کرکے سرمہ تیار کریں اور پپوٹہ الٹ کر لگائیں ۔

جرب الجفن مزمن : حبست محرق، چاکسو مقشر ہموزن باریک کرکے سرمہ تیار کریں اور پپوٹہ الٹ کر لگائیں۔

از تذکرہ جلیل

ورم لہاۃ ولوزتین : عدس مسلم پوست اخروٹ برگ توت تازہ بقدر مناسب پانی میں جوش دے کر غرغرہ کرائیں۔ ضرورت کے وقت اس میں دوسری قابض دوائیں جیسے گلنار اور مازو سبز وغیرہ کا بھی اضافہ کر لیا جاتا ہے۔

قولنج : آب مکو سبز ۵۰۰ گرام عرق بادیان ایک کلو روغن بید انجیر ولایتی ۷۵ گرام تینوں کو ایک جگہ ملا کر بورہ ارمنی ۱۲ گرام حلتیت خالص ۱۲ گرام باریک کرکے ملائیں اور سب کے تین حصہ کر لیں۔ ایک مرتبہ میں ایک حصہ کا حقنہ کریں۔ اس طرح دو دو گھنٹہ کے وقفہ سے تین مرتبہ حقنہ کرایا جائے۔ بعض مریضوں میں ایک یا دو مرتبہ ہی حقنہ کرنا کافی ہو جاتا ہے۔ یہ قولنج بلغمی اور ریحی دونوں میں نافع ہے۔

حمی بلغمی : ہند و پاکستان میں بلغمی بخار تمام خلطی بخاروں کی بہ نسبت کثیر الوقوع ہے جس کا سبب معدہ کی کمزوری اور ہضم کے ناقص ہونے کی وجہ سے بلغم کی پیدائش کا عام ہونا ہے۔ اس کے بعد علی الترتیب صفراوی اور سوداوی بخاروں کے مریض دیکھنے میں آتے ہیں۔ دموی بخار اس برصغیر میں بہت ہی شاذ و نادر ہوتا ہے۔ شفاء الملک حکیم عبدالحمید کا معمول تھا کہ بلغمی بخار میں زمانہ ابتدا میں تلطیف تدبیر کرتے تھے جیسا کہ شیخ الرئیس نے لکھا ہے۔ چنانچہ موصوف عموماً بلغمی بخار کے مریضوں کو دن میں ایک وقت ناشتہ کراتے تھے اور دوسرے وقت

صرف شوربہ یا شوربہ میں پھلکا بھگو کر کھانے کی ہدایت فرمایا کرتے تھے۔ دوسرے اطباء جھوائی ٹولہ کا بھی یہی معمول ہے۔

از مطب حمید

فساد و بطلان ذوق : نانخواہ ۱۲ گرام صعتر فارسی ۱۲ گرام برگ سداب ۱۲ گرام ساذج ہندی ۱۲ گرام نمک لاہوری ۱۲ گرام خردل نباتی ۱۲ گرام تازہ پانی ۷۵۰ گرام میں جوش دے کر صاف کر کے سرکہ خالص اضافہ کر کے کلیاں کریں۔

دیگر : زنجبیل بے ریشہ اگرام عاقرقرحا اگرام فلفل سفید اگرام طباشیر اگرام برگ گاؤزبان اگرام سوختہ کر کے باریک کریں اور خشک منہ میں چھڑکیں۔

فواق : پرطاؤس سوختہ ½ گرام فلفل سیاہ ½ گرام باریک کر کے پہلے کھائیں اوپر سے آب گزر ۳۶ گرام آب سیب ۳۶ گرام آب انناس ۳۶ گرام آب نیشکر ۳۶ گرام عرق بید مشک ۴۸ گرام شربت سیب ۲۵ گرام حل کر کے پئیں۔

ہزال کلیہ : مصطگی رومی ½ ۱ گرام صمغ ببول ½ ۱ گرام مغز پنبہ دانہ ½ ۱ گرام مغز پستہ ½ ۱ گرام باریک کر کے پہلے کھائیں اوپر سے ترنجبین خراسانی ۳۶ گرام شیر گاؤ خالص ۲۵۰ گرام میں خیساندہ کر کے حل صاف کر کے پئیں۔

دیگر : مغز چلغوزہ ۳ گرام کنجد سفید ۳ گرام مغز تخم تربوز ۳ گرام مغز تخم پستہ ۳ گرام مغز بادام شیریں ۵ عدد شیر گاؤ خالص ۲۵۰ گرام میں پیس کر کپڑے میں چھان کر شربت انار شیریں

Marfat.com

۲۵ گرام حل کر کے پئیں۔

ورم زائدہ اعور: تخم کتان ۱۲ گرام آب برگ مکو سبز مروق ۱۵۰ گرام میں جوش دے کر پانی صاف کریں اور شیرخشت انگریزی ۲۵ گرام علیحدہ سے خیساندہ کر کے حل صاف کر کے پئیں۔

ضماد: مغز فلوس خیار شنبر ۶ گرام گل بابونہ ۶ گرام صبر زرد ۶ گرام اکلیل الملک ۶ گرام گل ارمنی ۶ گرام آب برگ مکو سبز میں پیس کر روغن گل اضافہ کر کے نیم گرم ضماد کریں۔

ضماد دافع کجی و لاغری: آب پیاز تازہ ۳۰ گرام آب برگ دھتورہ سیاہ سبز ۳۰ گرام عاقرقرحا محلول ۶ گرام شراب خالص ۱۸۰ گرام اضافہ کر کے بنگلہ پان پر لگا کر عضو مخصوص پر چپکائیں۔

Marfat.com

حکیم عبدالحکیم

حکیم عبدالحکیم ۱۸۹۷ء میں پیدا ہوئے۔ تقریباً چودہ برس کے تھے کہ ان کے والد حکیم حاجی عبدالعزیز نے ۱۹۱۱ء میں وفات پائی۔ برادر اکبر شفاء الملک حکیم عبدالرشید نے انکی تعلیم اور تربیت کا خاص اہتمام کیا۔ درسیات کی تکمیل علماء فرنگی محل سے اور طب کی تعلیم خاندان کے بزرگوں سے حاصل کی۔

یہ بچپن ہی سے نہایت ذہین اور طباع تھے۔ علم طب سے شوق اور انہماک بہت بڑھا ہوا تھا۔ بیشتر وقت مطالعہ کتب اور مریضوں کے معائنہ میں صرف کرتے۔ دورانِ تعلیم طبی تحریکوں اور کانفرنسوں سے دلچسپی لیتے رہے آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس لکھنؤ کے چوتھے سالانہ اجلاس منعقدہ ۱۸ فروری ۱۹۱۶ء میں انھوں نے باوجود کم سنی کے نہایت خوبی کے ساتھ تقریر کی۔ اس میں انہوں نے کہا "مجھ ایسا شخص جو بلحاظ عمر و بلحاظ تعلیم آپ صاحبوں سے خاک کے ذروں سے بھی کم درجہ نسبت رکھتا ہو اس کو جس چیز نے سمع خراشی کی جرأت دلائی وہ اس محترم "عزیز" خون کا اثر ہے جس نے بڑی اور چھوٹی رگوں میں پھیل کر اس ناتواں جسم کو عزت دے رکھی ہے۔"[1]

تعلیم سے فراغت کے بعد تکمیل الطب سے وابستہ ہوئے اور موجز القانون

---

[1] روئداد اجلاس چہارم آل انڈیا طبی کانفرنس لکھنؤ منعقدہ ۱۹۱۶ء

کا درس ان سے متعلق قرار پایا۔

رسالہ خادم الاطبا؛ جسے ۱۹۱۹ء میں شفاء الملک حکیم عبدالمعید نے جاری کیا تھا، یکم جنوری ۱۹۲۱ء سے حکیم عبدالحکیم کے زیر ادارت نکلنا شروع ہوا۔ منشی حامد حسین عرف اشرف حسین (شفاء الملک حکیم عبداللطیف کے برادر نسبتی) اس کے منیجر تھے۔ لیکن ۱۹۲۲ء میں حکیم عبدالحکیم کے انتقال کے بعد یہ رسالہ جاری نہیں رہ سکا۔

شفاء الملک حکیم عبدالرشید کی وفات (۱۹۲۰ء) کے بعد ۱۹۲۱ء میں جب شفاء الملک حکیم عبدالحمید نے تکمیل الطب کے نصاب اور انتظامی امور میں تبدیلی کی تو تکمیل الطب کے انتظامی معاملات میں حکیم عبدالحکیم کو بھی شریک کیا۔ ان کی انتظامی تعلیمی اور طبی صلاحیتوں سے بڑی توقعات قائم تھیں۔ لیکن عین عنفوان شباب میں حمیٰ معوی (موتی جھرہ) میں مبتلا رہ کر اپریل ۱۹۲۲ء میں وفات پائی نہ صرف خاندان بلکہ تکمیل الطب کے لئے یہ ایک زبردست حادثہ تھا۔ شفاء الملک حکیم عبدالحمید نے لکھا ہے " میرا مصمم ارادہ تھا کہ میں ماہ جنوری ۲۲ ۱۹ء میں سالانہ جلسہ منعقد کرنے کے بعد رپورٹ ہذا شائع کر دی لیکن بوجہ انعقاد جلسۂ سالانہ میں تاخیر ہوئی۔ علاوہ اس کے بوجہ انتقال برادرم حکیم محمد عبدالحکیم مرحوم میں بہت زیادہ پریشان خاطر رہا۔ جس کی وجہ سے رپورٹ ہذا میں تاخیر ہوئی۔"[1]

۱۹۲۳ء کی روئداد میں ان کے انتقال کے نقصان کو محسوس کرتے ہوئے انہوں نے مزید لکھا ہے " میں اس امر کو نہایت افسوس کے ساتھ ظاہر کرتا ہوں کہ برادرم حکیم عبدالحکیم مرحوم کے انتقال کی وجہ سے مجھ کو تکمیل الطب کے انتظامی

---

[1] روئداد تکمیل الطب ۱۹۲۱ء مطبوعہ ۱۹۲۲ء

Marfat.com

معاملات میں بہت کچھ دقت کا سامنا ہوا۔ کیونکہ برادر مرحوم علاوہ تکمیل الطب کالج میں تعلیم دینے کے اس کے انتظامی معاملات میں بھی بہت کچھ دلچسپی لیتے تھے۔[1]

حکیم عبدالحکیم کی شادی مارچ ۱۹۱۹ء میں حکیم حافظ عبدالولی کی صاحبزادی عصمت آراء بیگم سے ہوئی۔

سہرے کے بعض اشعار یہ ہیں ؎

فروغِ حسن سے ہے رو کش قمر سہرا
چمک اٹھا رخِ عبدالحکیم پر سہرا

یہ تیرے عارضِ رنگیں نے تازگی بخشی
کہیں چمن کے گلوں سے ہے تازہ تر سہرا

درِ نظارہ ہیں اہلِ نظارہ بیخود و مست
نگاہِ مست کا تیرے ہے ہم اثر سہرا

ترے لئے ترا اخلاص مند لایا ہے
خلوصِ قلب کے پھولوں سے گوندھ کر سہرا

صرف ایک صاحبزادی جمیلہ بیگم پیدا ہوئیں۔ جمیلہ بیگم بنارس میں اکبر علی خاں لودھی پرنسپل کھدوئی کالج سے ۲۵ ذی الحج ۱۳۶۰ھ کو منسوب ہوئیں۔ اکبر علی خاں کا تعلق لودھیوں کے شاہی خاندان سے ہے اور وہ تاریخ و ادب کا بہت نفیس ذوق رکھتے ہیں۔

---

[1] روئداد تکمیل الطب ۱۹۲۲ء مطبوعہ ۱۹۲۳ء

Marfat.com

حکیم عبدالحلیم

حکیم عبدالعزیز کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ رموز حکمت اور تذکرۃ الاطباء میں تاریخ پیدائش جنوری ۱۹۰۶ء[1] اور پرنسس آف انڈیا[2] اور رموز مطب[3] میں فروری ۱۹۰۵ء لکھی ہوئی ہے۔ خود ان کے بیان کی روشنی میں ۱۹۰۵ء صحیح ہے۔ والد کے سایہ سے محرومی کے بعد تعلیم و تربیت کی ساری ذمہ داری برادر بزرگ شفاء الملک حکیم عبدالرشید کے سر ہوئی۔ درس نظامیہ کی تکمیل مولانا عبدالغفور سابق مدرس عقلیات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے کی اور عربی ادب کے لئے ملا عبدالرشید کمی کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ حکیم عبدالرشید نے انھیں انگریزی پڑھانا بھی ضروری سمجھا ۱۹۱۵ء میں انگریزی تعلیم شروع ہوئی پہلے کسی قدر گھر پر، اس کے بعد جولائی ۱۹۱۹ء میں باقاعدہ اسکول میں داخل کیا۔ اور بلحاظ وجاہت خاندان ان کے لئے ایک ٹم ٹم خریدا جس سے وہ اسکول آتے جاتے تھے۔ اسی طریقہ کو حکیم عبدالرشید کے بعد شفاءالملک حکیم عبدالحمید نے بھی جاری رکھا اور وہ ان کے دوران انتظام بھی ٹم ٹم پر اسکول

---

[1] رموز حکمت ص ۶ بہ تذکرۃ الاطباء ص ۹۷

[2] دی پرنسس آف انڈیا اینڈ دی انڈین امپائر ص ۲۸۶

[3] رموز مطب ص ۳۵

Marfat.com

جاتے رہے۔ ان کے انگریزی کے خاص استاد مسٹر جے ڈبلیو پیٹرس تھے۔

طبی تعلیم تکمیل الطب میں خاندان کے بزرگوں سے حاصل کی۔ اگست ۱۹۲۳ء میں فراغت کے فوراً بعد تکمیل الطب سے بحیثیت استاد وابستہ ہوئے۔ علم الادویہ سے دورانِ طالب علمی بہت دلچسپی تھی، اسی کا درس ان کے ذمہ ہوا اور علم الادویہ کے نئے شعبہ کے انچارج مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۶ء میں تکمیل الطب شفاخانہ کے انچارج اور وائس پرنسپل کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ اس سے پہلے تکمیل الطب میں وائس پرنسپل کا کوئی عہدہ نہیں تھا۔ معالجات قانون، کامل الصناعہ حصہ تشریحات اور کتاب الاکسیر کا درس بھی ان سے متعلق ہوا۔

حکیم عبدالحلیم کو سرجری سے خاص تعلق تھا اور وہ بڑی دلچسپی سے آپریشن کرتے تھے۔ شفاخانہ تکمیل الطب سے وابستگی کے بعد انھوں نے سرجری کے شعبہ کو خاص طور پر ترقی دی اور شفاءالملک حکیم عبدالرشید اور شفاءالملک حکیم عبدالحمید کی روایت کو زندہ رکھا۔ نزول الماء (کیٹریکٹ) اور قیلۃ الماء (ہائڈروسیل) کے آپریشن کے علاوہ قطع اطراف اور ریح الشوکہ ایسے مخدوش اعمال بالید اور اسی قسم کے دوسرے بڑے آپریشن کامیابی کے ساتھ ان کے ہاتھوں انجام پائے۔ آنکھوں کے آپریشن میں انھیں خصوصیت کے ساتھ مہارت حاصل تھی۔

سرجری سے اپنے غیر معمولی شغف کا اظہار کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے

"۱۹۲۰ء میں برادر معظم شفاءالملک اول جناب خان صاحب مولوی عبدالرشید رحمۃ اللہ العزیز الحمید کی وفات حسرت آیات کے بعد چونکہ میری طبی زندگانی (کیریئر) کا آغاز مروجہ روش کے برخلاف نسخہ نویسی کے بجائے شفاخانہ تکمیل الطب میں چیر پھاڑ سے ہوا، اس لئے مجھ کو قدرتاً طب کے اس شعبہ سے زیادہ دلچسپی رہی۔ یہ اسی قدرتی دلچسپی اور شغف کا نتیجہ ہے کہ ۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۴ء تک مسلسل تین سال لفٹننٹ کرنل بی ٹی ہنٹر ایم ڈی آئی ایم ایس سی آئی ای سابق سول سرجن لکھنؤ کی عنایت بے غایت سے بلرام پور اسپتال میں متمتع ہونے

Marfat.com

اور بعد ازاں کم و بیش پانچ سال تک شفا خانہ تکمیل الطب میں متعلق عمل بالید آنریری خدمات انجام دیتے رہنے کے باوجود جب ۱۹۲۰ء میں مجھ کسمپرسی نے اپنے ذاتی مطلب کا احتیاج کیا تو اس شیفتگی کو جاری بلکہ پہلے سے زیادہ مستحکم بنیاد پر برقرار رکھنے کی نیت سے کثیر ذاتی مصارف برداشت کرکے بمبئی کلکتہ اور لندن تک سے آلات سرجری منگوائے جو کارساز حقیقی کی مہربانی سے آج تک برابر کامیابی کے ساتھ کام میں آتے رہتے ہیں اگرچہ ان کی وجہ سے مجھ تقریباً تو اکو اپنی ذاتی آمدنی میں سے ایک معقول رقم غریب و نادار بندگان خدا کی مرہم پٹی میں صرف کرنا پڑتی ہے۔[۱]

حکیم عبدالحلیم نے طلبائے تکمیل الطب میں صحیح طبی مذاق اور علمی احساس پیدا کرنے کی کوشش کی۔ انھوں نے ستمبر ۱۹۲۲ء میں نادیہ طبیہ کے نام سے ایک طبی کلب بھی قائم کیا، جس کے دو شعبہ تھے۔ ایک دار المطالعہ دوسرا دار المکالمہ طلباء و اساتذہ تکمیل الطب کے علاوہ بیرونی اطباء اور غیر طبیب اہل علم بھی اس کے ممبر تھے۔ حکیم علی ظفر عرف حکیم منے آغا آفتاب صدر اور حکیم کبیر احمد سکریٹری تھے ستمبر ۱۹۲۸ء کے سالانہ جلسہ میں ترمیم دستور العمل اور انتخاب عہدیداران کے وقت حکیم منے آغا آفتاب بدستور صدر رہے اور سکریٹری حکیم محمد اظہر منتخب ہوئے نادیہ کے ہر جلسہ میں طبی مضامین پڑھے جاتے تھے اور اچھے مضمون پر نادیہ کی طرف سے کوئی کتاب انعام میں حوصلہ افزائی کے لئے دی جاتی تھی۔

اساتذہ میں علمی شوق اور اتحاد فکر پیدا کرنے کے لئے انھوں نے تکمیل الطب میں ایک اکاڈمک کونسل قائم کی جس کی وجہ سے ادارہ کے اندر یک جہتی اور طبی مسائل میں اتفاق رائے پیدا ہونے میں مدد ملی۔

ان اندرونی تحریکوں کے علاوہ انھوں نے دیگر ہم عصر طبی مدارس سے بھی اتحاد عمل پیدا کیا اور انجمن جمعیتہ الحکماء کے نام سے ایک نئی انجمن قائم کی جس کا

---

[۱] رہبری مرتبہ، ص ۴

مقصد خالص طبی علمی ترقی اور صحیح طبی احساس کی افزائش تھی۔ اس بیرونی اتحاد کے سلسلہ میں ان کی تحریک گو زیادہ کامیاب نہیں ہوئی لیکن تکمیل الطب میں ضرور انھوں نے ایک علمی فضا پیدا کی۔ طلباء کے علمی مذاق کا یہ حال تھا کہ شفاء الملک حکیم عبدالحمید، حکیم حافظ عبدالمجید اور شفاء الملک حکیم عبدالمعید کے مطبوں کے علاوہ حکیم عبدالحلیم کے مطب میں نسخہ نویسی کے واسطے کافی جگہ ہونے کے باوجود بہت سے طلباء کھڑے رہتے تھے یا بلا فرش کے تخت پر بیٹھ کر طبی استفادہ کرتے تھے اسی طرح درسگاہ میں جگہ اور کرسیوں کی کمی ان کے حصول مقصد میں سدراہ نہیں ہوتی تھی اور وہ اپنے شوق کو پورا کرتے تھے۔

حکیم عبدالحلیم نے تکمیل الطب میں بورڈنگ مع انتظام طعام جاری کیا۔ اس وقت تک وہاں طلباء کے لئے ادارہ کی طرف سے بورڈنگ کا انتظام نہیں تھا شفاء الملک حکیم عبدالحمید کی ہدایت اور ان کے خاص ایماء پر حکیم عبدالحلیم نے اس کے لئے کوشش کی تھی۔

حکیم عبدالحکیم کے ادارتی دور میں حکیم عبدالحلیم ماہنامہ خادم الاطباء کے نائب مدیر بھی تھے۔

بد قسمتی سے شفاء الملک حکیم عبدالحمید اور حکیم عبدالحلیم کے درمیان آبائی جائداد سے متعلق کشمکش پیدا ہوئی۔ اس کشمکش کو ہوا دینے میں حکیم عبدالحمید کے خاندان سے باہر کے بعض مخالفین کا خاص ہاتھ تھا۔ تکمیل الطب کے نظم اور ضابطہ کی وجہ سے اس میں مزید اضافہ ہوا۔ اس کشمکش کا آغاز ۱۹۲۷ء کے شروع ہی سے ہو گیا تھا۔ ۱۲۔ دسمبر ۱۹۲۹ء کو حکیم عبدالحلیم تکمیل الطب سے علیحدہ ہوگئے اور انھوں نے وائس پرنسپل اور انچارج شفاخانہ کے عہدوں سے استعفیٰ دیا۔

شفاء الملک حکیم عبدالحمید خاندانی روایات کے مطابق خاندان کے کفیل تھے۔ جنوری ۱۹۲۹ء سے تقسیم جائداد کا قضیہ ابھرا۔ وکیل محمد نسیم و رہبر سید حسین جو حکیم عبدالعزیز کے گہرے دوستوں میں تھے اور جن پر فریقین کو اعتماد تھا

۲۵ جنوری ۱۹۲۹ء کو ایک اقرار نامہ کے ذریعہ ثالث مقرر کئے گئے۔ ۲۵ ستمبر ۱۹۲۹ء کو انھوں نے فیصلہ صادر کیا۔ اس صلح نامہ کے مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۲۰ء کو بعدالت بھاگوت پرشاد سب جج موہن لال گنج لکھنؤ تقسیم جائداد متروکہ حکیم عبدالعزیز کی ڈگری جاری ہوئی۔ لیکن اس کے بعد بھی اختلافات قائم رہے اور ۱۰ ستمبر ۱۹۳۲ء کو حکیم عبدالحلیم نے عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ اس میں حکیم عبدالحلیم مدعی اور شفاء الملک حکیم عبدالمعید، عصمت آرا بیگم زوجہ حکیم عبدالحکیم، جمیلہ بیگم نابالغہ بولایت عصمت آرا بیگم مادر خود، شفاء الملک حکیم عبداللطیف اور تکمیل الطب بذریعہ سکریٹری شفاء الملک حکیم عبدالحمید مدعا علیہم تھے۔

حکیم بشیر ابراہیم بہ اور مختار عصمت آرا بیگم (زوجہ حکیم عبدالحکیم اور متولیہ جمیلہ بیگم) نے خاندانی کتب خانہ کی تقسیم کی بھی خواہش کی جو شروع سے حکیم عبدالحلیم کے پاس ان کے شوقِ مطالعہ کی وجہ سے تھا۔

لیکن ثالثوں کی کوششوں کے ذریعہ تقسیم کتب خانہ کے متعلق یہ طے پایا کہ کتب خانہ ایک ایسا سرمایہ ہے جو صرف بالاشتراک کام میں آسکتا ہے اس لئے اس کی تقسیم بالکل غیر مناسب ہے۔ یہ مشترک جائداد کے طور پر خاندان میں رہنا چاہئے لیکن اس کتب خانہ کے متعلق فریقین میں اکثر تنازعات پیدا ہوئے۔ بالآخر یہ طے پایا کہ کتب خانہ تنہا حکیم عبدالحلیم کی ملکیت رہے۔

۱۱ دسمبر ۱۹۲۹ء کو حکیم عبدالحلیم کے تکمیل الطب سے مستعفی ہونے کے ساتھ کالج کے ایک استاد حکیم منے آغا راز اور آخری سال کے ۲۱ طالب علم بھی علیحدہ ہو گئے ان طلباء کو سند دینے کے لئے حکیم عبدالحلیم نے دارالشفا شاہی چوک میں ایک مدرسہ طبیہ قائم کیا۔ اس میں ان کے علاوہ حکیم مظفر حسین، حکیم احمد حسین، حکیم محمد تقی عرف مجن اور حکیم سید بشیر احمد درس دیتے تھے۔ ایک سال ان طلباء کی تعلیم اور سند کے بعد یہ مدرسہ بند کر دیا گیا۔

تکمیل الطب سے علیحدگی کے بعد ۱۱ دسمبر ۱۹۲۹ء ہی کو حکیم عبدالحلیم اور

حکیم منے آغا ر آزاد دونوں منبع الطب کالج میں چلے گئے اور حکیم عبدالحلیم اس کے پرنسپل اور منے آغا ر آزاد استاد مقرر ہوئے۔

حکیم ہادی رضا اس کے صرف سکریٹری رہے۔ اس زمانہ کے اخبارات نے اس باہمی تنازعہ کو خوب اچھالا اور شذرات و مکاتیب کا سلسلہ قائم رہا۔ انڈین ڈیلی ٹیلیگراف لکھنؤ، روزنامہ حقیقت لکھنؤ، روزنامہ ہمدم لکھنؤ، روزنامہ ہمت لکھنؤ، ہفتہ وار حق لکھنؤ میں آئے دن کچھ نہ کچھ شائع ہوتا رہتا تھا۔ منبع الطب سے چند سال وابستگی کے بعد وہ اس سے علیحدہ ہو گئے۔ پھر حکیم ہادی رضا کے انتقال کے بعد ۱۹۴۳ء میں ان سے درخواست کی گئی اور انھوں نے بحیثیت پرنسپل دوبارہ منبع الطب کی ذمہ داریاں قبول کیں۔

تکمیل الطب کے علاوہ لکھنؤ میں واجدیہ اور منبع الطب دو اور پرائیویٹ کالج قائم تھے۔ حکیم عبدالحلیم نے ۱۹۴۳ء میں منبع الطب کی پرنسپلی کا عہدہ سنبھالنے کے بعد اس امر کی کوشش کی کہ واجدیہ اور منبع الطب دونوں کو ملا کر ایک بہترین درسگاہ کی شکل دی جائے۔

اپنی اس کوشش میں وہ کامیاب ہوئے اور ۱۹۴۴ء میں واجدیہ منبع الطب میں ضم ہو گیا اور اس کا نام طبیہ واجدیہ کالج ملحق بہ منبع الطب کالج قرار پایا۔ حکیم عبدالحلیم اس کے پرنسپل مقرر ہوئے اور واجدیہ کا تمام سامان، فرنیچر، کتب خانہ وغیرہ منبع الطب یعنی متحدہ کالج کو دے دیا گیا۔

مدرسہ طبیہ واجدیہ ۱۹۰۲ء میں حکیم واجد الحق فرنگی محلی نے قائم کیا تھا۔ غالباً ۱۹۲۴ء میں بصدارت حکیم اجمل خاں یہ مدرسہ سے کالج ہوا۔ ۴ مئی ۱۹۱۹ء کو اس کے ایک جلسہ تقسیم اسناد کی بھی حکیم اجمل خاں نے صدارت کی تھی۔[1]

حکیم احمد حسین، حکیم سید مظفر حسین، حکیم منے آغا آفتاب، حکیم مرزا

---

[1] خادم الاطبا، مئی ۱۹۱۹ء ص ۳۹

عابد حسین، حکیم سید بشیر احمد، حکیم سید علی آشفتہ اس کے اساتذہ میں تھے حکیم سید بشیر احمد ۱۹۲۷ء سے ۱۹۳۷ء تک اس کے پرنسپل رہے وا بیہ سے تقریباً ۹۰۰ اطبار نے سند فراغت حاصل کی۔

حکیم عبدالحلیم دوسری مرتبہ ۱۹۴۷ء تک منبع الطب کالج کے پرنسپل رہے۔ ۱۹۴۶ء میں وہ اس کے سکریٹری مقرر ہوئے اور ۱۹۵۱ء میں کالج کے بند ہونے تک اس عہدہ پر فائز رہے۔

انجمن طبیہ یو پی میں بھی حکیم عبدالحلیم نے خاص دلچسپی لی۔ اس انجمن کے صدر شفاء الملک حکیم عبدالحمید اور سکریٹری شفاء الملک حکیم عبدالمعید تھے۔ اس انجمن میں لکھنؤ کے چار مختلف گروپ کے اطبا کی اصل نمائندگی تھی۔ ایک تکمیل الطب دوسرے واجبیہ، تیسرے منبع الطب اور چوتھے شفاء الملک حکیم عبدالحسیب دریابادی یہ تینوں گروپ تکمیل الطب گروپ کے مقابلہ میں متحد تھے۔ جب انجمن طبیہ میں شفاء الملک حکیم عبدالحمید اور شفاء الملک حکیم عبدالحسیب دریابادی کے درمیان اختلافات رونما ہوئے اور انجمن طبیہ میں ان چاروں گروپ کی نمائندگی کا سوال پیدا ہوا تو حکیم ہادی رضا کی سرکردگی میں منبع الطب گروپ کا تکمیل الطب گروپ سے اتحاد ہو گیا۔ حکیم عبدالحلیم شفاء الملک حکیم عبدالحسیب دریابادی کے ساتھ تھے اور شفاء الملک خواجہ شمس الدین تکمیل الطب گروپ میں تھے۔ بالآخر باہمی مصالحت کے لئے تکمیل الطب میں انجمن طبیہ کا جلسہ منعقد ہوا۔ شفاء الملک حکیم عبدالحمید اور حکیم ہادی رضا نے مشترکہ طور پر ۲۵ ممبران کے نام اسی طرح شفاء الملک حکیم عبدالحسیب دریابادی اور واجبیہ نے ۲۵ ممبروں کے نام دیئے۔ اور عہدیداران کے انتخاب کے وقت متفقہ طور پر حکیم عبدالحسیب دریابادی صدر اور حکیم رفیق ابراہیم سکریٹری قرار پائے۔

حکیم عبدالحلیم اور حکیم عبدالحمید کے اختلافات کا حکیم عبدالحمید کی زندگی کے آخری حصہ میں خاتمہ ہو گیا تھا اور دونوں میں خوشگوار ہمدردانہ تعلقات

قائم ہو گئے تھے۔ حکیم عبدالحلیم کی کتاب رہبر سرجری جو حکیم عبدالحمید کی وفات سے چند ماہ پیشتر طبع ہوئی ہے۔ اس پر انکا ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۰ء کا مرقومہ پیش گفت ان مہر و محبت کے الفاظ میں ہے "۱۹۲۳ء میں جب برادرم حکیم عبدالحلیم سلمہ نے انگریزی و طب یونانی کی درسی کتابوں سے فراغت حاصل کرلی تو میں نے جناب والد ماجد مرحوم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے برادرم موصوف کو طب یونانی کے شعبۂ عمل بالید (سرجری) کی تعلیم کی جانب متوجہ کیا اور خدا کا شکر ہے کہ برادرم موصوف سلمہ نے تکمیل الطب کالج میں عملی تعلیم حاصل کر کے تھوڑے عرصہ میں سرجری میں اتنی مہارت حاصل کرلی کہ بڑے عمل بالید (میجر آپریشن) کرنے پر بھی قادر ہو گئے اور جب برادرم موصوف کی بنائی ہوئی آنکھوں اور قطع اطراف و دیگر بڑے بڑے آپریشنوں کے متعلق انسپکٹر جنرل سول ہاسپٹل و متعدد سول سرجن صاحبان نے بوقت معائنہ شفاخانہ تکمیل الطب کالج برابر اپنا اطمینان اور پسندیدگی کا اظہار فرمایا تو میں نے پوری طرح مطمئن ہو جانے کے بعد تکمیل الطب کالج میں کامل الصناعہ مقالہ تاسعہ کی تدریس بھی بجائے اپنے ان کے متعلق کردی اور عرصہ دراز تک انچارج شفاخانہ تکمیل الطب رہنے کی وجہ سے عمل بالید (سرجری) میں مزید کامیابی حاصل کرلی۔

میری مسرت اور خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہتی جب میں دیکھتا ہوں کہ برادر موصوف کی تعلیم، تربیت اور نگہداشت میں جو دردسری میں نے برداشت کی اس کا دل خوش کن نتیجہ اور بہترین ثمرہ علاوہ دیگر طبی کامیابیوں کے کامل الصناعہ مقالہ تاسعہ کے سلیس بامحاورہ اردو ترجمہ المعروف بہ رہبر سرجری کی مفید تالیف کی صورت میں آج میری آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ یہ تصنیف برادر موصوف کی دوسری تصانیف مثلاً مفردات عزیزی و مجربات عزیزی وغیرہ کی طرح مقبول عام ہو اور آنعزیز کی دماغی کاوشوں اور علمی موشگافیوں سے تمام اطبائے یونانی خصوصاً متوسلین خاندان عزیزیہ

مدید تک مستفید ہوتے رہیں[1]"

ان خوشگواریوں کے بعد تکمیل الطب کے مختلف جلسوں میں حکیم عبدالحلیم کی شرکت ادارہ اور اراکین خاندان کے لئے باعث رونق و مسرت رہی۔ ۴ ستمبر ۱۹۴۸ء کو تکمیل الطب کالج کے زیر اہتمام بانی کالج حکیم عبدالعزیز کا یوم وفات منایا گیا۔ حکیم عبدالحلیم نے اس کی صدارت کی اور انھوں نے اور شفاء الملک خواجہ شمس الدین نے اپنی تقریروں میں شیخ ثانی کے حالات اور فنی کارناموں پر روشنی ڈالی[2]"

حکیم عبدالحلیم اپنے وقت کے بہترین طبیب تھے ان کی تشخیص بہت زوردار ہوتی تھی اور علاج بھی خوب کرتے تھے یہ ان کی ذاتی قابلیت اور صلاحیت تھی کہ تکمیل الطب اور خاندانی جگہ سے علیحدگی کے باوجود انھوں نے اپنی حذاقت اور فن کا سکہ قائم کیا۔ ان کے مطب کی پشت پر ان کا ایک پرائیویٹ وارڈ بھی تھا جس میں ۱۵ مریضوں کے قیام کا انتظام رہتا تھا۔ حکیم عبدالقوی سے انھوں نے حکیم عبدالعلی کا قائم کردہ دواخانہ مخزن الادویہ بھی خرید لیا تھا اور اُسے کافی ترقی دی تھی۔ اس دواخانہ کی باقاعدہ فہرست تھی اور اس کی دوائیں دور دور باہر جاتی تھیں۔ اس دواخانہ کی فہرست سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرابادین اعظم اور مجربات عزیزی کے نسخوں پر انھیں بہت اعتماد تھا۔ ان کے نسخے بہت طویل ہوتے تھے۔ ۲۵-۳۰ اجزا کے نسخے عام بات تھی وہ چونکہ نسخے بولتے تھے جنھیں تلامذہ قلمبند کرتے تھے اس لئے روانی میں اجزا لکھاتے چلے جاتے تھے مفردات پر غیر معمولی عبور تھا اس لئے نسخہ کے طول میں انھیں کوئی تکلف یا کوئی امر مانع نہیں ہوتا تھا۔ ایک صاحب کے ہاں سے نکلے ہوئے تھے ان کے لئے ابٹن کا نسخہ بولا تو ۲۴-۲۵ چھلکے مثلاً قشر نارنگی، قشر لیموں وغیرہ لکھا ڈالے۔

---

[1] رہبر سرجری ص ۲۱۳

[2] تکمیل الطب لکھنؤ اگست ۱۹۴۸ء ص ۸

ان کے مطب میں شاگرد بہت جمع رہتے تھے اور وہ اپنی مخصوص آواز ولہجہ میں اصول نسخہ نویسی تشخیص و ماہیت مرض کی وضاحت کرتے رہتے تھے۔ بہت بلند آواز سے بولتے تھے اور دور تک ان کی آواز سُنائی دیتی تھی۔ راقم الحروف کو بھی ایک بار ان کے مطب میں حاضری کا موقع ملا تھا۔

ان کے نسخہ کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہوتی تھی کہ اجزاء کی ابتداء میں اگر برگ ان کے منہ سے نکل گیا ہے تو پورا نسخہ برگ پر مشتمل ہوتا تھا، اسی طرح اگر گل، شگوفہ، بیخ یا تخم پہلے جزء کے طور پر لکھاتے تو پھر پورے نسخہ میں شروع سے آخر تک نبات کا وہی ایک جزو رہتا تھا۔ یہ بڑے فن اور کمال کی بات تھی۔ اجزاء کی طوالت کے ساتھ ہی یہ خصوصیت بھی اپنے منجھلے چچا حکیم عبدالحفیظ سے انھیں ورثہ میں ملی تھی۔ ایک مرتبہ شفاء الملک حکیم خواجہ شمس الدین نے ان کے کسی نسخہ پر اعتراض کیا اور کہا کہ ان کے نسخے بہت طویل ہوتے ہیں۔ حکیم عبدالحلیم نے ایک موقع پر بہت سی کتابیں جمع کیں اور حکیم خواجہ شمس الدین سے دریافت کیا کہ حکیم صاحب یہ بتائیے کہ کس کتاب میں یہ لکھا ہے کہ فلاں مرض میں اتنی دواؤں کے اجزاء کا نسخہ استعمال کرایا جائے۔

حکیم عبدالحلیم مطب میں پڑھے لکھے اور طب کی اصطلاحات سے ناواقف مرضا کے سامنے بھی اصطلاحی الفاظ اور عربی و فارسی آمیز کلمات بکثرت استعمال کرتے تھے اور یہ انکی زبان پر اس طرح چڑھے ہوئے تھے کہ وہ غیرارادی طور پر انھیں ادا کرتے اور مریض حیران و پریشان ان کی صورت تکتا۔ ایک روز مطب میں ایک عمر رسیدہ مریضہ نبض دکھانے میں جلدی کر رہی تھی حکیم صاحب نے اس کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "عجوزہ محترمہ آپ ہی کے ایسے مستعجلین کے لئے میں نے اس لوح کی تعلیق کرائی ہے"۔ التعجیل من الشیاطین ان کے مطب میں ایک فریم میں لکھا ہوا تھا۔

ایک یوریین عورت اپنے "صاحب" کو حکیم صاحب کے مطب میں

Marfat.com

لائی۔ یہ انگریز انجینیر لکھنؤ کے ریلوے ورکشاپ میں کام کرتا تھا۔ مشینوں کے پاس رہنے کے باعث اس کو اچانک اپنی آنکھ میں تکلیف محسوس ہوئی۔ گھر واپس آنے پر اس کی آنکھ کافی متورم ہوگئی، درد، ٹیس، کئی ڈاکٹروں کو دکھایا انھوں نے رائے دی کہ آنکھ میں پھوڑا تیار ہو گیا ہے اور آپریشن کی ضرورت ہے۔ حکیم صاحب کی امراض چشم میں مہارت کی وجہ سے ان کی خدمت میں لایا گیا۔ انھوں نے غور سے دیکھ کر پوری کیفیت اور حال مرض سنا اور کہا یہ بغیر آپریشن ٹھیک ہو جائیں گے وہ اسے ڈارک روم میں لے گئے اور سنگ مقناطیس اس کی آنکھ پر رکھ کر اسے آنکھ کھولنے کی ہدایت کی اور کہا کہ جس وقت کھٹک اور تکلیف میں کمی ہو تو بتائیے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے تکلیف میں کمی ظاہر کی۔ حکیم صاحب نے فرمایا جائیے آپ کا علاج ہو گیا۔ اس کے بعد دو تین روز تک آنکھ میں ڈالنے کی کوئی دوا دی۔ اس علاج کی تفصیل یہ تھی کہ خراد کی مشینوں کے پاس سے جب وہ انگریز گذر رہا تھا تو لوہے کا کوئی ذرہ اس کی آنکھ میں پڑ گیا۔ حکیم صاحب اس نکتہ کو تاڑ گئے اور سنگ مقناطیس کے ذریعہ اس کو نکال لیا۔

علماء فرنگی محل میں صاحب سجادہ مولانا محمد میاں کے بھائی مولانا نور میاں وجع حوالی قلب میں مبتلا ہوئے۔ متعدد طبیبوں اور ڈاکٹروں نے تشخیص کی اور کسی کی تشخیص میں یہ مرض نہیں آیا۔ حکیم عبدالحلیم نے معائنہ کے بعد فرمایا کہ حوالی قلب میں پھوڑا بن رہا ہے اور تیار ہے۔ اس وقت تجسس ہونے لگا۔ اکسرے کرایا گیا اور جدید تشخیصی ذرائع کے بعد حکیم صاحب کی تشخیص صحیح ثابت ہوئی چنانچہ وہ پھوڑا پھوٹا اور اندرونی طور پر شرائن قلب کو مجروح کر دیا اور مولانا کا انتقال ہو گیا۔ یہ ان کی بہت معرکہ کی تشخیص تھی۔

مولانا مفتی محمد شفیع فرنگی محلی کا بیان ہے کہ مولوی عزت اللہ فرنگی محلی کے شانہ میں درد، بطلان اشتہا اور بعض دوسری شکایتیں تھیں۔ ڈاکٹروں

Marfat.com

کے علاوہ یونانی میں حکیم خواجہ شمس الدین کے بھی زیر علاج رہے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ آخر میں حکیم عبدالحلیم کو دکھایا گیا انھوں نے دیکھ کر کہا کہ ان کے پیٹ میں پھوڑا ہے فوراً آپریشن کرایا جائے ورنہ تین روز میں ختم ہو جائیں گے۔ حکیم خواجہ شمس الدین نے معلوم ہونے پر سخت تعجب کیا اور کہا کہ انھوں نے یہ کیسے تشخیص کیا جب کہ اس کی کوئی علامت نہیں ہے۔ حکیم عبدالحلیم نے یہ سننے کے بعد فرمایا کہ گیلانی نے پیٹ کے پھوڑے کے بارے میں اسی قسم کی علامات تحریر کی ہیں جو اس مریض میں موجود ہیں۔ گیلانی کے علاوہ کہیں یہ بات نہیں ملتی ہے۔ مولوی عزت اللہ کے والد مولوی عظمت اللہ کو پس و پیش رہا کہ ایک طرف اتنے معالج ہیں دوسری طرف تنہا حکیم عبدالحلیم۔ بالآخر ڈاکٹر کو آپریشن کے لئے بلایا گیا لیکن ڈاکٹر کی آمد اور آپریشن سے قبل ان کا انتقال ہو گیا۔

حکیم عبدالحلیم پیچیدہ اور کہنہ امراض میں علمی و عملی دونوں اعتبار سے بڑی مہارت رکھتے تھے۔ اس قسم کے مریضوں کے لئے وہ اطبا کو باہمی مشورہ کے واسطے جمع بھی کرتے تھے۔ ان میں حکیم سید بشیر احمد، شفاء الملک حکیم خواجہ شمس الدین حکیم منے آغا فاضل، حکیم منے آغا آفتاب، حکیم ڈاکٹر سید عبدالعلی اور دیگر مشہور اطبا شامل ہیں۔

حضرت گنج لکھنؤ کے ایک مشہور وکیل حکیم عبدالحلیم کے زیر علاج تھے اور انھوں نے ماء الجبن شیر مایہ تجویز کیا تھا۔ وکیل صاحب نے اس سلسلہ میں حکیم خواجہ شمس الدین سے بھی رجوع کیا۔ انھوں نے ماء الجبن کے استعمال کی مخالفت کی۔ اس کے بعد حکیم عبدالحلیم کے مشورہ سے وکیل صاحب نے حکیم خواجہ شمس الدین اور حکیم سید بشیر احمد کو مدعو کیا اور بحث و تمحیص کے بعد حکیم عبدالحلیم کی رائے صائب نکلی۔ انھوں نے اپنی تائید میں قانون ابن سینا کو پیش کیا۔ ان کا علم نہایت مستحضر تھا۔ قانون اور دیگر کتب متقدمین پر حاوی تھے اور ان کی عبارتیں کی عبارتیں انھیں حفظ تھیں۔

Marfat.com

حکیم تبارک کریم تکمیلی (کلکتہ) کا بیان ہے کہ ۱۹۲۶ء میں جب پٹنہ میں گورنمنٹ طبی کالج قائم ہو رہا تھا تو حکیم عبدالحلیم اور حکیم کبیرالدین کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ ایک نجی مجلس میں دونوں حضرات میں علمی و فنی گفتگو شروع ہوئی۔ چونکہ حکیم عبدالحلیم کو فنی کتابیں بہت زیادہ ازبر تھیں اس لئے اس علمی بحث میں انھوں نے مختلف عبارتیں پیش کیں اور کچھ سوالات بھی کئے، لیکن حکیم کبیرالدین نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حکیم کبیرالدین نے بھی کچھ سوالات دریافت کئے۔ ان کے جواب میں حکیم عبدالحلیم نے فوراً قانون اور دوسری عربی کتابوں کے حوالے پیش کئے، جس سے ان کے مبلغ علم اور استحضار کا اظہار ہوا۔"

حکیم عبدالحلیم کی عادت تھی کہ جب کسی صاحب علم طبیب سے ملاقات ہوتی تھی تو فنی مباحث ضرور چھیڑتے تھے۔ ابتداء میں (۱۹۲۷ء تک) شفاء الملک حکیم عبداللطیف فلسفی سے اُن سے اکثر علمی مباحث رہتے تھے اور ان کا سلسلہ بہت طویل ہوتا تھا۔

حکیم عبدالحلیم کی کتاب مالا یحضرہ الطبیب پر ماہنامہ المسیح دہلی کے نائب مدیر حکیم عبدالواحد نے تبصرہ کرتے ہوئے دائیں اور بائیں گردہ کے فرق میں اختلاف کیا۔ اس سلسلہ میں دونوں طرف سے علمی بحث جاری رہی اور موافقت و مخالفت میں متعدد مضامین شائع ہوئے۔

حکیم کبیرالدین کے مقالہ "دوران خون اور طب قدیم" کے لئے انھوں نے ایک قدیم طبی کتاب "فتاویٰ طب" کی طرف رہنمائی کی اور اس میں دوران خون سے متعلق یونانی طبیب آغانیوس نے جو بہت واضح اور صحیح نظریہ پیش کیا تھا وہ انھیں لکھ کر بھیجا۔ حکیم کبیرالدین نے اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے "کتاب فتاویٰ طب ایک قدیم عربی کتاب الطب القدیم کے فارسی ترجمہ کا نام ہے۔ اس کے مترجم حکیم رحیم اللہ انصاری ہیں۔ ترجمہ ۱۲۰۵ھ میں ہوا ہے جسے تقریباً آج سو سال ہو چکے ہیں۔ معلوم نہیں کہ اصل کتاب کب لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب حکیم عبدالحلیم صاحب لکھنوی کے کتب خانے میں موجود ہے۔ مجھے آغانیوس کے قول کی یہ نقل بھی میری درخواست پر ازراہ مہربانی جناب ممدوح کی عنایت سے ملی

Marfat.com

ہے جس کا نام گزشتہ ماہ کے المسیح (مارچ ۱۹۲۶ء) میں غایت شکریہ کے ساتھ لے چکا ہوں[1]۔"

حکیم کبیر الدین نے یہ مضمون آل انڈیا ویدک اینڈ طبی کانفرنس کے چودھویں اجلاس منعقدہ دہلی اپریل ۱۹۲۶ء میں سنایا تھا۔ شفاء الملک حکیم عبدالحمید نے اس مضمون کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا تھا: "مجھے میرے بھائی حکیم عبدالحلیم صاحب نے بتایا تھا کہ فتاویٰ طب میں اس کی صراحت موجود ہے اور انھوں نے ہی حکیم کبیر الدین صاحب کو اس کی اطلاع دی تھی[2]۔"

حکیم عبدالحلیم کی تصانیف میں مجربات عزیزی (فارسی) (بار دوم ۱۹۵۳ء) مفردات عزیزی (فارسی) (بار چہارم ۱۹۴۸ء) حل المعضلات المشکلۃ فی اصول علم الادویہ (عربی) مطبوعہ ۱۹۲۷ء، رہبر سرجری (علی بن عباس مجوسی کی کتاب کامل الصناعہ کے نویں مقالہ کا سلیس اردو ترجمہ مع حواشی مصطلحات) مطبوعہ ۱۹۴۰ء، ما لا یحضرہ الطبیب (اردو) مطبوعہ ۱۹۵۲ء، طب کی تعلیمی زبان مطبوعہ ۱۹۲۵ء اور دستور العلاج (فارسی) ہیں۔ وہ "اکمل الصناعہ شرح تشریح کامل الصناعۃ" کے نام سے کامل الصناعہ کے تشریحی حصہ (مقالہ ثانیہ وثالثہ) کی شرح بھی کرنا چاہتے تھے اور بحث اعصاب تک اس کام کو کر چکے تھے لیکن اس کی طباعت کی نوبت نہیں آسکی۔ تشریح کامل الصناعہ کی شرح کو تمام کرنے کی انھیں بہت خواہش تھی اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ مسئلہ دوران خون کے مانند دیگر مسائل بھی قدیم طبی کتابوں میں تلاش کئے جائیں اور انھیں موجودہ زبان میں قابل قبول انداز میں پیش کیا جائے[3]۔

---

[1] "دوران خون اور طب قدیم"، اشاعت خاص ماہنامہ المسیح اپریل ۱۹۲۶ء

[2] ماہنامہ مشیر الاطباء لاہور۔ اپریل ۱۹۲۶ء

[3] دیباچہ ما لا یحضرہ الطبیب ص ۱

Marfat.com

حکیم عبدالحلیم خاندانِ عزیزی کے دیگر ارکان کی طرح اس نظریہ پر سختی سے قائم تھے کہ طب کی حقیقی ترقی اس کے اپنے اصولوں کی روشنی ہی میں ممکن ہے۔ کسی اصول اور ضابطہ کے بغیر جدید چیزوں کی شمولیت جس سے طب کے بنیادی نظریات ختم ہو جائیں اور اس کی مخصوص انفرادیت باقی نہ رہے قطعاً غیر مناسب ہے۔ بہار صوبائی طبی کانفرنس پٹنہ ۱۲-۱۳ اپریل ۱۹۵۰ء کے نام اپنے پیغام میں انھوں نے لکھا ہے "میرے بہت سے احباب یقین رکھتے ہیں کہ ایلوپیتھک اصول اپنا کر ہم لوگ اپنے معیار کو بلند کر سکتے ہیں۔ میں اُن سے ہرگز اتفاق نہیں کر سکتا۔ میرے خیال میں صرف ملاوٹ کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ ہم لوگ ترک کئے ہوئے اصولوں کو عمل میں لائیں جنھیں ہم نے بھلا دیا ہے یا کسی غلط فہمی کی بناء پر علیحدہ کر دیا ہے اور جدید نظریوں میں سے صرف ان کو اختیار کریں جو ہم لوگوں کے بنیادی اصولوں کے خلاف نہ ہوں۔ ہم لوگوں کو اکبر الہ آبادی کی اس رباعی کے مطابق عمل کرنا چاہیے"[1]

دھونے کی ہے اے ریفارمر جا باقی کپڑے پہ ہے جب تلک دھبا باقی
دھو شوق سے کپڑے کو پہ اتنا نہ رگڑ دھبا رہے کپڑوں پہ نہ کپڑا باقی

ماہنامہ الطبیب لکھنؤ میں جس کے وہ سرپرست بھی تھے ان کے گراں قدر مضامین شائع ہوئے ہیں۔ مسئلہ اخلاط کے عنوان سے چار قسطوں میں فروری تا مئی ۱۹۴۸ء میں ان کا ایک نہایت اہم مضمون طبع ہوا ہے۔

حکیم عبدالحلیم نے بنگال طبی کانفرنس کے پہلے سالانہ اجلاس کے لئے خطبۂ صدارت لکھا تھا۔ وہ بھی فروری ۱۹۴۸ء کے شمارہ کی زینت ہے۔

۱۹۲۶ء میں جب پٹنہ میں گورنمنٹ بہار واڑیسہ نے طبی اسکول قائم کرنے کا فیصلہ کیا تو جولائی ۱۹۲۶ء میں انتخاب اساتذہ اور پرنسپل کے لئے

---

[1] روئداد بہار طبی کانفرنس ص ۱۱ مرتبہ حکیم عبدالاحد

Marfat.com

ایک کمیٹی مقرر کی۔ شفاء الملک حکیم عبدالمجید حکیم عبدالحلیم اور حکیم کبیرالدین اس کے ممبر تھے۔ اس کمیٹی نے حکیم محمد ادریس کو پرنسپل اور حکیم مولوی مظاہر احمد (مظفرپوری) کو پروفیسر دوم، حکیم مولوی عبدالحئی پٹنہ کو پروفیسر سوم اور حکیم خواجہ رضوان احمد کو پروفیسر تشریح و منافع الاعضاء مقرر کیا۔ حکیم عبدالحلیم پٹنہ طبی اسکول کے ابتدائے قیام ۲۶ جنوری ۱۹۲۶ء سے ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۸ء تک اس کی ایڈوائزری کمیٹی کے بھی ممبر رہے۔ؔ بورڈ آف انڈین میڈیسین یوپی کے ممبر کی حیثیت سے انھوں نے اہم خدمات انجام دیں۔ طبی کمیٹیوں اور تحریکوں کے علاوہ مذہبی، تعلیمی اور سیاسی و سماجی تحریکات میں بھی حصہ لیتے تھے اور لکھنؤ کے متعدد اداروں کو ان کی سرپرستی اور قیمتی تعاون حاصل تھا وہ ہندو مسلم یونٹی بورڈ، جمعیۃ العلماء صوبجات متحدہ کی مجلس انتظامیہ مدرسہ قدیمیہ فرنگی محل ٹکسال کی مجلس منتظمہ اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی مجلس شوریٰ کے رکن رہے۔ ندوہ کی مجلس شوریٰ میں خاندان عزیزی کا کوئی نہ کوئی فرد ہمیشہ ممبر رہا۔ حکیم عبدالحلیم کی وفات کے بعد جھوائی ٹولہ کے کسی فرد کے بجائے شفاء الملک حکیم خواجہ شمس الدین رکن منتخب ہوئے۔

حکیم عبدالحلیم کچھ عرصہ عارضی طور پر مسلم کلب لکھنؤ کے جائنٹ سکریٹری رہے۔ انیس احمد عباسی اس کے سکریٹری تھے۔ وہ صوبائی مسلم لیگ کے نائب صدر اور کلکتہ انشورنس کمپنی کے ایڈوائزری بورڈ کے ڈائرکٹر تھے۔ مسلم اکاڈمی سے ان کا گہرا تعلق تھا۔ انجمن فلاح المسلمین ممتاز دارالیتامیٰ کے چند سال سکریٹری اور بعد میں دو سال نائب صدر رہے۔ صدر ڈاکٹر عبدالحمید تھے۔

انھیں گراں قدر مشاہروں پر باہر بلایا گیا، چنانچہ گورنمنٹ طبیہ کالج

لؔ اس اسکول کو ۱۹۴۸ء میں کالج کا درجہ حاصل ہوا۔ اور یہ ایڈوائزری کمیٹی بہار ڈولپمنٹ آف آیورویدک اینڈ یونانی ایکٹ ۱۹۵۱ء کے جنوری ۱۹۵۲ء سے نفاذ کے بعد ختم ہو گئی۔

پٹنہ کے لئے عہدۂ سپرنٹنڈنٹ اور ریاست حیدرآباد سے عہدۂ افسرالاطباء کی پیشکش کی گئی لیکن انھوں نے قبول نہیں فرمایا۔

ان کے دوستوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ نواب علی رضا شیش محل، نواب حضور عالم، پنڈت کیلاش ناتھ بخش سے خاص دوستانہ تعلقات تھے۔ مسز وجے لکشمی پنڈت سے بھی بہت تعلق تھا۔ لکھنؤ آنے پر وہ ایک مرتبہ حکیم صاحب سے ملنے ضرور جھوائی ٹولہ جاتی تھیں۔

حکیم عبدالحلیم کو شاعری سے بھی ذوق تھا۔ عزیزؔ لکھنوی کے شاگرد تھے۔[1] حلیمؔ تخلص کرتے تھے۔ تکمیل الطب کے جلسوں میں بارہا انھوں نے اپنی نظمیں پیش کیں۔ اس موقع کی دو نظمیں ملاحظہ ہوں ؎

صدائے نالۂ شبگیر سے ہشیار کر دیں گے
جو گہری نیند سوئے ہیں انھیں بیدار کر دیں گے

سراسر جو مخالف ہیں ترے اے طب یونانی
مئے اُلفت سے تیری ہم انھیں سرشار کر دیں گے

مٹا کر خامیاں تیری تجھے ایسا سنواریں گے
ترے دشمن تری خوبی کا خود اقرار کر دیں گے

زہے قسمت وہ لوگ آئے ہیں تیری دادخواہی کو
اگر چاہیں تو دم بھر میں تجھے گلزار کر دیں گے

نہ گھبرا اس زبوں حالت سے تو اے طب یونانی
تری ڈوبی ہوئی کشتی کو پھر ہم پار کر دیں گے

تلے ہیں آج جو تجھکو مٹا کر خاک کرنے پر
بفضل ایزدی کل خود انھیں ہم خوار کر دیں گے

ہنسا کرتے ہیں جس گلشن کی ویرانی پر اعدا
اسی گلشن میں ہم پیدا نئے اشجار کر دیں گے

سمجھتے ہیں ہمارے نالۂ دل کو عبث ناداں
یہی نالے حلیمؔ اک دن فنا فی النار کر دیں گے

خوشا تکمیل طب اللہ نے یہ دن دکھایا ہے
گورنر نے ترے رتبہ کو عزت کو بڑھایا ہے

ید قدرت نے یہ کیسا سماں مجھکو دکھایا ہے
مری نظروں میں اب بغداد کا منظر سمایا ہے

---

[1] تذکرہ الاطباء ص ۵۵

Marfat.com

وہاں ہارڈن کا جلوہ تھا یاں میرس سریر آرا[1] — انھیں بھی فن طب کا آج سے شیدا بنایا ہے
نحوست طالع برگشتہ کی بدلی سعادت سے — زحل نے مشتری کو خود گلے بڑھ کر لگایا ہے
نہ ہے قسمت تمہاری ماہران طب حکومت نے — تمہاری ناز برداری کا اب بیڑا اٹھایا ہے
مزار بوعلی پر لکھ دیا ہے کلک قدرت نے — پھلے پھولے صدا یہ باغ جو تم نے لگایا ہے
زبان قاصر ہے کیونکر مدح ہو اپنے گورنر کی — خدا نے حکمراں اس کو زمانہ پر بنایا ہے
رہیں گے اہل مشرق عمر بھر منت پذیر اس کے — اس نے نسخ کے سوتے ہوئے فن کو جگایا ہے
زبان پر جوش عشرت سے یہی ہر وقت جاری ہے — بڑھے رتبہ یونہی جس طرح رتبہ بڑھایا ہے

پھڑک اٹھیں چمن میں بلبلیں بھی شاخساروں پر
حلیم خوش نوا کیا نغمۂ دلکش سنایا ہے

حکیم عبدالحلیم نے ۴۹ سال کی عمر پاکر ۱۸ اگست ۱۹۵۴ء کو لکھنؤ میں وفات پائی
قطعہ تاریخ وفات ؎

غم و رنج فرقت کا عالم یہ ہے — کہ دل ہے دو پارہ جگر ہے دو نیم
اٹھا آج دنیا سے وہ باکمال — جسے خلق کہتی تھی حاذق حکیم
وہ دنیائے حکمت کا اک مجتہد — جہان حذاقت کا یکتا زعیم
معلم بھی اور طالب علم بھی — تصانیف کا جس کے دفتر ضخیم
وہ دنیائے طب کا تھا گویا امام — وہ بے مثل تھا فن میں یکتا حکیم
وہ بیماروں کا اپنے بیمار تھا — شریک ان کا دکھ درد کا یا سہیم
وہ تھا پیکر خلق فضل و کرم — بہ لطف و مدارا بہ قلب سلیم
ہر اک نسخہ تھا نسخۂ کیمیا — کہ دانشوری تھی خود اس کی ندیم
صداقت بیانی اس کی صدا — کہ جس سے ہوئی تھی [illegible]
نفس اس کا گویا مسیحی نفس — کلام اس کا گویا مثال نسیم

---

[1] صدر جلسہ سر ولیم سنکلیر میرس گورنر ممالک متحدہ آگرہ و اودھ، جلسہ سالانہ منعقدہ ۱۳ مارچ ۱۹۲۵ء

عزیز قلوب و حفیظ مریض | وحید جہاں و رشید و کریم
مطب اس کا چرخِ چہارم کے مثل | قلم یک قلم فضل رب عظیم
غرض وہ تھا بے مثل و فرد فرید | نہ تھا کوئی حکمت میں اس کا سہیم
ادیب حزیں مبتلائے محن | جو مرحوم کا ہے دعا گو قدیم
"دکھے" دل سے یہ کہہ رہا ہے رقم | مسیحائے ثانی تھے عبد الحلیم
۷۳ | ۱۳۰۰ ۱۳۷۳ھ

حکیم عبد الحلیم کی شادی ڈاکٹر محمد اسمٰعیل سول سرجن مظفر نگر کی صاحبزادی زیب النساء سے ہوئی تھی۔ ایک صاحبزادہ ڈاکٹر عبد المتین اور ایک صاحبزادی کنیز فاطمہ موجود ہیں۔ ڈاکٹر عبد المتین کی شادی ۱۹۶۸ء میں غزالہ خاتون دختر سید اقبال احمد (گوالیار) سے ہوئی۔ احمد مومتن، اور عرشیہ خاتون اور آسیہ خاتون تین بچے ہیں۔

کنیز فاطمہ کی شادی سراج احمد (خالص پور ضلع گورکھپور) سے ۱۹۶۹ء میں ہوئی یاسمین اور روتارا احمد دو بچے ہیں۔

نمونہ مطب

از مجربات عزیزی

التصاق جفن : توتیائے سبز شب یمانی باریک کر کے رکھ لیں اور اس میں قدرے لیکر بکری کے دودھ میں پیس کر قطور کریں۔

حول : ۱- کندش عصارہ زیتون باریک کر کے ناک میں سعوط کرائیں۔

۲- عود بلساں عود صلیب عود خام کندش اشنہ کحلہ مدبر حلتیت خالص زنجبیل باریک کر کے شہد خالص میں مٹر کے برابر گولیاں بنا کر سایہ میں خشک کریں۔

احتباس الطمث : تخم کرفس بیخ اذخر سنبل الطیب دارچینی زرنباد باریک کر کے کپڑے کی پوٹلی میں کریں اور نیم گرم خشک سے پیڑو کی تکمید کریں۔

Marfat.com

حکیم عبدالعلیم

شیخ الہند حکیم عبدالعزیز کے پانچویں صاحبزادے تھے۔ ۱۹۰۷ء میں پیدا ہوئے ابتدا میں دستورِ خاندان کے مطابق طبی تعلیم حاصل کی لیکن اس سے طبیعت کو کوئی مناسبت نہیں پیدا ہوئی۔ ۵-۶ برس لکھنؤ میں انگریزی تعلیم پانے کے بعد علی گڑھ گئے اور وہاں مسلم یونیورسٹی میں تین سال اکتوبر ۱۹۲۵ء سے ستمبر ۱۹۲۸ء تک زیرِ تعلیم رہ کر انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔

۱۹۶۳ء میں جب شفاء الملک حکیم عبداللطیف فلسفی نے لکھنؤ میں دواخانہ دار المجربات قائم کیا تو حکیم عبدالعلیم اس کے منیجر مقرر ہوئے۔ ۳ رمضان ۱۹۶۴ء کو لکھنؤ میں وفات پائی۔

اپریل ۱۹۲۲ء میں بڑے بھائی حکیم عبدالحکیم کے انتقال کے بعد ان کی بیوہ عصمت آرا بیگم سے مئی ۱۹۲۵ء میں شادی ہوئی۔ صرف ایک صاحبزادے شکیل احمد ان کی یادگار ہیں۔

عصمت آرا بیگم حکیم عبدالولی کی صاحبزادی بڑی صاحب علم خاتون تھیں شعر و ادب کا بہت ستھرا ذوق رکھتی تھیں۔ سیاسی تحریکات سے گہری دلچسپی تھی خوب تقریر کرتی تھیں۔ انکی نظمیں سیاسی اور قومی شعور کی آئینہ دار ہیں انھیں

یہ ذوق اپنی والدہ سے ملا تھا جو ایک اچھی مقررہ اور فاضل خاتون تھیں۔

ایک بار عصمت آرا بیگم اور بیگم زاہدہ خلیق الزماں میں پردہ کی موافقت اور مخالفت میں دلچسپ منظوم معرکہ ہوا۔ یہ معرکہ علیحدہ رسالہ کی شکل میں طبع بھی ہوا تھا۔ نظموں کا عنوان ہوتا تھا "بہو یاں"۔ بیگم خلیق الزماں پردہ کی موافقت میں تھیں حالانکہ وہ پردہ نہیں کرتی تھیں اور عصمت آرا بیگم جو پردہ نشین تھیں پردہ کی مخالفت میں لکھتی تھیں۔ عصمت آرا بیگم کی نظم کا ایک مصرعہ ہے ؎

میں کروں عصمت پہ حملہ یہ نہیں میری مجال

صاحبزادہ ایم شکیل احمد کو شروع سے سیاسی تحریکات سے دلچسپی رہی۔ سوشلسٹ پارٹی اور کانگریس کے مختلف زمانوں میں وہ سرگرم رکن رہے۔ ۱۹۷۳ء کے اسمبلی کے الیکشن میں لکھنؤ کی شہری نشست سے کانگریس کے ٹکٹ پر شاندار کامیابی حاصل کی۔ ایم شکیل احمد تکمیل الطب کے صدر کی حیثیت سے اپنے جد امجد کے قائم کردہ ادارہ کی خدمت میں مصروف ہیں۔ ۱۹۷۴ء میں حکیم عبدالحسیب کے انتقال کے بعد اس منصب پر ان کا انتخاب عمل میں آیا۔

Marfat.com

حکیم عبدالعظیم

حکیم عبدالعزیز کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ ۱۹۰۹ء میں پیدا ہوئے عربی کی ابتدائی تعلیم مولوی عبدالمنان سے اور درس نظامیہ کی تکمیل فرنگی محل سے کی۔ طب کی کتابیں اپنے بزرگوں سے پڑھیں اور مطب شفاء الملک حکیم عبدالحمید سے حاصل کیا۔

طبی تعلیم سے فراغت کو ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ بعارضہ چیچک آخر جون ۱۹۲۷ء مطابق ۱۳۴۶ھ کو لکھنؤ میں وفات پائی۔ انتقال کے وقت تقریباً ۱۹ سال کی عمر تھی اور شادی کی نوبت نہیں آئی تھی۔

قطعہ تاریخ وفات از شمس العلماء مولانا حافظ حاجی عبدالحمید

عبدالعظیم نور نگاہ و عزیز دل — در عالم شباب چو از چشم ما نہفت
از وفات حامد غمگین از وے آہ — عبدالعظیم بود جوان سعید گفت

۱۳۴۶ھ

تاریخ افکار از حکیم کفیل الدین عالی بدایونی

کیا ہوئی ناگہاں وفات عظیم — جس سے غمگین ہر اک حکیم ہوا
خاندانی طبیب ابن طبیب — راہی جنت النعیم ہوا

دردِ فرقت سے مضطرب ہیں مریض — حال بیمارِ غم سقیم ہوا
حاصلِ زندگانی مرحوم — الف ولام وصل میم ہوا
کیوں نہ ماتم کریں شفاء الملک — موت سے اس کی دل دونیم ہوا
عازمِ خلد دارِ فانی سے — قوتِ بازوئے حلیم ہوا
ساری دنیا ہے حرفِ آہ و فغاں — داغِ مرگ و غمِ مریم ہوا

کیا تمہیں پہ ہے منحصر عالیؔ
خلق کو صدمۂ عظیم ہوا
۱۹۲۷ء

Marfat.com

حکیم حافظ عبدالمجید

حکیم عبدالحفیظ کے صاحبزادے حکیم حافظ عبدالمجید ۳ صفر ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۸۸۱ء کو پیدا ہوئے۔ درس نظامیہ سے فراغت کے بعد خاتم الحکماء حکیم عبدالعزیز کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے۔ خاتم الحکماء کی جوہر شناس نظروں نے پہلے ہی دن محسوس کر لیا تھا کہ یہ گوہر نایاب ضرور ایک دن علوم و فنون کا گنجینہ ثابت ہوگا۔ ان کی تعلیم و تربیت پر پوری توجہ صرف کی۔

حکیم عبدالمجید نے شیخ الرئیس کے کلیات قانون کی چودہ مرتبہ شیخ الہند حکیم عبدالعزیز سے قرآت و سماعت فرمائی اور دس سال تک ان کے مطب میں حاضر رہے ذہانت و حافظہ اس غضب کا تھا کہ ایک بار جس مسئلہ کو سن لیتے تھے وہ ذہن نشین ہو جاتا تھا۔ درس قانون کے وقت حکیم عبدالعزیز جو تقریریں کرتے تھے وہ علم و حکمت کا بیش بہا خزانہ ہوتی تھیں وہ سب حکیم عبدالمجید کے حافظہ میں محفوظ تھیں۔ خاندان کے معاصر اطباء میں ان کی علمی قابلیت سب سے بڑھی ہوئی تھی۔

درس و تدریس سے بے حد شغف تھا۔ تکمیل الطب کے وجود میں آنے سے دو سال قبل پڑھانا شروع کر دیا تھا۔ ۱۹۰۲ء میں جب تکمیل الطب کی بنیاد پڑی تو اس میں باقاعدہ درس دینے لگے۔ آخر عمر میں غیر معمولی ضعف کی وجہ سے دوسرے مشاغل ترک کر دیئے تھے مگر درس کا سلسلہ پابندی سے قائم رہا

Marfat.com

طب کی سبھی درسی کتابیں موجز، اقصرائی، نفیسی، شرح اسباب نہایت قابلیت سے پڑھاتے تھے لیکن کلیات قانون کے درس میں خصوصی امتیاز حاصل تھا اور اس کے پڑھانے میں اپنے زمانہ میں بے مثل سمجھے جاتے تھے۔ قانون پر انھیں اس قدر عبور تھا کہ اگر امراض۔ اس پڑھاتے وقت شیخ نے کوئی دوا کسی دوسرے عضو کے تحت لکھی ہے تو فوراً اس کا حوالہ دیتے اور یادداشت اس قدر تھی کہ صفحات اُلٹ کر اپنے دیئے ہوئے حوالہ کی عبارت طلباء کو دکھا دیتے تھے۔ خوش قسمتی سے ان کی بعض تقریریں جو ان کے ایک شاگرد محمد فرید نے قلمبند کی ہیں محفوظ ہیں۔ ایک تقریر جس پر ۸ مارچ ۱۹۱۶ء مطابق ۴ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ یوم چہارشنبہ درج ہے اس کی ایک بحث یہاں نقل کی جاتی ہے اس سے ان کے طریقۂ تعلیم اور قانون ابن سینا پر ان کے عبور کا اندازہ ہوتا ہے۔

"حمیات مطبع نامی صفحہ ۲۲ سطر ۱۴ قولہ وتمام القول فی الحمیات الدمویۃ و الصفراویۃ۔ اس عبارت شیخ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مقالہ ثانیہ کی ابتدا کلام کلی فی الحمیات البلغمیۃ سے ہے اور انتہا حمیات دمویہ وصفراویہ پر ہے پس جب کہ مقالہ ثانیہ حمیات دمویہ وصفراویہ کے بیان مباحث پر ختم ہوا تو لامحالہ مقالہ ثالثہ کی ابتدا فی الحمی البلغمیۃ سے ہونا چاہیئے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے اس لئے کہ اگرچہ کتب مطبوعہ یعنی نسخ حمیات قانون میں مقالہ ثالثہ صراحت سے مذکور نہیں ہے لیکن نسخ قلمی حمیات قانون میں مقالہ ثالثہ کی صراحت موجود ہے اور وہ صراحت فی الحمی البلغمیۃ پر نہیں ہے بلکہ کلام کلی فی الحمی الصفراویہ سے مقالہ ثالثہ شروع ہوا ہے۔ پس اب موافق نسخ قلمی اور موافق تقاضائے عقل و قیاس اور وہ قیاس یہ ہے کہ تفصیل حمیات عفنیہ بانتہا ایک مقالہ میں ذکر کیا جاوے اور احکام مشترکہ وغیرہ ایک مقالہ میں ذکر کیا جاوے۔ یہ کہ تفصیل حمی دمویہ وصفراویہ اس مقالہ میں ذکر کی جاوے کہ جس میں احکام مشترکہ وغیرہ مذکور نہیں۔ اور تفصیل حمی بلغمی وسوداوی علیحدہ مقالہ میں ذکر کی جاوے۔ ہاں یہ بات اچھی تھی کہ

Marfat.com

ایک ہی مقالہ میں احکام مشترکہ وغیرہ اور تفصیل اقسام اربعہ حمی عفنی مذکور ہوتے مگر نسخہ صحیحہ قلمی میں ایسا نہیں پایا گیا اور شیخ نے ابتدا میں ذکر فرمادیا ہے کہ الفن الاول مشتمل علی خمس مقالات پس پانچوں مقالوں کا پورا ہونا ضروری ہو گیا۔ مقالہ ثانیہ کی انتہا کلام کلی فی الحمی الصفراویہ پر ہونا چاہیئے حالانکہ تمام القول فی الحمیات الدمویۃ والصفراویہ سے اس کے خلاف ظاہر ہوتا ہے، اس عبارت کی تاویل حسن یہ ہے کہ اس عبارت میں مضاف محذوف ہے۔ پس عبارت یوں ہے تمام القول فی اعراض الحمیات الدمویہ والصفراویہ۔ مطلب یہ ہوا کہ مقالہ ثانیہ کی انتہا اس جگہ ہے کہ جہاں اعراض حمیات دمویہ وصفراویہ ختم ہوئے ہیں۔ یعنی جس جگہ شیخ نے اس فصل کو ختم کیا ہے کہ جس کا عنوان ذکر اعراض تصعب فی الحمیات الحادہ ہے۔ پس اب مقالہ ثالثہ کی کلام کلی فی الحمی الصفراویہ سے ابتدا ہو گی، جیسا کہ نسخہ صحیحہ قلمی میں موجود ہے اور قیاس بھی چاہتا ہے اور شیخ کا وعدہ بھی ہے۔" طلباء کے ساتھ ان کا برتاؤ بہت شفقت اور نرمی کا تھا۔ ان کے ایک شاگرد حکیم عبدالغنی (خلف مولانا عبدالشکور لکھنوی) نے کہا تھا ؎

دیکھ لیتا ہوں اگر چہرۂ تابانِ مجید
مجھ کو ہوتا ہے یقین آگئی ہے عید کے عید

بھول سکتا نہیں میں آپکے احسان مزید
واقعی مجھ پر ہیں کثرت سے عنایات مجید

کالج کے مقررہ اوقات کے علاوہ بعض ذی استعداد طلباء کو گھر پر بھی موقع دیتے تھے اور بغیہ کی چھوٹی مسجد میں درس عام طور پر عصر و مغرب کے درمیان ہوا کرتا تھا، کبھی کبھی یہ درس ہفتوں ٹلتا اور جب طلباء پہونچتے تو حکیم صاحب عذر فرماتے لیکن جس دن سبق ہوتا اس دن طلباء وہ لطف محسوس کرتے کہ تمام ناغے بھول جاتے۔

تقریر بہت عالمانہ اور دلنشین ہوتی تھی۔ ان کے شاگرد سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ شفاء الملک حکیم عبداللطیف فلسفی کو بھی ان سے تلمذ کی خاص نسبت حاصل تھی۔

۱۹۲۶ء میں وہ تکمیل الطب کے پرنسپل بنائے گئے۔ ۱۹۳۰ء تک وہ پرنسپل رہے مگر انتظامی معاملات اور مسائل سے طبعاً عدم دلچسپی کی وجہ سے ۱۹۳۰ء میں ان کی جگہ حکیم عبدالمعید پرنسپل کے عہدہ پر فائز ہوئے۔

حکیم عبدالمجید طب کے علوم آلیہ منطق و فلسفہ کے ساتھ ہی عربی ادب میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ ان کی تصانیف میں ایک ابانۃ المحجۃ لمن سلک الطریقۃ المعوجۃ ہے۔ مسیح الملک حکیم اجمل خاں نے پانچ مسائل میں جمہور اطباء سے جو اختلاف کیا تھا اس کے جواب میں ۱۳۳۰/۱۹۱۲ء میں حکیم عبدالمجید نے یہ عربی رسالہ تصنیف کیا تھا۔

حکیم حلیف علی رعنب کے عربی اور فارسی قطعات تاریخ میں سے عربی قطعہ کے بعض اشعار یہ ہیں[1]

الا جنذا عبدالمجید اخو النُّہٰی — مجیدٌ وحیدٌ فی الصناعۃ ناقد
حکیم کریم ذو المفاخر فاضل — طبیبٌ لبیبٌ ذو المآثر ماجد

ان کی دوسری کتاب تذکار الصحت ہے۔ اس کتاب میں دبیلۃ الکبد کے معالجہ پر نہایت شرح و بسط سے بحث کی گئی ہے۔

علامہ نجیب الدین سمرقندی کی مشہور درسی کتاب اسباب وعلامات بھی طلباء کی آسانی کے لئے انھوں نے مدون کی۔ ان کی تصحیح و اہتمام سے ۱۹۰۶ء میں یہ مطبع نامی لکھنؤ سے طبع ہوئی ہے۔ "اسباب وعلامات" تکمیل الطب کے نصاب میں شامل تھی۔

---

[1] کلیات رعنب میں گیارہ اشعار پر مشتمل عربی قطعہ اور پانچ اشعار پر مشتمل فارسی قطعہ موجود ہے۔

Marfat.com

ابتدا میں طبی تحریکات سے بھی دلچسپی رہی۔ لکھنؤ میں جو آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس قائم ہوئی تھی اس کے جنرل سکریٹری رہے۔

ذکاوت وذہانت اور علمی قابلیت کے ساتھ ہی حذاقت ومہارت فن میں وہ متقدمین اطباء کی یادگار تھے۔ روزمرہ کی معمولی باتوں سے لے کر اہم علمی مباحث اور امور نسخہ نویسی، طب علمی اور مرکبات کے طویل نسخوں سے لے کر زیر علاج مریضوں کے حالات ہر ایک میں ان کی قوت حافظہ کے کرشمے دیکھنے میں آتے تھے۔ عمر کے آخری حصہ تک یادداشت میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ تقریباً ۲۵ سال تک تراویح میں قرآن نہیں سنایا لیکن وفات سے ایک سال قبل، پہلے سے کسی ارادہ اور تیاری کے بغیر چاندرات کو تراویح پڑھانے کھڑے ہوگئے اور اس روانی اور صحت کے ساتھ قرآت فرمائی کہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی حفظ قرآن سے فارغ ہوئے ہیں۔

قناعت، ایثار اور قدیم اطوار و وضع کا نمونہ تھے۔ دہلی، پٹنہ اور حیدرآباد سے بیش قرار مشاہروں پر بلایا گیا مگر تکمیل الطب کو چھوڑ کر کہیں جانا گوارا نہیں کیا۔ طبیعت میں بڑی یکسوئی اور وضعداری تھی، رہن سہن، لباس، گفتگو لوگوں سے تعلقات کسی بھی شعار میں جو انداز شروع سے قائم تھا اس میں آخر تک فرق نہیں آیا۔ نازک مزاج، کم گو اور خاندان کے دوسرے اراکین کے مقابلہ میں مجلسی نہیں تھے۔ ہر مسلک کے علماء کا احترام فرماتے۔ مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے ابتدائی عمر میں شرف بیعت حاصل کیا تھا۔

۵ ستمبر ۱۹۵۰ء کو ۵۰ سال سے زیادہ علم وفن کی خدمت میں گزار کر بعمر ۷۰ سال راہی بقا ہوئے۔ احتباس بول کی شکایت ہوگئی تھی۔ ان کا ایک خاص ملازم رشید خاں عرف اللہ جو ان کے ہمراہ ایک مریض کو دیکھنے کے سلسلے میں کلکتہ گیا تھا اور وہاں سے واپسی پر کالا آزار میں مبتلا ہوکر فوت ہوا،

Marfat.com

اس کا ان کو بہت صدمہ تھا۔

قطعات تاریخ وفات

از حکیم سید نور العین حسن راغب (چھپاری)

بقراطِ وقت تاجِ اطبا و پناہ طب — رحلت نمود حیف جدا از عالم فنا
ہنگامِ ارتحال براغب سروش گفت — عبد مجید داخل فردوس مرحبا

۱۳۶۹ھ

حاذق دوراں طبیب بے بدل عبد المجید — کرد از ہجر دوامش سینہ و دل چاک چاک
در پئے سالِ وفاتش راغب زار و حزیں — گفت تاریخش سخی یکتا زماں شد زیر خاک

۱۳۶۹ھ

آہ استاد اطبا و جانِ طب کانِ علوم — رفت از دارِ فانی پیغامِ وصلش چوں رسید
از نوید غیب راغب گفت تاریخ وصال — ماشاء اللہ رفت در قصر جناں عبد المجید

۱۹۵۰ء

ان کے تلمیذ رشید حکیم محمد سمیع اللہ خاں کے طویل عربی مرثیہ کے علاوہ جو تکمیل الطب کالج میگزین کے مجید نمبر میں طبع ہو چکا ہے دو فارسی قطعے یہ ہیں۔

در دلم سوز نہاں بر لبم آہ و فغاں — خون ز چشمانم رواں، در پئے پیر مغاں
رفت از باغ جہاں سوئے گلزار جناں — آہ فخر دوداں، یادگار کاملاں

۱۳۶۹ھ

ظل آں ابر کرم، رفت در دا از سرم — آہ سوزاں میکشم جیب و داماں می درم
آں حکیم نامور حافظ عبد المجید — از عنایاتِ خدا شد بگلزار ارم

۱۹۵۰ء

دیگر بصنعت معجمہ

صنعت معجمہ میں مادہ تاریخ یعنی مصرعہ چہارم کے صرف نقطہ دار حروف شمار کئے جاتے ہیں۔

Marfat.com

عالم سے سدھارے سوئے فردوس بریں — وہ سراپا مہر و شفقت، کاملوں کے تاج آہ
معجمہ میں کہہ رہا ہے یہ دلِ حسرت نصیب — ہوگئے ہیں زینتِ آغوشِ مرقد آج آہ

۱۹۵۰ء

دیگر بصنعت معجمہ

کر گئے امامِ طب رحلت — جن کے دم سے تھی بزم کی زینت
لکھ دو منقوطہ میں وفات کا سال — اے دریغا وہ مصدرِ شفقت

۱۹۵۰ء

دیگر بصنعت مہملہ

مادۂ تاریخ میں صرف غیر منقوطہ حروف شمار کیے جاتے ہیں اور نقطہ دار ترک کر دیے جاتے ہیں۔

آہ مسیحِ وقت، یکتائے جہاں عبدالمجید — کرد چوں عزمِ سفر سوئے گلستانِ جناں
گفت ایں حسرت زدہ رودادِ غم در مہملہ — بر سرم آوردہ گردوں وائے رنجِ بیکراں

۱۳۶۹ھ

دیگر بصنعت بینات

اس صنعت میں حروف مکتوبی چھوڑ کر صرف حروف ملفوظی کے اعداد لیے جاتے ہیں۔ مثلاً حرف ش کہ ابجد کے قاعدہ سے اس کے ۳۰۰ عدد ہوتے ہیں لیکن چونکہ اس کے تلفظ میں ی اور ن بھی شامل ہے اس لیے ش کے ۳۰۰ چھوڑ کر حروف ملفوظی ی اور ن کے عدد یعنی ۶۰ لیے جائیں گے۔

اخگرِ جگرم شعلہ ست بجاں از دیدۂ حیراں اشک رواں
تیرہ ست جہاں دردکشاں چوں پیرِ مغاں شد زیرِ زمیں

پر سندہ زمن از بہر سنش در بینہ تا بخشش بر خوان
اے ہے شد از بستانِ جہاں آں شیخ زماں در خلد بریں

۶۹ ـــــــــــــــ ۱۳ھ

حکیم عبدالمجید علمی اور تدریسی میدان ہی کے آدمی نہیں تھے۔ تشخیص مرض میں انھیں خاص ملکہ تھا اور تجویز نسخہ میں بھی ان کے فنی کمال کا مظاہرہ ہوتا تھا۔ مگر دست شفا نہ تھا اس لئے مریض کم رہتے تھے۔ کانپور میں ان کے مریضوں کا بڑا حلقہ تھا۔ ان کے اصرار پر ہر اتوار کو کانپور تشریف لے جاتے اور وہاں مطب کرتے۔

۱۹۳۲ء میں رمضان المبارک کے زمانہ میں مولانا اشرف علی تھانویؒ تلت نوم خشونت صدر، ضیق النفس اور سعالِ شدید میں مبتلا ہوئے۔ مقامی اطباء کے علاج سے کسی طرح آرام نہیں ہوا۔ حکیم صاحب سے رجوع کیا گیا۔ انھوں نے درج ذیل نسخہ لکھ کر روانہ کیا۔ اس کے چند روز کے استعمال سے مولانا کی تمام شکایتیں رفع ہوگئیں۔

گل بنفشہ کشمیری گل نیلوفر آبریشم خام مقرض تخم خطمی تخم خبازی تخم کتان گل اروسہ برگ لسلسہ زرد ہر ایک ۶ گرام سپستان ۳۰ عدد اصل السوس مقشر ۶ گرام رات کو عرق عنب الثعلب ۲ کلو میں بھگو کر صبح جوش دیں جب ایک حصہ جل جائے تو مل چھان کر صاف کریں۔ پھر نبات سفید ۵۷ ۳ گرام رب السوس سرخ ۱۲ گرام شیرۂ مغز تخم خیار ۱۲ گرام شیرۂ مغز بادام ۱۲ گرام شیرہ مغز پستہ ۱۲ گرام شیرۂ تخم خشخاش سفید ۱۲ گرام شیرہ مویز منقیٰ ۲۰ دانہ اضافہ کر کے آگ پر قوام تیار کریں۔ اور صمغ عربی ۳ گرام کہربائے شمعی ۳ گرام تخم گاؤزبان ۳ گرام بنسلوچن کبود ۳ گرام زہرمہرہ خطائی ۳ گرام باریک پیس کر تھوڑا تھوڑا قوام میں ملاتے جائیں اور بدستور معروف قوام کر کے لعوق تیار کریں۔ اس کے

بعد یہ لعوق ۱۲ گرام چاٹ کر اوپر سے اصل السوس مقشر ۴ گرام گل زوفا ۴ گرام تخم کتاں ۴ گرام تخم خطمی ۶ گرام سپستان ۱۰ دانہ آبریشم خام مقرض ۳ گرام عرق عنب الثعلب میں جوش دے کر صاف کر کے شربت بنفشہ ۲۵ گرام حل کر کے شیرہ مغز بادام شیریں ۷ عدد اضافہ کر کے وقت افطار پئیں۔ اور سحر کے وقت درج بالا لعوق ۱۲ گرام کھا کر اوپر سے شیر گاؤ خالص دو حصہ آب جوشاندہ چار ایک حصہ قند سفید سے میٹھا کر کے پئیں۔

ایک مریضہ کو بحالت حمل پہلے نفث الدم کی شکایت ہوئی۔ صحت ہونے کے چند ہی دن بعد عرق النسا کی سخت تکلیف پیدا ہو گئی۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل نسخے تجویز فرمائے جن سے ازالۂ مرض ہو گیا۔

جوارش جالینوس ۶ گرام پہلے کھا کر اوپر سے تخم کتاں ۹ گرام عرق مکوہ ۱۲۵ گرام میں جوش دے کر صاف کر کے شربت خانہ ساز ۲۵ گرام حل کر کے پئیں۔

نسخہ شربت خانہ ساز: بادیان انیسون عشبہ اصل السوس مقشر تخم کتاں برگ بادرنجبویہ اسطوخودوس منڈی گل سرخ ہر ایک ۶ گرام شب کو تازہ پانی ایک کلو میں بھگو کر صبح جوش دیں جب ایک حصہ پانی جل جائے تو صاف کر کے قند سفید سوا کلو اضافہ کر کے قوام بنائیں اور شربت تیار کریں۔

تکمید:- نانخواہ نمک لاہوری خاکسی حلبہ ہر ایک ۱۲ گرام باریک کر کے کپڑے کی پوٹلی میں کریں اور نیم گرم سینکیں۔

ایک خاتون کو مسلسل متعدد بار اسقاطِ حمل ہو چکا تھا۔ چوتھی یا پانچویں مرتبہ استقرار کو تین ماہ نہیں گزرے تھے کہ پھر اسقاط کے آثار شروع ہو گئے۔ ساتھ ہی قبض کی بھی شکایت تھی۔ حکیم صاحب کے درج ذیل نسخے سے اسقاط رک گیا اور اس کی شکایت پھر نہیں ہوئی۔ علاج تقریباً ایک

Marfat.com

ماہ جاری رہا۔

زہر مہرہ خطائی کہربا شمعی لیشب انگوری لیشب کافوری عود غرقی تخم ستاؤ زیاں مصطگی رومی پوست بیرون پستہ بہمن سرخ کمرکس موچرس بادیان گل سرخ بہمن سفید ہموزن باریک کرکے سفوف تیار کریں۔

اس سفوف میں سے ۶ گرام کھا کر اوپر سے مویز منقیٰ ۔ادانہ عرق بادیان ۱۸۵ گرام میں پیس کر کے پیئیں۔

ایک حاملہ عورت فساد دم میں مبتلا تھی۔ سارے بدن میں پھوڑے پھنسیاں نکل رہی تھیں اسکے لئے درج ذیل نسخہ تجویز کیا جس سے وہ صحت یاب ہوگئی اور حمل کو بھی نقصان نہیں ہوا۔

رسوت زرد مغز نیم کولی گل سرخ مغز بادام شیریں باریک کر کے لعاب کیترا میں چنے کے برابر گولیاں بنائیں اور سایہ میں خشک کریں۔

یہ گولیاں پانچ عدد کھا کر اوپر سے شربت خانہ ساز ۲۰ گرام آب تازہ ۱۲۵ گرام میں حل کر کے پیئیں۔

نسخہ شربت خانہ ساز : افیتمون ولایتی درصرہ بستہ ۶۰ گرام عشبہ مغربی ۶۰ گرام رات کو آب تازہ ایک کلو میں بھگو کر صبح مل چھان کر قند سفید ۵۰۰ گرام اضافہ کر کے قوام بنائیں اور شربت تیار کریں۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ۱۹۴۱ء میں بغرض علاج لکھنؤ تشریف لائے۔ اس وقت حضرت کی عمر اناسی سال تھی۔ چار سال سے اسہال میں مبتلا تھے۔ ضعف ونقاہت کا غلبہ تھا پاؤں گھٹنوں تک متورم ہو گئے تھے وطن میں مسلسل علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔ لکھنؤ پہنچ کر شفاء الملک حکیم عبدالمعید کے زیر علاج ہوئے۔ مگر جلد ہی شفاء الملک موصوف مسلم یونیورسٹی کورٹ کی میٹنگ میں شرکت کے لئے علی گڑھ تشریف لے گئے۔ اس لئے

Marfat.com

حکیم حافظ عبدالمجید صاحب سے رجوع کیا گیا حکیم صاحب نے کمال حذاقت سے علاج شروع کیا تین ہی دن میں شکایات کم ہونے لگیں اور دو ہفتوں میں اسہال بند ہو گئے اور براز کا رنگ و قوام درست ہو گیا اور باوجود کبر سنی کے قوت میں بھی نمایاں اضافہ ہوا علاج میں خاص بات یہ رہی کہ آپ نے پہلے روز جو نسخے تجویز فرمائے کسی ترمیم و تنسیخ کے بغیر وہ آخر تک جاری رہے۔ نسخے درج ذیل ہیں۔

لک مغسول ۱ گرام، زہر مہرہ خطائی ۱ گرام، زرورد ۱ گرام، عنبر اشہب ۱/۴ گرام مشک خالص ۱/۴ گرام ورق نقرہ ۲ عدد ورق طلا ۱ عدد باریک کر کے شربت خشخاش میں ملا کر پہلے چاٹیں اوپر سے دارچینی ۲ گرام گردسماق ۲ گرام عرق بادیان ۶۰ گرام میں جوش دے کر صاف کر کے پئیں۔ (صبح وسہ پہر)

پوست سنگ دانہ مرغ ۳ گرام، پوست سنگ دانہ بٹیر ۳ گرام، پوست سنگ دانہ تیتر ۳ گرام، پوست زرد ترنج ۳ گرام، پوست بیرون پستہ ۳ گرام خبث الحدید ۳ گرام گردسماق ۳ گرام باریک کر کے لعاب صمغ عربی میں بقدر نخود گولی تیار کر کے سایہ میں خشک کریں اور تین گولیاں کھانا کھانے کے بعد استعمال کریں۔ اس کے بعد تکمیل و استحکام صحت کے لئے حسب ذیل عرق کا نسخہ تجویز فرمایا۔

زیرہ سفید، تخم بارتنگ ولایتی، بیلگری خام، عود غرقی، ربیل خرد، مسلم، عود صلیب، بادیان، انیسون، پودینہ خشک، بیخ اذخر، سنبل الطیب، لک مغسول، تخم فرنجمشک، درونج عقربی، گل سرخ، تخم خربزہ، تخم کاسنی ہر ایک ۲۵ گرام شب کو گلاب خالص ۳ کلو میں خیساندہ کر کے صبح قلعی دار دیگچے میں ڈال کر آب مروق پودینہ سبز ۲۵۰ گرام آب مروق بارتنگ سبز ۲۵۰ گرام آب لیموں کاغذی ۲۵۰ گرام زعفران ۴ گرام پوٹلی میں باندھ کر نیچہ کے منہ پر لٹکا کر حسب دستور معروف عرق کشید کریں۔

۱۹۴۳ء میں جب مولانا تھانوی مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور مقامی علاج سے کوئی افاقہ کی صورت نہیں پیدا ہوئی تو پھر حکیم عبدالمجید صاحب سے رجوع کرنے کا ارادہ کیا گیا۔ مولانا شدت مرض اور ضعف مفرط کی وجہ سے سفر کے متحمل نہیں تھے اور نہ حکیم صاحب کو زحمت سفر دینا چاہتے تھے مگر آخر میں مجبوراً حکیم صاحب کو یاد کیا گیا۔ حکیم صاحب اس شرط کے ساتھ تھانہ بھون تشریف لیجانے پر آمادہ ہوئے کہ بجز سفر خرچ کے اور کچھ نہ دیا جائے اور سفر خرچ کے لئے بھی شرط یہ ہے کہ کوئی صاحب ساتھ ہوں اور وہ اپنے ہاتھ سے خرچ کریں۔ اس سفر میں ان کے شاگرد رشید حکیم محمد سمیع اللہ خاں ہمراہ تھے۔ بارگاہ اشرفی میں جب پہنچے تو مرض اپنا پورا کام کر چکا تھا۔ تاہم انھوں نے اپنی پوری توجہ کے ساتھ علاج شروع کیا جس سے بظاہر نفع بھی محسوس ہونے لگا مگر پیام اجل نے علاج کی مہلت نہ دی۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی نے بھی ان کے علاج کا تذکرہ کیا ہے۔[۱]

حکیم عبدالمجید کی شادی شیخ احمد حکیم عبدالعزیز کی صاحبزادی خدیجۃ الکبریٰ سے ہوئی تھی۔ ۱۹۰۵ء میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس نے چند ماہ کے بعد انتقال کیا۔ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء بروز جمعہ خدیجۃ الکبریٰ نے بھی وفات پائی۔ آہ آہ خدیجہ خانم (۱۳۲۵ھ) سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔

حکیم عبدالمجید کی دوسری شادی حکیم عسکری کی صاحبزادی قمر جہاں سے ہوئی جن سے دو صاحبزادیاں شکیلہ بیگم اور اشتیاق جہاں بیگم اور ایک صاحبزادہ عبدالوکیل ہیں۔ اشتیاق جہاں بیگم نے حکیم حافظ عبدالمجید سے طب کی کچھ کتابیں پڑھی تھیں۔

۱۔ حکیم الامت ص ۴۰۴

شفاء الملک حکیم عبدالمعید

حکیم عبدالمعید ۱۲ جمادی الاول ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۸۸۵ء کو پیدا ہوئے۔ جن لوگوں سے انھیں تعلیم کا موقع ملا وہ اپنے عہد کے فاضل اساتذہ تھے۔ ان میں مولانا محمد فاروق چریاکوٹی (استاد مولانا شبلی نعمانی) مولانا حفیظ اللہ مدرس اعلیٰ ندوۃ العلماء، مولانا حفیظ اللہ باجوڑی اور مفتی عبداللطیف جیسے یگانۂ عصر شامل ہیں طب کی ابتدائی کتابیں اپنے والد حکیم عبدالوحید سے پڑھیں اور انہی کے مطب میں نسخہ نویسی کی مشق شروع کی۔ ۱۳۲۰ھ میں ۱۷ سال کی عمر میں والد کے سایہ سے محروم ہوگئے، عم نامور شیخ الہند حکیم عبدالعزیز نے اپنی آغوش شفقت میں لیا۔ بقیہ کتابیں اُن سے اور خاندان کے دوسرے بزرگوں سے ختم کیں۔ اور چار پانچ سال متواتر ان کے مطب میں بیٹھ کر نسخہ نویسی کے نکات اور تشخیص کے خاندانی اصول ذہن نشین کیے۔

حکیم عبدالعزیز نے انھیں سرجری کی بھی باقاعدہ تعلیم دلائی تھی۔ کچھ عرصہ شفاخانہ تکمیل الطب میں شعبۂ سرجری سے وابستہ رہے لیکن سرجری سے شغف پیدا نہیں ہوا۔ تکمیل الطب میں درس و تدریس کا سلسلہ بھی رہا۔ لیکن ان کی طبیعت کا اصل رنگ مطب تھا۔ ۱۹۰۸ء میں حکیم عبدالعزیز کی حسب ہدایت اپنے والد کی مسند طبابت پر بیٹھے۔ اور ان کا علیحدہ مطب قائم ہوا۔

انھوں نے تقریباً ۶۵ برس مطب کیا اور اس شان سے کیا کہ متقدمین کے مطب کی جلالت شان اور حذاقت کا بہترین نمونہ ان کے ہاں نظر آتا تھا۔ حکیم یعقوب کے استثنا کے ساتھ حکیم ابراہیم، حکیم مسیح، حکیم حافظ عبدالعلی اور خاندان کے دوسرے ارکان کا خاصہ زمانہ لکھنؤ سے باہر گزرا، حکیم عبدالوحید، حکیم عبدالولی، حکیم عبدالرشید حکیم عبدالحمید، حکیم عبدالحکیم، حکیم عبدالحلیم کی عمر نے زیادہ وفا نہ کی۔ لیکن حکیم عبدالمعید نے ۶۵ برس سے زیادہ جھوائی ٹولہ میں جم کر مطب کیا اور غیر معمولی شہرت اور عظمت حاصل کی۔ لکھنؤ میں اُن کے مطب کی دھوم تھی اور مقامی اور بیرونی مرضا کی بڑی تعداد ان کے مطب میں موجود رہتی تھی۔

۱۹۱۹ء میں خادم الاطباء کے نام سے انھوں نے ایک رسالہ جاری کیا۔ اس کا پہلا شمارہ ۹ مئی ۱۹۱۹ء کو نکلا۔ اس زمانہ میں پہلی عالمگیر جنگ کے اثر سے ترکی کی شکست کے باعث مسلمانوں میں بہت سیاسی ہیجان تھا اور انگریز مسلمانوں کو بہت مشتبہ نظر سے دیکھتے تھے لیکن حکیم صاحب کی شخصیت اور اطباء جھوائی ٹولہ کے اثرات اس قدر تھے کہ ڈپٹی کمشنر لکھنؤ مسٹر جابلنگ نے اس رسالہ کو ضمانت سے مستثنیٰ رکھا۔ ابتدا میں یہ رسالہ نول کشور پریس میں چھپتا رہا اور جب اس کا ذاتی پریس قائم ہوا تو اس کو بھی ضمانت سے مستثنیٰ قرار دیا گیا اور نومبر ۱۹۱۹ سے رسالہ طبی پریس جھوائی ٹولہ سے طبع ہونا شروع ہوا۔

ملک کے طبی حلقوں میں رسالہ کو بڑی قدر اور پسندیدگی کی نگاہ حاصل ہوئی۔ لکھنؤ کے طبی مکتب خیال کا یہ پہلا پرچہ تھا۔ مسیح الملک حکیم اجمل خاں نے اس کی علمی و فنی حیثیت کا اعتراف کیا۔ اور بلند توقعات ظاہر کیں۔ ۱۹۱۱ء میں شفیق چچا حکیم عبدالعزیز کا سانحہ رحلت جس درجہ روح فرسا تھا وہاں محبت کرنے والے بھائیوں کی موجودگی صبر و طمانیت کا باعث تھی۔ اپریل ۱۹۲۰ء میں ابن عم شفاء الملک حکیم عبدالرشید کی موت ان کے لئے بےحد صدمہ کا باعث بنی، اور مطب، کالج اور دوسری مصروفیات بہت بڑھ گئیں۔ خادم الاطباء کے لئے

Marfat.com

وقت نکالنا مشکل ہو گیا۔ اس کی ادارت حکیم عبدالحکیم کے سپرد کی لیکن دوسرے ہی سال ۱۹۲۲ء میں ان کے عین عالم جوانی میں وفات پا جانے کی وجہ سے خادم الاطبا بند ہو گیا[1]

۱۹۳۰ء میں حکیم عبدالمعید تکمیل الطب کے پرنسپل اور آنریری جائنٹ سکریٹری مقرر ہوئے۔ اسی زمانہ میں لکھنؤ میں اسٹیٹ ایڈ ڈطبی اسکول کا قیام عمل میں آیا۔ اس سے تکمیل الطب میں طلباء کی تعداد اور اس کی تعلیمی اہمیت متاثر ہو سکتی تھی۔ لیکن ان کے حسن انتظام، تدبر، شخصی اثرات اور حذاقت فن نے یہ موقع نہیں آنے دیا اور تکمیل الطب برابر ترقی کی منزلیں طے کرتا رہا۔

۱۹۳۶ء میں جب شفاء الملک حکیم عبدالحمید حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے تو حکیم عبدالمعید تکمیل الطب کے عارضی آنریری سکریٹری بنے۔ ان کی غیر موجودگی میں انھوں نے جنرل وارڈ کی تعمیر کے لئے فراہمی چندہ میں کافی کوشش کی ۱۹۳۷ء میں حکیم عبدالحمید نے واپسی حج کے بعد ان کی کارکردگی سے متاثر اور مطمئن ہو کر اپنی جگہ بدستور آنریری سکریٹری رکھا اور ان کی طرف سے اصرار کے باوجود خود اس منصب کو دوبارہ قبول نہیں کیا۔ اس طرح حکیم عبدالمعید شفاء الملک حکیم عبدالحمید کی حیات میں ۴ سال آنریری سکریٹری رہے اور تقریباً ۲۶ سال آنریری سکریٹری رہنے کے بعد ۱۹۶۲ء میں سبکدوش ہوئے۔ ۱۹۶۲ء سے خان بہادر شیخ اقبال علی (شفاء الملک حکیم عبداللطیف کے سمدھی) آنریری سکریٹری

---

[1] مئی ۱۹۱۹ء سے اپریل ۱۹۲۰ء تک مدت ایک سال رسالہ ان کی ادارت میں نکلا۔ مئی ۱۹۲۰ء سے دسمبر ۱۹۲۰ء تک مسلسل ۸ ماہ اس کی اشاعت بند رہی۔ جنوری ۱۹۲۱ء سے رسالہ کا نیا نظم کیا گیا۔ سید محمد حامد حسین عرف مشرف حسین (شفاء الملک حکیم عبداللطیف کے حقیقی خالہ زاد بھائی اور برادر نسبتی) کو نہ صرف حقوق ملکیت منتقل کئے گئے بلکہ وہ اس کے پرنٹر و پبلشر بھی مقرر ہوئے اور حکیم عبدالحکیم ایڈیٹر اور حکیم عبدالحلیم سب ایڈیٹر بنائے گئے۔

Marfat.com

اور شفاء الملک حکیم عبداللطیف صدر قرار پائے۔

حکیم عبدالمعید تکمیل الطب کی پرنسپلی کے عہدہ پر ۱۹۳۰ء سے ۱۹۴۶ء تک فائز رہے۔ ۱۹۴۶ء میں انھوں نے حکیم عبدالحسیب کو پرنسپل اور آنریری جائنٹ سکریٹری مقرر کیا۔

حکیم عبدالمعید نے تکمیل الطب کی ترقی کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیں اور خاندان میں سب سے زیادہ طویل عرصہ تک انھیں تکمیل الطب سے مختلف حیثیتوں سے وابستہ رہنے کا موقع ملا۔ ۱۹۰۲ء سے ۱۹۶۹ء تک وہ اس کی فلاح و ترقی کے لئے کوشاں رہے، انہی کی کوششوں سے ۲ فروری ۱۹۴۱ء کو حکومت کی طرف سے تکمیل الطب کو تسلیم کیا گیا اور بورڈ آف انڈین میڈیسن یوپی سے اس کا الحاق ہوا اور کالج کی گرانٹ بھی بڑھائی گئی۔

حکیم عبدالمعید اگرچہ ہمیشہ مطب اور معالجہ کے آدمی رہے لیکن طبی سیاست رفاہی امور اور دوسری تحریکوں میں بھی انھوں نے حصہ لیا۔ آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس لکھنؤ میں شفاء الملک حکیم عبدالرشید کے ساتھ سرگرم عمل رہے۔ ۱۹۲۶ء میں شفاء الملک حکیم عبدالحمید کی سرکردگی میں جب اطباء لکھنؤ نے آل انڈیا وید ک اینڈ طبی کانفرنس میں شرکت کی تو حکیم عبدالمعید بھی ۱۹۲۶ء کے چودھویں سالانہ اجلاس منعقدہ دہلی میں شریک ہوئے اور کانفرنس کے پروگراموں میں دلچسپی لیتے ہوئے متعدد تجاویز کی تحریک اور تائید کی۔ ۱۹۲۷ء کی رامپور کانفرنس میں بھی انھوں نے شرکت فرمائی۔

وہ آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس لکھنؤ کے جائنٹ سکریٹری، انجمن طبیہ صوبہ جات متحدہ کے سکریٹری، پٹنہ طبی اسکول کی ایڈوائزری کمیٹی بورڈ آف انڈین میڈیسن یوپی، مسلم یونیورسٹی کورٹ، طبیہ کالج علی گڑھ کی تعلیمی کمیٹی اور متعدد دوسری جگہوں کے ممبر رہے۔ ۲۶ مارچ ۱۹۳۹ء کو انھوں نے پٹنہ طبی اسکول کے جلسہ تقسیم اسناد کی صدارت کی اور فکر انگیز صدارتی خطبہ دیا۔

۱۹۴۱ء میں ان کی طبی خدمات کے اعتراف میں حکومت نے انھیں شفاء الملک کا خطاب عطا کیا۔

وہ برصغیر میں یونانی معالجہ میں فرد فرید تھے۔ دور دور سے لوگ ان کے علاج کی غرض سے لکھنؤ کا سفر کرتے تھے۔ ان کے مطب کا رنگ قدیم اور روایتی تھا وقار اور سنجیدگی کے ساتھ ایک خاص شان نمایاں رہتی تھی۔ طرز علاج بھی خالص قدیم تھا۔ علاماتی علاج کے وہ قائل نہ تھے۔ امراض کے اسباب پر نظر رہتی تھی اور انہی کے ازالہ پر اپنی توجہ مرکوز رکھتے تھے۔ مفردات کے نسخوں میں نئی نئی ترکیب اور امراض متضادہ میں ذوجہات ادویہ کے انتخاب میں کمال حاصل تھا۔

ان کے مطب کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ مریض کا پوری دلچسپی اور توجہ سے معائنہ کرتے تھے۔ عجلت یا بے توجہی سے کبھی کام نہ لیتے۔ اطمینان سے مریض کے حالات سنتے، غور سے نبض دیکھتے، قارورہ و براز کا معائنہ کرتے اور متعلقہ طبی امتحان اور ضروری استفسارات کرتے۔ مطب میں مریضوں کے ہجوم کا ایک مدت تک یہ حال رہا ہے کہ شفاخانہ تکمیل الطب میں داخل ہوتے ہی وہ پھاٹک بند کروا دیتے تھے اور جتنے مریض ان کے انتظار میں پہلے سے موجود ہوتے تھے صرف انھیں کو دیکھتے تھے۔

جن لوگوں نے ان کا مطب دیکھا ہے یا ان سے درس لیا ہے یا جنھیں ان کی نشستوں میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا ہے وہ اس بات کے گواہ ہیں کہ ان کی گفتگو اور تشخیص و تجویز فن دانی اور حذاقت کا کامیاب مرقع تھی۔ تحقیق و تفحص کرنے والوں کو ان کی ہر بات میں وہ گوہر نایاب مل جاتے تھے جو برسوں تک کتابوں کی ورق گردانی سے حاصل نہیں ہوتے۔

حکیم عبدالغنی نے ان کے لئے کہا تھا۔

دلِ مضطر کے حق میں وجہِ قرار — گلستاں کے لئے نوید بہار
حسنِ اخلاق اور حیا پرور — دل سے نکلی ہوئی دعائیں نثار

Marfat.com

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

راقم الحروف کو زمانۂ طالب علمی ہی سے نیاز کا موقع ملتا رہا۔ علی گڑھ ان کی آمد ورفت کا سلسلہ رہتا تھا۔ معالجات کا امتحان لینے بھی آتے رہتے۔ قلبی تعلق اور عقیدت واحترام میں استاد شفیق شفاء الملک حکیم عبداللطیف صاحب کی نسبت خصوصی ہی کارفرما تھی، فنی عظمت کے جس مرتبہ پر وہ فائز تھے اس کا تقاضہ بھی شامل تھا۔ ان کے انتقال کے سال ۱۹۶۹ء میں جب راقم الحروف کی کتاب علم الامراض طبع ہوئی تو ان کے نام اسے معنون کرنے کی سعادت حاصل کی۔ قومی اور ملی تحریکوں اور شہر کی متعدد انجمنوں سے ان کا تعلق تھا۔ دارالمبلغین کی تاسیس سے پورے ۶۳ سال تک وہ اس کی مجلس عاملہ کے اہم عہدوں پر رہے اور ۱۹۶۱ء سے اس کی مجلس انتظامیہ کے صدر رہے۔ ان کے انتقال پر وہاں کے جملہ شعبوں میں ایک روز کی تعطیل رہی وہ ایک آنہ فنڈ کی مجلس انتظامیہ کے بھی ممبر رہے۔

ایک کامیاب ترین طبیب اور صاحب عزوجاہ ہونے کے علاوہ اپنی نجی زندگی میں وہ اسلامی اخلاق کا بلند نمونہ تھے۔ اوقات کے پابند، عبادت گزار، بامروت، خلیق، حقوق کی ادائیگی کا خاص خیال رکھتے تھے۔ عزیزوں سے ان کا حسن سلوک بہت بڑھا ہوا تھا۔ ان کے انتقال سے نہ جانے کتنے گھروں کے چراغ گل ہو گئے اور کتنے لوگ اس سرپرستی سے محروم ہو گئے جو ان کی ذات سے انھیں حاصل تھی۔ کم عمری میں انھیں ذمہ داری وکفالت کے بار گراں سے دوچار ہونا پڑا تھا اس لئے ابتدا ہی سے ذمہ داری وفرض شناسی کے احساس کے ساتھ بلند حوصلگی، رکھ رکھاؤ، قناعت واستغنا کے جوہر نکھرے اور اوائل عمری میں ان میں بزرگانہ شان پیدا ہو گئی۔

حکیم عبدالمجید کو بزرگان دین سے ایک خاص ارادت رہی۔ مولانا شاہ سید عین القضاۃ (بانی مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ) سے بیعت تھے اور اکثر ان کی خدمت میں حاضری دیتے تھے۔ ایک دوسرے بزرگ صوفی عظیم شاہ

Marfat.com

سے بھی فن کا زیادہ حصہ عمر سیاحت میں گزرتا تھا انھوں نے فیض حاصل کیا۔ حکیم صاحب حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزار پر تقریباً ہر سال سرہند تشریف لے جاتے تھے انتقال سے چند سال پیشتر تک یہ معمول باقی رہا۔

انتقال سے تقریباً ۲ ماہ قبل ان پر قلبی دورہ پڑا تھا لیکن آہستہ آہستہ ان کی صحت ٹھیک ہو گئی۔ اس کے بعد ذات الجنب کا عارضہ لاحق ہوا جس سے جانبر نہیں ہو سکے اور ۲۵ فروری ۱۹۶۹ء مطابق ۷ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ بروز منگل ایک بجے دن ۸۵ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ دوسرے روز صبح ۸ بجے تدفین عمل میں آئی۔ مشہور عالم دین مولانا منظور نعمانی نے غسل دیا اور انہی کی امامت میں نماز جنازہ ادا ہوئی اور وہ اپنے پیچھے بیش قیمت فنی روایات، ہزاروں سوگوار، سینکڑوں تلامذہ، متوسلین و متعلقین کی ایک جماعت اور بھرا پرا گھر چھوڑ گئے۔ مختلف اداروں اور انجمنوں میں تعزیتی جلسوں اور قرآن خوانی کے علاوہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھی سعودی عرب کی انڈین ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام قرآن خوانی کی گئی۔

مختلف شعراء نے قطعات تاریخ وفات کہے۔ ایک مرثیہ درج ذیل ہے۔

از نثار احمد فاروقی عارف خیرآبادی

لکھنؤ کیا؟ بلکہ پورے ملک کا تھے افتخار — صاحب حکمت مسیحائے زماں عبد المعید
تھا "شفاء الملک" ان کے واسطے موزوں خطاب — بلکہ وہ تھے مستحق ملتا خطاب ان کو مزید
ان پہ حکمت اور قانون و شفا کو ناز تھا — شک نہیں اس میں ذرا تھے اپنے فن میں فرید
علم تشریح ان دنوں خود غم کی اک تفسیر ہے — فن طب کی نبض سے خود اہل فن ہیں نا امید
ہے عرق آلود اب پیشانی اربابِ فن — مسند آرائے طبابت ہو گیا ان سے بعید
نسخہ شافی لکھا کرتا تھا جو دستِ شفا — ہر دل بیمار کی وابستہ تھی اس سے امید
پیکرِ انسانیت با وضع سرتا پا خلوص — غیر ممکن ہے بیان شرح اوصاف حمید
اک جہاں ہے ان کے حسنِ خلق کا حلقہ بگوش — ایک عالم ہے شرافت اور محبت کا مرید
رب کعبہ سے ملے ایام حج میں جا کے وہ — تھا منیٰ میں آٹھ ذی الحجہ کا وہ روز سعید

Marfat.com

کر دیا امرِ الٰہی پہ سرِ تسلیم خم
پیش کر دی جاں حضورِ مالکِ عرشِ مجید

دوسرے دن دفن نو ذی الحج کو حج کے دن ہوئے
اللہ اللہ یہ مراتب اے خوشا روحِ سعید

حاجیوں کو ہے ادھر اللہ کے گھر کی تلاش
اور اس حاجی کی نظریں ہیں ادھر معروفِ دید

عیدِ قرباں کا کبھی رہتا تھا ان کو انتظار
آج خود آمد کا ان کی منتظر ہے روزِ عید

رشک کے قابل ہے ان کی خوش نصیبی اک طرف
دوسری جانب جدائی کا بھی صدمہ ہے شدید

ان کی تنہا ذات اس عالم میں تھی اک انجمن
خوب تر وہ گفتگو ان کی وہ اندازِ شنید

یاد آتے ہیں مجھے ان کے بزرگانہ کرم
تھے سراپا محترم میرے لئے عبدالمجید

مضطرب بیچارگاں ہیں چارہ سازی کے لئے
دردمندوں کے لئے یہ غم ہے اک دردِ مزید

شل ہوئے بھائی کے غم میں بازوئے عبداللطیف
صدمۂ غم سے ہوا ہے مضمحل قلبِ سعید

عارفؔ ان کا سالِ رحلت تم سے لوحِ مزار
یہ لکھو ہے تربتِ اہلِ جناں عبدالمجید

۱۳۸۸ھ

حکیم صاحب کا انتقال ۱۳۸۹ھ میں ہوا ہے "ہے تربتِ اہلِ جناں عبدالمجید" سے ۱۳۸۸ھ برآمد ہوتے ہیں جو ان کی صحیح تاریخ نہیں ہے۔

ان کے معالجے کے سینکڑوں واقعات میں سے بعض یہ ہیں۔

۱۔ لکھنؤ کے ایڈیشنل کمشنر مسٹر چارلس حکیم صاحب کے دوستوں میں تھے۔ ان کے ایک بیٹے بھی ڈاکٹر تھے۔ ایک دن حکیم صاحب کو انھوں نے بلوایا اور اپنا ایکسرے فوٹو دکھایا۔ گردوں میں کبوتر کے انڈے کے برابر پتھری نظر آ رہی تھی کہنے لگے حکیم صاحب سب ڈاکٹر بالاتفاق کہہ رہے ہیں کہ بغیر آپریشن اب میں جانبر نہیں ہو سکتا اور میری حالت یہ ہے کہ درد سے کسی پہلو چین نہیں۔ غذا ترک ہو گئی ہے۔ نیند آتی نہیں۔ آپریشن اب ایک ماہ کے بعد ہوگا۔ آپ سے قدیم تعلقات ہیں کچھ ایسی تجویز کیجئے کہ مجھے کچھ آرام ملے۔ حکیم صاحب نے فرمایا میں نسخہ لکھتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ تکلیفیں دور ہو جائیں گی اور آپریشن کی نوبت نہیں آئے گی۔ مسٹر چارلس کے بیٹے نے حیرت سے حکیم صاحب کی طرف دیکھ کر

Marfat.com

کہا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بغیر آپریشن یہ پتھری نکل جائے مگر مسٹر چارلس کہنے لگے پتھری نکل جانے کا حال تو بعد کو معلوم ہو گا لیکن میری فوری تکلیفوں میں اگر کچھ کمی ہو جائے تو حکیم صاحب کی بڑی مہربانی ہو گی۔ غرضیکہ حکیم صاحب نے نسخہ لکھا ایک ہفتہ کے بعد مسٹر چارلس حکیم صاحب کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ میں مشکور ہوں کہ میری تکلیفوں میں بہت کمی ہے۔ حکیم صاحب نے نسخہ میں چند اجزاء کا اور اضافہ کر کے فرمایا اب آپ مسلسل یہ دوا استعمال کریں۔ ایک ماہ کے بعد مسٹر چارلس اپنے بیٹے کے ساتھ دوسرا فوٹو لئے ہوئے خوش خوش آئے اور کہنے لگے "حکیم صاحب آپ نے کمال کر دیا۔ بغیر آپریشن پتھری غائب۔ فوٹو میں کہیں پتہ نہیں اور مجھے بڑا آرام ہے۔

۲۔ حکیم صاحب کے قریبی محلہ کے ایک تاجر عبدالمجید ورم زائدہ اعور (اپنڈی سائٹس) میں مبتلا ہو کر ہسپتال میں داخل ہوئے۔ درد شدید اور بخار ۱۰۵ ڈگری تھا۔ ڈاکٹر نگم نے آپریشن تجویز کیا۔ ان کے والد حکیم صاحب کے پاس آئے۔ حکیم صاحب نے فرمایا "وہ اب ہسپتال میں ہیں میں وہاں دیکھ نہیں سکتا" وہ ہسپتال گئے اور ڈاکٹر نگم سے واقعہ کہا۔ ڈاکٹر صاحب بہت معقول آدمی تھے۔ فوراً حکیم صاحب کو فون کیا کہ آپ کچھ خیال نہ فرمائیں اور مریض کو آ کر دیکھ لیں۔ حکیم صاحب تشریف لے گئے اور مریض کو دیکھ کر فرمایا کہ اس کی حالت ایسی ہے کہ اگر آپریشن ہوا تو بجائے فائدہ کے اور نقصان پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے ڈاکٹر صاحب کہا ہم تو مریض کی صحت چاہتے ہیں۔ آپکی تشخیص میں اگر آپ کی دوا سے اس کو فائدہ ہو سکتا ہے تو آپ اس کو لے جا سکتے ہیں مگر میں پھر اس کا ذمہ دار نہیں غرضیکہ مریض کو حکیم صاحب کے یہاں لے آیا گیا حکیم صاحب نے اس کو اپنے پرائیوٹ وارڈ میں رکھا اور علاج شروع کیا چند ہی روز میں اس کو صحت حاصل ہو گئی۔

۳۔ والی ریاست محمود آباد راجہ امیر احمد کے ولی عہد جن کی عمر اس وقت ۳ سال

Marfat.com

کی بھی اسہال میں مبتلا ہوئے۔ پھر حبس بول بھی ہو گیا جس سے سخت تکلیف بڑھی راجہ صاحب نہایت پریشان تھے۔ ۲۶ گھنٹے سے پیشاب نہیں ہوا تھا۔ بخار ۱۰۳-۱۰۴ ڈگری تک تھا۔ سول سرجن اور شہر کے دوسرے مشہور ڈاکٹر معالج تھے کسی کی رائے میں تاریخ کا اثر تھا اور کوئی دوسرے امراض تشخیص کر کے خون وغیرہ کا امتحان کرانا چاہتا تھا۔ راجہ صاحب نے شہر کے مشہور اطبائے یونانی کو بھی بلوایا۔ آخر طے پایا کہ اب یونانی علاج شروع کیا جائے اور جس طبیب کے نام پر استخارہ نکلے وہ علاج کرے۔ استخارہ حکیم عبدالمعید صاحب کے نام آیا۔ رانی صاحبہ نے کہلا بھیجا حکیم صاحب یہ بچہ آپ کے سپرد ہے میں آپ کو گھر نہ جانے دوں گی۔ اس وقت حکیم صاحب نے موجود اطباء سے کہا کہ میری رائے میں حبس بول حدت حمی کے باعث ہے جس سے مائیت جذب ہو رہی ہے اور اخراج رطوبت اسہال سے ہو رہا ہے۔ بعض اطبا نے اختلاف کیا لیکن استخارہ حکیم صاحب کے نام نکل چکا تھا۔ علاج شروع ہوا۔ ماءالشعیر اور شربت بزوری بارد دو چمچے ہر گھنٹے بعد دیئے گئے۔ چھ گھنٹے کے بعد قریب شام کے پیشاب ہوا اور بخار میں بھی کمی ہوئی پھر حکیم صاحب کا مستقل علاج شروع ہو گیا۔ جب بچے کو کچھ طاقت آئی تو راجہ صاحب سب کو لے کر دہرہ دون تشریف لے گئے اور حکیم صاحب کو بھی اصرار کر کے ہمراہ لیا وہاں بفضلہ پورے طور پر افاقہ ہو گیا۔[۱]

حکیم عبدالجلیل ریڈر تکمیل الطب کالج نے ماہنامہ تکمیل الطب دسمبر ۱۹۴۷ء میں لکھا ہے۔

"میں استاذی شفاء الملک حکیم عبدالمعید صاحب کے مطب میں بیٹھ کر نسخہ نویسی کرتا تھا، ایک نوجوان مریضہ مطب میں آئیں۔ حال بیان کیا کہ ایام کا سلسلہ ایک سال سے بند ہے، پیڑو بڑھ گیا ہے اور چار سال تین ماہ شادی کو

---

[۱] ماہنامہ تکمیل الطب میگزین دسمبر ۱۹۴۶ء

ہو گئے لیکن اب تک استقرار حمل نہیں ہوا۔ مختلف لیڈی ڈاکٹروں نے ٹیومر تجویز کیا ہے اور کہا ہے کہ سوا آپریشن کے علاج نہیں ہے۔ مقامی اطباء کے علاج سے بھی فائدہ نہیں ہوا۔ لکھنؤ پہنچ کر مس ڈگلس کے شفاخانہ میں دکھایا وہاں بھی ٹیومر تجویز کیا گیا۔ اور آپریشن کے لئے کہا گیا، مگر میں آپریشن نہیں کرانا چاہتی ہوں، آپ کا نام اور شہرت سن کر حاضر ہوئی ہوں۔"

شفاءالملک صاحب نے بعد ملاحظۂ نبض، قارورہ و پیٹ تشخیص فرمایا کہ رحم میں ٹیومر نہیں ہے بلکہ ورم صلب سوداوی ہے اور نسخہ ہائے ذیل تجویز فرمائے۔

تخم خطمی تخم کتان تخم حلبہ گل سرخ مویز منقیٰ گل بابونہ رسوت زرد باریک کر کے برگ عنب الثعلب سبز کے بھرتہ میں ملا کر شہد خالص کے اضافہ کے ساتھ قابلہ کے ذریعہ استعمال کرائیں۔

آب برگ عنب الثعلب سبز مروق، آب برگ کاسنی سبز مروق، عرق برنجاسف عرق افتیمون باہم ملا کر شربت بزوری معتدل حل کر کے پلائیں۔

برگ عنب الثعلب سبز، برگ خرفہ سبز، برگ سنبھالو سبز، برگ شبت سبز املبید، شیر خشت پیس کر روغن زیتون روغن بیدانجیر اضافہ کر کے نیم گرم زیر ناف ضماد کریں۔

ان نسخہ جات کے استعمال سے سترھویں روز مریضہ کو ماہواری شروع ہوئی اور گیارہ بارہ روز تک خونِ سیاہ غلیظ و کثیف جاری رہا۔ اس کے بعد پیڑو بھی بہت کم ہو گیا۔ ایک ماہ دس روز تک انہی نسخوں کے استعمال کی ہدایت فرمائی۔ پھر مریضہ سے کہا کہ اب تم مس ڈگلس کو جا کر دکھاؤ۔ مریضہ مس ڈگلس کے شفاخانہ گئی۔ انھوں نے معائنہ کے بعد کہا کہ ٹیومر اب نہیں ہے۔ صرف رحم کا منہ معمولی حالت سے کچھ زیادہ کھلا ہوا ہے۔ دریافت کیا کہ بغیر آپریشن ٹیومر کیسے گیا۔ مریضہ نے تفصیل سنائی۔

ایک ماہ دس روز کے بعد حکیم صاحب نے مندرجہ بالا نسخے بند کرا دیے

Marfat.com

اور فرمایا کہ پینے کی دوا کی اب ضرورت نہیں ہے۔ صرف نسخہ مشتری قابلہ سے آٹھ روز استعمال کرایا جائے۔ اس کے بعد ایک اور نسخہ پانچ روز قابلہ سے استعمال کرانا ہوگا اور پھر علاج ختم ہو جائے گا۔

نسخہ مشتری: چھال ببول، چھال کچنال، پھلی ببول، ڈنڈی کچنال، گل توفل، گل لپیٹہ، گل دھاوا، عذبہ، فوفل چکنی پیس کر رکھ لیں۔ پہلے موم خام روغن گل، روغن زیتون شیر شتر میں ڈال کر آگ پر رکھیں۔ اور جب خوب ایک ذات ہو جائے تو اوپر پسی ہوئی دوائیں قدرے قدرے خوب ملائیں۔ مشتری تیار ہے۔

دوسرا نسخہ جو مشتری کے بعد پانچ روز تک استعمال کرایا گیا ہے۔

گل توفل، گل لپیٹہ، گل دھاوا، مازو سبز بریاں، عذبہ باریک کر کے تنزیب کے ٹکڑے میں پوٹلی بنائیں اور قابلہ کے ہاتھ سے استعمال کرائیں۔ حسب ہدایت مریضہ ان نسخوں کے استعمال کے بعد حاضر ہوئی اور وہ بالکل صحتمند تھی۔ تین ماہ بعد وہ مریضہ پھر حاضر ہوئی۔ اور اس کو آثار حمل نمایاں تھے۔

مولانا عبدالماجد دریا بادی کو ۱۹۲۹ء میں نونگ گئی تھی، بخار بہت سخت اور دوسرے عوارض شدید تھے۔ لکھنؤ تشریف لائے اور حکیم عبدالمعید کے علاج سے صحتیاب ہوئے۔ مولانا دریا بادی ہمیشہ اس خاندان کے زیر علاج رہے۔ آخر میں جب دوبارہ بیمار ہوئے تو شفاء الملک حکیم عبداللطیف کے علاج سے شفا پائی۔ مولانا اشرف علی تھانوی بھی ان کے زیر علاج رہتے تھے۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی نے اپنی کتاب حکیم الامت میں لکھا ہے "لکھنؤ کے امور اور حاذق طبیب حکیم عبدالمعید شفاء الملک کے زیر علاج رہے جن کے علاج سے پہلے صحت ہو چکی تھی۔"[1]

حکیم عبدالمعید پتھری کا علاج بہت کامیابی سے کرتے تھے اور اس میں انھیں خاص

---

[1] حکیم الامت از مولانا عبدالماجد دریا بادی ص ۱۰۲

Marfat.com

شہرت تھی۔ اسی طرح ان کا عرق حمی ملیریا کے لئے سارے شہر میں مشہور تھا۔
حکیم عبدالمعید نے ۱۹۱۲ء میں اپنی ذاتی عمارت واقع جھوائی ٹولہ میں "یونانی دواخانہ" کے نام سے ایک دواخانہ بھی قائم کیا تھا۔ اس دواخانہ کی فہرست وغیرہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کافی بڑے پیمانہ پر اور بہت اہتمام سے قائم کیا گیا تھا۔ انگریزی میں بھی اس کی دواؤں کی فہرست تھی۔ میرے پاس ۱۹۱۸ء کی ایک انگریزی فہرست موجود ہے۔

حکیم عبدالمعید کی شادی ۱۹۰۸ء میں حکیم عبدالعزیز کی صاحبزادی اصغری خانم سے ہوئی چار صاحبزادیاں الطاف جہاں، انوار جہاں، احتشام جہاں اور سہیلہ ان کی یادگار ہیں۔

بڑی صاحبزادی الطاف جہاں کی شادی مولوی سید نواب علی سابق وزیر تعلیم ریاست جوناگڑھ کے بڑے صاحبزادے سید وجاہت علی سے ہوئی تھی۔ چار لڑکے سید امتیاز علی (لیکچرر شیعہ کالج) سید ارشاد علی (لائبریرین) سید عرفان علی (اوورسیر) اور سید اعجاز علی زیر تعلیم ہیں۔ سید امتیاز علی ۱۹۷۴ء سے ادارہ تکمیل الطب کے آنریری سکریٹری کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ امید ہے کہ انکی زیر نگرانی یہ ادارہ ماضی کی شاندار روایات کے ساتھ ترقی کرے گا۔

دوسری صاحبزادی انوار جہاں کی شادی شیخ سردار حسین اگزیکیٹو انجینیر سے ہوئی ہے۔ فریدہ، سعیدہ، فہمیدہ اور ثنائی حسین چار بچے ہیں۔
تیسری صاحبزادی احتشام جہاں محمد احمد سے منسوب ہوئیں۔
چوتھی صاحبزادی سہیلہ کی شادی شفاء الملک حکیم عبدالحمید کے صاحبزادہ عبدالرحیم اگزیکیٹو انجینیر سے ہوئی ہے۔

نمونہ مطب

ذات الصدر : حلتیت خالص مقل ازرق مصطگی رومی موم خام ہموزن گولیاں بنا کر استعمال کریں۔

بثورات معدہ و امعاء : تخم گاؤزباں ۱ گرام یشب سبز ½ گرام زہر مہرہ خطائی ½ گرام طباشیر ۱ گرام دانہ ہیل ۱ گرام ہمراہ مربی ہی شیریں ۱۲ گرام پیس کر پہلے کھائیں۔ اوپر سے بہدانہ شیریں ۳ گرام برگ گاؤزباں ۴ گرام عرق گاؤزباں ۸۵ گرام میں خیساندہ کر کے شربت انار شیریں یا شربت انجبار ۲۵ گرام حل کر کے عرق کیوڑہ اضافہ کر کے پیئیں۔[1]

از مطب یومیہ بقلم حکیم عبدالحسیب

نفث الدم : دم الاخوین ۱ گرام کہربا شمعی ۱ گرام صمغ عربی ۱ گرام رب السوس ۱ گرام مغز پستہ ۳ گرام کاغذ خام ½ گرام باریک کر کے شربت خشخاش ۶ گرام ملا کر پہلے چاٹیں۔ اوپر سے ریشہ برگد ۴ گرام گولر خام ۱ عدد تخم خرفہ سیاہ ۴ گرام مغز تخم کدو شیریں ۶ گرام سپستاں ۱۰ عدد تخم خطمی ۶ گرام تخم کتاں ۴ گرام آب تازہ ۸۵ گرام میں خفیف جوش دے کر شربت خشخاش ۲۵ گرام حل کر کے پئیں۔

دیدان صغیر : افسنتین ولایتی ۳ گرام گل غافث ۳ گرام چرائتہ تلخ ۳ گرام پلاس پاپڑہ ۳ گرام عصارہ ریوند ۱ گرام صبر زرد ۳ گرام مصطگی رومی ۳ گرام مقل ازرق ۳ گرام رسوت زرد ۳ گرام مغز نیمکولی ۳ گرام باریک کر کے آب برگ نکروندہ میں مٹر کے برابر گولیاں بنائیں۔

---

[1] ان کے یہ دو مجرب نسخے شفاء الملک حکیم عبداللطیف صاحب سے حاصل ہوئے ہیں۔

Marfat.com

اور سایہ میں خشک کریں دو دو گولیاں صبح اور شام ہمراہ عرق بادیان کھائیں۔

خمار الدم قوی (ہائی بلڈ پریشر): دواء الکرکم ۱ گرام دواء المسک ۱ گرام ملا کر پہلے کھائیں۔ اوپر سے بادیان ۶ گرام کشنیز خشک ۴ گرام ابریشم خام مقرض ۳ گرام گل سیوتی ۶ گرام صعتر فارسی ۴ گرام عرق بادیان و عرق گلاب میں رات کو بھگو کر صبح مل صاف کر کے شربت آلو ۲۵ گرام حل کر کے پئیں۔

نفخ ریاح امعاء: کہربا شمعی ½ گرام مصطگی رومی ½ گرام طباشیر کبود ½ گرام دانہ ہیل کلاں ½ گرام باریک کر کے پہلے کھائیں۔ اوپر سے اصل السوس ۴ گرام بادیان ۴ گرام انیسون ۴ گرام ہیل خرد مسلم ۴ گرام بادرنگ ولایتی ۴ گرام عود غرقی ۴ گرام عرق بادیان میں جوش دے کر صاف کر کے شربت خشخاش ۲۵ گرام حل کر کے پئیں۔

شفاء الملک حکیم عبداللطیف

خاندان عزیزی کے آخری جلیل القدر فرد کیا ہے روزگار مسند الاطبا شفاء الملک حکیم عبداللطیف فلسفی تھے جنھیں اپنے علمی تبحر، وسعت مطالعہ، فنی حذاقت اشرف نگاہی اور معالجانہ کمال کی وجہ سے اپنے عہد میں طب کی سربراہی حاصل تھی۔

۲۹ اپریل ۱۹۰۰ء مطابق ۱۰ محرم ۱۳۱۸ھ بعد نماز جمعہ لکھنؤ میں پیدا ہوئے مفتی عبداللطیف ان کے والد کے خاص دوستوں میں تھے، ان کی اجازت سے تبرکاً ان کے نام پر عبداللطیف نام رکھا گیا دو ہی سال کے تھے کہ والد حکیم عبدالوحید کا انتقال ہو گیا۔ عم مکرم شیخ الہند حکیم عبدالعزیز نے اپنی آغوش شفقت میں لیا۔ ۱۹۱۱ء میں ان کی وفات کے بعد بڑے بھائی شفاء الملک حکیم عبدالمعید نے تعلیم و تربیت پر خاص توجہ کی۔ لکھنؤ میں دوسرے اساتذہ کے علاوہ مولانا عبدالشکور مدرس اوّل مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ، شمس العلماء مولانا عبدالمجید فرنگی محلی، مولانا عبدالکریم محقیہ اول دارالعلوم ندوۃ العلماء جیسے علماء سے تعلیم پانے کے بعد ۱۹۱۴ء میں رامپور پہنچے جہاں فاضل جلیل مولانا فضل حق رامپوری سے درسیات کی تکمیل کی۔ اپنے خاندان کے پہلے فرد تھے جنھوں نے تعلیم کے لئے لکھنؤ کے باہر کا سفر کیا۔ رامپور سے ۱۹۱۷ء میں واپس آ کر طب کی تعلیم خاندان کے بزرگوں سے تکمیل الطب میں حاصل کی۔

Marfat.com

۱۹۲۱ء میں طبی تعلیم سے فراغت کے بعد اپنے مستقل مطب کے ساتھ ادارہ تکمیل الطب میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اور ۱۹۲۷ء تک وہاں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔

۱۹۲۷ء میں جب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں طبیہ کالج قائم ہوا تو مسیح الملک حکیم اجمل خاں کی نظر انتخاب ان پر پڑی اور بحیثیت استاد ان کا تقرر عمل میں آیا۔ ۱۳؍ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو حکیم صاحب طبیہ کالج سے وابستہ ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد وائس پرنسپل اور ۱۹۴۹ء میں پرنسپل کالج مقرر ہوگئے۔ اور ۳۴ سال علی گڑھ سے وابستگی کے بعد ۳ ستمبر ۱۹۶۱ء میں وہاں سے سبکدوش ہوئے۔ پرنسپل کے علاوہ وہ پروفیسر معالجات، ڈین فیکلٹی آف میڈیسن اور ڈائرکٹر آف ریسرچ ان یونانی میڈیسن بھی رہے۔ علی گڑھ کی دنیا میں انھوں نے بہت خاص امتیاز اور اہمیت حاصل کی۔ وہاں ان کا حلقہ اثر بہت وسیع تھا۔ یونیورسٹی کے بہت ذمہ دار اور اہم فرد سمجھے جاتے تھے۔ تمام اہم کمیٹیوں میں شریک رہتے تھے۔ ایگزیکٹو کونسل اور کورٹ کی میٹنگوں میں ان کی تقریریں بہت زوردار ہوتی تھیں۔ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے جائنٹ سکریٹری، جامعہ اردو علی گڑھ کے ٹریژرار اور علی گڑھ نمائش کمیٹی کے برسوں ممبر رہے۔

ان کی سرپرستی میں طبیہ کالج علی گڑھ نے بہت ترقی کی۔ ملک کے طبی اداروں میں اسے ایک ممتاز مرتبہ ملا اور دہلی و لکھنؤ کی طرح علی گڑھ بھی ایک اہم مرکز قرار پایا۔

شفاء الملک مرحوم اطبائے قدیم کی روایات اور فنی عظمت کا بے مثل نمونہ تھے۔ ان کی ماہرانہ دسترس، حکیمانہ بصیرت اور فنی عرفان سے ہر موقع پر رہنمائی ملتی تھی۔ ان کی نظر قدیم طبی کتابوں ہی پر بہت گہری نہیں تھی بلکہ طب کے بنیادی علوم منطق، فلسفہ، ہیئت، موسیقی اور قدیم سائنسی موضوعات پر انکا مطالعہ بہت بڑھا ہوا تھا۔ اس لئے جہاں حسن معالجہ، حذاقت فن اور

اور دست شفا کی وجہ سے انھیں غیر معمولی شہرت اور امتیاز حاصل تھا وہاں نظریات وفلسفہ طب کا ان سے زیادہ رمز آشنا اور صاحب معرفت کوئی دوسرا نہیں تھا۔ کلیات کے دقیق ومشکل مقامات اور فلسفیانہ مباحث پر جس وقت وہ اظہار خیال کرتے تھے تو ان کا انداز اس قدر دلنشین اور قابل فہم ہوتا تھا کہ بعد میں اس مسئلہ کی دقت اور دشواری پر شبہ ہونے لگتا تھا۔

انھیں اپنے فن پر بے حد اعتماد تھا۔ اور یہ اعتماد محض خوش عقیدگی کی بنیاد پر نہیں تھا۔ اس کے پیچھے طب کے ذخیرہ پر ان کی گہری نظر، دوسری طبوں کے تقابلی مطالعہ کے بعد اپنے فن کو کھنگالنے کی کوشش اور فنی صداقت تھی۔ وہ ہندوستان کے صحتی مسائل کو دیسی طبوں کے ذریعہ حل ہوتے دیکھنا چاہتے تھے اس کے لئے انھوں نے زندگی بھر جدوجہد کی اور اپنے کو پورے طور پر وقف کردیا۔ ان کا کوئی وقت ذاتی یا گھر کے لئے نہیں تھا۔ ہر وقت علمی مباحث تعلیمی معاملات اور طب کو درپیش مسائل کے سلسلہ میں وہ منہمک اور مصروف رہتے تھے۔ طب کے ہر مسئلہ کے حل کے لئے ان پر نگاہ اٹھتی تھی اور ہر محاذ پر وہ کمان کرتے نظر آتے تھے۔

ہندوستان کے تقریباً تمام طبی تعلیمی اداروں سے کسی نہ کسی درجہ میں ان کا تعلق تھا اور وہاں کے اہم معاملات میں ان کے مشورے شامل رہتے تھے طبیہ کالج علی گڑھ کے علاوہ وہ تکمیل الطب کالج لکھنؤ کی منیجنگ کمیٹی کے ممبر بعد میں سکریٹری اور آخر میں صدر، آیورویدک اینڈ یونانی طبی کالج قرول باغ دہلی کے بورڈ آف ٹرسٹیز کے ممبر تبیہ طبی کالج کی ایڈوائزری کمیٹی کے ممبر، جامعہ طبیہ دہلی کے پرنسپل، جامعہ طبیہ دیوبند کی مجلس طبی کے صدر، نظامیہ طبیہ کالج حیدرآباد کے سلسلے میں حکومت کی قائم کردہ ملکوٹے کمیٹی کے ممبر تھے۔ اور سری نگر طبیہ کالج کا قیام انہی کی کوششوں کا رہین منت تھا۔

Marfat.com

طبی ماہر تعلیم کی حیثیت سے برصغیر میں کوئی ان کا ہمسر نہیں تھا۔ مخلوط تعلیم سے وہ شدید اختلاف رکھتے تھے اور اسے طب یونانی کے لئے بہت ضرر رساں سمجھتے تھے۔ ان کا یقین تھا کہ جب تک یہ مخلوط نصاب رائج رہے گا اس وقت تک طب یونانی کو ترقی سے ہمکنار ہونے اور اپنی حقیقی شکل میں ابھرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ طبیہ کالجوں کے فارغین کی یونانی سے بے رغبتی اور ایلوپیتھی رجحان کا اصل سبب یہی نصاب تعلیم ہے۔ ۴۳ برس تک وہ اس کے خلاف جد وجہد کرتے رہے اور ایلوپیتھی سے مرعوبیت کی اس فضا میں ان کی آواز برابر گونجتی رہی۔ ۱۹۵۴ء میں انھوں نے ڈاکٹر ذاکر حسین خاں کی وائس چانسلری کے زمانہ میں علی گڑھ کے نصاب میں تبدیلی کی اور ایک انقلابی قدم اٹھایا۔ ۱۹۷۸ء میں آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس کی طرف سے قائم کردہ نصاب کمیٹی کے کنوینر کی حیثیت سے انھوں نے ایک جامع نصاب مرتب کرکے پیش کیا۔ وہ مرکزی وزارت صحت کی طرف سے نصاب کے سلسلہ میں کی جانے والی کوششوں میں بھی شریک رہے۔ دیسی طبوں کے متعلق مدالیار کمیٹی کی رپورٹ ان کی مساعی کی مظہر تھی اور یونانی حلقوں میں ان سے زیادہ کوئی اس کا خیر مقدم کرنے والا نہیں تھا۔ مسیح الملک حکیم اجمل خاں کے زمانہ میں بھی طبیہ کالج دہلی اور طبیہ کالج علی گڑھ کے پرنسپل ڈاکٹر ہوئے لیکن شفاء الملک مرحوم نے نہ صرف خود کامیاب پرنسپل ہو کر ایک حکیم کو اس عہدہ کے شایان شان تسلیم کرایا بلکہ آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس سے قرارداد بھی منظور کرائی کہ طبیہ کالجوں کا پرنسپل صرف حکیم ہونا چاہیئے۔ ان کا کہنا تھا کہ جب انجینئرنگ کالج کا پرنسپل کوئی ڈاکٹر اور میڈیکل کالج کا پرنسپل کوئی انجینئر، اسی طرح شعبۂ عربی کا صدر سنسکرت کا آدمی یا شعبۂ جغرافیہ کا صدر تاریخ کا کوئی آدمی نہیں ہو سکتا تو طبیہ کالج کا پرنسپل کوئی غیر فنی آدمی کیسے ہو سکتا ہے اور اسے طبیہ کالج کے مسائل اور طب کی ترقی سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ انھوں نے طبیہ کالج علی گڑھ میں نصاب میں پڑھائے جانے والے

Marfat.com

جدید مضامین مثلاً اناٹمی، فزیالوجی، پیتھالوجی، سرجری وغیرہ کی جگہوں پر بھی طبیہ کالج کے فارغین کو مقرر کیا۔

شفاء الملک مرحوم اس فن کے آخری امام اور ہندوستان و پاکستان میں سالار قافلہ اطباء کی حیثیت رکھتے تھے۔ سیاسیات طب میں ان کے اثرات بہت حاوی تھے۔ تقسیم ملک کے بعد آل انڈیا آیورویدک اینڈ طبی کانفرنس کے بجائے آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس کے نام سے ۱۹۴۹ء میں دہلی میں یونانی کی کل ہند تنظیم قائم ہوئی۔ اس تبدیلی کے بعد وہ وجہ نزاع بھی ختم ہو گئی جو آیورویدک اور یونانی کی مشترکہ تنظیم کی بناء پر دہلی اور لکھنؤ کے درمیان قائم تھی اور جس کی وجہ سے اطباء لکھنؤ نے کانفرنس کا مقاطعہ کیا تھا۔ شفاء الملک نے مفاد فن کے پیش نظر کانفرنس میں شمولیت اختیار کی۔ ان کی شمولیت سے کانفرنس کا وزن بڑھا اسے ملک گیر حیثیت حاصل ہوئی اور واحد طبی تنظیم بن کر پوری قوت سے اسے کام کرنے کا موقع ملا۔ وہ آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس کے سینیر نائب صدر اور اس کے جلسوں کے روح رواں تھے۔ ان کی باثر موجودگی کسی اختلاف کو ابھر کا موقع نہیں دیتی تھی۔ ہر حلقہ میں ان کی رائے اور منشاء کا یکساں احترام ہوتا تھا۔ طبی کانفرنس کی تاریخ اور اطباء ہند کے اتحاد کے سلسلہ میں ان کی خدمات بیحد وقیع ہیں۔ بڑے نازک مرحلے میں ان کی رہنمائی کام آئی ہے۔ مسیح الملک حکیم اجمل خاں کے بعد نہ صرف طبی سیاسیات بلکہ علمی و معالجاتی طور پر طبی دنیا میں ان کے مرتبہ کی کوئی شخصیت نہیں پیدا ہو سکی۔

سرکاری سطح پر ہمیشہ ان کی طبی خدمات کا اعتراف کیا گیا تھا۔ ۱۹۴۰ء میں حکومت برطانیہ نے "شفاء الملک" کا معزز خطاب عطا کیا۔ ملک کی آزادی کے بعد جمہوریہ ہند کے دو صدر مملکت کے وہ اعزازی طبیب مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین خاں کے صدر جمہوریہ بننے پر وہ اعزازی طبیب نامزد کیے گئے۔ پھر وی وی گری کے بعد دوبارہ اس منصب پر فائز ہوئے اور آخر تک رہے۔

شفاء الملک کے خطاب پر ملک کے طبی حلقوں میں نہایت مسرت کا اظہار کیا گیا۔ ادارہ طبیہ کالج میگزین علی گڑھ نے ان الفاظ میں مبارک بادیش کی تھی۔

"ہم بعد فخر و مباہات، مُبدع قوانین شفا، مخترع آئین دوا، مجمع ملکات قدسی، منبع معالجات جالینوسی، عالیجناب شفاء الملک حکیم محمد عبداللطیف صاحب فلسفی کی خدمت گرامی میں موصوف کے اعزازی خطاب پر پُرخلوص ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں"[1]

صدر جمہوریہ کے اعزازی معالج مقرر ہونے پر بھی ان کی خدمت میں تہنیتیں اور مبارکبادیں پیش کی گئیں۔

حکیم یوسف صدیقی یوسف کے بعض اشعار ہیں ـــ

بہار خوشی گلشن طب میں آئی — ہنسے گل چمن میں کلی مسکرائی
صدا دی یہ بلبل نے شاخ چمن پہ — جگہ فلسفی نے حکومت میں پائی
مبارک ہو اے ماہر فن حکمت — خدا کے کرم سے ملی ہے یہ عظمت
طبابت نہ کیوں آپ پر محو ہو ناز — جو ہاتھوں میں ہے نبض صدر حکومت

حکیم سید شاہد علی بدایونی شہید کراچی

صدر بھارت نے طبیب اپنا بنا کر آپکو — طب یونانی کی گویا سرپرستی کی قبول
اسکو کہتے ہیں خداوند عالم کا کرم — اس توجہ کی مبارک آپکو شاہد قبول

محمد میاں افضل کے تہنیتی اشعار میں سے ـــ

خداداد ذہن رسا تم نے پایا — ہر اک گام پر مرتبہ تم نے پایا
تمہیں اک عہدہ ملا شان والا — مفاد ہنر بر ملا تم نے پایا

---

[1] طبیہ کالج میگزین علی گڑھ اپریل ۱۹۴۱ء یہ ہدیۂ تبریک گریڈ کاغذ پر نہایت خوشخط سنہرے روشنائی میں ان کے فوٹو کے طبع ہوا تھا۔

Marfat.com

مرکزی وزارت صحت کی تمام اہم کمیٹیوں سے ان کا تعلق تھا۔ یونانی ایڈوائزری کمیٹی، پلاننگ کمیٹی، یونانی ایجوکیشنل کمیٹی، فارماکوپیا کمیٹی، سنٹرل کونسل آف انڈین میڈیسین اور دوسری سرکاری کمیٹیوں کے وہ ممبر رہے۔ سنٹرل کونسل آف ریسرچ ان انڈین میڈیسین اینڈ ہومیوپیتھی کی گورننگ باڈی اور ایگزیکیٹو کمیٹی کے ممبر اور اس کی یونانی ایڈوائزری کمیٹی کے چیرمین تھے۔

مرکزی حکومت کے علاوہ صوبائی حکومتوں نے بھی ہمیشہ ان کی خدمات سے فائدہ اٹھایا وہ بورڈ آف انڈین میڈیسن یوپی اور اس کی ٹیکنیکل کمیٹی کے ممبر، آیورویدک اینڈ طبی اکاڈمی یوپی کے ممبر، آل انڈیا آیورویدک کنونشن کی ایڈہاک کمیٹی کے ممبر، یوپی پبلک سروس کمیشن کی تقرراتی کمیٹی کے ممبر اور دوسرے اداروں کی تقرری کمیٹیوں کے ممبر رہے۔

اپنے موقف پر مضبوطی سے جمے رہنے اور اپنی بات کو تسلیم کرانے کی ان میں بڑی صلاحیت تھی۔ جس چیز کو وہ پیش کرتے تھے اس کے حق میں اتنے دلائل دیتے تھے کہ اسے تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں رہتا تھا۔ طبیعت میں جرأت اور عالی حوصلگی بہت تھی۔ بڑی بڑی میٹنگوں میں کسی جھجک اور لحاظ سے بے پروا ہو کر بے دھڑک بولتے تھے اور یونانی کے مفاد میں کسی مصلحت یا شخصیت کے زیر اثر وہ خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔ بارہا ایسے موقعوں پر جہاں کسی دوسرے کے لئے لب کشائی مشکل ہوتی تھی وہ پورے زور اور قوت سے بولتے تھے۔ اور بالکل مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ ۱۹۴۷ء کے بعد طب یونانی کے نائب اور وکیل کی حیثیت سے انھیں ابھرنے کا موقع ملا اور انھوں نے سرکاری اور غیر سرکاری ہر جگہ اس کی وکالت اور اس کی طرف سے بولنے کا حق ادا کیا۔ وہ ایک بہترین مقرر تھے اور ہمیشہ کسی تیاری کے بغیر بولتے تھے اکثر ایسا ہوا کہ عین وقت پر انھیں کسی خاص موضوع پر اظہار خیال کی دعوت دی گئی اور ان کی

تقریر میں یہ کہیں سے محسوس نہیں ہوا کہ چند منٹ قبل وہ اس سلسلہ میں بالکل خالی الذہن تھے۔ ایک ہی موضوع کی موافقت یا مخالفت میں ان کے پاس دلائل کی کمی نہیں ہوتی تھی۔

طبیعت میں فلسفیانہ رنگ غالب تھا۔ اس لئے تقریر و تحریر دونوں میں اس کی آمیزش رہتی تھی لیکن اس کے باوجود بہت باغ و بہار اور شگفتہ مزاج تھے بعض وقت یہ فیصلہ مشکل ہوتا تھا کہ طبیعت میں مزاح و ظرافت زیادہ ہے یا علمی اور فلسفیانہ رنگ غالب ہے۔ دراصل ہر موقع اور محفل کا اقتضاء پورا لحاظ رہتا تھا۔ سنجیدہ علمی مباحث ہوں یا خالص فنی مسائل، علماء کی مجلس ہو یا بے تکلف احباب کی محفل، اس کے مطابق ان کی گفتگو ڈھلی ہوتی تھی اور جس موضوع پر وہ اظہار خیال کرتے تھے ان کے الفاظ، انداز اور طریقۂ اظہار سے وہ دوسرے درجہ کی چیز نہیں معلوم ہوتی تھی۔

علمی حیثیت سے ان کے مضامین اور تصانیف بیحد قابلِ قدر ہیں۔ ۱۸ برس کی عمر سے طبی موضوعات پر انھوں نے لکھنا شروع کیا اور آخری لمحات تک وہ برابر لکھتے رہے۔ ان کا پہلا مضمون ماہنامہ خادم الاطباء لکھنؤ میں مئی ۱۹۱۹ء میں شائع ہوا تھا۔ ان کے بیش قیمت مقالات، مقدمات اور صدارتی خطبات پر مشتمل ایک مجموعہ راقم الحروف کے زیر ترتیب ہے "مضامین شفاء الملک" کے نام سے ان کا یہ مجموعہ ایک ہزار سے زیادہ صفحات پر محیط ہوگا۔ اس کے علاوہ نظریات فلسفہ طب، عناصر، مزاج اور اخلاط پران کے مضامین کو راقم نے علیحدہ کتابی شکل میں مرتب کیا ہے۔ تجدید طب کے نام سے یہ کتاب ۱۹۷۲ء میں طبع ہو چکی ہے۔

ان کی مستقل تصانیف میں التحقیق المطلوب فی امداد المشروب عربی مطبوعہ ۱۹۲۳ء (یہ کتاب مسیح الملک حکیم اجمل خاں کی کتاب القول المرغوب فی امداد المشروب کے جواب میں لکھی گئی ہے)، تحقیق المقال فی تعریف الاعتدال عربی مطبوعہ ۱۹۲۵ء رسالہ تاریخ طب مطبوعہ ۱۹۲۵ء، ہماری طب میں ہندوؤں کا ساتھا، طب اور

سائنس، ہماری سائنٹفک طب، مختصر تاریخ تشریح ومنافع وجراحت، کتاب النبض، کتاب الادویۃ القلبیہ (شیخ الرئیس ابن سینا کی کتاب کا اردو ترجمہ مع بیش قیمت مقدمہ) فلسفہ نبوت مطبوعہ ۱۹۲۷ء، مذہب اور لا مذہبیت، اور رداضیۃ مرضیۃ (مولانا فضل حق خیرآبادی رحمۃ سے مولانا فضل حق رامپوری اور مولانا ہدایت علی بریلوی دو واسطوں کے ذریعہ سلسلۂ تلمذ قائم ہے) کی کتاب الروضۃ المجودۃ فی تحقیق حقیقۃ الوجود کا اردو ترجمہ الفوز المحمود (ناتمام) ہیں۔ ان کے متعدد رسائل کے انگریزی ترجمہ بھی شائع ہوگئے ہیں، ان میں ریسرچ، اپ لفٹ آف انڈیجینس سسٹم آف میڈیسن، بیسک پرنسپلز آف یونانی میڈیسن، ریسرچ اینڈ ڈسکوری وغیرہ ہیں۔

ان کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ مختلف طبی موضوعات پر کام کرنے کے لئے انھوں نے اپنے تلامذہ کو متوجہ کیا، ان سے کتابیں لکھوائیں اور خود ان پر مقدمے تحریر کئے۔ اس طرح ان کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی سے بعض اہم کتابیں شائع ہوئیں۔

وہ گہرے مذہبی آدمی تھے اور ان کی مذہبی معلومات بہت بڑھی ہوئی تھیں قرآن اور حدیث دونوں کے مطالعہ کا سلسلہ آخر وقت تک رہا۔ مولانا عبدالماجد دریابادی کی تفسیر ماجدی پر ان کا ایک تبصرہ صدق جدید میں شائع ہوا ہے[1]۔ اس سے ان کے علمی ذوق و مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ تبصرہ میں انھوں نے بعض باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے اور مولانا نے پوری فراخ حوصلگی کے ساتھ حاشیہ میں ان کی صحت کا اعتراف کیا ہے۔

قرآن پر مولانا دریابادی کی اس سند کی طرح حدیث کے تعلق سے مولانا منظور نعمانی جن تاثرات کا اظہار کیا ہے وہ حدیث میں ان کے مرتبہ کو ظاہر کرتے تھے۔

---

[1] صدق جدید ۴ دسمبر ۱۹۰ء

Marfat.com

اکثر اہم دینی موضوعات پر گفتگو فرماتے کبھی کبھی قرآن مجید کی کسی آیت یا کسی حدیث کے بارے میں تحریری مراسلت بھی فرماتے۔ راقم سطور کی تالیف "معارف الحدیث" کی جب کوئی نئی جلد تیار ہوتی اور میں اس کا نسخہ ہدیتہً ان کو بھیجتا تو عموماً ہفتہ عشرہ کے اندر ہی اندر اس کا مطالعہ فرما لیتے اور اس طرح غور سے مطالعہ فرماتے کہ کتابت و طباعت کی بعض اغلاط کی بھی نشاندہی فرما دیتے (تاکہ آئندہ اڈیشن میں تصحیح کی جا سکے) اور مجھے اپنے تاثرات لکھتے جو میرے لئے بڑے خوش کن ہوتے۔ ان کا اصرار کے ساتھ یہ بھی مشورہ تھا کہ جن صحابۂ کرام کی روایات معارف الحدیث میں لی گئی ہیں ان سب کا مختصر تعارفی تذکرہ بہتر تو یہ تھا کہ ساتھ ساتھ حاشیہ میں کرایا جاتا لیکن اب جب کئی جلدیں بغیر اس کے شائع ہو چکی ہیں تو آخری جلد میں ایک تتمہ شامل کر کے اس کمی کو پورا کر دیا جائے میں نے حکیم صاحب کا یہ مشورہ قبول بھی کر لیا تھا اللہ تعالیٰ اس کو عمل میں لانے کی توفیق عطا فرمائے[۱]"

صوم و صلوٰۃ اور اوراد و وظائف کا اہتمام فرماتے تھے۔ حضرت میاں سید اصغر حسین مرحوم (دیوبند) سے بیعت تھے۔ ان کے وصال کے بعد مولانا مطلوب الرحمٰن عثمانی دیوبندی سے رجوع ہوئے۔ وفات سے چند سال قبل مولانا شاہ وصی اللہ (الہ آباد) سے تجدید بیعت کی تھی۔

حکیم صاحب کو فنون لطیفہ میں خطاطی، موسیقی اور مصوری سے بھی بہت دلچسپی تھی۔ خوش نویسی میں خط نسخ کی اصلاح منشی حامد علی مرحوم رقم اور نستعلیق کی اصلاح منشی محمود علی سے لی تھی۔

طب کی کتابوں میں بعض موسیقاری پر جب پہنچے تو تشفی نہیں ہوئی پھر شرح قانون علامہ آملی کا مطالعہ کیا تو اس میں بہت سی مصطلحات موسیقی پائیں خیال ہوا کہ یہ فن سیکھے بغیر مسئلہ واضح نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ علی گڑھ

---

[۱] ماہنامہ الفرقان فروری ۱۹۷۱ء

Marfat.com

میں استاد مولا بخش شاگرد رشید ظہور حسین خاں نانک خورجہ سے دو سال تک اس فن کو حاصل کیا۔ پھر چند ماہ خواجہ محمد اشتیاد سے تحصیل کی۔

ایک زمانہ میں مصوری کا بہت شوق رہا۔ سجاد صاحب آرٹسٹ مسلم یونیورسٹی سے مشورہ اور اصلاح لی۔ ان کی چند تصویریں بطور یادگار محفوظ ہیں۔ ورزش اور کشتی کا سلسلہ بھی قائم رہا۔ رام پور میں استاد سہراب خاں کی شاگردی اختیار کی۔ اور علی گڑھ میں کلو پہلوان تولا پہلوان اور حفیظ پہلوان سے اس فن کی تمام باریکیوں پر عبور حاصل کیا۔ بنوٹ کی تکمیل استاد مصباح الدین رامپوری اور شاہ زوار میاں کے ایک شاگرد سے کی تھی۔ علی گڑھ نمائش میں دنگل کے وہ جج ہوتے تھے ۱۹۴۵ء میں علی گڑھ میں جرمنی کے مشہور پہلوان زلبسکو اور رستم زماں گاما پہلوان کی نمائش گراونڈ میں جو تاریخی کشتی ہوئی تھی اس میں بھی وہ جج تھے۔ اس کشتی میں تقریباً ایک گھنٹہ کی پینترے بازی کے بعد گاما جیتا تھا۔

حکیم صاحب نہایت عمدہ صحت اور تندرستی کے مالک تھے۔ ۱۹۶۴ء میں دہلی میں ان پر پہلا قلبی دورہ پڑا۔ لیکن ان کے معمولات میں کوئی فرق نہیں واقع ہوا۔ اور وہ اسی تندہی سے سرگرم اور فنی محاذ پر میر کارواں بنے رہے۔ بالآخر ۱۳ اور ۱۴ نومبر ۱۹۷۰ء (۱۲ اور ۱۳ رمضان ۱۳۹۰ھ) کی درمیانی شب میں جمعہ کو لکھنؤ میں وفات پائی۔ اور طب یونانی اپنے محافی کبیر اور ستون اعظم سے محروم ہو گئی۔ علالت کی اطلاع پا کر ۹ نومبر کو راقم الحروف محب محترم حکیم عبدالحسیب (مرحوم) محب گرامی حکیم حافظ محمد اسلم صدیقی اور صاحبزادی شاہدہ بیگم لکھنؤ پہنچ گئے تھے، دوسرے دن حکیم محمد انعام اللہ حکیم سید ایوب علی اور ان کے بعض دوسرے تلامذہ بھی لکھنؤ پہنچے اور استاد کی خدمت اور تیمارداری کی سعادت نصیب ہوئی۔

قطعات تاریخ وفات از حکیم نور العین حسن راغب

عبداللطیف فخر اطبائے روزگار ‎ ‎ نازاں تھا جن کی ذات پہ ہر جوہر کمال

Marfat.com

استاد طب مصنف و ذخار فلسفی ۔۔۔ جوہر کمال فن میں تھے یکتا و بے مثال
افسوس وہ طبیب کہ شیخ الرئیس وقت ۔۔۔ دار البقا کو کر گئے ناگاہ انتقال
راغبؔ سن وفات یہ ایمائے غیب ہے ۔۔۔ عبد اللطیف واصل درگاہ ذوالکمال

۱۳۹۰ھ

حکمت پناہ وقت حذاقت مآب عصر ۔۔۔ در دوش گشت حیف چو امروز زیر خاک
تاریخ انتقال بگو راغبِ حزیں ۔۔۔ عبد اللطیف شد بجوار خدائے پاک

۱۳۹۰ھ

آہ وہ شیخ الاطباء فلسفی عبد اللطیف ۔۔۔ بحر ذخار علوم و بے نظیر و بے بہا
جس کے فیضانِ حذاقت سے تھا عالم مستفیض ۔۔۔ جس کا خلق و علم اک تمثیل خاص و عام تھا
جس کی تصنیفات تھیں مقبول ارباب علوم ۔۔۔ جس کی تحقیقات فن کا تھا دبدبہ جابجا
اس غم جانکاہ کا کس کو گماں تھا ہائے ہائے ۔۔۔ کہ ہمیشہ کے لئے اب ہو رہے ہیں وہ جدا
علم و فن کی محفلیں تاریک کیسی ہو گئیں ۔۔۔ گلشن طب و حذاقت آہ کیسا لٹ گیا
سالِ رحلت حضرت استاد کا راغبؔ یہ لکھ ۔۔۔ سرفراز وقت و سقراط زمانہ اٹھ گیا

۱۹۷۰ء

حکیم محمد یوسف صدیقی اعظمی کے طویل "تاثرات قلبی" کے ابیات میں سے چند پیش ہیں۔

(۱)

ہے آج آنکھوں سے اشک جاری ۔۔۔ کہ اٹھ گیا اک طبیب اعظم
ہے سونا سونا تمام گلشن ۔۔۔ مچا ہوا ہے جو شور ماتم
تمام محفل میں ہے اندھیرا ۔۔۔ چراغ سب ہو گئے ہیں مدھم
لگا جگر پر ہے زخم کاری ۔۔۔ ہے روح فرسا یہ صدمۂ غم

(۲)

اداسی چھائی ہوئی ہے ہر سو ۔۔۔ ورق ورق طب کا ہے پریشاں

Marfat.com

فسردہ پھولوں سے پوچھتا ہوں — گئے ہیں کیوں چاک وہ گریباں
فضا حکمت ہے دھندلی دھندلی — دلوں کے داغوں کا ہے چراغاں
چمن سے رخصت ہوئی وہ خوشبو — ہے روح فرسا یہ صدمۂ غم

(۳)

جناب عبداللطیف صاحب — حکیم فائق طبیب حاذق
جنھوں نے گیسوئے طب سنوارا — ہمیشہ ان پر تھا فضل خالق
وہ رونقِ گلستانِ فن تھے — روایت علم کے مطابق
کہاں گئے علم و فن کے غالب — ہے روح فرسا یہ صدمۂ غم

(۴)

وہ خاندان عزیزیہ کے — زمانہ میں تھے چراغ روشن
انہی کی دانشوری کے آگے — جھکے ہوئے تھے سب اہل گلشن
کچھ ایسی نکتہ رسی تھی ان میں — کہ تھے یقیناً ارسطوئے فن
ہے کون کشتی کو جو سنبھالے — ہے روح فرسا یہ صدمۂ غم

حکیم نثار احمد علوی (کراچی) کے بعض اشعار

ٹوٹ پڑا سلسلۂ کوہ گراں ہے اے دوست — کہ نہ دل ہے نہ جگر اور نہ جاں ہے اے دوست
شیخ دوراں وہ [illegible] آہ کہاں ہے اے دوست — مضطرب خلق ہے جب وہ نہاں ہے اے دوست
ہیں پریشاں ہر اک شہر مریضوں کے گروہ — جس کی چٹکی میں شفا تھی وہ کہاں ہے اے دوست
جس کو اخلاص و محبت کی قسم کھاتے تھے — اب وہی رونق بزم گزراں ہے اے دوست
اٹھ گیا ہائے جو تھا ہند میں دانائی کی شان — کون عالم میں نہیں گریہ کناں ہے اے دوست
سینۂ علم سے خالی ہے [illegible] — ایسا پردے میں گیا شیخ زماں ہے اے دوست
مرتے شاگردوں کے سایہ جو اٹھا ہے انکا — زندگی ان کے لئے بار گراں ہے اے دوست

حکیم صاحب کی شادی ۱۹۱۷ء میں اپنی منجھلی خالہ کی چھوٹی صاحبزادی راضیہ بیگم بنت منشی سید محمود حسین سے ہوئی تھی۔ راضیہ بیگم پڑھی [illegible]

Marfat.com

سلیقہ مند، خیرات دار پابند صوم وصلوٰۃ خاتون تھیں۔ حکیم صاحب کا ۱۹۵۰ء، ۱۹۵۱ء تک بعد نماز عشاء یہ معمول رہا کہ بخاری شریف کا ترجمہ انھیں سناتے تھے۔ ان کی یہ فرمائش ہوا کرتی تھی کہ ان میں سے وہ حدیثیں جو عورتوں اور بچوں کے متعلق ہیں اگر ان کو علیحدہ منتخب کرکے مرتب کر دیا جائے تو عورتوں کے لئے باعث دلچسپی اور ان کی خصوصی معلومات میں اضافہ کا باعث ہوں گی۔ حکیم صاحب نے یہ کام ان کی زندگی ہی میں مکمل کر لیا تھا لیکن طباعت کی نوبت نہیں آئی تھی کہ ۱۲ مئی، ۱۹۵۰ء بروز یکشنبہ انھوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے نام پر کتاب کا نام "راضیۃ مرضیۃ" رکھتے ہوئے ان الفاظ کے ساتھ اسے معنون کیا ہے "میں اس کتاب کو بطور خیرات عقیدت اپنی مرحومہ بیوی راضیہ خانم کے نام معنون کرتا ہوں جن کی تحریک سے یہ کتاب عالم وجود میں آئی جب کہ وہ خود عالم عدم میں رخصت ہو چکی ہیں لیکن ان کا زہد و تقویٰ، حسن سلوک اور بے پایاں جذبۂ خیرات کے نقوش اب تک زندہ ہیں اور ہمیشہ رہیں گے خصوصاً علی گڑھ یونیورسٹی میں جہاں ان کا مدفن ہے۔ ان کے اس کردار کی یاد ہمیشہ زندہ رہے گی، حق تعالیٰ اس صدقۂ جاریہ کے ثواب سے ان کو مالا مال فرمائے"

ایک صاحبزادہ احمد سعید اور دو صاحبزادیاں حمیرہ بیگم اور شاہدہ بیگم ان کی یادگار ہیں۔

صاحبزادہ احمد سعید نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے انجینیرنگ کی تعلیم حاصل کی۔ وہ یوپی میں سپرنٹنڈنگ انجینیر ہیں۔ خان بہادر شیخ اقبال علی ایڈوکیٹ (بھوپال ہاؤس لکھنؤ) کی صاحبزادی کلمہ بیگم سے ۱۹۵۸ء میں ان کی شادی ہوئی ہے۔ ایک دختر عظمیٰ سعید اور دو فرزند رضوان سعید اور رنوزا سعید ہیں۔

بڑی صاحبزادی حمیرہ بیگم نے علی گڑھ سے بی۔ اے کیا ہے۔ ڈاکٹر مراد علی حیدر کے صاحبزادے افتخار حیدر (برادر زادہ ڈاکٹر اصغر علی حیدر سابق پرنسپل

شعبۂ نباتیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ۱۹۵۲ء میں شادی ہوئی۔ شادی کے فوراً بعد پاکستان منتقل ہوئیں۔ افتخار حیدر اے۔ آئی ٹیلیفنکن میں ڈپٹی کمرشل مینیجر ہیں۔ عرفان علی حیدر، سلمان علی حیدر، عدنان علی حیدر اور یاسمین حیدر چار بچے ہیں۔

چھوٹی صاحبزادی شاہدہ بیگم نفسیات میں ایم۔ اے ہیں۔ اولاد احمد صدیقی ریڈر شعبۂ نفسیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ۱۹۵۷ء میں ان کی شادی ہوئی ہے۔ شفیق احمد نیفی، تنویر فاطمہ اور لالہ رخ تین بچے ہیں۔

اپنے اس بے پایاں شفیق استاد مرحوم کی ایک ضخیم سوانح راقم کے زیر قلم ہے جو انشاء اللہ ان کے مجتہدانہ اور فنی کارناموں کے ساتھ طب کی گزشتہ پچاس برس کی علمی، تعلیمی اور سیاسی جدوجہد کی مبسوط تاریخ ہوگی۔ خاندان کے اس تذکرہ میں جو انہی کی شخصیت کے پس منظر کو سمجھنے کے لئے لکھا گیا ہے، تکمیل کے خیال سے ان کے حالات نہایت مختصر طور پر شامل کئے گئے ہیں۔ "مجربات و معالجات شفاء الملک" کے نام سے ایک دوسری ضخیم کتاب علیحدہ سے زیر ترتیب ہے۔ یہاں ان کے معالجات کے صرف چند واقعات درج کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حکیم نثار احمد علوی (کراچی) کا بیان ہے کہ لکھنؤ کے ایک تعلقہ دار کے صاحبزادے ہیضہ میں مبتلا ہوئے۔ اطبائے لکھنؤ اور ممتاز ڈاکٹر جمع تھے۔ کوئی تدبیر کارگر نہ ہوتی تھی۔ شفاء الملک مرحوم نے لیموں کی آئس کریم جما کر تدریجاً دینے کی ہدایت کی۔ ایک گھنٹے کے اندر ہی افاقہ شروع ہوگیا۔ اور چار گھنٹے بعد مرض دور ہوگیا۔

۲۔ ایک بچہ بعمر چار سال مطب طبیہ کالج علی گڑھ میں لایا گیا۔ چار دن سے چیچک میں مبتلا تھا۔ خاکسی والا مشہور نسخہ دیا جا رہا تھا۔ ضعف قلب بڑھ رہا تھا۔ حکیم صاحب نے انجیر کا اضافہ کیا۔ طلبائے مطب نے

Marfat.com

کہا کہ انجیر کے استعمال سے اسہال شروع ہو جانے کا خطرہ ہے۔ حکیم صاحب نے صورت حال کی مفصل وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔ ضعفِ قلب پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ اگر قلب کے نظم میں زیادہ خلل ہو گیا تو اسے سنبھالنا مشکل ہوتا ہے۔ اسہال کا تدارک آسان ہے۔

۳۔ حکیم صاحب ۱۹۶۰ء میں (پہلی مرتبہ) کراچی تشریف لے گئے تھے، تقریباً روزانہ میں ان کی خدمت میں حاضری دیتا رہا۔ ایک مریض جائے قیام پر آیا اسے سعال یابس کی شکایت تھی۔ تمام طریقہ ہائے علاج آزمائے جا چکے تھے حکیم صاحب نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کی طب مشرق میں اگر مفردات پر عبور ہو تو معالج کسی مرحلہ پر عاجز نہیں رہ سکتا اور مریض کو ہدایت فرمائی کہ تازہ کھجور شیریں کو گٹھلی دور کر کے پیس لیا جائے اور ہم وزن شہد ملا کر رکھ لیا جائے اور چار یوم تک روزانہ صبح و شام چھ چھ ماشے کھا لیا جائے۔ مجھے تجسس ہوا کہ کھجور جیسی معمولی چیز سے اتنے مزمن مرض کا ازالہ ہو گا بھی یا نہیں۔ اس لئے میں نے مریض سے دریافت کیا کہ وہ چار روز کے بعد کس وقت حکیم صاحب کے پاس آئے گا۔ یہ نوٹ کرنے کے بعد میں اسی وقت پہنچ گیا۔ میری حیرت اور تعجب کی انتہا نہ رہی۔ جب مریض نے بتایا کہ اسے تکالیف میں پچاس فیصدی افاقہ ہے۔ حکیم صاحب نے ہدایت فرمائی کہ اس دوا کا استعمال ایک ماہ تک جاری رکھا جائے اور مجھے (حکیم نثار احمد صاحب علوی مراد ہیں) ایک ماہ بعد اپنی کیفیت بتائے۔ ایک ماہ بعد وہ مریض میرے گھر پر آیا اور بالکل صحت مند تھا۔

۴۔ کراچی میں ایک وکیل صاحب کے غدد لوزتین کافی بڑھ گئے تھے اور تمام علاج ہو چکے تھے۔ آپریشن کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں رہا تھا۔ حکیم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے آپریشن کی شدید مخالفت کی اور متورم لمفاس چھ گرام آدھا پاؤ دودھ میں جوش دے کر صاف کر کے صبح و شام پلانے کی ہدایت فرمائی۔ ایک ماہ کے مسلسل استعمال سے تکلیف جاتی رہی اور

پندرہ سال سے زیادہ ہو گئے ہیں دوبارہ تکلیف نہیں ہوئی۔

حکیم محمد رفیق الدین کا بیان ہے کہ ایک مریضہ نے مطب میں آ کر خواہشِ جماع زیادہ ہونے کی شکایت کی حکیم صاحب نے یہ نسخہ بولا۔ بیخ ترب تازہ نمک شیدہ نمک سیاہ فلفل سیاہ باریک سفوف ساختہ پاشیدہ در اندام نہانی بندش نماید مریضہ نے اس عمل کو انجام دیا اور رات بھر اندام نہانی میں مولی رکھی۔ دوسرے روز صبح آ کر اس نے بتایا کہ رات کو اس قدر سخت تکلیف اور بے چینی رہی کہ وہ سو نہیں سکی۔ اس کے ہاتھ میں کپڑے میں لپٹی ہوئی مولی تھی جس میں بے شمار کیڑے سفید رنگ کے موجود تھے۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ ان کیڑوں ہی کی وجہ اس کے محل میں دغدغہ تھا جس سے خواہشِ جماع بڑھی ہوئی تھی۔

اپنے شاگردوں اور خردوں کے ساتھ ان کا حوصلہ افزائی کا عجیب معاملہ رہتا تھا۔ فنی تربیت اور قدر کے اس برتاؤ سے انھیں خاص روحانی مسرت حاصل ہوتی تھی، چھوٹوں کی بات اٹھانا اور ان کی رائے کو وقعت دینا ان کا وصف خاص تھا، جو اکثر لوگوں میں مفقود رہتا ہے۔

حکیم محمد طیب صاحب کا بیان ہے کہ قاضی عبد الغفار (حیات اجمل) عرصہ سے تلیینِ کبد میں مبتلا تھے۔ یکایک انھیں ہچکیاں لگ گئیں۔ ڈاکٹری علاج جاری تھا، مگر ہچکیوں میں کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ حکیم صاحب مرحوم سے رجوع کیا گیا انھوں نے مختلف دوائیں تجویز کیں۔ حکیم طیب صاحب نے تازہ کچے دودھ کے جھاگ (جس کی طبعی گرمی ابھی کم نہ ہوئی ہو) کی تعریف کی چنانچہ انھوں نے اپنے نسخے کے بجائے دودھ کا جھاگ پلوایا اور اس سے ہچکیوں میں افاقہ ہوا۔

راقم الحروف کی موجودگی میں حکیم اجمل خاں کا ایک مریض ان کی خدمت میں آیا انھوں نے اس کا نسخہ لکھوانا چاہا۔ میں نے گندھک آملہ سار کی افادیت کا تذکرہ کیا۔ فوراً اپنے نسخہ کی جہت تبدیل کر کے گندھک کو بطور سر دار دوا مناسب بدرقات کے ساتھ استعمال کرایا۔

Marfat.com

اسی طرح دہلی میں ایک نوجوان نے ان سے کثرتِ احتلام کی شکایت کی جو سے فرمایا لکھئے۔ ابھی انھوں نے نسخہ نہیں لکھوایا تھا اور ایک خاص کیفیت میں پان کے ذائقہ کا لطف لے رہے تھے کہ میں نے صرف شیرہ تخم خرفہ سیاہ نسخہ میں لکھ کر پیش کر دیا۔ دیکھتے ہی پھڑک اٹھے اور تعریفی کلمات کے ساتھ وہی نسخہ مریض کے حوالے کر دیا۔

حکیم خواجہ محمد زبیر (کانپور) کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حکیم صاحب کانپور ایک بڑے تاجر کو دیکھنے تشریف لائے۔ مریض کا معائنہ کرنے کے بعد گزشتہ علاج کے بارے میں دریافت فرمایا۔ چونکہ خواجہ محمد زبیر کا علاج ہو رہا تھا اس لئے ان کا نسخہ حکیم صاحب کے سامنے پیش کیا گیا۔ حکیم صاحب نے نسخہ پر ایک نظر ڈالتے ہی اس کی تعریف کی اور اس میں معمولی تبدیلی کے بعد اسے جاری رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ حکیم صاحب حالانکہ گراں قدر فیس پر کانپور تشریف لے گئے تھے لیکن انھوں نے نسخہ لکھنے اور علاج کرنے کے بجائے اپنے ایک شاگرد کی عزت افزائی اور اس کی طبی قدر و منزلت کو بڑھانا ضروری سمجھا۔ چنانچہ خواجہ صاحب کے مطب پر اس واقعہ کا بہت خوشگوار اثر مرتب ہوا۔

Marfat.com

حکیم محمود رضا

افسر الاطباء حکیم احمد رضا کے بڑے صاحبزادے تھے۔ ۱۸۹۵ء میں رامپور میں پیدا ہوئے۔ ذہانت اور حافظہ اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ۸ سال کی عمر میں اپنے والد کی حیات ہی میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ ابتدائی درسی کتابیں رامپور کے اساتذہ سے اور آخری درجہ کی کتابیں علماء لکھنؤ سے پڑھیں۔ درسیات میں حدیث کے مطالعہ سے خاص طور پر شغف تھا۔ ۱۹۰۴ء میں والد کے انتقال کے بعد حکیم عبدالعزیز نے انکی تعلیم پر توجہ کی وہ ان کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے اور انھیں سے مطب حاصل کیا۔

حکیم حافظ محمود رضا (عرف جانی میاں) نے رامپور کے علاوہ برسوں علی گڑھ میں بھی مطب کیا۔ کیمیا کا بہت شوق تھا۔ لیکن کبھی کامیابی نہیں ہوئی۔ ہمیشہ ایک آنچ کی کسر رہ جاتی تھی۔ یہ نہایت بُرا ہوا کہ کثیر عمل شروع کرتے ان کے گھر بہت سے پوتے، انگیٹھیاں اور ہنڈیاں بج رہتی تھیں۔

مولوی حشمت اللہ خاں کے اصرار پر کچھ عرصہ آگرہ میں بھی مطب کے فرائض انجام دیئے۔

رامپور سے ایک ذی حیثیت مریض کے علاج کے لئے حیدرآباد گئے اس کی صحت یابی تک وہیں رہے دوسرے امراء بھی ان کے زیر علاج آئے اور

Marfat.com

شفایاب ہوئے۔ اس کے بعد حیدر آباد میں مستقل قیام اور مطب شروع کیا۔ ان کے بہنوئی نواب مولوی فدا علی خاں جو حیدر آباد میں امور مذہبی کے منتظم تھے ان کے حیدر آباد مدعو کئے جانے کا سبب بنے تھے۔

حکیم محمود رضا خاں سررشتہ طبابت یونانی سے وابستہ ہوئے اور حیدر آباد کے دواخانوں کی منتظمی کے علاوہ صدر شفاخانہ حیدر آباد میں بھی کام کرتے رہے۔ حکیم مولوی حامد حسن صدر مہتمم طبابت و نیز صدر مدرس مدرسہ طبیہ نے صدر المہام طبابت کی خدمت میں رپورٹ پیش کرتے ہوئے حکیم محمود رضا کی لیاقت کا پُر زور الفاظ میں اعتراف کیا تھا۔

حکیم حامد حسن کے انتقال کے بعد حکیم مقصود علی خاں مہتمم طبابت ہوئے وہ بھی حکیم محمود رضا کے علم و فضل کے معترف تھے اور ان سے ذاتی تعلقات رکھتے تھے ۱۳۵۰ھ میں مدرسہ طبیہ حیدر آباد کے طبی کالج کی شکل اختیار کرنے کے بعد حکیم محمود رضا کا بحیثیت لیکچرر تقرر عمل میں آیا۔ ادویہ مفردہ و مرکبہ کی تعلیم ان سے متعلق قرار پائی۔ اس سے پہلے وہ مدرسہ طبیہ میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے تھے۔

حیدر آباد میں دوسرے معرکۃ الآرا معالجات کے علاوہ ان کا ایک معرکہ کا علاج یہ تھا کہ میر عثمان علی خاں کی بڑی بیگم کی ریڑھ کی ہڈی بڑھ گئی تھی۔ ڈاکٹر آپریشن کرنا چاہتے تھے۔ نظام کے طبیب خاص ان سے بھی ذکر کیا۔ انھوں نے بیگم کو دیکھا اور پندرہ روز توقف کرنے کے لئے کہا۔ پندرہ دن علاج کے بعد بڑھی ہوئی ہڈی غائب ہو گئی۔ ڈاکٹر حیران رہ گئے۔ انھوں نے کہا کہ حیض بند ہونے کی وجہ سے یہ شکایت پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے بعد بیگم کے طبیب خاص مقرر ہوئے۔ انہی کے ہمراہ حج کو گئے۔ وہاں ابن سعود کا بہت معرکہ کا علاج کیا اور ایک ماہ مزید قیام رہا۔ دوسرے شہزادوں کے علاج میں بھی کامیابیاں حاصل کیں۔ وہاں قیام کے لئے مجبور کئے گئے مگر واپس حیدر آباد آئے۔

Marfat.com

اور اسہال کبدی میں مبتلا ہو کر ۱۹۳۳ء میں حیدر آباد ہی میں وفات پائی۔ پرہیز نہیں کرتے تھے اور کھانے کے بہت شوقین تھے۔

چیچک کا علاج گوشت کا قیمہ کھلا کر کرتے تھے اور اس کو چیچک میں بہت مفید سمجھتے تھے۔ برص کے علاج میں لحم بقر استعمال کراتے تھے، فیلپا کے علاج میں خاص ملکہ حاصل تھا۔

ورزش بھی کرتے تھے کلائی میں بہت زور تھا، پنجہ خوب لڑاتے تھے اور اچھے اچھے پہلوانوں کا ہاتھ موڑ دیتے تھے۔

مطب کے ذریعہ بہت روپیہ کمایا، مگر داد و دہش رہتی تھی، سب خرچ کر ڈالتے تھے۔ حاجتمندوں کی مدد کرتے اور اس سے انھیں ایک خاص خوشی محسوس ہوتی تھی، طبی تحریکوں میں بھی حصہ لیتے تھے۔ آل انڈیا ویدک اینڈ طبی کانفرنس کے ۱۹۲۶ اور ۱۹۲۷ء کے دہلی اور رامپور کے اجلاسوں میں شفاء الملک حکیم عبدالحمید کے ساتھ سرگرم رہے۔

صوفیا اور مشائخ سے بہت تعلق تھا۔ میاں مشتاق رام پوری (خرمہ والی زیارت) سے بیعت تھے۔

حکیم محمود رضا کی شادی حقیقی پھوپھا حکیم عبدالوحید کی صاحبزادی اشفاق جہاں ہمشیرہ شفاء الملک حکیم عبدالمعید اور شفاء الملک حکیم عبداللطیف) سے ہوئی جنھوں نے بہت کم عمری میں ۱۹۲۵ء میں وفات پائی۔

قطعہ تاریخ وفات

سال رحلت پاک نہاد ہمشیر جناب حکیم محمد عبدالمعید

۱۹۲۵ء

محمد گو پاکیزہ دل خاتونِ صاحب عفتے — پاکداں صدق دل در کنج جنت آرمید

۱۹۲۵ء — ۱۳۳۲ فصلی

Marfat.com

قیس سال رحلتش گفتم ز ابجد بہرہ یاب　　　شد ز عالم اہل دیں ہمشیرہ عبد المجید

۱۹۸۱ سمت　　　۱۳۴۳ھ

از فکرت زبدہ جہاں محمد عبد الباسط قیس تھونوی

۱۳۴۳ھ

ایک صاحبزادہ حکیم محبوب رضا اور دو صاحبزادیاں نسیمہ بیگم اور جمیلہ بیگم ان کی یادگار ہیں۔

زوجہ اول کے انتقال کے بعد حکیم محمود رضا کی دوسری شادی رامپور میں بشیر النساء سے ہوئی۔ ان سے چار فرزند مرغوب رضا، ڈاکٹر مطلوب رضا، مشہود رضا، متین رضا اور ایک دختر عقیل النساء ہیں۔

نمونہ مطب:

زحیر: یہ نسخہ آل انڈیا آیورویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس کے پندرہویں اجلاس منعقدہ ۱۹۲۷ء میں پیش کیا تھا۔

اسپغول مسلم ۵ گرام مویز منقیٰ ۵ عدد۔ مویز منقیٰ کو پیس کر ربڑی ۱۲ گرام میں ملائیں اور اسپغول اس میں شامل کر کے کھائیں۔

Marfat.com

حکیم محسن رضا

۱۸۹۷ء میں پیدا ہوئے۔ برادر اکبر حکیم محمود رضا اور خاندان کے دوسرے بزرگوں سے طب کی تعلیم حاصل کی۔ درسیات کی تکمیل لکھنؤ اور رام پور کے علماء سے کی تھی۔ ابتدا میں رام پور میں اپنے والد حکیم احمد رضا کی جگہ بیٹھے جن کا مطب چرخ والی مسجد کے پاس تھا۔ اس کے بعد نواب صاحب پالنپور کے ہاں طبیب رہے۔ حکیم ہادی رضا کے انتقال کے بعد کئی برس تک انکی قائم مقامی کی اور کٹرہ ابوتراب لکھنؤ میں مطب کیا۔ آخر میں رام پور میں اقامت اختیار فرمائی اور مطب کا سلسلہ شروع کیا۔

اسی دوران ایک مریض کو دیکھنے آگرہ گئے۔ وہاں لوگوں کے اصرار پر چند ماہ قیام کیا۔ آگرہ کے قیام ہی میں کچھ طبیعت خراب ہوئی۔ وہاں سے اپنی بھتیجی جمیلہ بیگم کے پاس بارہ بنکی تشریف لے گئے اور وہیں ۱۹۵۴ء میں وفات پائی۔ حکیم محسن رضا کی پہلی شادی مولوی حشمت اللہ خاں (جوائنٹ مجسٹریٹ بریلی) کی بھانجی رضیہ بیگم (ہمشیرہ ابراہیم علی خاں اسسٹنٹ کمشنر) سے ہوئی تھی مولوی حشمت اللہ نے آخر میں آگرہ میں پریکٹس شروع کر دی تھی۔ اسی وجہ سے حکیم محسن رضا کی آگرہ آمد و رفت کا سلسلہ رہتا تھا۔ دو صاحبزادے مجید رضا (انجینیر) اور سعید رضا (صحافی) اور ایک صاحبزادی فاروقہ بیگم (زوجہ محمد عمر) یادگار ہیں۔

زوجۂ اوّل کے انتقال کے بعد دوسری شادی رام پور میں عزیز جہاں بیگم سے کی۔ ان سے صرف ایک صاحبزادہ مرتضیٰ رضا ہیں جو پاکستان ایئر فورس میں ملازم ہیں۔

Marfat.com

حکیم مسعود رضا

۱۸۹۹ء میں رامپور میں پیدا ہوئے۔ وہیں سے ہائی اسکول کا امتحان پاس کیا۔ طب کی تعلیم حکیم محمود رضا اور حکیم ہادی رضا سے حاصل کی۔ ابتدا میں مطب کیا مگر کوئی مناسبت نہیں پیدا ہو سکی اور زیادہ تر تعلق زمینداری سے رہا۔ ضلع اناؤ میں مرزا ناظم علی بیگ کی صاحبزادی محمودہ بیگم سے عقد ہوا۔ ۶ لڑکے ممتاز رضا، مختار رضا، امتیاز رضا، دلشاد رضا، ارشاد رضا اور دو لڑکیاں نگہت رضوانہ اور رفعت سلطانہ ہیں۔ راقم الحروف کو رام پور کے تیسرے سفر ۱۲ر دسمبر ۱۹۶۶ء میں ان سے نیاز حاصل ہوا تھا۔ اپنے جد امجد حکیم علی رضا کی مکتوبہ تین وصلیاں آپ نے عنایت کی تھیں۔

حکیم مشتاق رضا

۱۹۰۲ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ دو ہی سال کے تھے کہ والد کے سایہ سے محروم ہو گئے۔ بڑے بھائی حکیم محمود رضا نے تعلیم و تربیت کی ذمہ داریاں ادا کیں۔ طب کی تعلیم خاندان کے بزرگوں سے حاصل کی۔ رام پور اور شاہجہان پور میں برائے نام مطب کیا۔ پولیس میں ملازم رہے۔

حکیم مشتاق رضا کی شادی سرولی ضلع بریلی میں ہوئی تھی۔ صرف ایک صاحبزادی صدیقہ بیگم ہیں جن کی شادی دلدار آغا لیکچرر حامد انٹر کالج رامپور سے ہوئی ہے۔

Marfat.com

حکیم ہادی رضا

حکیم حسین رضا کے بڑے صاحبزادے حکیم ہادی رضا ۳ اکتوبر ۱۸۸۸ء مطابق ۲۶ محرم ۱۳۰۶ھ بروز چہارشنبہ بھوالی ٹولہ میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے ذکی الطبع اور محنتی تھے۔ ابتدا میں اردو، فارسی اور کچھ انگریزی گھر پر پڑھی پھر ۱۸۹۹ء میں انگریزی ہائی اسکول رام پور ریاست میں داخل ہوئے۔ ۱۹۰۱ء میں انگریزی تعلیم ترک کر کے منطق و فلسفہ اور عربی درسیات کی طرف توجہ کی۔ مولوی غلام محمد پنجابی سے عربی صرف و نحو، مولانا عرب طیب مکی سے عربی ادب اور مولانا عبد الغفار خاں رام پوری نیز مولانا فضل حق رام پوری سے دیگر علوم عربیہ کی تکمیل کی۔ یکم جنوری ۱۹۰۴ء سے اپنے والد سے تمام و کمال طب کی کتابیں پڑھیں۔ جو کتابیں پڑھتے جاتے تھے وہی کتابیں دوسرے طلباء کو پڑھاتے جاتے تھے۔ اس طرح طالب علمی ہی کے زمانہ سے ان کے درس کا سلسلہ قائم ہو گیا تھا۔ ۱۹۰۸ء میں طبی درسیات ختم کر کے رام پور کے سرکاری کتب خانہ میں قلمی کتب طبی و حواشی غیر مطبوعہ کا مطالعہ کیا۔ دوران تعلیم والد کے مطب میں حاضری کے علاوہ سرجری کی بھی مشق کرتے رہے۔

۱۹۰۹ء میں والد کے انتقال کے بعد مستقل مطب اور باقاعدہ درس کا سلسلہ شروع کیا۔ مریضوں کے رجسٹر کے ساتھ ہی شاگردوں کے نام بھی باقاعدہ

Marfat.com

لکھے جانے کا اہتمام تھا۔ ان کے تلامذہ کی فہرست بہت وسیع ہے۔ حکیم محمد یامین (گھاٹ ہیڑہ، سہارنپور) حکیم قاضی محمد نفیس (دہسوان) حکیم محمد رشید الدین رامپور (اعجاز خیر البشر فی اثبات شق القمر) حکیم حافظ علی محمد سنبھل (ترجمہ شاطبیہ) حکیم بشیر علی خاں شاہجہاں پور (رسالہ زچہ و بچہ) حکیم محمد عبدالحیی پشاور (رسالہ مضراب المسکین) حکیم غلام نبی[1] وغیرہ ان کے تلامذہ میں ہیں۔

۱۹۱۸ء میں رامپور کی سکونت ترک کرکے مستقل لکھنؤ میں قیام فرمایا جہاں بڑے پیمانہ پر مطب کے علاوہ مدرسہ منبع الطب کو ترقی دی جو جنوری ۱۹۰۴ء میں ان کے والد کے دست مبارک سے قائم ہوا تھا[2] دسمبر ۱۹۶۹ء تک وہ منبع الطب کے پرنسپل اور آنریری سکریٹری رہے۔ اس کے بعد حکیم عبدالحلیم پرنسپل مقرر ہوئے اور حکیم ہادی رضا آخر عمر تک بحیثیت آنریری سکریٹری اس ادارہ کے روح رواں رہے[3] یہ ادارہ تنہا ان کی مساعی کا نتیجہ تھا اور اس نے اپنے مدت قیام میں ڈیڑھ ہزار سے زیادہ طبیب پیدا کئے۔ جن میں بعض تصنیفی اور علمی حیثیت سے ملک میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔

لکھنؤ حاذق اطباء کا مرکز رہا ہے لیکن ایسے طبیبوں کی تعداد بہت کم رہی ہے جن میں طبی حذاقت اور جراحی کا کمال دونوں جمع ہوں۔ شیخ الہند حکیم عبدالعزیز نے اس کمی کو بہت شدت سے محسوس کیا اور شفاء الملک حکیم عبدالرشید اور شفاء الملک حکیم عبدالحمید کو باقاعدہ سرجری کی عملی تعلیم دلوائی ان دونوں نے سینکڑوں چھوٹے بڑے آپریشن کئے اور سرجری کو مستقل اپنی پریکٹس کا حصہ بنائے رکھا۔ حکیم عبدالحلیم کے ہاں بھی یہ روایت قائم رہی

---

[1] تذکرۃ الاطباء ص ۱۳۲

[2] روئداد مدرسہ منبع الطب مطبوعہ ۱۹۱۸ء ص ۵

[3] دی پرنسس آف انڈیا اینڈ دی انڈین ایمپائر ص ۲۹

حکیم ہادی رضا کو معالجہ کے علاوہ سرجری سے خاص شغف تھا۔ لکھنؤ میں اپنا مطب شروع کرنے کے بعد انھوں نے سرجری کی طرف کافی توجہ دی۔ لکھنؤ میڈیکل کالج کے ایک انگریز سرجن کے ساتھ آپریشن کیے اور تھوڑی ہی مدت میں ہر قسم کے آپریشن کا کامیاب تجربہ حاصل کر لیا۔ ان کے مطب میں سرجری کا ایک علیحدہ شعبہ قائم تھا۔ جس میں وہ روزانہ متعدد آپریشن طلباء کی موجودگی میں کرتے تھے۔ آنکھوں کے آپریشن کا تجربہ بھی خوب تھا۔ ایک دفعہ ایک تانگے والا خون میں لت پت مطب میں لایا گیا۔ معلوم ہوا گھوڑے نے غصہ میں آکر ہاتھ چبا ڈالا ہے۔ انھوں نے سمیت پھیلنے کے اندیشہ کے پیش نظر ہاتھ کاٹنا ضروری قرار دیا۔ چنانچہ اس کے گھر والوں کی رضامندی سے اپنے آپریشن روم میں بے ہوش کر کے اس کا ہاتھ کاٹا جو نہایت کامیاب رہا۔ ان کے آپریشن روم میں ہزاروں روپیہ کے قیمتی جرمنی اور ولایتی آلات تھے۔ سرجری میں انکی مہارت کی وجہ سے انھیں باقاعدہ مارفیا، کوکین اور کلوروفارم جیسی ادویہ کے استعمال کی تحریری اجازت دی گئی تھی۔

وہ علاج بالفصد کے بھی ماہر تھے اور بہت کامیابی کے ساتھ فصد کرتے تھے۔ مریضوں کے ساتھ ان کا برتاؤ نہایت ہمدردانہ تھا۔ غریب مریضوں کی فیس واپس کر دیتے تھے اور اپنے پاس سے مفت دوائیں دیتے تھے۔ ۱۹۱۹ء میں لکھنؤ میں انفلوئنزا کی وبا پھیلی۔ اس کے بعد طاعون، چیچک اور خصوصاً ہیضہ کے زمانہ میں لکھنؤ کے دو مشہور یونانی اطباء اور حکیم ہادی رضا نے ہزاروں مریضوں کے کامیاب علاج سے یہ ثابت کیا کہ طب یونانی مغربی طریقہ علاج سے ایک قدم پیچھے نہیں ہے۔

جس زمانہ میں لکھنؤ میں طاعون کا بڑا زور تھا۔ انھوں نے "النجات" نام کی ایک دوا ایجاد کی تھی، اس کی خوبی یہ تھی کہ جو شخص

Marfat.com

اس کو اپنے پاس رکھتا تھا طاعون سے محفوظ رہتا تھا۔[1] طاعون کے علاج میں انھیں بڑی شہرت حاصل ہوئی اور انھوں نے سینکڑوں مریضوں کا کامیاب علاج کیا۔ جنوری ۱۹۲۷ء میں انھوں نے لکھنؤ میں نامی دواخانہ کے نام سے ایک دواخانہ[2] بھی قائم کیا تھا۔

حکیم ہادی رضا کا دماغ علمی معلومات اور خداداد قابلیت کا بہترین خزانہ تھا۔ تقریر میں بڑی روانی تھی۔ بڑے بڑے جلسوں میں گھنٹوں بہت جامع اور مدلل تقریر کرتے تھے۔ فارسی اور پشتو خوب بولتے تھے۔ افغانستان سے جو طلباء طب پڑھنے آتے تھے۔ ان سے پشتو ہی میں گفتگو کرتے تھے۔ طلباء سے بہت محبت سے پیش آتے تھے۔ درس اس قدر دلنشین ہوتا تھا کہ طلباء ان کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ بعض مرتبہ ایک ایک مسئلہ کے سمجھانے میں تین تین دن صرف کر دیتے تھے اور اگر اس کے بعد بھی ضرورت محسوس کرتے تو بحث کا سلسلہ پھر چھیڑ دیتے تھے۔

درج ذیل تصانیف ان کی یادگار ہیں۔

۱۔ قرابادین رضائی (فارسی) یہ قرابادین ۱۹۰۷ء میں مرتب کی گئی۔ اس میں پانچ سو نادر مجربات و مرکبات مع شکل نباتات، تفصیل اوزان و خواص نیز صانع اول کے نام اور وجہ تسمیہ بحوالہ کتب طبیہ درج ہیں۔ ترتیب حروف تہجی کے مطابق ہے۔

۲۔ القانون فی علاج الطاعون (اردو) یہ رسالہ ۱۹۰۸ء میں تالیف کیا تھا آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس کے چھٹے سالانہ اجلاس منعقدہ رامپور ۱۹۱۶ء میں مسیح الملک حکیم اجمل خاں کے دستخط سے ان کو اس

---

[1] رموز الاطباء اول ص ۵۶۴

[2] تذکرہ کاملان رامپور ص ۵۰۴

کتاب پر سند پسندیدگی دی گئی تھی۔

۳۔ القول الکامل فی زحیر الحق و الباطل (عربی) اس میں پیچش کے تمام اختلافی مسائل اور اسباب و علامات و علاج پر تفصیل سے لکھا ہے۔ یہ کتاب غیر مطبوعہ ہے۔

۴۔ اصطلاحات الاطباء۔ اس میں اطبائے قدیم کی اصطلاحات کی وضاحت کی گئی ہے۔

۵۔ قانون مطب (اردو) قوانین مطب اور طب کے وہ اصول جن کا تعلق معالجہ سے ہے انھیں بہت جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ جنوری ۱۹۳۶ء میں دوسری بار طبع ہوا ہے۔

۶۔ عجائب المفردات۔ وہ مفرد دوائیں جن کا کتب مفردات میں ذکر نہیں ملتا، اس کا اصل موضوع ہیں۔

۷۔ مجموعہ کلام ماہر، ان کے کلام کا مجموعہ جسے ان کے صاحبزادہ حکیم محمد صابر رضا ادیب نے دسمبر ۱۹۶۹ء میں مرتب کیا ہے۔

حکیم ہادی رضا کو شعر و شاعری سے دلچسپی تھی۔ ماہر تخلص کرتے تھے۔ بقول ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی "وہ اس سوسائٹی کے ایک ممتاز فرد تھے۔ جب شعر گوئی اور سخن سنجی ہماری تہذیب اور شائستگی کا ایک جزو لاینفک سمجھی جاتی تھی۔ کوئی کسی علم و فن میں دستگاہ رکھتا سخن گوئی کا ذوق یا سخن فہمی کا شوق ضرور رکھتا تھا۔ حکیم صاحب موصوف پیشہ کے اعتبار سے تو طبیب تھے لیکن طبیعت کو شعر گوئی سے کافی مناسبت تھی۔ طبعی مناسبت نہ بھی ہوتی تو بھی وہ اس فن کو اپنے پیشہ میں کامیاب ہونے کے لئے استعمال کرتے۔ کیونکہ یہ فن ایک علم مجلسی بن چکا تھا۔ حکیم صاحب نے بھی اپنا مذاق نئے ساتھ اپنی موزونی طبع کے کرشمے متعدد شعری شاعری کی محفلوں میں دکھائے اور ان میں کامیاب

بھی رہے[1]

جون ۱۹۲۳ء میں انھوں نے الطبیب کے نام سے لکھنؤ سے ایک ماہنامہ بھی نکالا تھا، جو چند سال جاری رہا۔ بعد میں مئی ۱۹۴۷ء میں ان کے صاحبزادے حکیم صابر رضا نے دوبارہ اس کا اجرا کیا۔ میونسپل کمشنر کی حیثیت سے حکیم ہادی رضا نے نہ صرف عوام کی خدمت پر پوری توجہ رکھی۔ بلکہ فنی لحاظ سے بھی وہاں ان کی موجودگی بہت مفید ثابت ہوئی اور مختلف مواقع پر ان کی کوششوں سے طبی مفادات محفوظ رہے۔ محکمۂ حفظانِ صحت میونسپل بورڈ لکھنؤ میں یہ مسئلہ زیر غور تھا کہ ملازمین میونسپل بورڈ کی بیماری اور رخصتی سرٹیفکٹ دینے کے لئے طبیبوں، ویدوں اور ڈاکٹروں میں کس کو قانوناً جائز قرار دیا جائے۔ تقریباً چھ ماہ تک یہ معاملہ زیر بحث رہا۔ آخر میں حکیم ہادی رضا کی تحریک پر اس فیصلہ کے لئے ایک سب کمیٹی بنائی گئی جس میں ڈاکٹر نولکشور، حکیم خواجہ شمس الدین اور حکیم ہادی رضا شامل تھے۔ بورڈ کے ہیلتھ آفیسر ایچ ایس دوبے، ڈی پی ایچ (لندن) یہ حق صرف میونسپل بورڈ کے ڈاکٹروں کو دینا چاہتے تھے۔ حکیم ہادی رضا نے اس سے شدید اختلاف کیا۔ بورڈ کے علاوہ انھوں نے انجمن طبیہ اور طبی درسگاہوں کے ذمہ داروں کو بھی اس کے لئے متوجہ کیا اور اخبارات میں بھی مضامین شائع کئے، ۱۲ اپریل ۱۹۳۰ء کے ہفتہ وار حق لکھنؤ میں بھی ان کا ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ اس سلسلہ میں حکیم خواجہ شمس الدین کی کوششیں بھی قابل قدر رہیں۔

حکیم ہادی رضا آل انڈیا ویدک اینڈ طبی کانفرنس کے اجلاسوں میں دلچسپی کے ساتھ شریک ہوتے تھے اور کانفرنس میں ان کی نظمیں نہایت لطف کے ساتھ سنی جاتی تھیں۔ کانفرنس کے چھٹا اجلاس منعقدہ دہلی ۱۹۱۶ء میں

---

[1] مجموعہ کلام ہادی ص ۶

سب کمیٹیوں کے سکریٹری کی حیثیت سے سرگرم رہے۔

۱۸ دسمبر ۱۹۲۷ء کو انھوں نے پنجاب طبی کانفرنس کے سالانہ اجلاس کی صدارت کی۔ ان کی شخصیت اور فن پر ایک تعارفی مضمون جو کانفرنس میں پڑھا گیا تھا وہ رسالہ المعالج[1] امرتسر مارچ ۱۹۲۸ء اور رسالہ الحکیم لاہور میں طبع ہوا تھا۔

۱۹۳۰ء میں انجمن طبیہ یو پی کی طرف سے وہ قاسم پور ضلع بدایوں کی طبی نمائش کے لئے ممبر نامزد کئے گئے اسی طرح جنوری ۱۹۴۱ء میں انھیں آیورویدک اینڈ طبی بورڈ علی گڑھ نے ممبر مقرر کیا۔

ملک کی جدوجہد آزادی سے بھی حکیم صاحب کا گہرا تعلق رہا "ہندوستان چھوڑ دو" تحریک کے زمانہ میں ایک موقع پر پنڈت جواہر لال نہرو جب لکھنؤ آئے تو حکیم صاحب نے گرمجوشی سے ان کا استقبال کیا پنڈت جی کے ساتھ ان کا ایک فوٹو جنگ آزادی کے مجاہدین کی یاد دلاتا ہے۔ پنجاب میں مجاہدین آزادی پر جو مظالم ہوئے تھے ان سے متاثر ہو کر انھوں نے ایک نظم لکھی تھی، تاریخی اہمیت کے پیش نظر وہ نظم یہاں درج کی جاتی ہے۔

باز آیا میں نے حالت دیکھ لی سرکار کی	حق طلب کرنے پہ جس نے قید کی بھرمار کی
گو کہ حالت رہی اس شوخی رفتار کی	جوش میں آجائے گی رحمت مرے غفار کی
شانتی و قید خانے بانٹ دے سوراج میں	کیا ضرورت توپ کی بندوق کی تلوار کی
غدر سے پنجاب کے بڑھ کر ہے سارا ہندوستان	ہے دوا سوراج ہی اس وقت بیمار کی
معتدل نوری کی ضبطی کم نہیں قرآن سے	جان ہی لیوا ہے جو ہے یاد آزار کی

---

[1] رسالہ المعالج ۱۳۲۵ھ میں امرتسر سے جاری ہوا تھا اور اسی سال لکھنؤ سے بھی رسالہ معالج کے نام سے ایک رسالہ نکلا تھا۔ حکیم ہادی رضا نے دونوں رسالوں کے اجرا پر قطعات تاریخ کہے تھے جو ان کے مجموعہ کلام ماہر میں شامل ہیں۔

Marfat.com

گولہ باری یاد ہے ظلم و ستم بھولے نہیں — کیا قیامت خیز ہے حالت مری سرکار کی

جان دینے قید ہونے کو تو خود حاضر ہیں ہم — دین و ایماں چھین لیں یہ کب مجال اغیار کی

مارشل لا کی ضرورت کیا کہ اہل ہند کی — گردنیں مشتاق ہیں خود آہنی تلوار کی

سر سے اب آب مظالم بڑھ چلا ہے استمداد — کوئی دن میں ڈوبتی ہے آبرو سرکار کی

تحریکِ خلافت میں انھوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ سلطنتِ عثمانیہ پر حملہ کے دنوں میں انھوں نے یہ قطعہ کہا تھا

یارب کرم کہ روز افزوں ہے غم و الم — بدنام و خوار امتِ خیر الانام ہے

اسلام و دردمند مسلماں ہیں مضطرب — نرغے میں دشمنوں کے ہمارا امام ہے

ہے تیرے ہاتھ دولتِ عثمانیہ کی لاج — دشمن یہ کہہ رہے ہیں کہ بیڑی تمام ہے

حکیم صاحب طبیعتاً بہت جری واقع ہوئے تھے اور کبھی کسی سے مرعوب نہیں ہوتے تھے ایک مرتبہ یوپی کے آخری انگریز گورنر مسٹر ہیلیٹ سے گورنمنٹ ہاؤس میں ان کی ملاقات ہوئی۔ دورانِ گفتگو حکیم صاحب کو انگریزی میں گورنر کو کچھ بتانے کی ضرورت پیش آئی۔ ان کے انگریزی بولنے پر گورنر نے دریافت کیا "ول حکیم صاحب آپ کتنی انگریزی جانتا ہے" حکیم صاحب نے برجستہ جواب دیا "ول صاحب آپ جتنی اردو جانتا ہے" یہ جواب سن کر گورنر بہت خوش ہوا۔ اور ہاتھ ملا کر دیر تک ہنستا رہا۔

راقم الحروف کے جد بزرگوار حکیم حاجی قاضی سید محمد کرم حسینؒ سے آل انڈیا ویدک اینڈ طبی کانفرنس کے جلسوں میں شرکت کی وجہ سے خصوصی تعلقات تھے۔ ماہنامہ مسیحائے زماں تجارہ ریاست الور جنوری ۱۹۲۷ء سے ۱۹۲۹ء تک حکیم سید کرم حسینؒ کی زیر ادارت نکلتا رہا۔ اس کی جولائی، اگست ۱۹۲۷ء کی اشاعت میں منبع الطب کالج کی ۱۹۲۷ء کی روئداد پر تبصرہ اور حکیم ہادی رضا کی مساعی پر کلماتِ تحسین تحریر ہیں۔ مسیحائے زماں کی دوسری اشاعت میں حکیم سید کرم حسینؒ کے نام ہادی رضا کا یہ مکتوب درج ہے "مشفق جناب حکیم صاحب آداب عرض ہے۔ نامۂ محبت موصول ہو کر باعثِ مسرت ہوا۔ اپنی اس

Marfat.com

مہربانی پر میرا دلی شکریہ قبول کیجیے۔ دفتر (منبع الطب) میں تقریباً تمام طبی رسائل آتے ہیں جن سے طلاب کالج نہ صرف مستفید ہوتے ہیں بلکہ ان کی نشر و اشاعت بھی ہوتی جاتی ہے اور میں ان سب کا اپنی سالانہ رپورٹ میں بھی تذکرہ خیر کرتا ہوں ملاحظہ ہو رویداد ہذا کا صفحہ ۱۸ بہر حال میں رسالہ "مسیحائے زماں" کا بھی دل سے خیر خواہ ہوں اور مجھے بڑی مسرت ہے کہ آپ نے ایک گوردہ سے ایک نیا طبی آفتاب چمکایا ہے خدا اس کی عمر دراز کرے۔"[1]

حکیم ہادی رضا منبع الطب کالج کے سلسلہ میں رام پور گئے تھے۔ ہیضہ کا حملہ ہوا فوراً اپنے برادر خرد حکیم حبیب رضا کے پاس بریلی تشریف لے گئے۔ جہاں ان کے مرض نے اور شدت اختیار کی اور وہیں ۲۰ جون ۱۹۲۸ء کو سفر آخرت اختیار فرمایا۔ نعش لکھنؤ لائی گئی اور حیدر گنج میں اپنے ننہالی قبرستان میں دفن ہوئے۔ انھوں نے خود کہا تھا ؎

ماہر فن ہادی راہ طبابت چل دیا ۔ درحقیقت معنی لفظ محبت چل دیا

نذرِ عقیدت از حکیم مشتاق احمد خاں غبار بارہ بنکوی (مستند منبع الطب)

اے شہید فن طب اے مولوی ہادی رضا ۔ زندہ جاوید ہے ایثار تیرا مرحبا
اے ہمہ معصومیت اے ساکن دار السلام ۔ خدمت اقدس میں تیری عرض کرتا ہوں سلام
دیکھ کر تیری شبیہ پاک بھر آتا ہے دل ۔ ہر ادا میں پا رہا ہوں اک جذب مستقل
دور رس ہوتی ہے ہر عامی سے شاعر کی نگاہ ۔ کر رہا ہوں قلب میں محسوس لطف بے پناہ
مرگ تیری اک مقدس زیست کی تفسیر ہے ۔ اللہ اللہ کس قدر منہ بولتی تصویر ہے
شاہکار زندگانی تیرے یوں بیدار ہیں ۔ مرگ میں بھی تیری گویا زیست کے آثار ہیں
اے مقیم خلد زار اے جادہ پیمائی فنا ۔ ہر قدم پہ دیکھتا ہوں تیرے آثار بقا
ظلمتیں جب ہوں سواد شام میں پرچم کشا ۔ کاکل شب میں جب نشان ستاروں کی ضیا
شرق ہونے لگے نور سحر جب ضو فشاں ۔ جب ہوا سے صبح سے مرجھائے شاخ کہکشاں
جبکہ آنکھوں میں ستاروں کے خمار آنے لگے ۔ تا کمر جب شب کی زلف مشکبار آنے لگے

---

[1] ماہنامہ مسیحائے زماں تجارہ جولائی ۱۹۲۸ء

Marfat.com

خوشۂ انگور کا ہو جب ثریا پر گماں ۔۔۔ چاندنی کی کھیت جب بن جائے کشتِ زعفراں
کروٹیں لیتی ہو جب سبزے پہ موجِ آبجو ۔۔۔ جب شعاعیں چوس لیں سبزے کی نبضوں کا لہو
لمحہ لمحہ یوں ہی ہستی کا تغیر خیز ہے ۔۔۔ انقلابِ تازہ ہر شے کے لئے مہمیز ہے
اس کشاکش سے مگر بہتر ہے اب تیرا مقام ۔۔۔ تیری فطرت ایسی ہے جیسے اس تغیر کی لگام
نور کے عالم سے یکساں روز و شب صبح و مسا ۔۔۔ آ رہی ہے قلب کے اعماق تک تیری ضیا
وہ ترا روئے منوّر وہ ترا حسنِ جبیں ۔۔۔ آرزو کی انجمن میں گویا ہے شمعِ مبیں
زیبِ پیشانی ہیں یوں ہی داغہائے ضوفشاں ۔۔۔ جس طرح اوراقِ مصحف پر [illegible]
وہ خمِ محرابِ ابرو اور وہ مژگاں دراز ۔۔۔ ترک ہوں جیسے طریقت میں [illegible]
کون کہہ سکتا ہے وہ تصویر اب بےجان ہے ۔۔۔ ہر ادا ہے جس کی تازہ زندگی کی شان ہے
منبع الطب تیرے جود و فیض سے سیراب تھا ۔۔۔ اس کا گوشہ گوشہ رشکِ جنت شاداب تھا
تیرے امکانی مساعی ہر طرح سے آبیار ۔۔۔ دم قدم سے تیرے یہ کالج رہا رشکِ بہار
چل بسا ہاں چل بسا لیکن کچھ ایسا کر دیا ۔۔۔ طبِ یونانی کو اعجازِ مسیحا کر دیا
اے خوشا وقتیکہ ہو اس پر نگاہِ لطفِ یار ۔۔۔ خاکپائے رہرواں ہے جس کا یہ [illegible]

حکیم ہادی رہنما تاریخِ طب میں ثبت اپنے نقوش کی عظمت سے خود بھی آگاہ تھے، انھوں نے اپنے بارے میں کہا ہے ؎

پھر بعد فنا ہوگی اگر اس کی ضرورت ۔۔۔ تاریخ کے اوراقِ پریشاں میں ملے گا

یہ پوری نظم جس میں انھوں نے اپنے شب و روز و لمحاتِ حیات "ماہر" کے عنوان سے بیان کئے ہیں درج ذیل ہے۔

منظور ہے ماہر سے ملاقات تو یارو ۔۔۔ وہ شب کو تمھیں خانۂ ویراں میں ملے گا
پھر آخرِ شب اس کو اگر ڈھونڈنے لگے احباب ۔۔۔ مصروفِ تلاوت انھیں قرآں میں ملیگا
پھر وقتِ سحر ہوگا مطب پہ نمایاں ۔۔۔ مصروفِ دعا خانۂ یزداں میں ملیگا
پھر صبح کو چارہ گرِ نوعِ بنی انساں ۔۔۔ مصروفِ علاجاتِ مریضاں میں ملیگا
دوپہر کو وہ مردِ باخدا تم کو مکاں میں ۔۔۔ تدوینِ کتبِ حکمتِ یوناں میں ملیگا

سہ پہر کو پاؤ گے اسے درس میں معروف — اصحاب سخن سنج و سخنداں میں ملے گا
پھر شام کو وہ زندہ خرابات محبت — وارفتۂ جاں محفل خوباں میں ملے گا
اور جمعہ کو مل جائے گا کرد بیت شاغل — مصروف عمل خدمت انساں میں ملے گا
دیکھو گے اگر اس کو حقیقت کی نظر سے — ڈوبا ہوا ابحر مئے عرفاں میں ملے گا
جب دیکھو گے پاؤ گے اسے محو تمنا — کھویا ہوا جذبات کے طوفاں میں ملیگا
القصہ اسے دیکھو گے بیجان کسی دن — یا اس کا نشاں شہر خموشاں میں ملیگا
جو مست ہے خوشبوئے مدینہ سے اکثر — کیا لطف اُسے سنبل و ریحاں میں ملیگا
پھر بعد فنا ہوگی اگر اس کی ضرورت — تاریخ کے اوراق پریشاں میں ملیگا

حکیم ہادی رضا کی شادی ۱۹۱۲ء میں خواجہ امیر شاہ تحصیلدار کی دختر رزاقی بیگم سے ہوئی تھی۔ تین صاحبزادیاں آفاق جہاں بیگم، جہاں آرا بیگم، عصمت جہاں بیگم اور دو صاحبزادے حکیم صابر رضا اور بریگیڈیر محمد شاہد رضا ہیں۔

نمونہ مطب

از بیاض حکیم ہادی رضا (قلمی) مکتوبہ یکم جنوری ۱۹۰۱ء

تخمہ: آلو بخارا ۱۰ دانہ گلاب خالص ۱۲۵ گرام عرق بادیان ۱۲۵ گرام میں بھگو کر اس کا زلال حاصل کریں اور سکنجبین معطر ۲۵ گرام حل کرکے پیئیں۔

اسہال معدی: بہیل خورد مسلم، عدد بادیان ۴ گرام زیرہ سفید ۴ گرام عود غرقی ۴ گرام عرق بادیان ۲۵۰ گرام میں جوش دے کر صاف کرکے شربت خشخاش ۲۵ گرام حل کرکے پیئیں۔

احتباس بول: شورہ قلمی ۶ گرام نبات سفید ۶ گرام باریک کرکے گلقند میں ملا کر پہلے کھائیں۔ اوپر سے عرق بادیان ۲۵۰ گرام شربت بزوری معتدل ۲۵ گرام حل کرکے پیئیں۔

ورم انثیین: گل ٹیسو ۶۲ گرام برگ قنب ۶۲ گرام برگ مکوہ سبز ۶۲ گرام

Marfat.com

برگ بکائن سبز ۶۲ گرام تازہ پانی ایک کلو میں جوش دے کر صاف کر کے اس کے پانی سے نطول کریں۔ اس کا بھوک باندھیں اور اس کے دھوئیں کی دھونی دیں۔

ورم رحم: استخوانِ مرغ سوختہ ۳ گرام چوب انگور سوختہ ۳ گرام موم خالص ۳ گرام میں ملا کر حمول کریں۔

سیلان الرحم: افیون خالص سوختہ ۳ گرام زعفرانِ خالص سوختہ ۳ گرام برادہ دندانِ فیل ۳ گرام اندرجو ۳ گرام مصطگی رومی ۳ گرام سنبل الطیب ۳ گرام باریک کر کے پوٹلی بنائیں اور قابلہ سے استعمال کرائیں۔

سفوف۔ تخم تال مکھانہ ۶ گرام اسگند ناگوری ۶ گرام ستاور ۶ گرام بہمن سفید ۶ گرام تازہ سبز ۶ گرام کتِ دریا ۶ گرام اسبغول مسلم ۶ گرام مصطگی رومی ۶ گرام ثعلب مصری ۶ گرام حبت بلوط ۶ گرام کہربا شمعی ۶ گرام کزمازج ۶ گرام عذبہ ۶ گرام گل فوفل ۶ گرام گل دھاوا ۶ گرام فوفل چکنی ۶ گرام باریک کر کے نبات سفید ۱۰۰ گرام ملا کر سفوف کریں۔ مقدار خوراک ۶ گرام ہمراہ شیر گاؤ بوقت صبح۔

ورم امعاء: پلاس پاپڑا ۶ گرام کبیلہ ۶ گرام ریوند زرد ۶ گرام مقل ازرق ۶ گرام پوست ہلیلہ زرد ۶ گرام ہلیلہ سیاہ ۶ گرام پوست ہلیلہ کابلی ۶ گرام مغز تخم نیمکولی ۶ گرام مغز تخم بکائن ۶ گرام مغز خستہ شفتالو ۶ گرام گل سرخ ۶ گرام بادیان ۶ گرام خبث الحدید مدبر ۶ گرام زنجبیل ۶ گرام باریک کر کے آب برگ نیم سبز ۲ گرام آب برگ شفتالو سبز ۲۷ گرام میں پیس کر چنے کے برابر گولیاں بنا کر سایہ میں خشک کریں۔

حکیم حبیب رضا

۱۹۰۷ء میں پیدا ہوئے۔ دو ہی سال کے تھے کہ ان کے والد حکیم حسن رضا کا انتقال ہو گیا۔ مدرسہ نظامیہ فرنگی محل سے درسیات کی تکمیل کی۔ لکھنؤ یونیورسٹی سے بھی عالم، فاضل، منشی وغیرہ کے امتحانات دیئے تھے۔ طب کی تعلیم برادر گرامی سے حاصل کی۔ اسلامیہ کالج بریلی میں فارسی اور اردو کے استاد مقرر ہوئے۔ مطب کا سلسلہ پابندی سے قائم رہا۔ علمی و فنی ذوق کے حامل تھے۔ حکیم ہادی رضا نے قرابادین رضائی (فارسی) انکی خاطر تالیف کی۔[1] اسی طرح حکیم محمد مرتضیٰ حسین سہسرانی (ابن حکیم حسن علی) کی کتاب عمدۃ القانون فی علاج الہیضہ (اردو) ان کے حسب منشا اگست ۱۹۱۳ء میں مطبع نامی لکھنؤ سے طبع ہوئی۔ منبع الطب کی روئدادوں کی ترتیب بھی ان کے سپرد تھی۔ ان روئدادوں کو انھوں نے بڑے علمی سلیقے سے مرتب کیا ہے۔ حکیم محمد صابر رضا کی کتاب "نزلہ زکام کا علاج" پر تقریظ کے علاوہ ماہنامہ الطبیب لکھنؤ میں بھی ان کے مضامین شائع ہوئے ہیں۔

انجمن طبیہ بریلی کے سکریٹری رہے۔ انجمن طبیہ یوپی کے ختم ہونے کے بعد آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس سے دلچسپی قائم رکھی۔ کانفرنس کے اجلاس پنجم

---

[1] دیباچہ قرابادین رضائی ص ۲

Marfat.com

منعقدہ بنارس ۱۹۶۱ء میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ وہیں شدید قلبی دورہ پڑا اور سینکڑوں اطباء کے اجتماع میں اس خادم طب نے وفات پائی بنارس سے نعش بریلی لے جائی گئی اور وہاں دوسرے دن ان کی تدفین عمل میں آئی۔ نعش کے ہمراہ پروفیسر حکیم عبدالحسیب مرحوم اور حکیم صیانت اللہ امروہوی بنارس سے بریلی گئے تھے۔

آل انڈیا طبی کانفرنس کے اجتماعات کی تاریخ میں یہ پہلا سانحہ انتقال تھا جس سے تمام شرکاء غیر معمولی طور پر متاثر تھے تقریباً ایک گھنٹہ قبل راقم کو ان سے گفتگو کے دوران یہ اندازہ تک نہیں تھا کہ تھوڑی دیر بعد یہ شگفتہ مزاج اور پرجوش حامیٔ فن ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جائے گا۔

حکیم حبیب رضا کو شاعری سے بھی ذوق تھا۔ ساحر تخلص کرتے تھے مجموعۂ کلام مرتب ہے مگر طبع نہیں ہوا۔

حکیم صاحب کی شادی ۱۹۳۴ء میں لکھنؤ میں خواجہ غلام محمد کی صاحبزادی والیہ بیگم سے ہوئی تھی۔ پانچ فرزند محمد حسیب رضا، ڈاکٹر محمد مجیب رضا (ایم ایس سی۔ پی ایچ ڈی) محمد مطیب رضا (لیکچرر لکھنؤ انٹر کالج لکھنؤ) محمد منیب رضا، محمد مثیب رضا اور دو دختر حبیبہ سلطانہ اور نگار سلطانہ ہیں۔

نمونہ مطب

از بیاض حکیم ہادی رضا (قلمی)

جریان: خراطین مصفیٰ بیر بہوٹی سم اسپ مشکی برادہ دندان فیل سرگین بند سرگین سگ آنبہ ہلدی کمند سیاہ دیان خالص ہموزن باریک کر کے قدرے پیر شامل کر کے نیم گرم تکمید کریں۔

دیگر: مغز خستہ تر ہندی ۱ گرام باریک کر کے گائے کے دودھ کے ساتھ استعمال کریں۔ قبض کے لئے سبوس اسپغول ۱۲ گرام سوتے وقت کھائیں

حکیم محمد بشیر ابراہیم

حکیم عبدالولی کے اکلوتے صاحبزادے تھے۔ ۱۹۰۵ء میں پیدا ہوئے۔ عربی کی ابتدائی تعلیم حکیم عبدالعظیم کے ساتھ مولوی عبدالمنان سے حاصل کی۔ بعد کی کتابیں فرنگی محل کے علما سے پڑھیں۔ طب کی تکمیل حکیم عبدالحفیظ، شفاء الملک حکیم حافظ عبدالمجید اور تکمیل الطب کے دوسرے اساتذہ سے کی۔

حکیم عبدالولی کے انتقال کے وقت حکیم بشیر ابراہیم کی عمر صرف نو سال تھی اس لئے انکی جگہ حکیم عبدالقوی مسند آرائے نیابت ہوئے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد حکیم بشیر ابراہیم نے ابتداء میں لکھنؤ میں پھر بعد میں پٹنہ اور کلکتہ (زکریا اسٹریٹ) میں کامیاب مطب کیا۔ نواب صاحب ڈھاکہ جب بیمار ہو کر کلکتہ آئے اور بہت سے ڈاکٹروں اور طبیبوں کے علاج سے فائدہ کی کوئی صورت نہیں پیدا ہوئی تو ان سے رجوع ہوئے اور ان کے علاج سے شفا پائی۔ نواب صاحب انکو اپنا طبیب خاص بنا کر ڈھاکہ لے گئے۔ وہاں بھی نواب صاحب کی ایک عزیزہ کا جو خانم کہلاتی تھیں اور جنھیں انگریز معالجین جواب دے چکے تھے، انھوں نے بہت معرکہ کا علاج کیا۔ لیکن بے پرواہ اور سیلانی مزاج کی وجہ سے کہیں زیادہ عرصہ قیام نہیں کر سکے اور لکھنؤ واپس تشریف لائے اور تکمیل الطب میں استاد مقرر ہوئے

علمی قابلیت اور ذہانت کے ساتھ طبیعت میں ندرت بہت تھی۔ بہت عمدہ پڑھاتے تھے۔ منطق، فلسفہ، نجوم اور قدیم معلومات بہت بڑھی ہوئی تھیں۔ جدید علوم کا زیادہ مطالعہ نہیں تھا مگر دماغ ایسا پایا تھا کہ قدیم معلومات جدید رنگ میں پیش کرتے تھے اس لئے ان کا درس طلباء کے لئے بڑا پُرکشش ہوتا تھا۔ ذہانت اس غضب کی تھی کہ حکیم حافظ عبدالمجید جو علمی حیثیت سے نہایت ممتاز اور اپنے وقت کے قابل ترین اساتذہ میں تھے۔ ان پر بہ کثرت مطالعہ کی وجہ سے نہیں محض اپنی ذہانت کی بنیاد پر اعتراض کر دیتے تھے اور یہ اعتراض اپنی جگہ بہت باوزن اور قابل لحاظ ہوتا تھا۔ بحث و مباحثہ کا خاص شوق تھا۔ اکثر طبی اور مذہبی بحثیں چھیڑا کرتے تھے۔ آزاد مذہبی رجحانات کی وجہ سے جید علماء سے جب بحث شروع کرتے تو ان کے اٹھائے ہوئے نکتوں کا جواب آسان نہیں ہوتا تھا۔

۲۹ اگست ۱۹۴۸ء کو کانپور میں تیرہویں یوپی میڈیکل کانفرنس میں ڈاکٹر اٹل نے دیسی طریقہائے علاج پر سخت وار کیا اور ان کے رواج کو ملک کے لئے خطرناک قرار دیا۔ حکیم بشیر ابراہیم نے اس کے جواب میں "یوپی میڈیکل کانفرنس اور ڈاکٹر اٹل کا فنی تعصب" کے عنوان سے حقائق اور تاریخ کی روشنی میں ایک عالمانہ مضمون لکھا۔ یہ مضمون ماہنامہ تکمیل الطب ستمبر ۱۹۴۸ء میں طبع ہوا ہے۔ رسالہ تکمیل الطب میں "قارورہ (دو قسط)" "ہوا" اور دارچینی پر بھی ان کے مضامین شائع ہوئے ہیں۔ وہ حکیم صابر رضا کے رسالہ الطبیب کی مجلس ادارت میں بھی شامل رہے۔ الطبیب میں ان کے طبی مضامین مثلاً تغذیۂ جنین، بیماری غذا اور خود آگہی، فالج و استرخاء وغیرہ کے علاوہ ان کی بعض نظمیں بھی شائع ہوئی ہیں۔

موسیقی کے ماہر اور فن عروض کے عالم تھے۔ مرزا محمد عسکری (تاریخ ادب اردو) سے فن عروض پر ان کی عالمانہ بحثیں رہتی تھیں، اور مرزا محمد عسکری ان کی نہایت قدر کرتے تھے "طب اور موسیقی" پر ان کا ایک طویل مضمون ماہنامہ تکمیل الطب میں شائع ہوا ہے جو موضوع سے متعلق ان کی گہری معلومات کا

Marfat.com

آئینہ دار ہے۔

موسیقی کی محفلوں میں جہاں بڑے بڑے فنکار اور اساتذہ موجود ہوتے تھے یہ کلاسیکی موسیقی کی غلطیوں پر فوراً ٹوک دیتے تھے۔

شعر وسخن کے رسیا تھے، مخمور تخلص تھا۔ فارسی کی اعلیٰ تعلیم نے شاعری میں بڑی پختگی پیدا کی تھی۔ نہایت باغ و بہار اور دلپذیر مذاق شخصیت کے مالک تھے۔ جوش ملیح آبادی اور حکیم صاحب عالم[1] سے بہت یارانہ تھا۔ نمونۂ کلام کے طور پر ان کی ایک غزل پیش کی جاتی ہے۔

عشق کی اتنی بڑھیں رعنائیاں — حسن کو آنے لگیں انگڑائیاں
ایک ہم ہیں اور ان کی انجمن — ایک میں ہوں اور مری تنہائیاں
اس طرح آتی ہے دل میں انکی یاد — دور پر جیسے پڑیں پرچھائیاں
کس قدر نادان ہیں اہل خرد — لغزشیں ہیں مستقل دانائیاں
پھر ابھر آئی ہیں چوٹیں عشق کی — پھر محبت کی چلیں پروائیاں
روح نے طے منزلیں کچھ اور کیں — مادیت گن رہی ہے پائیاں
ابتدائی مرحلے وہ عشق کے — یاد ہیں مخمور وہ رسوائیاں

ان کے زمانہ میں تکمیل الطب کالج میں نو دوبارہ مشاعرے منعقد ہوئے، جن میں مشاہیر اہل سخن شرکت کرتے رہے۔ ۱۹۴۸ء میں حافظ ابراہیم

---

[1] حکیم سید محمد قاسم عرف حکیم صاحب عالم، شفاء الملک حکیم سید فضل علی عرف حکیم میرن صاحب کے صاحبزادے تھے جو آخری دور میں لکھنؤ کے نہایت نامور طبیب گزرے ہیں۔ نخاس میں ان کا مطب مرجع خاص و عام تھا۔ ان کے دواخانہ معدن الادویہ قائم کردہ ۱۹۱۰ء کی دوائیں اندرون ملک کے علاوہ باہر بالخصوص افریقی ممالک میں بہت جاتی تھیں۔ شراب الصالحین ان کا مشہور مرکب تھا۔ ابو المنصور حسن بن نوح قمری کی نادرالوجود کتاب "غنی منی" کا اردو ترجمہ از حکیم سید منور حسین انہی کے ایما پر دواخانہ معدن الادویہ سے شائع ہوئی تھی۔

Marfat.com

کی صدارت میں جو مشاعرہ منعقد ہوا وہ نہ صرف تکمیل الطب بلکہ لکھنؤ کے اہم تاریخی مشاعروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ جگر مراد آبادی، جوش ملیح آبادی، فراق گورکھپوری، روش صدیقی، اثر لکھنوی، بہزاد لکھنوی، آل احمد سرور اور تقریباً تمام ہی قابلِ ذکر شعراء شریکِ بزم تھے۔

انتقال سے ۸-۱۰ روز قبل ایک آل انڈیا مشاعرہ میں دہلی گئے تھے جس میں جگر، جوش اور فراق بھی شریک تھے۔ واپسی کے دوسرے ہی دن ذات الریہ میں مبتلا ہوئے۔ کثرتِ مے نوشی سے صحت پہلے سے کافی خراب تھی، صرف ایک ہفتہ بیمار رہ کر تقریباً ۵۰ سال کی عمر میں ۱۹۵۵ء میں وفات پائی اور اسی مشاعرہ کے روپے سے جھوائی ٹولہ کے خاندانی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ انتقال سے قبل اہلیہ سے دودھ تاج کی فرمائش کی اور پان مانگا۔ اور دودھ پیتے پیتے عصر اور مغرب کے درمیان اس طرح رخصت ہوئے کہ اہلیہ کو اندازہ تک نہیں ہو سکا۔

حکیم صاحب کی پہلی شادی پٹنہ میں ہوئی تھی۔ دو صاحبزادیاں ذکیہ بیگم اور رشیدہ بیگم یادگار ہیں۔ دوسری شادی لکھنؤ میں عبدالقوی فانی (استاد شعبۂ عربی و فارسی لکھنؤ یونیورسٹی) کی بیوہ سے کی جن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

ان کی اہلیہ کے پاس ان کا دیوان محفوظ تھا۔ نواب پاسو کے محل کی دیوار گرنے سے ان کے مکان کی چھت گر گئی۔ اس حادثہ میں ان کی اہلیہ کی وفات کا سانحہ پیش آیا اور اسی کے ساتھ گھر کا سارا اثاثہ اور دیوان بھی ضائع ہو گیا۔

الطبیب جولائی ۱۹۴۷ء سے معلوم ہوتا ہے کہ جام و سبو کے نام سے کتبہ دنیا کلکتہ سے مجموعہ کلام شائع ہو رہا تھا۔ جوش ملیح آبادی نے اس پر مقدمہ لکھا تھا۔

Marfat.com

حکیم محمد رفیق ابراہیم

حکیم عبدالقوی کے صاحبزادے تھے۔ ۱۸۹۶ء میں پیدا ہوئے۔ درسیات کی تکمیل مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی سے کی اور طب کی کتابیں اپنے گرامی قدر چچا حکیم حافظ عبدالولی سے پڑھیں۔

ابتدا میں ریاست حیدرآباد میں طبیب رہے۔ حیدرآباد سے علیحدگی کے بعد اجمیر میں شفاخانہ معینیہ میں کچھ عرصہ مطب کیا۔ حکیم عبدالقوی کی وفات کے بعد ان کی جگہ مسند طبابت پر بیٹھے۔ یہ طبی مسند ان کے پردادا حکیم محمد ابراہیم کی تھی اور جیسے حکیم حافظ عبدالعلی، حکیم حافظ عبدالولی اور حکیم عبدالقوی جیسے نامور اطبا سے انتساب کا شرف حاصل تھا۔ لکھنؤ میں مطب کا سلسلہ آخر وقت تک جاری رہا لیکن دواخانہ کنز الادویہ جو حکیم عبدالعلی کے زمانہ سے قائم تھا ان کے مخصوص مزاج کی وجہ سے جاری نہیں رہ سکا۔

آل انڈیا ویدک اینڈ طبی کانفرنس کے جلسوں میں حصہ لیتے رہے۔ لکھنؤ میں انجمن طبیہ کے قیام کے بعد شفاء الملک حکیم عبدالحسیب دریابادی کی صدارت کے زمانہ میں سکریٹری منتخب ہوئے اور کئی برس اس عہدہ پر فائز رہ کر صدیہ میں اہم طبی خدمات انجام دیں۔

درس کا سلسلہ بھی قائم تھا۔ ان کے شاگردوں میں حکیم محمد عبدالمغنی

Marfat.com

عرف معین الدین (قصبہ بجنور ضلع لکھنؤ پیدائش محرم ۱۲۹۹ھ) بھی ہیں جنھوں نے حکیم عبدالولی کے علاوہ ۱۹۱۶ء میں حکیم عبدالقوی سے بھی طبی سند حاصل کی تھی اور جنھیں بھوپال کے مشہور بزرگ حضرت شاہ ابو احمد نقشبندی مجددی سے طریقت کی تعلیم کا موقع ملا تھا۔[1]

حکیم رفیق ابراہیم کو سیاسی تحریکات سے بڑی دلچسپی رہی۔ سیاسی جلسوں میں زوردار تقریریں کرتے تھے۔ انھوں نے ایک ہفت روزہ رسالہ "آگ" نکالا تھا۔ یہ بہت انقلابی پرچہ تھا۔ اس میں سرمایہ داری کے خلاف مضامین نکلتے تھے۔ سوشلسٹ تحریک کا ترجمان تھا۔ پیشانی پہ یہ شعر لکھا ہوتا تھا ؎

عزم تیرا آگ کے سانچے میں جب ڈھل جائے گا
طوقِ محرومی کا لوہا خود بخود گل جائے گا

دو سال نکلنے کے بعد حکومت نے اسے بند کر دیا۔

لکھنؤ میں ماجدہ بانو اور بیگم حامدہ حبیب اللہ کے درمیان اسمبلی کے الیکشن میں بیگم حامدہ حبیب اللہ مسلم لیگ کی طرف سے اور ماجدہ بانو نیشنلسٹ مسلمانوں کی طرف سے تھیں۔ حکیم رفیق ابراہیم ماجدہ بانو کے الیکشن میں سرگرم رہے۔ بعد میں مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تھے۔ اور چودھری خلیق الزماں کے الیکشن میں انھوں نے بہت دلچسپی سے حصہ لیا تھا۔ تقسیم کے دو سال بعد ۱۹۴۹ء میں پاکستان منتقل ہو گئے۔ اور کراچی میں مطب شروع کیا۔ ۱۹۶۲ء میں تقریباً ۶۶ سال

---

[1] رموزِ حکمت از حکیم عبدالرحیم اشرف ص ۲۶

کی عمر میں کراچی میں وفات پائی۔

ان کے انتقال کے بعد جھوائی ٹولہ کے اس عظیم المرتبت خانوادہ کی ایک شاخ میں طب یونانی کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ دو صاحبزادے خلیق ابراہیم اور عقیل ابراہیم اور تین صاحبزادیاں معینہ خاتون، امینہ خاتون اور شمیمہ خاتون ان کی یادگار ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

حکیم ہادی رضا

حکیم عبدالحسیب

کرسیوں پر دائیں سے عبدالقوی. حکیم عبدالولی
کھڑے ہوئے دائیں سے حکیم عبدالباری. حکیم عبدالولی

Marfat.com

حکیم عبدالحسیب

شفاء الملک حکیم عبدالحمید کے بڑے صاحبزادے حکیم عبدالحسیب ۲۵ اگست ۱۹۱۷ء کو پیدا ہوئے کالی چرن اسکول لکھنؤ سے میٹرک کے بعد ۱۹۳۵ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں داخل ہوئے اور ۱۹۳۹ء میں بی ایس سی کیا۔ ایک سال میڈیکل کالج لکھنؤ میں داخل رہے مگر وہاں طبیعت نہیں لگی، اس لئے پھر علی گڑھ پہنچ کر ۱۹۴۲ء میں ایم ایس سی (زولوجی) کی ڈگری لی۔ اس کے بعد پیشہ "آبائی" طب کی طرف راغب ہوئے اور چار سال تکمیل الطب کالج میں زیر تعلیم رہ کر ۱۹۴۶ء میں معالجات مطب و نسخہ نویسی اور علم القابلہ تین مضامین میں امتیاز کے ساتھ ڈی آئی ایم ایس کی سند حاصل کی۔ تشخیص و نسخہ نویسی کی مشق شفاء الملک حکیم عبدالمعید کے مطب میں بہم پہنچائی۔ ان کے مطب یومیہ ۱۹۴۳ء اور ۱۹۴۴ء کی چند کاپیاں محفوظ ہیں جو حکیم عبدالحسیب کی طالب علمی کی یادگار اور شفاء الملک حکیم عبدالمعید کے مطب کا بہترین نمونہ ہیں۔ حکیم عبدالحسیب کی ایک بیاض بھی خوش قسمتی سے محفوظ ہے۔

۱۹۴۶ء میں تکمیل الطب کالج کے پرنسپل اور آنریری جوائنٹ سکریٹری مقرر ہوئے۔ کالج میں انتظامی اور تدریسی فرائض کے علاوہ ان کے مستقل مطب کا سلسلہ بھی قائم تھا۔ شفاخانہ کالج اور تکمیل الطب کے مطب

کی شاخ واقع قیصر باغ میں بھی وہ پابندی سے مطب کرتے تھے۔

ان کے زمانہ پرنسپلی کا ایک بڑا کارنامہ ماہنامہ تکمیل الطب کا اجراء ہے اس کی مجلس ادارت کے صدر شفاء الملک حکیم عبد المعید، ناظم حکیم عبد الحسیب مدیر حکیم شکیل احمد شمسی (وائس پرنسپل تکمیل الطب کالج) اور اراکان میں شفاء الملک حکیم خواجہ شمس الدین، حکیم مولوی احمد حسین (پٹنہ)، حکیم محمد مسیح الزماں ندوی اور حکیم سید سلطان احمد نیازی (آگرہ) شریک تھے۔ حکیم عبد الحسیب رسالہ کے طابع و ناشر بھی تھے۔

اس رسالہ میں جہاں حکیم عبد الحسیب کے بیش قدر مضامین "حیات اور موت سائنس کی روشنی میں" (اگست ۱۹۴۷ء) "حیوانات میں جنس کی ابتداء ارتقاء اور عروج" (ستمبر ۱۹۴۷ء) غدہ درقیہ (نومبر ۱۹۴۷ء) ترجمہ خطبۂ صدارت سر آرادین جویٹ (مارچ ۱۹۴۸ء) "دیسی طب اور گورنمنٹ کی سدھار کمیٹیاں" (اپریل ۱۹۴۸ء) "نقشہ توازن مرارت مجانس" (نومبر ۱۹۴۹ء) "بڑھتی ہوئی آبادی کے نقصانات" (مئی ۱۹۵۰ء) شائع ہوئے۔ وہاں اس رسالہ کی خصوصی اشاعتوں کے ذریعہ چند اہم کتابیں بھی منصۂ شہود پر آئیں۔ ان میں حمیات حصہ اول قانون شیخ کی اردو تلخیص از حکیم شکیل احمد شمسی (مارچ و اپریل ۱۹۴۹ء) یونانی طب اور سائنس از شفاء الملک حکیم عبد اللطیف فلسفی (مئی ۱۹۴۹ء) حمیات حصہ دوم بحث بحران از حکیم شکیل احمد شمسی (جون جولائی ۱۹۴۹ء) مطب حمید از حکیم محمد مسیح الزماں ندوی (دسمبر ۱۹۴۹ و جنوری تا اپریل ۱۹۵۰ء) مجید نمبر از حکیم سمیع اللہ خاں (جون جولائی ۱۹۵۰ء) نسل و لذت از حکیم محبوب رضا (اگست تا دسمبر ۱۹۵۰ء) ہیں۔

اگست ۱۹۴۷ء سے اگست ۱۹۵۱ء تک چار برس اشتہارات سے خالی یہ خالص علمی و سنجیدہ رسالہ جاری رہا۔ بالآخر گوناگوں دشواریوں اور مسلسل مالی خسارہ کی وجہ سے بند ہو گیا۔

حکیم عبدالحسیب کی پرنسپلی کے زمانہ میں دو مزید لٹریری ریسرچ یونٹ یا کہ تین دوسرے ریسرچ یونٹ، کلینیکل ریسرچ یونٹ (امراض جلد)، فارماکوگنوسیکل ریسرچ یونٹ، فارماکولوجیکل ریسرچ یونٹ بھی سنٹرل کونسل آف ریسرچ ان انڈین میڈیسن اینڈ ہومیوپیتھی، نئی دہلی کے تحت علی گڑھ میں قائم ہوگئے۔ اس سلسلے کے دو یونٹ کلینیکل ریسرچ یونٹ (یونانی) اور کیمیکل ریسرچ یونٹ پہلے سے قائم تھے۔

طب یونانی میں انڈر گریجویٹ تعلیم کے بعد اعلیٰ تعلیم کے دروازے بند تھے اور پوسٹ گریجویٹ تعلیم کا پورے ملک میں کوئی انتظام نہیں تھا۔ طبی حلقوں کی طرف جن کے سرخیل شفاء الملک حکیم عبداللطیف فلسفی تھے ایک مدت سے اس کے لئے کوشش کی جارہی تھی۔ اس سلسلے میں مرکزی وزارت صحت کے سینئر ریسرچ آفیسر حکیم عبدالرزاق کی مساعی خاص طور پر قابل ستائش ہیں۔ ۱۹۷۲ء میں حکیم عبدالحسیب کے عہد سے علی گڑھ میں علم الادویہ میں پوسٹ گریجویٹ تعلیم کا آغاز ہوا۔ اور فیکلٹی آف میڈیسن میں علم الادویہ کے نام سے ایک مستقل شعبہ کا قیام عمل میں آیا۔ اسی طرح طبیہ کالج جو اب تک صرف ایک شعبہ "یونانی طب اینڈ سرجری" کا نام تھا اب دو مختلف اور علیحدہ شعبوں کا مجموعہ قرار پایا۔ علم الادویہ کے اس نئے شعبہ میں ایک پروفیسر تین ریڈر، چار لیکچرار اور ایک ڈیمانسٹریٹر (ڈیمانسٹریٹر کی جگہ ۱۹۷۲ء میں ایسوسیٹ لیکچرار اور ۱۹۷۵ء میں لیکچرر میں تبدیل ہوئی) نئے اساتذہ مقرر ہوگئے۔

۱۹۶۱ء میں شفاء الملک حکیم عبداللطیف فلسفی کی سبکدوشی کے بعد جو اس کالج میں پرنسپل اور پروفیسر دونوں حیثیتوں سے فائز تھے کالج سے پروفیسر کی جگہ ختم کردی گئی تھی اور پرنسپل صرف ریڈر ہوتا تھا۔ بعد میں ان کی ریڈر ہونے کی حیثیت بھی ختم ہوگئی اور یہ عہدہ تعلیمی کے بجائے صرف انتظامی ہوکر رہ گیا جس کا تعلیمی مسائل سے تعلق باقی نہیں رہا۔ تقریباً گیارہ سال بعد ۱۹۷۲ میں طبیہ کالج میں جب علم الادویہ میں پروفیسر کی جگہ قائم ہوئی تو حکیم عبدالحسیب پرنسپل کے عہدہ سے مستعفی ہوکر علم الادویہ کے پہلے پروفیسر اور صدر شعبہ

Marfat.com

ہوئے۔ نئے قائم شدہ شعبہ کی تعمیر و ترقی اور پوسٹ گریجویٹ کورس ڈاکٹر آف یونانی میڈیسن (ایم۔ڈی۔یونانی) کو بروئے کار لانے کے لئے انھوں نے اپنی بہترین کوششیں صرف کیں۔ ان کی کوششوں سے اس نئے شعبہ نے جلد ہی ایک اعلیٰ معیار حاصل کیا۔ لیکن ۱۹۷۴ء میں اس سہ سالہ نصاب کے پہلے بیچ کی فراغت سے قبل جس کی کامیابی کی انھیں بڑی تمنا تھی وہ رخصت ہوگئے۔ ترلوف کے زیر نگرانی حکیم احتشام الحق قریشی (لیکچرر تکمیل الطب کالج لکھنؤ) نے ایم۔ڈی۔یونانی کے لئے اپنے تحقیقی مقالہ "انیسویں صدی میں علم الادویہ کی رفتار ترقی" کے پیش لفظ میں اپنے جذبات ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے "اس موقع پر پروفیسر حکیم عبدالحسیب صاحب کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں جن کی غیر معمولی کوشش سے یہ شعبہ وجود میں آیا اور آخر وقت تک وہ اس شعبہ کی سرپرستی اور فرائض صدارت نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے اور جن کی ذات گرامی سے اس نئے شعبہ کے لئے ترقی کی منزلیں طے کرنی آسان ہوئیں۔ انکی اچانک موت نہ صرف شعبۂ علم الادویہ کے لئے بلکہ دنیائے طب کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے۔"

طبیہ کالج علی گڑھ میں طبی تعلیمی خدمات کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے طبی اداروں سے ان کا گہرا تعلق قائم رہا۔ لکھنؤ سے علی گڑھ آنے کے بعد وہ مستقل طور پر تکمیل الطب کی مجلس منتظمہ کے رکن رہے۔ پھر ۱۹۷۰ء میں شفاء الملک حکیم عبداللطیف فلسفی (صدر تکمیل الطب) کی وفات کے بعد تکمیل الطب کے صدر کی حیثیت سے ان کا انتخاب عمل میں آیا۔ اور آخر وقت تک وہ اس کے فرائض صدارت ادا کرتے رہے۔ اس کی وجہ سے مستقل لکھنؤ آمد و رفت کا سلسلہ رہتا تھا اور وہاں کے مسائل پر انھیں کافی وقت صرف کرنا پڑتا تھا۔

۲۶ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو وہ گورنمنٹ طبی کالج پٹنہ کی ایڈوائزری کمیٹی کے ممبر مقرر ہوئے اور نئے نظام کے بعد اس کمیٹی کے خاتمہ ۱۳ جنوری ۱۹۵۲ء

تک وہ اس کے ممبر رہے۔ طبیہ کالج پٹنہ کے بہار یونیورسٹی (مظفرپور) سے الحاق کے بعد ۱۹۷۳ء میں جب یونیورسٹی نے یونانی ایکسپرٹ کمیٹی قائم کی تو وہ اس ایکسپرٹ کمیٹی کے ممبر منتخب ہوئے۔

برسوں بورڈ آف انڈین میڈیسن یوپی کے ممبر اور اس کی فیکلٹی کے نائب صدر رہے۔ اس کے بعد جب یوپی کے طبی اور آیورویدک کالجوں کا کانپور یونیورسٹی سے الحاق ہوا تو وہ کانپور یونیورسٹی کی فیکلٹی آف آیورویدک اینڈ یونانی سسٹمز آف میڈیسن کے ممبر نامزد کئے گئے۔ اس کے علاوہ آیورویدک اینڈ یونانی طبیہ کالج قرول باغ اور جامعہ طبیہ کے لئے دہلی ایڈمنسٹریشن کی طرف سے قائم کردہ "اگزامننگ باڈی" ساگر یونیورسٹی کی فیکلٹی آف آیوروید یا اور جامعہ طبیہ دارالعلوم دیوبند کی مجلس طبی کے ممبر تھے۔

سنٹرل کونسل آف انڈین میڈیسن (سی سی آئی ایم) نئی دہلی اور اس کی تعلیمی کمیٹی، نیز سنٹرل کونسل آف ریسرچ ان انڈین میڈیسن اینڈ ہومیوپیتھی (سی سی آر آئی ایم ایچ) نئی دہلی، مرکزی وزارت صحت کی فارماکوپیا کمیٹی اور وزارت صحت کی دوسری کمیٹیوں کے ممبر تھے۔ گورنمنٹ آیورویدک اینڈ طبی اکاڈمی یوپی اور پبلک سروس کمیشن یوپی کی تقرراتی کمیٹی کے بھی ممبر رہے۔ آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی کے عرصہ سے رکن تھے اور کانفرنس کے اجلاسوں میں شرکت اور اس کے کاموں سے ہمیشہ گہری دلچسپی لیتے تھے۔ ۲۹ نومبر ۱۹۵۲ء کو انہوں نے بیسویں طبی کانفرنس کی صدارت بھی کی تھی۔

۲۴ اگست ۱۹۷۴ء کو لکھنؤ جانے کے لئے وہ ۱۰½ بجے شب علی گڑھ اسٹیشن پہنچے۔ جیسے ہی لکھنؤ ایکسپریس ٹرین اسٹیشن میں داخل ہوئی اور وہ ویٹنگ روم سے ریل میں سوار ہونے کے لئے روانہ ہوئے ان پر شدید قلبی دورہ پڑا۔ اس سے ایک ماہ پہلے جولائی میں لکھنؤ اور اسی ماہ میں سفر حیدرآباد میں ان پر دوسرا ہلکا قلبی دورہ پڑ چکا تھا۔ لیکن اپنی عادت کے

Marfat.com

مطابق انھوں نے کوئی احتیاط نہیں کی تھی۔ فوراً میڈیکل کالج منتقل کیا گیا۔ اور بہترین طبی امداد کے باوجود جانبر نہ ہو سکے اور اپنے والد ماجد اور جد بزرگوار کی طرح ۷۵ سال کی عمر پاکر بتاریخ ۲۶ اگست ۱۹۷۴ء بروز دوشنبہ ۱/۲ ۲ بجے دن کو وفات پائی۔ ۹ بجے شب بذریعہ کار ان کا جسد خاکی لکھنؤ لے جایا گیا۔ مرحوم کے برادر خرد عبدالرحیم صاحب اور خواہر زادہ خواجہ شاہد حسن (یہ دونوں ایک روز قبل لکھنؤ سے علی گڑھ پہنچے تھے) ہمراہ تھے۔ دوسری کار سے احمد سعید رضا (استاد شفیق شفاء الملک حکیم عبداللطیف فلسفی مرحوم و مغفور کے صاحبزادہ) حکیم حاجی محمد اسلم صدیقی، حکیم سید ایوب علی اور راقم الحروف روانہ ہوئے۔ صبح تقریباً ۴ بجے لکھنؤ پہنچے، اور ۲۷ اگست ۱۹۷۴ء کو خاندانی قبرستان میں انھیں سپرد خاک کیا گیا۔ مولانا ناصر میاں فرنگی محلی کی اقتدا میں ایک بڑے مجمع نے نماز جنازہ ادا کی۔

حکیم عبدالحسیب بیحد شریف، سادہ اور حلیم الطبع انسان تھے۔ دلچسپ اور باغ و بہار گفتگو کرتے اور ہر شخص سے خلوص و نرمی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ حکیم عبدالغنی نے ان کے لئے کہا تھا ؎

ایک مسرت سی دل میں ہوتی ہے جب میں ذکر حسیب کرتا ہوں

خاندانی شرافت، اعلیٰ ظرفی اور ضبط و تحمل کا بہترین نمونہ تھے۔ کسی عظمت کے خیال کے بغیر اپنے چھوٹوں سے بھی بے تکلفی اور مساویانہ انداز سے ملتے تھے، دوستوں کے کام آتے اور مستحق اور نادار لوگوں کی خاموشی سے مدد کرتے تھے۔ مختلف دینی مدارس اور اداروں کے لئے پابندی سے ایک مقررہ رقم نکالتے تھے اور اسے اخفا میں رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ اپنے خاندان کے ہونہار بچوں کی تعلیم کا انھوں نے ہمیشہ خیال رکھا۔ انکی توجہ اور مالی تعاون سے متعدد بچے اعلیٰ تعلیم سے بہرہ یاب ہوئے۔

انھوں نے ساری عمر تجرد میں گزاری۔ خوش مذاقی کے ساتھ انکی

تلقین اور اکثر اس کے فوائد پر اظہارِ خیال کرتے۔ اپنی تائید میں انھوں نے ایک پورا فلسفہ وضع کر رکھا تھا۔ اس موضوع پر ان کی گفتگو دوستوں کے لیے خاص طور پر دلچسپی کا باعث ہوتی تھی۔

کھانے کا بہت ذوق تھا، نئی نئی ترکیبیں ایجاد کرتے اور عجیب عجیب جدتوں سے کام لیتے ان کی بعض مصنوعات دوسروں کے لیے قطعاً نامرغوب ہوتی تھیں مگر وہ ایسے تجربے اکثر کرتے رہتے تھے۔ مثلاً پان کے پتوں کی جگہ پالک کے پتوں کا کتھا چونا لگا کر استعمال، یا میٹھی چیزوں سے ذوق نہ ہونے کے باوجود چھالیہ کو شکر کے قوام میں ڈال کر خشک کرنا۔ ترش، نمکین اور چٹپٹی چیزیں بہت پسند تھیں۔ انواع و اقسام کی چاٹ، اچار، مربے، چورن دسترخوان پر ضرور رہتے تھے۔ اس قسم کی چیزیں خاص اہتمام سے وہ خود بھی تیار کرتے تھے۔

اپنے ماموں شفاء الملک حکیم عبداللطیف مرحوم و مغفور کی وجہ سے دوسرے اراکین خاندان کی طرح راقم الحروف سے بہت خصوصی تعلق رکھتے تھے۔ خلوص و اعتماد کا یہ عالم تھا کہ گھریلو اور نجی امور میں بھی مشورہ کرتے تھے۔ ناچیز کی معمولی معمولی باتوں پر خوش ہوتے اور کسی بھی تصنیفی و تالیفی کام پر تحسین اور قدر افزائی کے کلمات بار بار ادا کرتے تھے۔ ان کی وفات کا صدمہ ذاتی طور پر میرے لیے بہت جانکاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

نمونہ مطب

از بیاض حکیم عبدالحسیب (قلمی)

سعال بلغمی و ضیق النفس: دار فلفل ۱ عدد، ادرک ۶ گرام، زراوند مدحرج ۱ گرام، مغز بادام شیریں ۷ عدد، فلفل سیاہ ۵ عدد، باریک کر کے دیا قوزہ ۱۲ گرام میں ملا کر پہلے کھائیں اوپر سے خولنجان ۳ گرام تخم کتاں ۴ گرام، مویز منقیٰ ۱۰ دانہ، اصل السوس مقشر ۴ گرام رب السوس ۴ گرام، عرق کدو ۱۸۰ گرام میں جوش دیں، نصف باقی رہنے

پر مل صاف کر کے شربت بنفشہ ۲۵ گرام حل کر کے پئیں۔

۲۔ تخم دھتورہ ۲۵ گرام شدہ تخمی ۴ گرام باریک کر کے روغن بادیان ½ گرام روغن دلیودار ۱۰ گرام میں جذب کر کے رکھ لیں اور تھوڑا سا لوہے کے کرچھے میں رکھ کر جلائیں اور اس کا دھواں منہ اور ناک کے ذریعہ اندر لیں ضیق النفس بلغمی میں بہت مفید ہے۔

سعال: برگ نیم سبز سوختہ ۳ گرام شہد خالص ۱۲ گرام میں ملا کر قدرے قدرے چاٹیں۔

از مضمون غدہ درقیہ تکمیل الطب نومبر ۱۹۴۷ء

غدہ درقیہ: یونانی طبی کتب میں غدہ درقیہ کا تذکرہ موجود نہیں ہے لیکن اس سے متعلق مسائل امراض دماغی اور امراض اعصابی کے تحت آتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ غدہ غیر نافذ کی ان گلٹیوں پر بلغمی رطوبات استر کر دیتی ہیں۔ ایسی صورت میں منفنج و مسہل بلغم ادویہ کے استعمال کے بعد ادویہ مصفی دماغ کا استعمال کرانا چاہیئے۔ غدہ میں ضعف لاحق ہو جانے پر مقوی و محرک اعصاب ادویہ استعمال کرانا چاہیئے۔

نسخہ۔ مغز تخم کرش ۱۲ گرام روغن بادام شیریں ۳ گرام میں بریان کر کے ہمراہ شیر گاؤ رات کو کھائیں۔

۲۔ ہلیلہ زرد ۱۲ گرام ہلیلہ سیاہ ۱۲ گرام ہلیلہ کابلی ۱۲ گرام بلیلہ ۱۲ گرام عناب ولایتی ۲۵ گرام برگ بادرنجبویہ ۲۵ گرام ہلیلہ جات کو روغن بادام شیریں میں چرب کر کے باریک پیس کر رکھ لیں۔ مغز چلغوزہ ۶ گرام مغز بادام شیریں ۶ گرام کشمش سبز ۶ گرام مغز اخروٹ ۶ گرام مغز نارجیل ۶ گرام عرق گاؤ زبان میں پیس کر کپڑے میں چھان کر قند سفید ۶۰ گرام شکر انگوری ۲۰ گرام شہد خالص ۶ گرام کا قوام کریں اور درج بالا سبھی دواؤں کو قوام میں شامل کر کے بدستور معمول اطریفل تیار کریں اور ۶ گرام یہ اطریفل صبح کھائیں۔

Marfat.com

حکیم عبدالجلیل

شفاء الملک حکیم عبدالحمید کے دوسرے صاحبزادے حکیم محمد عبدالجلیل اجنوری ۱۹۲۲ء کو پیدا ہوئے۔ مدرسہ عالیہ لکھنؤ سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ اساتذہ میں مولوی سید خلیل احمد اور مولوی مرتضیٰ کی خاص توجہ حاصل رہی۔

۱۹۴۵ء میں تکمیل الطب سے فراغت کی۔ حکیم حافظ عبدالمجید سے کلیات کا درس لیا اور شفاء الملک حکیم عبدالمعید سے مطب اور نسخہ نویسی سیکھی۔ اس کے بعد دو سال تک ذاتی مطب کیا۔ ۱۹۴۷ء میں تکمیل الطب سے بحیثیت استاد وابستہ ہوئے اور درس کے ساتھ شفاخانہ تکمیل الطب میں مطب کی خدمات بھی ان سے متعلق قرار پائیں۔ ۱۹۷۳ء میں علم الادویہ میں ریڈر مقرر ہوئے۔

ابتداء میں مضمون نگاری کی طرف توجہ کی۔ ماہنامہ تکمیل الطب نومبر ۱۹۴۶ء کے شمارہ میں ان کا ایک مضمون "انسان کی نشو ونما کی ابتدائی منزلیں" شائع ہوا۔ لیکن ان کی طبیعت کا اصل رجحان مطب کی طرف رہا اور جلد ہی ایک معالج کی حیثیت سے انھوں نے غیر معمولی شہرت اور عزت حاصل کی۔

حکیم عبدالجلیل کو طبی تحریکات یا دوسرے طبی، سیاسی اور سماجی مسائل سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، ان کے شب و روز کی ساری مشغولیتیں مریضوں سے

متعلق ہیں اور ان کی تمام دماغی صلاحیتیں پوری کامیابی کے ساتھ ان کے مطب میں نمایاں ہیں۔ تشخیص و تجویز میں انھیں خاص ملکہ حاصل ہے۔ حذاقت اور معتبریت کا یہ عالم ہے کہ نہ صرف لکھنؤ بلکہ دور دور کے شہروں کے مریض ان کے مطب میں پہنچتے ہیں اور انھیں روزانہ تقریباً دو ڈھائی سو مریضوں کو دیکھنے کا موقع ملتا ہے شفاء الملک حکیم عبدالمعید و شفاء الملک حکیم عبداللطیف کی حیات میں بھی ان کا مطب عروج پر تھا۔ اس وقت لکھنؤ میں تو بس یونانی دواخانہ اور قدیم طرز علاج کی یادگار یہی ہیں اور یونانی طب کا نام ان ہی کی ذات سے قائم ہے

ایک مریض جس کے دونوں پاؤں پیر سے مفلوج ہو گئے تھے اور ڈاکٹر ان سے علاج کروا چکا تھا ان کے زیر علاج آیا۔ مریض کا نام گوہرے سنگھ تھا گونڈہ کا رہنے والا ۴۰ برس تقریباً عمر ۴۰ سال تھی۔ حکیم صاحب نے وجع المفاصل مزمن کی تشخیص کیا اور یہ نسخہ استعمال کرایا۔

نسخہ: بادیان ۴ گرام سورنجان شیریں ۴ گرام عشبہ مغربی ۲ گرام اسپند افسنتین ۳ گرام رات کو تازہ پانی میں بھگو کر صبح مل صاف کر کے شربت آلو ۲۵ گرام ملا کر پلایا گیا۔ ایک ہفتہ کے بعد شربت آلو کے بجائے ترنجبین ۵۰ گرام کا اضافہ تصحیح مادہ کے لئے کیا۔ اور کچھ دوسری ادویات مثلاً گل حنا ۴ گرام گل نیم ۴ گرام چوب چینی دو دری تراشیدہ ۴ گرام اضافہ کیں۔ چند روز تک یہ دوائیں استعمال کرانے کے بعد مسہل دیا۔ مسہل سے فراغت کے بعد حب اذاراقی ۳ عدد وقت خواب روغن خردل ۴ گرام ہمراہ عرق منڈی ۵۰ گرام بوقت صبح استعمال کرایا یہ نسخہ تقریباً ایک ماہ چلا جس سے وہ مریض تندرست ہو گیا۔

ایک مریض جو پانچ برس کا رہنے والا تھا سے بے چینی، گھبراہٹ، غذا کے بعد نفخ، ڈکاروں کی کثرت اور اخراج ریاح کے بعد سکون کی شکایت لے کر آیا جو ڈاکٹروں کے علاج سے مایوسی کے بعد حکیم صاحب کی طرف رجوع ہوا۔ انھوں نے اختلاج قلب بمشارکت معدہ تشخیص کر کے حسب ذیل نسخہ استعمال

کرایا جس سے صحت حاصل ہو گئی۔

خمیرہ ابریشم ارشدی ۳ گرام پہلے کھا کر اوپر سے عرق صفترہ ۳ گرام، عرق برنجاسف ۴۸ گرام، عرق چرونیہ ۴۸ گرام، شربت ادرک ۲۵ گرام ملا کر [illegible] (صبح) اور رسوت ۱ گرام، مقل ۱ گرام، مغز تخم کدو ۱ گرام [illegible] کشنیز، ساذج ہندی، فلفل سیاہ، فلفل سفید، نمک لاہوری [illegible] مساوی الوزن [illegible] سفوف بنا کر [illegible] اور ۳ گرام [illegible] کھلائی۔

یہ خاندان عزیزی کا خاص نسخہ ہے جو [illegible] استعمال کرایا جاتا ہے۔

معمولات مطب [illegible] کا ایک مجرب نسخہ [illegible] ہاضمہ [illegible] اور [illegible] میں [illegible] زنجبیل، دار فلفل [illegible] سفید، خولنجان، دار چینی سیاہ، موصلی سفید [illegible] یا [illegible] پانی میں [illegible] سفید کا قوام [illegible] قوام میں [illegible] امراض معدہ و جگر [illegible] وغیرہ [illegible] میں شامل ہے۔ [illegible] مطب [illegible] گرام [illegible] شربت [illegible] گرام ملا کر [illegible]۔

حکیم عبدالجلیل ساذگی [illegible]

درد جب دل میں [illegible] | [illegible]
یاد آتے ہیں [illegible] | [illegible]

۱۹۵۶ء میں [illegible] مرحوم [illegible] شادی [illegible] ایک دختر [illegible] فرزند [illegible] ۱۹۶۱ء [illegible]۔

Marfat.com

حکیم محبوب رضا

حکیم حافظ حاجی محمود رضا کے صاحبزادے حکیم محبوب رضا ۱۹۱۷ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ اوائل عمر ہی میں والدہ کے سایہ سے محروم ہونے کی وجہ سے نانی کی آغوش محبت میں پرورش پائی۔ چھوٹے ماموں شفاء الملک حکیم عبداللطیف مرحوم نے ان کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ صرف کی۔ ۱۹۲۷ء سے ۱۹۴۳ء تک علی گڑھ میں ان کا قیام شفاء الملک کے ساتھ رہا۔ ابتدائی درجے سے منٹو سرکل (مسلم یونیورسٹی ہائی اسکول) کے طالب علم رہے۔ ہائی اسکول کے بعد طبیہ کالج علی گڑھ میں داخل ہوئے۔ اور ۱۹۴۳ء میں بورڈ آف انڈین میڈیسن یوپی کے ڈی آئی ایم ایس امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ اس وقت تک طبیہ کالج علی گڑھ کے امتحان اور ڈگری کا تعلق بورڈ آف انڈین میڈیسن یوپی سے تھا، یونیورسٹی کی طرف سے امتحان اور ڈگری کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا۔

۱۶ جون ۱۹۴۳ء کو تکمیل الطب کالج لکھنؤ سے بحیثیت استاد اور انچارج شفاخانہ منسلک ہوئے۔ ۱۹۵۳ء میں طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں لیکچرار اور اسسٹنٹ سرجن کے طور پر ان کا تقرر عمل میں آیا۔ جہاں وہ ۱۹۵۸ء کے اوائل تک رہے۔ ۱۹۵۸ء میں لکھنؤ واپس گئے اور دوبارہ تکمیل الطب کالج میں لیکچرار اور انچارج شفاخانہ مقرر ہوئے اور تقریباً ۱۳ سال وہاں تدریسی

Marfat.com

خدمات انجام دیں۔ ۱۹۶۷ء میں اپنی ہمشیرہ کی وجہ سے کراچی منتقل ہو گئے۔ آجکل جامعہ طبیہ شرقیہ میں پروفیسر ہیں۔

حکیم محبوب رضا سرجری اور امراض چشم میں خاص مہارت رکھتے ہیں۔ ان مضامین کے درس کے علاوہ شفاخانہ میں سرجری اور امراض چشم کی تکمیل الطب کی سابقہ روایات کو زندہ رکھا۔ ان کے بعد تکمیل الطب کی یہ قدیم خصوصیت قائم نہیں رہی۔

تصنیف و تالیف کا ذوق شروع سے رہا۔ ماہنامہ تکمیل الطب میں ان کے متعدد مضامین جراثیم (ستمبر ۱۹۴۷ء) آوازند (اکتوبر ۱۹۴۷ء) عفونت (جنوری ۱۹۴۸ء) حیض و حمل (اگست ۱۹۴۹ء) شائع ہوئے۔

ڈاکٹر ٹال کی صدارتی تقریر جو انھوں نے ۲۹ اگست ۱۹۴۸ء کو یوپی کی تیرھویں میڈیکل کانفرنس میں کی تھی۔ ۳۰ اگست ۱۹۴۸ء کو پانیر میں شائع ہوئی۔ اس میں دیسی طبوں کو ان سائنٹفک قرار دیتے ہوئے انھیں حکومت کو نہ تسلیم کرنے کا مشورہ دیا گیا تھا۔ حکیم بشیر ابراہیم نے ان کا نہایت مدلل اور معقول جواب لکھا۔ لیکن حکیم محبوب رضا کی فنی حمیت کو اس سے تسکین نہیں ہوئی اور انھوں نے اس سے زیادہ جامع اور مسکت انداز میں طب یونانی کی سائنٹفک حیثیت کو ثابت کیا۔ ان کا یہ مضمون "ڈاکٹر ٹال کی بدیسی باتیں" کے عنوان سے ماہنامہ تکمیل الطب میں مسلسل چار قسطوں (نومبر ۱۹۴۸ء تا فروری ۱۹۴۹ء) میں طبع ہوا ہے۔

ان مضامین کے علاوہ وہ درج ذیل کتابوں کے مصنف ہیں۔

۱۔ نسل و ولادت۔ ماہنامہ تکمیل الطب کی اشاعت خاص (۱۹۵۰ء) کے طور پر ۳۶۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں بقول حکیم خلیل احمد (سابق پرنسپل طبیہ کالج لاہور) نسل و ولادت کے متعلق جدید معلومات اور ماہرین جنسیات کے اقوال نہایت محنت اور کاوش کے ساتھ جمع کئے ہیں۔ زبان میں ہندی کے بہت سے اجنبی اور غیر مانوس الفاظ کے استعمال کے باوجود گفتگو کی سلاست اور روانی

مذکورہ بالا کتاب کے شروع میں انکی یہ رباعی تحریر ہے

تمہیں گر کامیاب ہونا ہے طبی امتحانوں سے — نقط آشنا ہی کہنا ہے رضا تیرے کو جو انوں سے
ارسطو اور بقراط ایسے کامل نکتہ دانوں سے — چاہو نقش قدم پہ ان کے اور ان سے سبق سیکھو

۲۔ رضا فارماکوپیا حصہ اول۔ اپنے طرز کی ایک نئی فارماکوپیا ہے جس میں دواؤں اور ان کی تراکیب و خواص کی طرح متقدمین مرکبات کے نسخے درج نہیں ہیں بلکہ مختصر تاریخی حالات کے بعد تشریح کے پیمانے اوزان، ناپ اور ناپ کا مقابلہ، کھرلیے پیمانے، ناپنے کے سیال اور اوزان، مشرقی اوزان، مشرقی سیال پیمانے، انگریزی اور مشرقی پیمانوں کا مقابلہ، یونانی انگریزی اور ہندی اوزان، دوا کا وقت مقدار خوراک، ترکیب اور دیگر اسی قسم کی ضروری اور اہم باتیں تحریر ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۵۳ء میں ادارہ تالیف و ترجمہ علی گڑھ سے طبع ہوئی ہے۔

۳۔ تشخیص رضا۔ اس میں بدن کی ساخت مثلاً بال، ہاتھ، چہرہ، ناک، کان، سینہ وغیرہ کے علاوہ انفعالات نفسانیہ غم، غصہ، خوشی وغیرہ کے ذریعہ تشخیص [illegible] کی تشخیصی علامات و امراض کے ساتھ [illegible] کے جدید امتحانی طریقوں کو بھی مفصل اور سادہ انداز میں بیان کیا ہے اور تشخیص کی تمام جدید معلومات اور متعلقہ آلات پر بھرپور روشنی ڈالی ہے۔ شمشی پرنٹرس علی گڑھ سے ۱۹۶۳ء میں طبع ہوئی ہے۔

۴۔ حفظان رضا۔ [illegible] ابتدائی معلومات پر مشتمل ہے۔ [illegible] اور [illegible] ان [illegible] کے شاعروں سے علاقہ [illegible] کا انتساب اس نے یونانی دیوتا اسقلبیوس اور صحت کی دیوی ایجیا (ہائیجیا) حفظان صحت کے نام کیا گیا ہے۔

۵۔ مبادیات رضا حصہ اول۔ طب کے طالب علموں کے لئے سرجری سے متعلق [illegible] آپریشن تفصیلات بڑے سلیقہ سے مرتب کی گئی ہیں۔ اردو میں اس موضوع پر جو چند کتابیں ہیں ان میں یہ ایک قابل قدر اضافہ ہے۔

ان کی دوسری کتابیں جو ابھی زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوئی ہیں۔ یہ ہیں۔
۱۔ جدید تلقیمات ۲۔ معلم طب ۳۔ علم العین ۴۔ ناک، کان، منہ، حلق کی بیماریاں ۵۔ علم الجراثیم ۶۔ طبی معلومات ۷۔ علم الصحت۔

انھوں نے مختلف شعراء کے پسندیدہ اشعار کا ایک گلدستہ بھی مرتب کیا ہے جو غیر مطبوعہ ہے۔ کبھی کبھی خود بھی طبع آزمائی کرتے ہیں۔ رضا تخلص ہے۔

حکیم محبوب رضا فطری طور پر بہت حساس اور نازک طبع واقع ہوئے ہیں۔ ان کا دل شاعرانہ ہے اور اس آبگینہ کو جلد ٹھیس لگ جاتی ہے۔ وہ دوسروں سے بہت خلوص سے ملتے ہیں اور اس کے جواب میں بھی خلوص چاہتے ہیں۔ اکثر مایوسی ہوتی ہے، اسی لئے شکوہ سنج زمانہ رہتے ہیں۔ شادی نہیں کی ہے۔ کچھ کلام بطورِ نمونہ پیش ہے۔

اک ہم ہی نہیں حسن کے مارے نظر آئے — دن میں کبھی انھیں بھی دن میں تارے نظر آئے
کلیاں ہوئیں اپنی نہ غنچوں نے دیا ساتھ — کانٹے ہی گلستاں سے ہمارے نظر آئے
دنیائے محبت کے جو مارے نظر آئے — در پہ وہ اک آس سہارے نظر آئے
طوفان سے نکل آئے جو الفت کے سفینے — وہ ڈوبتے ساحل کے کنارے نظر آئے

تاروں نے پیہم کئے اشارے — دیکھا جو اس نے اونچی نظر سے
پردہ ہٹا تو چہرہ یوں چمکا — مہتاب نکلے جیسے ابر سے
سوچا نہ سمجھا پوچھا نہ جانا — جو کچھ بتایا اس نے نظر سے
شمع جلائی کوئی بجھائی — یہی کہا ہے شب نے سحر سے
آنکھوں کی تسکین دل کی مسرت — ملتا ہے سب کچھ آپ کے در سے
جاں پہ رضا کے جو کچھ گزری — پوچھو نظر سے دل سے جگر سے

دنیا نہ کیوں نظروں سے گرا کے کرے رسوا
اپنی جو مذمت کرتے ہیں خود اپنی زباں سے

پوچھا جو انھوں نے کبھی انجامِ محبت
آغاز ہی نکلا وہ سنایا کبھی جہاں سے

منزل ہی تھی معلوم نہ کچھ رہ کی خبر تھی
پہنچا ترے در پہ ترے قدموں کے نشاں سے

اک میں ہی نہیں چاند ستاروں کا ہوں ہمدم
نیند آتی نہیں ان کو بھی خوابِ گراں سے

بے خودی تجھ کو مبارک خود فریبی سازگار
مل گیا ان کا اشارہ فکرِ ہستی کیا رہے

ہر جہاں میں ہر طرف ہیں حسن کے جلوے تمام
ہوش میں بے ہوش تیرا میکدہ ساقی کیا رہے

جو تمہارا ہو گیا اس پہ یہ عالم مٹ گیا
گر فنا ہو جاؤ آغوشِ اماں سے دنیا کیا رہے

ختم کر کے جا رہا ہے زندگی کی داستاں
کب رہا ہے دہر میں کوئی جو یہ رہتا رہے

Marfat.com

حکیم صابر رضا

حکیم محمد ہادی رضا کے بڑے صاحبزادہ ہیں۔ ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے چونکہ بہنوں میں تنہا بھائی تھے اس لئے بڑے ناز و نعم سے پرورش پائی۔ دینیات کی ابتدائی کتابیں مولوی عبدالغنی بہاری سے پڑھیں۔ انگریزی کی تعلیم کے لئے گورنمنٹ اسکول لکھنؤ میں داخل ہوئے۔ بچپن سے والد کے مطب اور دواخانہ کے کام سے بڑی دلچسپی رہی۔ تعلیمی اوقات کے علاوہ بارہ سال کی عمر سے ان کے مطب میں پابندی سے بیٹھتے تھے اور مریضوں کے حالات اور اپنے والد کی تجویز اور گفتگو بغور سنتے تھے۔ اس شوق کی وجہ سے بہت کم عمری میں ان کے والد گرامی نے دواخانہ کا انتظام اور منبع الطب کالج لائبریری کی ذمہ داری ان کے سپرد کر دی تھی۔ بعد میں منبع الطب کالج میں چار سالہ طبی تعلیم حاصل کر کے سندِ فراغت حاصل کی۔

۲۰ جون ۱۹۴۳ء کو حکیم ہادی رضا ماہر کے انتقال کے بعد کالج کی مجلس انتظامیہ نے انھیں منبع الطب کا جوائنٹ سکریٹری منتخب کیا۔ انھوں نے مختصر عرصہ میں کالج میں جدید اصلاحیں کیں، ان نئے انتظامات کی وجہ سے کالج میں طلباء کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ ۱۹۴۶ء میں پرنسپل مقرر ہوئے۔ کالج کو حکومت یوپی سے تسلیم کرانے میں انھوں نے بڑی جد و جہد کی۔ وزیر

یوپی مسٹر وسنچی کی کوشش سے طبیہ کالج کی طبی تعلیمات سے ... بورڈ آف انڈین میڈیسن دہلی سے کالج کا باقاعدہ الحاق ہوا۔ حکیم رضا کے زمانہ میں تقریباً تین سو طالب علم رہنے کا انتظام ... ہندوستان کے لیے اداروں کے طلباء ... تعلیم حاصل کرسکتے ... حکومت کی ... ۱۹۵۱ء میں یہ کالج ختم ہوا۔

حکیم صاحب کو اپنے بزرگوں کی طرح قدرت کی طرف سے ذہانت و ذکاوت عطا ہوا ہے۔ انہیں بہت سے پیچیدہ مریضوں کے علاج میں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ ایک مریض جنہیں میڈیکل کالج اور دوسرے ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تھا حکیم صاحب کے زیر علاج آکر شفایاب ہوگئے۔ ان کے مطب میں ایک بچہ ... تھا جس کو دو دو ہفتہ ... بچے اور ان کے علاج کے بعد بالکل صحت مند ہوگئے۔

حکیم صاحب کو شروع سے دواؤں کی تحقیق و تجربہ کا بڑا شوق ہے۔ انہوں نے بہت سی دواؤں کو جدید طریقہ پر تیار کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ یہ دوائیں بہت زود اثر اور قیمتی نسخہ جات ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جب تک اطباء یونانی طریقہ علاج کے بنیادی اصولوں پر قائم رہ کر اپنی دواؤں کی شکل و طریقہ استعمال میں تبدیلی اور ان کی خوراک کم اور زود اثر بنانے کی طرف توجہ نہیں کریں گے موجودہ زمانہ میں کامیاب اور مقبول نہیں ہوں گے۔ ابھی حال ہی میں وہ فولاد کو کسی تیزاب یا کسی ایلوپیتھی دوا کیمیاوی دوا کی آمیزش کے بغیر خالص دیسی طریق کے ذریعہ حل کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ بچوں کے امراض میں بالخصوص ان کی ایجاد کردہ ادویہ مفید ہیں۔

حکیم صاحب رضا صاحب نے ۱۹۴۷ء میں ماہانہ رسالہ الطبیب کا اجرا کیا جو ۱۹۴۹ء تک جاری رہا۔ "زہروں کا علاج" ان کی ایک تحقیقی کتاب ہے اس میں نباتی، حیوانی اور معدنی زہروں کے متعلق بیش قیمت معلومات ہیں

Marfat.com

ان کے تریاق اور آسان علاج کے بیان کی گئی ہیں۔ یہ کتاب مطبع تنویر برقی پریس سے ۱۹۵۴ء میں طبع ہوئی ہے۔

حکیم صاحب کئی برس بورڈ آف انڈین میڈیسین یوپی کے نامزد ممبر رہے۔ طبی مسائل کے علاوہ انھیں سماجی کاموں سے بھی دلچسپی ہے۔ ۱۹۵۰ء میں وہ یوپی کی حج کمیٹی کے سکریٹری مقرر کیے گئے اور انھوں نے یوپی کے عازمین حج کے لئے بعض مفید اقدامات کیے۔

حکیم صاحب کی شادی فروری ۱۹۴۹ء میں اپنے ماموں خواجہ منظور احمد وکیل بہرائچ کی صاحبزادی انیس جہاں سے ہوئی ہے۔ دو فرزند محمد عارف رضا محمد طاہر رضا اور چار دختر فرحت بیگم، شہناز بیگم، سلمیٰ بیگم اور گلنار بیگم ہیں۔

Marfat.com

مآخذ

۱۔ ابانۃ المحجۃ لمن سلک الطریقۃ المعوجۃ حکیم عبدالمجید مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۱۲ء

۲۔ التحفۃ الحامدیہ فی الصناعۃ الشکلیسیۃ حکیم اجمل خاں

۳۔ التحقیق المطلوب فی الماء المشروب شفاء الملک حکیم عبداللطیف مطبوعہ ۱۹۲۵

۴۔ الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند حکیم سید عبدالحئی حسنی مطبوعہ دمشق ۱۹۵۸ء

۵۔ احوال علماء فرنگی محل مولوی الطاف الرحمٰن مطبع مجتبائی لکھنؤ

۶۔ الخط المقسوم من قاسم العلوم مرتبہ حکیم رحیم اللہ بجنوری

۷۔ اخبار الصنادید حکیم نجم الغنی مطبوعہ نولکشور ۱۹۱۸

۸۔ اصول الصرف ہدیۃ الرشیدیۃ شفاء الملک حکیم عبدالرشید مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۱۲ھ

۹۔ الطاعون مسیح الملک حکیم اجمل خاں

۱۰۔ القول المرغوب فی الماء المشروب حکیم اجمل خاں مطبوعہ ۱۹۰۲ء

۱۱۔ اقوم الدلائل علی خمسۃ المسائل حکیم محمد ایوب اسرائیلی

۱۲۔ آل انڈیا ویدک اینڈ طبی کانفرنس دہلی پر ایک منصفانہ نظر حکیم مرزا محمد تقی مطبوعہ لکھنؤ

۱۳۔ آل انڈیا ویدک اینڈ طبی کانفرنس دہلی سے علیحدہ رہنے کے اسباب حکیم محمد باقر مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۱۱ء

۱۴۔ التماس اول حکیم عبدالعزیز مطبوعہ جون ۱۹۰۲ء

۱۵۔ التماس دوم حکیم عبدالعزیز مطبوعہ دسمبر ۱۹۰۲ء

۱۶۔ الماعون فی الطاعون شفاء الملک حکیم عبدالرشید مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۱۵ھ

۱۷۔ انشاء ماجدی عبدالماجد دریابادی دارالمصنفین ۱۹۵۲ء

۱۸۔ بیاض حکیم محمد ابراہیم (قلمی)

Marfat.com

۱۹ - بیاض حکیم حسین رضا (قلمی)
۲۰ - بیاض حکیم حکمت اللہ خان صدیقی (قلمی)
۲۱ - بیاض حکیم عبدالحمید (قلمی)
۲۲ - بیاض حکیم عبدالحمید غیرطبی (قلمی)
۲۳ - بیاض حکیم عبدالحسیب (قلمی)
۲۴ - بیاض حکیم عبدالعزیز (قلمی)
۲۵ - بیاض حکیم عبداللطیف شفاء الملک (قلمی)
۲۶ - بیاض وحیدی مرتبہ حکیم سید ظل الرحمن مطبوعہ ۱۹۷۴ء
۲۷ - بیاض حکیم ہادی رضا (قلمی)
۲۸ - پرنسس آف انڈیا اینڈ دی انڈین امپائر پی جی چٹرجی مطبوعہ لاہور ۱۹۳۷ء
۲۹ - تجدید طب شفاء الملک حکیم عبداللطیف مرتبہ حکیم سید ظل الرحمن مطبوعہ ۱۹۷۲ء
۳۰ - تذکرۃ الاطباء شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی مطبوعہ لاہور ۱۹۲۳ء
۳۱ - تذکرۃ الاطباء حکیم صلاح الدین نعمانی مطبوعہ لاہور ۱۹۲۵ء
۳۲ - تذکرہ اطباء عہد عثمانی حکیم شفا حیدرآبادی مطبوعہ ۱۹۵۲ء
۳۳ - تذکرہ جلیل حکیم جلیل احمد مطبوعہ لاہور ۱۹۵۵ء
۳۴ - تذکرہ علماء فرنگی محل مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی
۳۵ تذکرہ علمائے ہند مولوی حکیم رحمان علی مطبوعہ نولکشور ۱۹۱۴ء
۳۶ - تذکرہ کاملان رامپور احمد علی خان شوق مطبوعہ دہلی ۱۹۲۹ء
۳۷ - تذکرہ مسیح الملک شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی مطبوعہ ۱۹۲۸ء
۳۸ - تذکرہ مہر جہاں تاب مولانا حکیم سید عبدالحی (مخطوطہ)
۳۹ - تشخیص رضا حکیم محبوب رضا مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۵۰ء
۴۰ - تعلیم الادویہ حکیم جلیل احمد مطبوعہ لاہور ۱۹۵۵ء
۴۱ - تقویم الادویہ حکیم عبداللہ رامپوری مطبوعہ دہلی ۱۹۱۳ء

Marfat.com

۴۲۔ حکیم الامت مولانا عبدالماجد دریا بادی مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۶۱ء
۴۳۔ حیات حکیم شکیل احمد شمسی مطبوعہ ۱۹۴۹ء
۴۴۔ حیات اجمل قاضی عبدالغفار انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ
۴۵۔ حیات عبدالحئی مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مطبوعہ ۱۹۷۰ء
۴۶۔ دستور الاطباء شفاء الملک محمد حسن قرشی مطبوعہ لاہور
۴۷۔ دستور العلاج یعنی مطب حکیم محمد یعقوب مرتبہ حکیم اکرام رضا مطبوعہ ۱۸۶۴ء
۴۸۔ راضیہ مرضیہ شفاء الملک حکیم عبداللطیف مطبوعہ دہلی
۴۹۔ رہبر سرجری حکیم عبدالحلیم مطبوعہ لکھنؤ
۵۰۔ رپورٹ آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس لکھنؤ ۱۹۱۱ء تا ۱۹۱۶ء
۵۱۔ رضا فارماکوپیا حکیم محبوب رضا مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۵۳ء
۵۲۔ رموز الاطباء حکیم فیروز الدین مطبوعہ لاہور ۱۹۱۵ء
۵۳۔ رموز حکمت حکیم عبدالرحیم جمیل گجرات
۵۴۔ رموز مطب شفاء الملک محمد حسن قرشی مطبوعہ لاہور ۱۹۲۶ء
۵۵۔ روئداد آل انڈیا ویدک اینڈ طبی کانفرنس دہلی ۱۹۱۰ء تا ۱۹۲۷ء
۵۶۔ روئداد تکمیل الطب ۱۹۰۳ء تا ۱۹۰۴ء
۵۷۔ روئداد بہار صوبائی طبی کانفرنس منعقدہ ۱۹۵۰ء مرتبہ حکیم عبدالاحد پٹنہ
۵۸۔ زہروں کا علاج حکیم صابر رضا مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۵۴ء
۵۹۔ سلیکٹڈ ورکس آف جواہر لال نہرو جلد ۸
۶۰۔ سلک مروارید شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی مطبوعہ لاہور
۶۱۔ سیاحت آصفی صبغۃ اللہ شہید اشاعت العلوم پریس فرنگی محل ۱۹۳۲ء
۶۲۔ سیرت اجمل حکیم محمد جمیل خاں ہندوستانی دواخانہ دہلی
۶۳۔ سیرت اشرف عبدالرحمن خاں مطبوعہ ملتان ۱۹۵۶ء
۶۴۔ طب العرب حکیم نیر واسطی مطبوعہ لاہور ۱۹۵۴ء
۶۵۔ طب کی تعلیمی زبان حکیم عبدالحلیم مطبوعہ ۱۹۲۵ء

۶۶- غایۃ الاستحسان فی حسن مخ الانسان حکیم عبدالوحید مطبوعہ لکھنؤ ۱۲۹۹ھ
۶۷- فسانۂ آزاد پنڈت رتن ناتھ سرشار
۶۸- قانون مطب حکیم ہادی رضا منبع الطب پریس لکھنؤ ۱۹۳۶ء
۶۹- قدیم ہنر وہنرمندان اودھ سید اسرار حسین مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۳۶ء
۷۰- قرابادین رضائی حکیم ہادی رضا مطبوعہ لکھنؤ
۷۱- قرابادین شفائی حاشیہ حکیم محمد ابراہیم (قلمی)
۷۲- کلام ماہر مرتبہ حکیم صابر رضا مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۶۹ء
۷۳- کلیات رعب حکیم محمد حنیف علی رعب مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱۹۱۲ء
۷۴- کلیات منیر شکوہ آبادی
۷۵- گزشتہ لکھنؤ مولانا عبدالحلیم شرر
۷۸- گنجینۂ سلیمانی مظفر حسین خاں مطبوعہ مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ ۱۹۲۷ء
۷۹- مجربات حکیم محمد ابراہیم (قلمی)
۸۰- مجربات عزیزی حکیم عبدالحلیم مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۵۳ء
۸۱- مطب حمید مرتبہ حکیم مسیح الزماں ندوی مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۵۰ء
۸۲- مطب یومیہ حکیم عبدالرشید بقلم حکیم خواجہ عبدالشکور کانپور ۱۹۰۹ء تا ۱۹۱۲ء (قلمی)
۸۳- مطب یومیہ حکیم عبدالمعید بقلم حکیم عبدالحسیب ۴۳-۱۹۴۲ء
۸۴- مطب یومیہ حکیم عبدالحفیظ بقلم حکیم محمد عمر ۱۹۲۳ء
۸۵- مطب یومیہ حکیم عبدالعزیز بقلم حکیم عبدالحمید ۱۹۰۲ء
۸۶- مطب حکیم عبدالولی بقلم حکیم صادق الیقین مکتوبہ ۱۲ صفر ۱۳۱۱ھ
۸۷- مفردات عزیزی حکیم عبدالحلیم مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۴۸ء
۸۸- نزہتہ الخواطر، مولانا حکیم سید عبدالحیٔ حسنی
۸۹- نسل ولذت حکیم محبوب رضا مطبوعہ لکھنؤ
۹۰- نخبۃ التواریخ سید آل حسن مودودی

۹۱۔ یاد ایام ادنیٰ تاریخ گجرات حکیم عبدالحئی حسنی مرتبہ ڈاکٹر سید عبدالعلی

اخبار و رسائل

۱۔ آل انڈیا شیعہ گزٹ یکم مارچ ۱۹۱۱ء

۲۔ الطبیب لاہور جنوری ۱۹۴۰ء

۳۔ الطبیب لکھنؤ ۱۹۳۳ء تا ۱۹۴۷ء تا ۱۹۴۹ء

۴۔ الفرقان لکھنؤ فروری ۱۹۷۱ء

۵۔ المسیح دہلی اپریل ۱۹۲۶

۶۔ المعالج امرتسر مارچ ۱۹۲۸ء

۷۔ اودھ اخبار ۲۲ ستمبر ۱۹۱۱ء

۸۔ پیسہ اخبار لاہور ۱۹ جولائی ۱۹۱۱ء

۹۔ تکمیل الطب کالج میگزین لکھنؤ ۱۹۴۷ء تا ۱۹۵۱ء

۱۰۔ خادم الاطباء لکھنؤ ۱۹۱۹ء تا ۱۹۲۱ء

۱۱۔ دلسوز میرٹھ ۱۸۹۸ء

۱۲۔ صدق لکھنؤ ۲ جنوری ۱۹۴۱ء

۱۳۔ صدق جدید لکھنؤ دسمبر ۱۹۷۰ء

۱۴۔ طبیہ کالج میگزین علی گڑھ ۱۹۳۲ء تا ۱۹۴۲ء

۱۵۔ قومی آواز لکھنؤ ۱۹ نومبر ۱۹۷۲ء

۱۶۔ مجلہ طبیہ دہلی ۱۹۱۱ء

۱۷۔ مسیحائے زماں تجارہ ۱۹۲۷ء تا ۱۹۲۸ء

۱۸۔ مشیر الاطباء لاہور اپریل ۱۹۲۶ء

۱۹۔ ہمدرد صحت دہلی ۱۹۴۱ء۔

Marfat.com

مؤلف کی دیگر مطبوعات

دورِ جدید اور طب:

نئے دور اور نئے تقاضوں کے تحت طب یونانی کو جو مسائل درپیش ہیں۔ اس کتاب میں ان کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے عنوانات میں طبی نصاب تعلیم، طبی ریسرچ، تحقیقی ذرائع، یونانی اور ایلوپیتھی کا بنیادی فرق، جراثیم اور یونانی نظام علاج، طب کا مستقبل جیسے اہم مضامین شامل ہیں۔ قیمت: ساڑھے تین روپے

تاریخ علم تشریح:

تاریخ طب و تشریح کے موضوع پر اس کتاب میں ہزاروں برس میں پھیلی ہوئی تشریحی ترقیات اور تشریحی ارتقاء کو تاریخی اور سنوی تسلسل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ قیمت: پندرہ روپے

علم الامراض:

اسباب، علامات، امراض سے متعلق شیخ الرئیس ابن سینا کے کلیاتی حصہ کا سلیس اور با محاورہ ترجمہ، جو طلباء کی نصابی ضرورت کے مطابق ہے۔ قیمت آٹھ روپے

رسالہ جودیہ:

شیخ الرئیس ابن سینا کے اہم مخطوطوں پر مشتمل اس معالجاتی رسالہ کی ترتیب و تہذیب اور تحشیہ و تعلیق پر تقریباً پونے دو سو صفحے سپرد قلم کئے گئے ہیں۔ ابن سینا نے مختلف امراض کے تحت جن دواؤں کو بیان کیا ہے، ان کے خصوصی استعمالات اور افعال کو بھی علم الادویہ کی مستند کتابوں کے ذریعہ تحریر کیا گیا ہے۔ یہ کتاب سنٹرل کونسل آف ریسرچ ان انڈین میڈیسن اینڈ ہومیوپیتھی کے لٹریری ریسرچ یونٹ اجمل خاں طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی جانب سے شائع ہوئی ہے۔ قیمت: ۱۰ روپے

مبادیات طب:

اس کتاب میں کلیات سے متعلق شفاء الملک حکیم عبداللطیف فلسفی کے مضامین کو مرتب شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ نظریات اور فلسفہ طب کو سمجھنے کے لئے یہ ایک

Marfat.com

بنیادی کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں طب کے کلیاتی مباحث پر قدیم وجدید دونوں حیثیتوں سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت : [redacted] روپے

بیاضِ وحیدی :

لکھنؤ کے ممتاز طبیب حکیم عبدالوحید اور ان کے خاندان کے طبی مجربات کا ایک بیش قدر مجموعہ ہے جسے نہایت سعی واہتمام سے تین قلمی بیاضوں کے ذریعہ مرتب کیا گیا ہے۔

قیمت : [redacted] روپے

مطب مرتعش :

حاذق معالج حکیم میر محمد مرتعش کے گراں قدر طبی تجربات کا مجموعہ جو لکھنوی مطب کے مطالعہ میں ایک دستور اساسی اور رہنما نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے : قیمت : [redacted] روپے

تذکرہ خاندان عزیزی :

ہندوستان کے مشہور طبی خانوادہ "خاندان عزیزی" جھوائی ٹولہ لکھنؤ کے ۵۸ اطباء کے سوانحی حالات اور طبی کارناموں کا تفصیلی تذکرہ، جس کے بغیر ہندوستان کی طبی تاریخ کا مطالعہ مکمل نہیں ہو سکتا ہے۔ شخصیت اور فنی خدمات کے ساتھ ہی مطب کے نمونے بھی پیش کئے گئے ہیں : قیمت : [redacted] روپے

حیات حکیم سید کرم حسین :

تجارہ ریاست الور کے مشہور طبی فاضل اور مصنف حکیم حاجی سید محمد کرم حسین کی مبسوط سوانح عمری، جس میں انکی شخصیت اور کارناموں پر تفصیلی تبصرہ کے علاوہ اس علاقہ کی علمی تہذیبی اور رفاہی خدمات کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔

قیمت : [redacted] روپے

تاریخ علم الادویہ :

علم الادویہ کے مطالعہ و تحقیق میں ماہرین فن کی شاندار خدمات اور ان کے ملت ترین تحقیقی کارناموں کا تفصیلی بیان، جس میں شخصیت سے زیادہ فن کی تاریخ کو ظاہر کیا گیا ہے۔ (زیر قلم)

Marfat.com